

ملفوظات

حضرت میرزا غلام احمد قادیانی
سیاح نور محمدی بہمنی علیہ السلام

جلد یک

ملفوظات

حضرت میرزا غلام احمد قادیانی
مسیح موعود و مہدی موعود علیہ السلام

جلد ۲

دیباچہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بابرکت تصانیف اس سے قبل روحانی خزائن کے نام سے ایک سیٹ کی صورت میں طبع ہو چکی ہیں لیکن ایک عرصہ سے نایاب ہونے کی وجہ سے اس بات کی شدت سے ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ اس روحانی مائدہ کو دوبارہ شائع کر کے تشذروحوں کی سیرابی کا سامان کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا بے حد احسان ہے کہ اسکی دی ہوئی توفیق سے خلافتِ رابعہ کے بابرکت دور میں اب ان کتب کو دوبارہ سیٹ کی صورت میں شائع کیا جا رہا ہے۔ یہ کتب اکثر چونکہ اُردو زبان میں ہیں اور اُردو دان طبقہ کی اکثریت پاکستان میں ہے اس لئے مناسب تو یہ تھا کہ ان کتب کی اشاعت بھی پاکستان میں ہوتی۔ لیکن ناگزیر مشکلات کی وجہ سے مجبوراً بیرون پاکستان سے ہی ان کی اشاعت کا فیصلہ کرنا پڑا۔

اس ایڈیشن کے سلسلہ میں چند امور قابل ذکر ہیں۔

۱۔ قرآنی آیات کے حوالے موجودہ طرز پر (نام سورۃ : نمبر آیت) نیچے حاشیہ میں دیئے گئے ہیں۔

ب۔ سابقہ ایڈیشن سے محض کتابت کی غلطیوں کی تصحیح کی گئی ہے۔

ج۔ ہاتھ سے لکھی ہوئی انگریزی عبارات کو صاف TYPE میں پیش کیا گیا ہے۔

خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ سمیردوحوں کو ان روحانی خزائن کے ذریعہ

راہِ ہدایت نصیب فرمائے اور ہماری حقیر کوششوں کو قبولیت بخشے۔ آمین

خاکسار

الناشر

مبارک احمد ساقی ایڈیشنل ناظر اشاعت

۲۰ نومبر ۱۹۸۴ء



حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات طیبہ کی یہ چوتھی جلد ہے جو ہمارے اکتوبر ۱۹۰۲ء سے یکم دسمبر ۱۹۰۲ء تک کے ملفوظات طیبہ پر مشتمل ہے۔ ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اہمیت سے متعلق طاحلہ ہویش لفظ ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد اول اس جلد کی ترتیب و تدوین میری ہدایت کے تحت کرم و محرم مولانا محمد انیسل صاحب دینا گرامی کی ذہنی منت سے مولانا موصوفت نے مرتب کیا کہ جلد سوم کے آگے کے ملفوظات کو نہایت محنت سے جمع کیا بلکہ سابق جلدوں کے مرتب جو ملفوظات جلد دوم یا جلد سوم میں لکھے گئے تھے انکو بھی اکٹھا کیا جو اس جلد کے شروع میں لکھے گئے ہیں۔ پہلے کیلئے یہ وقت یہ بھی تھی کہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۰۲ء سے اگلے کے علاوہ اخبار الہدٰی بھی جاری ہو گیا اور ملفوظات دونوں اخباروں میں شائع ہونے لگے اور اس میں بعض جگہ بجاظ الفاظ اور بعض جگہ بجاظ اختصار و طوالت فرق تھا۔ سو اس کیلئے میں نے انہیں یہ ہدایت دی کہ جس اخبار میں تفصیل درج ہو اُسے متن میں رکھا جائے اور دوسرے اخبار میں جہاں کہیں الفاظ یا مفہوم میں فرق ہو اُس کے بین کو حاشیہ میں لکھا جائے۔ پھر پھر اسی پہنچ پر دونوں اخباروں کے ملفوظات کو اس جلد میں یکجا کر کے پیش کرنا کی کوشش کی گئی ہے۔ اور جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کلام جو چار قسموں پر مشتمل ہے اسکا مرتبہ یقیناً اور سند کے لحاظ سے مندرجہ ذیل ترتیب سے ہے۔

اول وہ کتب و رسائل و اشتہادات جو اپنے خود بضرر اشاعت تالیف فرمائیں۔ دوم۔ مکتوبات۔ سوم ملفوظات ہیں جن سے مراد آپ کا وہ کلام ہے جو آپ نے کسی مجمع یا مجلس یا میر وغیرہ میں بطریق تقریر یا گفتگو ارشاد فرمایا اور لکھنے والوں نے اسی وقت بصورت ڈائری حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں شائع کر دیا۔ چہارم ہدایات ہیں۔ وہ بھی ایک نوع ملفوظات کی ہیں۔ مگر وہ ساتھ ساتھ ضبط میں نہیں آتی تھیں مگر راولوں کے ملاحظہ کی بنا پر جمع ہوئی ہیں۔ پس اگر کوئی بات ملفوظات میں آپ کی تالیف کردہ کتب و رسائل میں شائع شدہ بات کے مطابق ہو یا آپ کے تعامل کے خلاف ہو تو ملفوظات میں منسج بات کو چھوڑ دیا جائیگا اور آپ کی کتب و رسائل میں شائع شدہ بات کو ترجیح دی جائیگی۔ مگر نہ ملفوظات میں یہ یقین نہیں کہ اُن کے لکھنے والوں تمام الفاظ حضرت اقدس کے ہی لکھے ہوں۔ ملفوظات کے مطالعہ سے صاف ظاہر ہے کہ وہ بسا اوقات حضرت اقدس کے مفہوم کو اپنے الفاظ میں

پیش کرتے ہیں۔ بطور مثال ملاحظہ ہو مثلاً۔ ایڈیٹر صاحب ”الحکمہ“ لکھتے ہیں:-

”ابوسعید نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسلئے آئے تھے کہ بعض ناقص بھی موجود تھے انکی تکمیل کیلئے آئے۔“

اور ایڈیٹر صاحب ”البد“ لکھتے ہیں:-

”کبعض لوگ دین میں ناقص تھے اور معرفت کے پیارے تھے انکو مائل کرنے اور انکے دلوں کی پیاس بجھانے کیلئے آپ مکتبے مدینہ تشریف لے گئے۔“

اسی طرح ۱۹۹۰ء ملاحظہ ہو۔ ایڈیٹر صاحب ”البد“ لندن کے جھوٹے مسیح پگڈ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:-

”اب ہمدانی سبکی شتی نور جھوٹی پر غالب آجائے گی۔ یورپ دھمے کہا کرتے تھے کہ جھوٹے مسیح آئے گا
ہیں سو اؤل لندن میں جھوٹا مسیح آگیا اس کا قدم اس زمین میں اؤل ہے بعد ازاں چارہوگا جو کہ تمہارا مسیح ہے۔“

اور ایڈیٹر صاحب ”الحکمہ“ لکھتے ہیں:-

”معقول باتوں کی قدر ہوتی ہے اور وہ رہ جاتی ہیں لیکن جاہلانہ باتوں کی مدق دوتین سطروں میں جاتی رہتی
ہے جھوٹے میوں مسیحوں کا قدم پہلے لندن میں رکھا گیا اور پھر مسیح کی آواز اس کے بعد لندن پہنچے گی۔“

پس اس اصل کو کسی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ طفوفات کا درجہ حجت اور سند پکڑنے کے لحاظ سے تیسرے درجہ
پر ہے پس اگر طفوفات کی کوئی عبارت ایسی ہو جو حضور کی تالیف کردہ کتب اور رسائل کی کسی عبارت کے مخالف ہو یا

آپ کے تعال کے مخالف ہو تو وہ لائق ترک ہوگی۔ کیونکہ بہت ممکن ہے کہ طفوفات کے لکھنے والے نے حضرت اقدس کے
معبر کو صحیح طور پر اخذ نہ کیا ہو لیکن باوجود اسکے طفوفات طیبہ کی اہمیت اور انکی ضرورت کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

یہ طفوفات خدا تعالیٰ کے مقدس روح اور اس کے پتے مامور اور انکی پاک مجالس کا نقشہ پیش کرتے ہیں جنہیں حضرت اقدس اپنے
جان نثار اتباع کی روحانی ترقیات اور انکے ازدیاد ایمان و عرفان کے لئے قیمتی نصائح فرمایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر

دے حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی ایڈیٹر ”الحکمہ“ کو اور حضرت مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر ”البد“ اور انکے رفقاء کو
جنہوں نے آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے ان مطالبات کو اپنے اخبارات کے کالموں میں محفوظ کر دیا۔

لے ہمارے پیارے خدا! انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرما اور ہم سب کی حرکت

انہیں سلامتی کا پیغام پہنچا۔ آمین

ذیل میں طفوفات کی اس جلد کا انڈیکس بصورت خلاصہ مضامین درج کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہمدانی

ماجزانہ اتحاد اور دعا ہے کہ وہ ان طفوفات طیبہ کو نافع الناس بنائے۔ آمین

نحاکستہ جلال الدین شمس

یکم جولائی ۱۹۶۲ء

سابلو

انڈیکس مضامین

انڈکس بصورت خلاصہ مضامین روحانی خزائن جلد پہلے

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

(از ۱۵ اکتوبر ۱۹۰۲ء تا ۱۶ جنوری ۱۹۰۳ء)

ترجمہ مولانا جلال الدین قاسمی

حضرت اقدس نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کے مشاات چلتے ہیں۔
۳۳۷-۳۳۸

۷- ایلک نیا نام۔ اہام انا الصاحفہ ۳۳۹
۸- جواب دینا۔ اللہ تعالیٰ کا دُعا کرنے والے کو جواب دینا کہ کبھی فرشتے کلام کرتے ہیں۔ کبھی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی زبان پر کلام جاری کر رہا ہے۔ ۳۴۰

۹- صفات۔ اللہ تعالیٰ کی صفات خالق رازق وغیرہ دائمی ہیں۔ خدا تعالیٰ کبھی محفل نہیں ہوگا۔ ۳۴۷
۱۰- اسم اعظم اللہ ہے۔ ۳۵۱

۱۱- اللہ کا خاصہ ہے کہ جیسے انسان کا قدم بڑھتا ہے دیے ہی خدا کا قدم بڑھتا ہے۔ قرب نوافل کی حدیث اور آیت وھو یتولی الصالحین ۴۱
۱۲- تصور۔ اللہ تعالیٰ کا تصور عیسائی مذہب اور اسلام میں۔ دونوں کا مقابلہ اللہ تعالیٰ کے حسن و احسان کا ذکر قرآن شریف اور سورہ ناس میں عیسائیوں کا اصول کہ خدا جس سے پیار کرتا ہے انکو ہلاک کرتا ہے مسیح نہیں بچا خدا جس کی پیاد کرتا ہے انکی تائید کرتا ہے۔ کتب اللہ لا غلبۃ لہ ۴۴۱-۴۴۲

اللہ

۱- مسیح و مجیب ہے۔ اس خدا پر ایمان لانے سے کیا نرا جو تون کی طرح نہ مسکتا ہے نہ جواب دیتا ہے۔
۵۹-۶۰

۲- قانون ایک عام قانون قدرت خدا کا ہے۔ اور ایک خاص قانون ہے جو مومنوں اور اپنے برگزیدوں اور مستباندوں کے لئے رکھا ہے۔ ۵۷-۵۸
۳- خدا بڑا عزت مند اور بڑی دولت ہے۔ ۲۵۵

۴- اللہ تعالیٰ کے وجود پر ابوسعید عرب اور حضرت مسیح موعود اور حضرت عیسیٰ فوالدین صلی علیہ وسلم کے مابین گفتگو۔ اہل اکا اور عقل کا مقابلہ۔ ۲۹۳-۲۹۶

۵- اللہ تعالیٰ کو تو سے نسبت ہے پستی سے نہیں کشتی صوفیوں میں ہم نے آسمان سے نور نازل ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ ۳۲۲-۳۲۳

۶- روایت باری۔ کشتی رنگ میں سید عبدالقادر جیلانی نے اللہ تعالیٰ کو اپنی ماں کی شکل پر اور حضرت اقدس نے اپنے باپ کی شکل پر اور ایک احمدی نے حضرت مسیح موعود کی شکل پر دیکھا۔

اُنل

جو مظلوم کو ظالم سے بچائے۔ جبریلؑ زکھا تا مظلوموں کو ظلم سے بچانے پر ولایت کرے۔ ۳۳۵

اٰیٰتہ کمالاۃ اسلام

اس کا اثر ابو سعیدؓ تا جبریلؑ پر۔ آزاد مشرب اور یتیم کے رنگ میں تھے مگر اس کتاب کو پڑھ کر حقیقتِ اِسلام منکشف ہوئی۔ حضرت سید موعودؑ کی زیارت کیلئے آئے دیر تک ٹھہرے۔ دوا پ کی انہیں نصیحت کہ حقیقی لذت خدا میں ہی ہے۔ اور ایک حصہ دین کا خدا ہی سمجھتا ہے

۲۷۶ - ۲۷۸

اٰتھم

پشگوئی میں اس کے مسلمان ہونیکا نہیں بلکہ صحت رجوع الی الخی کا ذکر تھا۔ اودا سکا پودا ہوا ۱۵۰ و ۱۹۹

آخرت

آخر کے سفر کیلئے تیاری سب بیادلوں کا علاقہ، ۱۷۵

آخری زمانہ

آخری زمانہ کی طمانیں سے کثرتِ زلزل بھی ہے اور آیت و آخرت الارض اُنقالہا میں اُنکی طرف اشارہ، ۲۰

آریہ

۱۔ آریہ بھی یہودیوں داخل ہیں۔ اُن کا ہنوز وغیرہ روم یہود سے ملتی ہیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ برہن مصری اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ مصر سے آئے تھے۔ ۸۴
ب۔ آریہ کثرتِ ازدواج پر معترض ہیں۔ حالانکہ کرشن جی کی کئی ہزار بیویاں تھیں۔ ۳۳۳

آیات قرآنیہ - احسب الناس ان

یتوکوا ان یفعلوا اٰمنا وہم لا یفتنون۔ ۲۹

- نحن ابناء للہ ولہ عبادۃ ۷۰

- قالۃ الاعراب اٰمنا... الخ... تلو بکھر ۱۱۳

- وراۃ الناس یدفنون فی دین اللہ اٰنوا جا ۱۱۳

- لو کنا نسمع او نَعقل ما کنا فی اصحاب اٰیہ ۱۱۵

- لا غلبنا وانا وعلی ۱۶۷

- فکیدونی جیعا ثم لا تنظرونی ۱۸۵

- تلنا یا نازکونی برؤا و سلاما علی ابراہیم ۱۸۷

- ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ۲۰۴

- ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحبکم اللہ ۲۲۲ و ۲۲۳

- فباۃ حدیث بعد اللہ وائتہ یؤمنون ۲۲۷

- اخرجنا لہم دابة من الارض نکلہم ۲۳۳

- اولم یروا انما نالی الارض ننقصها من اطرافها ۲۴۱

- آمنت اللہ لا اللہ الا الذواست بہ یواسوا ۲۴۷

- ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فأتوا ۲۵۰

بسورة من مثله - ۲۵۰

- ان الذین قالوا ربنا اللہ... الخ... توعدون ۲۵۲

- ومن خاف مقام ربہ جنتان ۲۵۳

- وای من قرۃ الا نحن مہلکوها لایۃ ۲۷۹

- و انزلنا الحدید فیہ باس شدید و منافع للناس ۲۸۳

- ربنا ائتانی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة ۲۸۵

- فلا تعلم نفس ما اخی لہم من قرة اعین ۳۳۸

- کونوا مع الصادقین ۳۴۱

- انما امرہ اذا اداد شیئا ان یقول لہ

کن فیکون - ۳۴۷

قل هو العاقر علی ان یبحث علیکم عذابا....
..... ل..... ہاں بعض - ۳۶۲

ان الحسنات یدہن السیئات ۳۶۲

وما ارسلناک الا رحمة للعالمین ۳۶۹

انی رسول اللہ الیکم جمیعاً ۳۶۹

لا خوف علیہم ولا هم یحزنون ۳۷۰

وہو یتوکل الصالحین ۳۷۰

وما من طائفة فی الارض الا علی اللہ رزقها ۳۷۰

ابراہیم الذی دنی ۳۷۹

اعلموا ان اللہ یحیی الارض بعد موتها ۳۸۱

بقیہ آیات دیکھو زیر تفسیر

آمین

بچوں کی آمین کی تقریب کی غرض یہ بیان فرمائی کہ چونکہ یہ بچے خدا تعالیٰ کی پیشگوئیوں کا زندہ نمونہ ہیں۔

اس لئے میں اللہ تعالیٰ کے ان نشانوں کی قدر کرنی اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ ۳۸۵

ابتلاء

(۱) ابتلاء و امتحان کی اغراض

(۱) بچوں اور بچوں میں امتیاز

(۲) مومنوں اور منافقوں میں تین فرق کا اظہار

(۳) شخص زیر امتحان پر اسکی حقیقت ایمان کا انکشاف

(۴) دوسرے لوگوں پر اس کی خوبیوں کا ظاہر کرنا ۳۰۶۲۹

(ب) ہر مومن ابتلاء دل کو لئے کرتا ہے اور اس سے

کشف حقائق ہوتا ہے اور اس کی مثالیں - ۳۸۶

(ج) دعا اور اس کی قبولیت کے درمیان زمانہ میں ابتلاء کے آنے میں یہ ستر ہے کہ دعا کے لئے جوش برپا ہے۔ ۲۳۵-۲۳۶

ابراہیم

ابراہیم الذی دنی کی آواز حضرت ابراہیم کو اس وقت آئی جبکہ وہ بیٹے کی قربانی کیلئے تیار ہو گیا ۳۷۹

الو حنیفہ

امام اعظم کا مسک قابل قدر ہے جو انہوں نے قرآن کو مقدم رکھا۔ ۱۱۷

الوسعد عرب

دیکھو زیر "عرب"

اجتہادی

اجتہادی مسائل میں نیت کا بہت بڑا دخل ہے ۵۸

اجتہادی قطعی اور انبیاء دیکھو زیر "نبی"

احمد

احمد وہ ہے جو دنیا سے شیطان کا حصہ نکال کر خدا کی عظمت و جلال کو قائم کرنے والا ہو اور فارق قلیط کا نقشا دوسرے الفاظ میں احمد ہے۔ ۱۹۸-۱۹۷

احمد دین (ختم)

منشی احمد دین اپیل نویس گوجرانوالہ کا معذور کے حکم پر گوجرانوالہ سے قاریان آنا اور معذور سے گفتگو ۶۲-۶۳

و ۸۳ و ۸۴

احیاء موتی

حقیقی مردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ اگر درست

ہوتا تو قرآن میں ایسے نفع ہونے والوں کے لئے قانون وراثت بیان ہوتا۔ ۱۱۷

اخباراتِ سلسلہ

ان کا ذکر خیر کہ وقت پر جمعہ المہمات وغیرہ
ان میں مصیبت کرشٹ ہو جاتے ہیں۔ ۲۸۷

ادب

مدینہ من خان صاحب نے کھا ہے کہ اگر آیتِ رفتہ
مکاناً علیا میں ان کا اعلان پر رفع ملا جائے تو ان کے
دائیں آنیکا عقیدہ بھی ماننا پڑے گا۔ جو صحیح نہیں
اس لئے وہ وفات پا گئے ہیں۔ ۱۲۳

اذان

دوسرے مذہب میں ملانے کے لئے مصنوعی آواز
انسانی آواز کا مقابلہ نہیں کر سکتیں کیسی عمدہ شہادت
ہوایں گو نجی ہوئی دلول تک پہنچ ہے۔ ۱۲۷
اسباب کی رعایت کی ضرورت
سید فضل شاہ صاحب کو نندار کمرہ کو گرم کرنے
کی ہدایت۔ ۴۱۲-۴۱۳

استخارہ

طریقِ استخارہ ۱۔ دو نفل پڑھے اول رکعت میں
سورۃ الکافرون دوسری میں سورۃ اخلاص پڑھے اور
التبیات میں دعا کرے۔ دعائے استخارہ کا اردو
ترجمہ۔ ۳۰۷-۳۰۸

استغفار

۱۔ اصل معنی کہ مجھ سے کوئی گناہ نہ ہو یعنی معصوم
مہوں۔ دوسرے معنی کہ میں اپنے گناہ بد نتائج
سے محفوظ رہوں۔ ۸۸
ب۔ جتنا کوئی استغفار کرتا ہے اتنا ہی معصوم

ہوتا ہے۔ ۲۵۵ و ۲۶۱-۲۶۲

ج۔ استغفار سے مراد تو ترقی مراتب ہے۔ ۱۰۵

استقامت

انبیاء کو جس قدر درجات ملے استقامت ملے۔ ۲۰۳

اسرائیل

اسرائیل کے معنی جو خدا سے یونانی نہ کرے۔
اطاعت و محبت کے رشتہ میں منسلک قوم۔ اور
اسلام کے یہی معنی ہیں۔ بہت سی پیشگوئیوں میں اسرائیل
سے مراد اسلام ہی ہے اور وہ اسلام کے حق میں
پیشگوئیاں ہیں۔ ۱۲۲

اسلام

- ۱۔ اسلام زندہ مذہب ہے۔ اور ہمیشہ محض اپنی
پاک تعلیم اور اس کے برکات و ثمرات کے لحاظ
سے پھیلا ہے۔ ۱۱
- ۲۔ اسلام کی بہتری کے فضائل میں سے ایک
یہ بھی ہے کہ بڑے آدمی دیندار ہو جائیں ۵۴
- ۳۔ فطرتی مذہب صرف اسلام ہے۔ تمام اصول
فطرت انسانی کے موافق ہیں۔ تنکیت اور کفلا
کی طرح نہیں۔ ۱۲۲
- ۴۔ اسلام نے ہمیشہ غلغلہ کی سرکوبی کی ہے۔ ۱۲۷
- ۵۔ احیاء اسلام یہ ہے کہ اس سے انسان اعلیٰ درجہ
کے اخلاق پر ہو کر عمیر شخص ہو جاتا ہے۔ ۱۷۵
- ۶۔ اسلام اور سلسلہ یہ ہے کہ جو کچھ خدا تعالیٰ نے
کی راہ میں آئے اس سے انکار نہ کرے۔ ۲۶۰
- ۷۔ اسلام کا نمونہ ظاہر و باطن میں اختیار کرنا چاہیے

اعجاز

اعجاز کی حقیقت دیکھو معجزات

اعجاز احمدی

۱۔ اعجاز احمدی اور اعجاز مسیح کا نشان ہونا۔ یہ معجزات کا مجموعہ ہے۔ ۵۵-۵۶

ب۔ اس کے قصیدہ کی نسبت دل گواہی دیتا ہے کہ یہ بالکل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ یہ حالت بھی ہوتی رہی کہ ذرا اونگھ آئی اور ایک شعر الہام ہو گیا۔ اسی طرح کئی شعر اس میں الہامی ہیں۔ ۱۹-۱۹۱

ج۔ میرا تو ایمان ہے کہ یہ کتاب بھی خدا تعالیٰ کا ایک نشان ہے۔ اور ایک آفتاب کی طرح نظر آتا ہے۔ مارمیت اذرمیت ولكن الله دخی ۱۹۳

د۔ کلام کے معجزہ سے آئندہ آنے والے ہمیشہ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا۔ ۱۹۷ د ۲۰۱

ه۔ سہو کتابت کے متعلق فرمایا۔ نقطہ وغیرہ کا رہ جانا کوئی غلطی نہیں ہو ا کرتی کیونکہ ایسی غلطی ترجمہ سے درست ہو سکتی ہے۔ ترجمہ میں ہو تو اصل عبارت سے۔ ۲۰۹-۲۱۰

و۔ اعجاز احمدی اور محمد طہا لعلین۔ نواب محمد طہا لعلین کے ذکر پر کہ اعجاز احمدی کے متعلق ایک دہلی کے مولوی کہا اگر چاہیں تو ہم اس کا جواب لکھ سکتے ہیں۔ مگر کون وقت مناسب کرے۔ اس پر حضرت اقدس

کوٹ تلون اور ان کی عورتیں بھی انگریزی تمدن کو پسند کرتی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ شخص آہستہ آہستہ ان کے مذہب کو بھی پسند کرنے لگتا ہے۔ ۲۸۷

۸۔ اسلام اور وسط مستقیم۔ اسلام سے پہلے براہمہ رہبائیت پسند اور اپنے آپ کو تہذیب بدنی میں ڈالتے تھے عیسائیت نے بھی ان کا طریق اختیار کیا۔ دوسرا فرقہ اباحت کی زندگی بسر کرتا تھا۔ اسلام نے دونوں کو ترک کیا اور صراطِ مستقیم اختیار کیا اور اس کی تفصیل۔ ۲۲۴-۲۲۶

اسماء الہیہ

اسماء الہیہ قرآن میں مفعول کے ذمہ نہیں۔ مثلاً قدوس ہے، معصوم نہیں، ورنہ بچا ہوا اور ہو گا۔ مولیٰ نور الدین صاحب نے فرمایا۔ میں نے وجودیوں سے کہا۔ خدا کا نام موجود نہیں لکھا کیونکہ وہ بعضی مذہب کے اور خدا کی شان لا تدركہ الابصار ہے۔ ۱۱۹

اصلاح

جوشیلے کی درستی نسبت منافق کے آسان ہے۔ ۸۲

اطاعت

اطاعت لمبی شکل بات ہے۔ یہ بھی ایک موت ہوتی ہے۔ صحابہ کی اطاعت کی مثال حضرت ابو بکرؓ کا اپنا سارا مال اور حضرت عمرؓ کا اپنا نصف مال دینا وغیرہ ۷۳-۷۵ وحاشیہ ۷۴

اعتکاف

اعتکاف کے متعلق بعض ہدایات ۲۸۷-۲۸۸

ایک شخص کا اپنی بکری کے متعلق دعویٰ کا ذکر کیا کہ وہ شیر کا مقابلہ کر سکتی ہے اگر چاہے تو۔

۲۱۳-۲۱۴

ز۔ اعجاز احمدی کا اردو حصہ بھی ہمارے تمام رسالوں کا پتھر ہے۔ ۲۱۳

ح۔ جعفر زبلی کے اقراض کا جواب کہ یہ غلط ہے کہ پانچ دن میں تیار ہوئی۔ ۲۳۶

ط۔ جناب کے جواب کی تیاری پر حضور نے فرمایا۔ لوگ خود اس تجربہ پہنچ جائیں گے کہ قرآن دانی اور عربیت انہیں میں ہے۔ ۲۵۰

اعراض کی دیکھیں۔ صوفی یعنی ظاہری اعمال میں اعراض۔ صوفی اعتقاد میں اعراض۔ ۲۰۶

اللواء (دھری اخبار)

ا۔ اللواء کے کشتہ نوح میں خندجہ ایت لی جبینا الا کتاب اللہ لئلا پر اعراض کا جواب۔ ۲۲۸-۲۲۹

ب۔ اس اخبار کا جواب بطور نمونہ سنایا۔ تین طرح تقسیم کیا ہے۔ اولیٰ اجمال رکھتا ہے دوم تفصیل کہ توہم خدا تعالیٰ نے اب تک تعزین کر کے دکھلائی اور مخالفوں کی مخالفت کے کیا نتائج ہوئے۔ ۲۴۰

ج۔ مولوی نور الدین صاحب و مولوی عبد اکرم صاحب کا اس جواب کی تعریف کرنا۔ ۳۰۲

الہامات حضرت سید موحود علیہ السلام - ینصرونک اھلہ فی مواطن

- الہامی مصرع: "مگر یہ خبر دی سب کچھ رہا ہے"

۴۸

۵۶ - منعه مانع من السماء

- الامراض تشاع والنفوس تضاع غنبت

۵۶ - غصباً شديداً -

- انی احافظ کل من فی الدار۔ الا الذین علوا من استکبار۔

ا۔ فرمایا الا الذین ہمیشہ ساتھ ہی ہوتا ہے خواہ کون اس کے کیا معنی ہیں۔ علو کی تشریح کہ ایک علو

تو اما بنحوہ دفع نحدث کے ماتحت اور ایک علو شیطان کا ہوتا ہے۔ ۶۹، ۶۵، ۶۷، ۶۸

ب۔ الا الذین علوا کا لفظ ہمیشہ دل میں خطرہ ڈالتا، کہ قضاء و قدر مقدر ہے۔ ۶۹

- احافظک خاصۃ ۶۹ حاشیہ

- ان اللہ لا ینغیر ما بقوم حتی ینفروا ما بانفسہم سے ظاہر ہے کہ تبدیلی کی بڑی ضرورت ہے۔ ۶۳ حاشیہ

- انی احافظ کل من فی الدار ولن یجعلہ آیۃ لنا ورحمة منا وکان امرا مقضیاً۔

خدی معالجات اور اس کی لطیف تشریح اور

حضرت ام المومنین کا اس کے مؤید خواب۔ الہام اور خواب میں عجیب مطابقت۔ ۷۶، ۷۷ حاشیہ

د حاشیہ ۷۷، ۸۲، ۷۸

- انہ اوی القریۃ اور نقطہ قریہ کی تشریح کے ہندو جوہرے قریہ میں داخل نہیں ہوئے۔ ۷۹، ۹۰

اور نقطہ اوی کی تشریح ۲۲۲

- تخریج الصدور الی القبور سے مراد بڑے لوگوں کی وفات ہے۔ ۷۸

- اجتنبی شیئی یعنی میں اپنا شرک تیار کر رہا ہوں۔

۹۱ و ۹۵

اعسب الناس ان یئسوا ان یقولوا امنا ولم
نیمقننوں۔ ۸۳

- یریدون ان یمضوا نورك۔ یریدون ان

یتخطفوا عرصتك۔ انی معك ومع اهلك

منہ ۲۸

- انت منی بمنزلہ اولادی ۹۲

- واما نونك الذی نعدہم سلسلۃ السلطۃ

او تو فینك۔ جفت القلم بیاہو كائن۔ قل

انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الہكم الہ

واحد۔ الخیر كہ فی القرب۔ فانتقوا النار الی

وقودھا الناس والحجارة اعدت للكارہین

۹۲-۹۳

- لم یكن الذین كفر دامن اهل الكتاب منفكین

حقی تا تہم البینۃ یعنی اہل کتاب کو جینہ دکھا

۹۴

کر دم بخود کیا۔

- خدا کا دیان میں نازل ہو گا اپنے وعدہ کے موافق۔

۹۵

- اول الذین امنوا وعملوا الصالحات۔ ۹۶

- انہ اوی القریہ۔ ولا الاكرام لہلك المقام

کی تشریح کہ سلسلہ کے اکرام کی وجہ سے اس بستی

۹۷

کو ہلاکت سے بچایا۔

- اصنم الفلک با عیننا۔ لا تنجا طبعی فی الذین

۹۸

ظلموا انہم مغرورون۔

- وجعل الذین اتبعوك فوق الذین كفروا الی

یوم الرقیامۃ میں جماعت کے لئے وعدہ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین کا ذکر اور اسلام

کو فوق العادت ترقی اعجازی رنگ میں ملنا۔ ۱۲۸

- نتیجہ خلافت امید ہے۔ ۱۳۲

- انت متی وانا منك کی تشریح۔ لا لہا کہیں چند

مختار عدالت بٹالہ توحید پسند ہندو کے سوال پر

فرمایا۔ یعنی تیرا ظہور میرے فضل و کرم کا نتیجہ ہے۔

وانا منك کہ میری توحید میرا جلال اور میری عزت

کا ظہور تیرے ذلیف سے ہو گا۔ اور اس کی تفصیل۔

۱۸۱-۱۸۳

- اے جس سے میں مت ڈراؤ اے جس کی ہادی غلام بلکہ غلاموں

۲۱۱-۲۱۸

کی غلام ہے۔

- یا مسیح الخلق عدا وانا۔ ۲۱۵

- اللہ شدید العقاب انہم لا یحسون۔ ۲۲۵

- خسف القمر والشمس فی رمضان خبا ہی

الاوربیکما تنکذ بان اور الایو سے مراد میں خود

۲۲۸ حاشیہ

ہوں۔

- واذا مرضت فهو یشفین اور اس کا شفاء نکل

۲۳۱

اور دانت کی درد سے شفا پانا۔

- اذا جاء نعوذ باللہ والفتیہ وانتہی امر الزمان

الینا الیس هذا بالحق۔ ۲۴۰ و ۲۵۸

- افلا یتدبرون امرک ولو کان من عند

غیر اللہ لو جد وافیہ اختلافا کثیرا ۲۴۲

- یخردون علی الاذقان معجوا ربنا اغفر لنا

- جاؤی اکل واختار وادار امبعہ و اشار
يعصمك الله من العدا ويسطوا بكل من
سطا - ۳۲۵
- غصبت غضبا شديدا یہ طاعون منقذ ہے ۳۶۱
- انی مع الرسول اقوم والوم من يلوم و
اقطر واصوم۔ فرمایا ملامت ایک دل کے ساتھ
اور ایک زبان کے ساتھ ہوتی ہے۔ دلی ملامت کہ
بن بائوں کی طرف توجہ نہ کرے جو ہم پیش کرتے ہیں
اور ان پر عمل کے لئے تیار نہ ہو۔ ۳۶۵، ۳۶۶
- یا بقی علی جہنم زمان لیس فیہا احد۔ یثا
الناس ویعصرون ۳۶۷
- قتل خبیة وزید هیبة کا انطباق ایک
سقے کی وفات پر ۳۶۸
- ادیک بوکات من کل طرف۔ ۳۲۸
- الہام اور عقل**
امانت فرمایا آنکھ کان ناک وغیرہ امتداد
کی امانتیں ہیں۔ ۶۲
- امتی** امتی دہی ہے جو انحضرت مسلم کی
قیادت پر پورا کا رہند ہو۔ ۳۳۳
- انجیل و توریت**
- ۱۔ انجیل میں الحاقی عبارتیں۔ ابتداء میں کلمہ تھا۔
اور کلمہ خدا کا کلام تھا وغیرہ یہ سب الحاقی
عبارتیں ہیں۔ ۹۴
- ۲۔ انجیل میں ہرگز کوئی تشریعت نہیں بلکہ تودیت
کی شرح ہے۔ ۳۸۲، ۳۸۵

- اناکنا خاطین۔ لا تتریب علیکم الیوم یغفر
الله لکم و هو ارحم الراحمین - ۲۲۳
- سلمان مٹا اہل البیت۔ یعنی اس شخص کے
ہاتھ پر دو طعین ہو چکی ایک اندونی ایک بیرونی۔
۲۵۷
- سلام علیک یا ابراہیم۔ سلام علی امراک
صوت فائزنا۔ تخریج الصدور الی القبور۔
یموت قبل یومی هذا - ۲۶۸
- ینادی مناد من السماء ۲۷۱
- بادشاہ تیرے کپڑوں پر رکت ڈھونڈیگے ۲۸۲
- انی مع الافوج ائی ۲۸۷
- یا بقی علیک زمن کمثل زمن موسیٰ ۲۹۰
- اندہ کویم تمشی امامک و عادای من عادای
اس الہام کے قافیہ سے مشابہ قافیہ والے گزشتہ
الہام سے تعلق ۲۹۹، ۳۳۵
- (و) یمدی لك الرحمن شیخا۔ ائی امرا
فلا تستعجلوه بشارۃ تلقاها النبیتون
اور اس کی اشاعت ۳۳۲-۳۳۵
- (ج) یمدی لك الرحمن کی تشریح چھپانے میں
بھی ایک قسم کی غفلت ہوتی ہے۔ ۳۳۸
- ۳۵۰، ۳۵۱
- افطر واصوم کی نہایت لطیف تشریح۔
۳۳۹، ۳۶۰، ۳۶۵
- خدا تمہاری ساری مرادیں پوری کرے گی۔ قل
ما یعبؤ بکم ربی لولا دعاؤکم۔ ۳۴۳

۳۔ تدریس دانیل میں غفور و تعالیٰ کے متعلق تعلیم
حالات کے مطابق تھی اور تمام انبیاء کی تعلیم میں
میں مطابقت رکھتی تھی۔ ۳۸۳-۳۸۵

انسان

۱۔ دو قسم کے انسان۔ ایک وہ جانتے تو نہیں مگر ان
میں ابھی انسانیت ہے۔ دوسرے وہ جن کے
آنکھ کان نہم جاتے رہے اور عبادہ میں داخل
ہیں۔ ۹۳

ب۔ انسان کے اندر نیکی اور بدی کی کشش پائی جاتی ہے۔
اور انسان نہیں سمجھ سکتا کہ وہ کیوں نیکی کر رہا ہے
اور دشواری رومی سے ایک حکایت۔ ۱۴۱
ج۔ انسان کی اصلاح کبھی بارگھانے سے اور کبھی مار
دیکھنے سے ہوتی ہے۔ ۲۱۶

ایلیاہ

نزول ایلیاہ کی مثال اور قصہ کے صحیح ہونے کی
دلیل مسیح کا اس کے متعلق فیصلہ اور یہ کہ مسیح کی آمد ثانی
ایلیاہ کی آمد ثانی کی طرح ہے۔ ۲۵-۲۸ و ۱۴۹ و ۱۵۲

ایمان

۱۔ حفاظت ایمان۔ مگر غری انسان کے اندر ہوتو
ایمان رہتا ہے اور اسکی مثال۔ ۲۱۶

۲۔ دو قسمیں۔ پہلی جو صرت زبان تک محدود ہے
دوسری قسم جس کے ساتھ عملی شہادتیں ہوں ۳۱۲

۳۔ ایمان انسان کے نفسانی جذبات کو مردہ اور گناہ
کی قوتوں کو سلب کر دیتا ہے۔ ۳۱۴

۴۔ ایمان کی اصلی جڑ۔ جب اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگتے

انسان کی محبت ہو جائے تو وہ اصلی جڑ لگ جاتا ہے۔ ۳۲۱

۵۔ ایمان تو ایک چولہ بدل کر دوسرا پہنا دیتا ہے ۳۳۳

۶۔ ایمان کی اصل نشانی۔ ایمان لانے اور غفلت الہی کے بغیر
ہونے کی قوت نشانی یہ ہے کہ دنیا داروں پر رشاک نہ کرے۔

اور خدا کے لئے منقطعین کی نیابت کرے کیونکہ ان کی
نیابت صحابہؓ اور ہوتے اور حرکت قریب تر ہوتے
ہیں۔ ۳۴۱

۷۔ ایمان ایک موت ہے جب تک انسان اس موت کو
اختیار نہ کرے۔ دوسری زندگی مل نہیں سکتی۔ ۳۴۱

۸۔ ایمان اور عرفان۔ پیٹنگوئیاں پوری ہو کر ایمان کو
قوی کر کے عرفان بنادیتی ہیں۔ ۳۵۱

ب

باپ۔ باپ حسن سلوک وغیرہ کے متعلق دیکھو دالین
محببت

۱۔ کرشن اور راجندر کے بچوں کی پرستش مدد میں ہوتی
ہے۔ ۱۹۸

ب۔ ہر ایک چیز جو اللہ تعالیٰ کے قرب رکھتی ہے۔ اور
اُس پر مقدم ہوتی ہے وہ بُت ہے۔ اور اس قدر بُت
انسان اپنے اندر لکھتا ہے کہ اُس کو پتہ بھی نہیں لگتا کہ
وہ بُت پرستی کر رہا ہے۔ ۲۲۹

پیشہ

۱۔ مسیح نے عیسیٰ سے پیشہ لیا اس کے بعد روح القدس
کا نزول ہوا۔ گویا مسیح کے برکات کا حشر پیشہ کیے
ہی تھے۔ ۳۱۱

ب۔ عیسائیوں کے پیشہ دینے کے وقت جو پانی وغیرہ

۱۲۴ مسلمان سے آواز آئی تھی ایھا الکفار اقتلوا الذنبا

بنی اسرائیل خدا کا دیا ہوا القب ہے۔

۱۲۵ اسرائیل کے بیٹے جو خدا سے بے وفائی نہ کرے۔

۱۲۶ بہشت دیکھو جنت

۱۲۷ بہشتی مقبرہ سے متعلق رؤیا

۱۲۸ بئس الفقیر علی باب الہدیٰ کی تشریح

۳۵۲

بے باپ ولادت

سیح نامی کے بی باپ پیدا ہونے میں حکمت

اور آنحضرت معلوم کی بشارت اور بن باپ ہونے کے ضمن

۱۹۲-۱۹۳ میں عقل اور الہام پر بحث

۱۹۴ بیت المقدس دیکھو یہ دہلی

بیعت

۱- اوائل عمر کے لوگوں کی بیعت میں مجھے تردد ہوتا

بیعت کرنا میری دلی آرزو کی گئی تھی

۲- لیتا ہوں ٹھیک انسان چالیس برس کا

۲۲۲ ہوتا ہے۔

۳- بیعت کے ساتھ عمل ضروری ہے۔

۲۴۷ نیز دیکھو عمل صالح اور جماعت کو نصائح

ب

پادری گر سفور

پادری گر سفور کی کتاب میرا نظامِ اخلاق کا کایہ اور

کا ذکر جو اُس نے آپ کے دعویٰ کی تردید میں لکھی۔ فرمایا

مخافوں کی وجہ سے بہت کام بننا ہے۔ اس نے ہر جہاں ہے

۳۱۶ تو میں بھی کتاب بطور مدد بھیجی چلیے۔

چڑکا جاتا ہے اس کے ذکر پر فرمایا۔ پانی کا لحاظ ہر ایک

نے رکھا ہے۔ ان لوگوں نے تالاب کا گر قزاق نے

۱۰۶-۱۰۷ گریہ دیکھا کا پانی رکھا ہے۔

۱۰۸-۱۰۹ بٹالہ بلال میں طاعون کے ذکر پر فرمایا۔ یہ

۲۱۹ سرزمین بہت گنری ہے خوف ہے کہ کہیں تباہ نہ ہو جائے۔

بدظنی

فرمایا۔ ایک آدمی کو انسان بد خیال کرتا ہے پھر

آپ اس بدتر ہو جاتا ہے ایک بزرگ اہل اللہ کا واقعہ

۲۶۵-۲۶۶

براہین احمدیہ

۱- براہین میں سیح کی آمد کے عقیدہ کا ذکر اور پھر اُن کے

خوف و دعویٰ کرنے پر اعتراض کا تفصیلی جواب۔

۱۳۰-۱۳۱

۲- جس حلقہ کہتا ہوں۔ آج جو دعویٰ کیا گیا ہے۔

۲۹۱ براہین میں یہ سارا موجود ہے ۱۳۲ حاشیہ

بروز

نیکیوں کے بروز میں موجود سیح موجود ہے اودہ ایک

ہے جو بروز محمد ہے۔ مآطالذین انھت علیہم میں

نیکیوں کا بروز اور ضالین سے عیسائیوں کا بروز اور

مغضوب سے یہودیوں کا بروز مراد ہے اور یہ عالم

۳۵۵-۱۳۶ بروز صفت میں کیا گیا ہے۔

نشرِ اول

۳۵۷ اُس کی شکل مبارک سے بہت ملتی تھی

بغداد کی تباہی ہا کو خان کے ذریعہ اور

اور ایمان کا اثر۔ اور یہ کہ ایمان کو نکو پیدا ہو سکتا ہے

۳۰۸-۳۱۵

پولونا اور ورثہ

بیٹوں کی موجودگی میں پوتے کو محروم الودث قرار دینے کی نہایت لطیف و بجا اور ان کے ساتھ نیک سلوک اور رحم کی خاطر خدا تعالیٰ کا قانون اذا حضر اولوا القسمۃ اولوا القربیٰ لکایہ ۲۹۸-۲۹۹

پیدائش

پیدائش انسان کا طریق اور ہر چیز کی تکمیل کے لئے مرتب سترہ نطفہ طلقہ وغیرہ اور ثمر انشاءناہ خلقاً آخر ۳۳۱-۳۳۲

پیشگوئی جمع پیشگوئیاں

۱۔ (د) پیشگوئوں کے وقوع میں اختلاف کی بڑی رو ہی باتیں ہیں۔ ایک مجازہ استعارہ کو چھوڑ کر ظاہر پر حمل کر لیا اور جہاں ظاہر مراد ہے اسے استعارہ قرار دیدیا۔ ۲۴۱

(ج) پیشگوئوں کا بہت بڑا حصہ مجازات اور استعارات کا ہوتا ہے اور کچھ حصہ ظاہری رنگ میں بھی پورا ہو جاتا ہے۔ ۳۳

(ج) پیشگوئوں میں مجاز اور استعارہ کو ظاہر چل کرنے کا نتیجہ آخر اس پیشگوئی کا انکار ہوتا ہے۔ جیسا کہ میسائیوں نے اب یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ نزدیکی مسیح سے کلیسا مراد ہے ۲۶

۲۔ پیشگوئی جب تک ظاہر نہ ہو جائے اس کا یقینی طور پر حقیقی مفہوم اور حقائق معلوم نہیں ہوتا اور

گٹ

۱۔ دعویٰ گٹ کے دعویٰ کی اشاعت پر فرمایا کہ انکی شہرت کا باعث اخبار ہوتے ہیں۔ فرمایا بہ نسبت امریکہ کے ولایت والوں کو ہم سے بہت واسطہ ہے دعویٰ کی نسبت اگر ہمارے مقابلہ میں گٹ آئے اور اس کا مقابلہ ہو تو امید ہے کہ اندھنہ لئے نشان ظاہر کر دے۔ ۱۰۹-۱۱۰

ب۔ گٹ کے ذکر پر فرمایا۔ سوائل لٹن میں جو یاسیح آگیا۔ اس کا قدم اس زمین میں اولیٰ ہے بعد ازاں ہمارا ہو گا جو یسایس ہے۔ ۱۹۹

ج۔ گٹ کی شہرت ڈوٹی سے بہت زیادہ ہے ۲۱۹

د۔ گٹ اس زمانہ میں شیطان کا مظہر ہے۔ ۲۲۰

ه۔ گٹ کے نام کا ستر کہ اس میں خنزیر کے مٹھے پائے جاتے ہیں۔ ۲۲۱

و۔ گٹ کے متعلق دعا اور دعویٰ اور اہام اللہ شدید العقاب۔ انہم لا یحسنون معلوم ہوتا ہے اس کا انجام اچھا نہ ہو گا۔ ۲۲۵-۲۲۶

پنجابی نظم

ایک امرتسری دوست کی پنجابی نظم سن کر فرمایا۔ درد اور دقت سے لکھی ہوئی ہے۔ ۱۹۲

نہایت

ایک حق جو نہایت سے حضرت قدس کا سکا کہ گناہ سوز فطرت کو نکو پیدا ہو۔ گناہ کیا ہے اور انسان گناہ کی طرف کیوں جھکتا ہے کیوں وغیرہ گناہ۔ گناہ سے بچنے کا صحیح خوف اور محبت ذاتی۔ خدا پر ایمان کی دو تیس۔

اُس کے مصداق یا جس کے حق میں ہے اُسے اس کا
علم دیا جاتا ہے ۲۸

۳۔ نجومیوں اور انبیاء کی پیشگوئیوں میں فرق
انبیاء کی خبروں میں طاقت ہوتی ہے جیسے دشمن
کا ادا بار اور اپنا اقبال۔ دشمن کی شکست اور
اپنی فتح۔ ۱۰۸

۴۔ بہت سی پیشگوئیوں میں اسرائیل کے نام سے مراد
اسلام ہی ہے۔ اور وہ پیشگوئیاں اسلام کے
حق میں ہیں۔ ۱۲۴

۵۔ پیشگوئیوں میں یہ سنت اللہ ہے کہ وہ پیشگوئیوں
میں اصل لفظ استعمال کرتا ہے مگر مراد اس کا
مفہوم اور مطلب ہوتا ہے۔ ۱۲۴

۶۔ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کی معرفت جو پیشگوئیاں کیں
بعض اُن میں سے پوری ہو گئیں اور کچھ باقی رہ
گئیں۔ یہ اس لئے کیا تا ایمانداروں اور ملکہ کاروں
میں امتیاز ہو۔ ۳۱۹

۷۔ پیشگوئیاں اپنے وقت پر پوری ہو کر ایمان کو اس
کی تقویت کا باعث ہو کر عرفان بنا دیتی ہیں۔
۳۵۲

۸۔ خدا تعالیٰ کے وعدے اور اس کا کلام ہر حال
سچا ہے۔ ہاں یہ ہوتا ہے کہ کبھی وہ جسمانی
رنگ میں پوری ہوتی ہیں اور کبھی روحانی رنگ
میں اور منہاج نبوت میں اس کے نظائر موجود
ہیں اور دشمنانِ آخرت کے کلمہ میں ذبح کرنا اور
ہاتھیں منوںے کے کٹے دیکھنا۔ ۳۵۵

۹۔ پیشگوئی کی تفہیم میں احتیاط اور اس میں ضرورت
نہیں ہوتا کہ ایسے کھلی کھلی ہوں کہ نام لے لے کر
بتایا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت توریت
میں اور ایلیاہ کی دوبارہ آمد سے متعلق پیشگوئی
۲۸۹-۳۹۰

۱۰۔ پیشگوئیاں

دلی سوتہ فاتح میں پیشگوئی مضبوط یہود اور
ضالین عیسائی۔ امیں پیشگوئی تھی کہ امت میں
یہودیت کا رنگ آجائیکا۔ اور وہ بھی یہود کی
طرح مسیح موعود کا انکار کرینگے اور ضالین میں
نصاری کے فتنہ سے جو خطرناک صلیبی فتنہ ہے
بچنے کے لئے دُعا سکھائی۔ ۳۸-۳۴

(ب) صلیب پیشگوئی سے مراد طاعون کا عظیم الشان
پیشگوئی مراد ہے جس کے ذریعہ قریباً دس ہزار
لوگ اس سلسلہ میں داخل ہوئے۔ جو سکتا
کوئی اور عظیم الشان نشان ظاہر ہو جائے۔ ۵۵

(ج) دوم کے مغلوب ہو کر غالب ہونے کے متعلق
قرآنی پیشگوئی کا ذکر۔ ۱۱۱

(د) پیشگوئی متعلقہ آتھم دیکھو زیر آتھم

(ه) مولوی ثناء اللہ کا مطالبہ کہ میری موت کی
پیشگوئی کرد۔ ایک حیلہ ہے۔ وہ جانتا ہے کہ
ہم حکومت معاہدہ کر چکے ہیں کہ موت کی
پیشگوئی نہ کیگئے۔ جو کا دنیا وہ پیشتر مر جا
اُسے کیوں شائع نہیں کرتے۔ ۲۶۱

(و) اسی برس کے قریب عمر ہونے کی پیشگوئی جیبر

تیس برس گزید بھی گئے ہیں اور یاقون من کل فج
مہیق کی پیشگوئی۔ ۳۵۲-۳۵۵

ت

تخلی قلب کرکشت کا دروازہ اوپر کھلے
کہ خدا کو دیکھئے۔ ۲۵۴

تحدیث نعت

تحدیث نعت سے خدا تعالیٰ کی محبت بڑھتی ہے
اور اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کے لئے جوش پیدا ہوتا
ہے اور تحدیث نعت کے طریقے موجودہ زمانہ میں
درویشوں کی رہبانیت اور اپنے کمال کے اظہار کے لئے
غیر سنون طریق۔ ۴۲-۴۴

تذکرہ نفس کہ نفس امارہ کی شہوات سے بُرد
حاصل ہو جائے۔ ۲۵۴

تشبہ بالقوم کی تشریح مثالوں سے۔ کوٹ
بتلون وغیرہ پہننا۔ عورتوں کا انگریز عورتوں کی طرح بننا
اور بالآخر چھری کانٹے سے کھانا وغیرہ ۲۸۴-۲۸۸

تصویر

۱۔ فوٹو کا جواز۔ فرمایا فوٹو کے بغیر آجکل جنگ
(روحانی) ناقص ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس طرح
کے ہتھیار مخالفت تیار کریں تم بھی دیے ہی تیار
کرد۔ اس سے فوٹو کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ منہ ۲۲

ب۔ تصویر اور قیافہ شناسی۔ ابو سعید عربی نے
ایک چینی کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر دکھائی
تھی تو اس نے کہا یہ شخص ہرگز جھوٹ بولنے والا
ہیں۔ ۲۷۸

تفسیر الروایا
تعلیم سچی تعلیم کی یہ نشانی ہے کہ وہ انبیاء
دیکھو دویا

کی تعلیم سے مشابہ ہو۔ انکا اصول ایک ہی ہوتا ہے۔
اختلاف تب ہوتا ہے جو اصول میں ہے۔ فروع میں اختلاف
اختلاف نہیں کہلاتا۔ اور اسکی مثال۔ ۳۸۴

تفسیر

۱۔ آیت انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحاظون
سے ضرورت مجید پر استعمال ۶ و ۱۴ و ۲۱ و ۲۲
۲۔ وَاخِرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ میں ایک
آنے والے احمدی بزدلی خبر ہے۔ ۱۵

۳۔ وَاذِ الْعَنْتَارَ عَطَلَتْ میں ریلوے کی طرف
اشارہ ہے۔ ۵۴

۴۔ وَالرَّجْزَ فَاهِجٍ میں صفائی کے التزام کی ضرورت
کا ذکر ہے ۷۷ حاشیہ

۵۔ غیر المضبوط علیہم ولا الضالین

رہی المضبوط اور الضالین میں وہی فرق ہے جو ایک
مرفی مجتہد اور حقوق میں ہوتا ہے۔ ۸۲

(ب) مضبوط علیہ اور ضال کی مثال لیکھرام اور
آقہم ہیں۔ ایک جلدی مرگیا اور دوسرا
ریگستان میں راستہ بھولے ہوئے کی طرح آہستہ آہستہ
سیسکتا ہوا مرا۔ ۸۲

۶۔ یومنون باللہ وکلماتہ ملتحدت کلمات اللہ
معلوم ہوا کہ تضاد و قدر کا نام بھی کلمہ ہے۔ ۹۱

۷۔ عندہ علم الساعة صلوات سے مراد اسجگر
یہود کی تباہی کا زمانہ ہے۔ پہلے مسیح کے وقت

یہود نے بدعتی لے لی۔ دوسرے مسیح کے وقت
نصاری نے۔ ۹۷

۸۔ بلخ اشہدہ - اشہدہ قسم ہے۔ ایک
وحی کی اور دوسری ممانی۔ منت

۹۔ یومئذ یفرح المؤمنون - ایک جنگ بدر میں
فتح کی۔ دوسری دم والی پیگوئی پورا ہونے سے
۱۱۱

۱۰۔ دن زمانہ فی صد درہم من غل اور علی
سورہ متقلین میں پیگوئی ہے کہ آپس میں نہیں
ہونگی۔ لیکن غل ہم بن کے سینوں میں سے کھینچ
لیں گے۔ اس میں ان شیعہ صاحبان کی تردید ہے جو
صحابہ پر لعن کرتے ہیں۔ ۱۱۲-۱۱۳

۱۱۔ ہذا من عمل الشیطان - یعنی قطعی نے اس
اسرائیلی کو عمل شیطان (فاسد ارادہ) سے دیا
ہوا تھا۔ ۱۱۵

۱۲۔ الا تکلم الناس ثلاثہ آیات ما لا یروا سے
مراد یہ ہے کہ وہ کلام نہ کر گئے لا تستطیع نہیں
کہا۔ ۱۲۰

۱۳۔ ولکن شبہہ لہم - یعنی وہ زندہ ہی تھا۔
یہود نے اُسے مردہ سمجھ لیا۔ ۱۲۳

۱۴۔ رفعاہ مکانا علیا - اس آیت کی تفسیر میں
ماننا پڑا کہ حضرت ادریس وفات پا گئے ہیں۔ ۱۲۳

۱۵۔ ات الاھن یرثھا علیہ الصالحون -

۱۵۔ ص سے مراد شام کی سرزمین ہے جو صالحین
کا ورثہ اور مسلمانوں کے قبضہ میں ہے۔ یرثھا فرما

یملکھا نہیں۔ اگر یہ کسی اور کے قبضہ میں کسی وقت
چلی بھی جاوے تو وہ جانا ایسا ہی ہوگا جیسے زمین
اپنی چیز سرزمین کے قبضہ میں دے دیتا ہے چونکہ
یہ سرزمین انبیاء ہے اس لئے اس کی بے حرمتی
نہیں چاہتا کہ فیروں کے قبضہ میں جاوے۔
صالحین جن میں کم از کم صلاحیت کی بنا پر قدم ہو
۱۲۵

۱۶۔ کل یعصل علی شاکتہ کی توضیح کے لئے مشنوی
روی سے ایک حکایت کا ذکر۔ ۱۳۱

۱۷۔ انہ یعلم للساعۃ - یعنی یہودیوں کے اداوار
اور وقت کی نشانی مسیح کے آنے کا وقت تھا۔ ۱۳۱
کے معنی آخرت کے بھی ہیں۔ ۱۵۰

۱۸۔ ان من اهل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل
موتہ۔ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ قیامت تک کافر
موجود ہیں گے۔ ابو ہریرہؓ کی تفسیر پر تفسیر منظر نے
طعن کئے ہیں۔ ۱۵۰

۱۹۔ عصى ادم کے معنی صورت عیسان کی ہے یہ
اجتہادی قطعی ہے جس پر مؤاخذہ نہیں اور اس
کی ایک مثال۔ ۱۵۳

۲۰۔ وصل علیہم ان ملوک مکن لہم سے
جنازہ کی نماز مراد ہے اور یہ کہ آنحضرت مسلم کی
دعا سکینت اور مٹھن کی بخشی ہے۔ ۱۵۴

۲۱۔ فلما تویتختی - اگر زندہ ہیں تو عیسائی مراط
مستقیم پر ہیں کیونکہ اس میں بتایا گیا ہے کہ عیسائی
ان کی وفات کے بعد بڑھے۔ اگر وہ دوبارہ

غیر سے غیر رہتا ہے۔ ۲۰۷

۲۸۔ قل یوم القیوم لا ینفع الذین کفروا ایمانهم

اور طلوع الشمس من مغربها کے وقت توبہ قبل نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے فضل سے بخشے تو بخشے ان کی توبہ کوئی حقیقت نہ رکھے گی۔ ۲۱۵

۲۹۔ یوم اموت و یوم البعث حیاً۔ البعث کی

بجائے انزل کا لفظ نہیں رکھا۔ ۲۱۹

۳۰۔ فصل لربک وانحر۔ نحر اولاد کے لئے ہوتا

ہے۔ جب عقیقہ ہوتا ہے تو قربانیاں دیتے ہیں۔ ۲۲۸

۳۱۔ انزل فیہ القرآن میں تجلی قلب کی طرف

اشارہ ہے۔ ۲۵۷

۳۲۔ رنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة

دنیا کا حسنہ یہ ہے کہ انسان روحانی اور جسمانی دونوں طور پر گندگی اور ذلت سے محفوظ رہے اور آخرت کا حسنہ دنیا کے حسنہ کا ثمرہ ہے۔ ۲۰۲-۲۰۳

۳۳۔ کل یعمل علی شاکلته۔ نیکیوں اور بدوں کی

مجس میں شبیخے اور جماعت احمدیہ اور دوسروں کی حالت میں فرق۔ ۲۰۳

۳۴۔ ان الله معنا۔ موسیٰ نے ان معی دینی کہا

اس میں یہ راز ہے کہ آنحضرت ﷺ اور آپ کی جماعت کے ساتھ اسم اعظم کی معیت مع تمام صفات کے پائی جاتی ہے لیکن قوم کوئی کی معیت کو ان کی شرارت وغیرہ کی

آئیں گے تو وہ کذاب ٹھہریں گے کہ سب کچھ خدا

دیکھ کر کہیں گے کہ مجھے پتہ نہیں۔ ۱۵۴-۱۵۵

۲۲۔ ما ذا ارجبتم قالوا علم لنا۔ یہ لاعلمی

انبیاء کی وفات کے بعد کی امت کے بارے میں ہوتی ہے۔ یا جو بہت آخری وقت میں آتی ہے کہ اُسے نبی کی صحبت سے کچھ حقیقت نہیں ملتا در نہ کنت علیہم شہیداً کہنا بے معنی ہو جاتا ہے۔ ۱۶۵

۲۳۔ ما تلوہ وما صلبوہ۔ پیرونے ولدا الزنا

اور مصلوب ہونے کی وجہ سے ملعون ٹھہرایا اور

دونوں الزاموں کا اللہ تعالیٰ نے ذبح کیا۔ ۱۶۸

۲۴۔ بعد ذالک ذنبم۔ یعنی ولدا الزنا ہمے تجزیہ

بتاتا ہے کہ ولدا الزنا شرارت سے باز نہیں آیا

کرتے۔ ۱۰۹-۱۰۸

۲۵۔ کنتم امواتاً فا حیاکم ثم میتکم مسئلہ

مسئلہ ہے ہر حیات سے پہلے موت ہوتی ہے۔

ایک روحانی تشریح ۱۸۳-۱۸۲

۲۶۔ انزلنا الحديد (۱) سونے چاندی کو چھوڑ

کر حديد کے ذکر فرمانے کی وجہ اُس کا نئی نوع انسان

کے لئے زیادہ نفع رسال ہوتا ہے۔ ۲۰۱

(ب) لوہے کے نفع سامان جنگ وغیرہ کا ذکر

تھا فرمایا میں مارے مضمون لوہے کے تلم سے

لکھتا ہوں۔ درجی لوہے کی تلم تلوار کا کام لے

رہی ہے۔ ۲۸۳

۲۷۔ کو نوا مع المصادقین۔ بات یہی ہے کہ

اور ہر پشیدہ اور ہر علم کی ایک صراط مستقیم ہے۔
اور انبیاء یہ دعا ترقی مراتب اور درجات کیلئے
کرتے ہیں۔ ۲۹۹-۳۰۰

۴۲۔ والسماوات ذات الرجح والارض ذات العدد
انہ نقول فصل کی نہایت لطیف تفسیر اور
اس اثبات نزول و ضرورت وحی پر استدلال
۴۴۱-۴۴۲

تفسیر قرآن مسیح موعودؑ کے ذکر کے بغیر۔
ابو سعید عرب نے کہا کہ برہمیں ایک صاحب کہتے تھے
کہ اگر مرزا صاحب تفسیر نکھیں اور اپنے دعاوی کا ذکر
نہ کریں تو میں بہت سارا دپید صرف کر کے طبع کر سکتا
ہوں۔ حضرت اقدسؒ نے فرمایا۔ اگر کوئی ہم سے سیکھے
تو سارا قرآن ہمارے ذکر سے بھرا ہوا ہے۔ سورۃ
فتح کی آیت غیر المخفضوب علیہم استدلال۔ ۲۸۲

تقویٰ

۱۔ تقویٰ جو اسلام اور قرآن کی طریت غائی تھی وہ
آج موجود نہیں۔ ۴

۲۔ اسلام کا کمال تو تقویٰ ہے جس سے ولایت ملتی
فرشتے کلام کرتے اور خدا تعالیٰ بتا دیتا ہے
۴۳

۳۔ بغیر تقویٰ نمازیں بھی بے فائدہ اور عذر خ کی کلیہ
ہو سکتی ہیں۔ ۴۵

۴۔ متقی کے لئے خدا تعالیٰ دروازے کھول دیتا، ۴۰۴

۵۔ تقویٰ اور طہارت بڑے جس سے ایمان شروع ہوتا
ہے اس سے اس کی آبپاشی ہوتی ہے۔ اور انسانی

وجہ سے منسوب نہیں کیا۔ اس سے رسول اللہ صلی
کی عظمت اور علو مدارج کا اظہار مقصود ہے۔
۳۵۱

۳۵۔ سبحان الذی اسویٰ بعیدہ۔ جب کامل
معرفت ہوتی ہے تو پھر اس کو عجیب غریب
مقامات کی سیر کرائی جاتی ہے ۳۵۱-۳۵۴

۳۶۔ اما من خاف مقامہ و نھی النفس
عن العودی۔ جو باز خواہش اپنے مقام اقتدال
سے بڑھ جائے وہ ہوش ہے۔ ۳۶۴

۳۷۔ فمنہم ظالم لنفسہ ومنہم متقصد
دہنہم سابق بالخیوات ۱۳۵

ظالم سے مراد نفس نامہ کے تابع لوگ ہیں کہ جس
راہ پر نفس نے ڈھلا اُس پر چل پڑے۔ پھر نفس کو نامہ
وائے جو کہ فرعون کی بیوی کی طرح ہیں۔ پھر نفس
مطمئنہ وائے جو مریم بنت عمران کی طرح ہیں۔
سورۃ کی دومی قسم میں امرادہ فرعون اور
مریم بنت عمران جیسے۔ ۳۸۶-۳۸۷

۳۸۔ واذا النفس ذوجت۔ جب ایک اقلیم
کے لوگ دوسری اقلیم والوں سے ملیں گے ۳۹۱

۳۹۔ واذا الصحف نشرت۔ خط و کتابت کے
ذریعے عام ہونگے۔ کتب کثرت سے دستیاب
ہونگی۔ ۳۹۱

۴۰۔ واذا العشار عطلت۔ اونٹنیاں بے کار
ہو جائیں گی۔ ریل جادی ہو جائیگی ۳۹۱

۴۱۔ اهدنا الصراط المستقیم۔ طیب وکیل

تکلف

۱۔ فرمایا۔ مہمانوں کو تکلف نہیں کرنا چاہیے جس کھانے کی ضرورت ہو بتا دینا چاہیے۔ ۱۶۳
 ب۔ منشی نعمت علی صاحب کے کھانے کیلئے عرض کرنے پر فرمایا۔ تکلف کی ضرورت کیا ہے۔ ہم کھانا کھا چکے ہیں۔ بیعت کے بعد تم ہمارے بلن کا جزو ہو گئے۔ پھر الگ کیا رہ گیا۔ ۱۸۲

تناسخ

تفاوت مراتب کے لحاظ سے ضرورت تناسخ کو ماننا غلطی ہے۔ یہ تو نباتات میں بھی ہے۔ اور تناسخ کے ماننے سے جو نقائص لازم آتے ہیں۔ ۳۳۳

توحید

فطرت کے موافق توحید ہے تثلیث نہیں۔ ایسا ہی اسلام کی کل تعلیم پر خلافت عیسائیوں کی تعلیم کے امریکہ کے قانون طلاق بر خلافت تعلیم پھیل پاس کرنا پڑا ۱۲۲

توسل

اس استفسار پر کہ آیا دعا کے بعد یہ کلمات کہنے کہ یا الہی تو میری دعا کو بظیفیل حضرت مسیح موعود قبول فرما جائز ہے یا نہیں۔ فرمایا۔ شریعت میں احیاء کا توسل جائز ہے۔ ۲۲۱

توسل

خدا تعالیٰ پر توکل اور یقین اور امید رکھو تو سب کچھ ہو جائیگا۔ ۲۳۳
 تہذیب اور احصنت فرجھا کا جواب

جذبات دیتے ہیں ۲۲۳ اور اسکی تفصیل ۲۵۵-۲۵۱

۶۔ خوف سے انسانی اعمال درست ہوتے ہیں۔ آیات نعید دایات نستعلیٰ سے مراد بھی تقویٰ ہی ہے اور متقی کو اللہ تعالیٰ ہر ضروری چیز دیتا ہے۔ ۲۵۲
 ۷۔ اگر تم تقویٰ کر لو اسلے ہو گے تو ساری دنیا تمہارے ساتھ ہوگی۔ اس وقت تمام مذاہب عالم میں تقویٰ مفقود ہے۔ ۳۵۶

۸۔ جب تک تقویٰ ایسا نہ ہو جیسے اونٹ کو سونے کے دانے سے نکالنا پڑے اس وقت تک کچھ نہیں ہوتا۔ بقدر تقویٰ اللہ تعالیٰ توجہ فرماتا ہے۔ ۳۶۰

۹۔ متقی خدا کے ولی ہوتے ہیں۔ تقویٰ ہی اکرام کا باعث ہے۔ ایک امی متقی ہو تو وہ معزز ہوگا ایک متقی اور اس کے غیر میں اللہ تعالیٰ فرقان رکھ دیتا ہے۔ ۳۶۲

۱۰۔ اس سلسلہ کو خدا تعالیٰ نے تقویٰ کے لئے ہی قائم کیا۔ پس جو متقی نہیں گئے وہ بطور مجرہ طاعون سے بچائے جائیں گے۔ ۳۶۲

۱۱۔ جو تقویٰ اختیار کرتا ہے وہ ہمارے ساتھ ہی ہے۔ خواہ اس نے ہماری دعوت مسمیٰ ہو یا نہ مسمیٰ ہو ۳۶۳

۱۲۔ نغم اور کھانے پینے میں اعتدال کرنے کا نام تقویٰ ہے۔ ۳۷۵

۱۳۔ متقی کیلئے اخلاق رذیلہ سے پرہیز کر کے بحیثیت مجموعی اخلاق فاضلہ مشق ہونا ضروری ہے۔ ۴۰۲

کہ یہ خلافت تہذیب نہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ عرب میں اس لفظ کا استعمال اُن کے عرف کے نزدیک کوئی خلافت تہذیب ہے؛ جب نہیں تو دوسری زبان والوں کا حق نہیں کہ اپنے عرف کے لحاظ سے خلافت تہذیب ٹھہرائیں ہر مومنا مٹی کے عرفی الفاظ اور مصطلحات الگ الگ ہیں۔

۱۳۶

ش

شہداء اللہ (مولوی)

۱۔ اُن کی جیلہ جہنمی کہ موت کی پیشگوئی کریں حالانکہ ہم کو فٹ سے معاہدہ کر چکے ہیں کہ موت کی پیشگوئی نہ کریں گے۔ کاذب کے پیشتر مرنے کی طرف کیوں منہ نہیں کرتے۔

۲۶۱

ب۔ اُن کا قادیان آنا اور مباحثہ کی طرح ڈالنا اور حضرت مسیح موعود کا جواب اور پھر آخر اس کے بے نیل و مرام قادیان واپس جانا۔

۲۱۰-۲۰۲

۲۱۵

ج

جبرائیل کا تعلق قلب ہی سے ہوتا ہے۔ اور یہ عالم الگ ہی ہوتا ہے۔

۱۲۱-۱۲۲

جماعت کو نصائح

۱۔ بار بار کشتی نوح اور قرآن شریف کو پڑھو اور اُس کے موافق عمل کرو۔ حاشیہ ۲۳۳ و ۲۳۳

۲۔ ایسے پاک صاف ہو جاؤ جیسے مہاجرین تہذیبی کی۔

۲۳۳ حاشیہ

۳۔ رو بہ دنیا نہ رہو بلکہ خدا کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔

۲۳۳ حاشیہ

۴۔ جو شخص پورے طور پر اٹا نہیں کرتا وہ سلسلہ کو بدنام کرتا ہے۔

۴۷

۵۔ تبدیلی کی ضرورت اور سایہ خدا میں آنے کے لئے دوسروں کو سمجھانے اور حاضر کو غائب تک پہنچانے کی نصیحت۔

۹۸-۹۷ حاشیہ

۶۔ ہر ایک کو دینی ضرورتوں اور کاموں کے لئے رات دن ایک کر دینا چاہیے۔ یہ بھی ایک قسم کا جہاد ہے۔

۲۹۳ و ۱۹۶

۷۔ تقویٰ اور استقامت اختیار کرنے کی نصیحت اور اُن کے نتائج۔

۲۰۴

۸۔ آپس میں بل جل کر بیٹھ جاؤ۔ جس قدر تم آپس میں محبت کرو گے اسی قدر اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریگا۔

۲۲۸

۹۔ جب تک بیعت کی حقیقت تک نہ پہنچو گے تب تک نجات نہیں۔ قشر صبر کرنے والا مغز سے محروم ہوتا ہے۔

۲۳۳

۱۰۔ مخالفوں کی ایذا و دہی اور مخالفت پر صبر کی تلقین۔

۲۳۵

۱۱۔ نیک شتھی بننے۔ دُعا۔ تضرع صدقہ خیرات کرنے۔ استغفار کو اپنا معمول بنانے اور غفلت کی زندگی سے بچنے اور عمل صالح کرنے کے متعلق نصیحت۔

۲۸۴، ۲۷۹-۲۷۸

۱۲۔ آدم کی دُعا ربنا ظلمنا انفسنا... کی حاشیہ کی دُعا کرنے کی نصیحت۔

۲۷۵

۱۳۔ طاعون کے وقت جماعت کو نیک بننے اور

۲۰۔ خدائے چاہا کہ تم زمانہ سیرت نہ بنو۔ بلکہ مرد بنو۔

۲۲۷

۲۱۔ تقویٰ اختیار کرو تا خدا تمہارے ساتھ ہو۔

صادق کے ساتھ رہو تا تقویٰ کی حقیقت تم پر

کھلے اور تمیں توفیق ملے۔

۲۲۸

جماعت احمدیہ کی ترقی اور غلبہ کا وعدہ

۱۔ اللہ تعالیٰ اعجازی رنگ میں باوجود مخالف تقویٰ

بڑھا رہا ہے۔

۱۲۵ و ۲۳۹

ب۔ بغیر ہماری طرف سے سعی اور داخلہ کی ترقی

ہو رہی ہے۔ مغربی شمالی علاقہ میں جیسے تین آدمیوں

کا بھی علم نہیں۔ مگر مردم شناسی کی دوسے دوسو

زائد آدمی ہیں۔ بعض لوگ محمد حسین کے رسائل میں

کوئی مضمون پڑھ کر داخل ہوئے۔

۱۸۵

ج۔ کوئی درخت اتنی جلدی پہل نہیں لاتا جس قدر جلدی

ہماری جماعت ترقی کر رہی ہے۔

۱۴۶

د۔ ہم اور ہماری جماعت خدا تعالیٰ کی نگرانی اور

آپا دستی سے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے نگاہے ہوئے پلے

کو کون اٹکاڑ سکتا ہے۔

۱۸۶

ہ۔ تین سال پہلے صرف کئی سو تھی۔ اب ایک لاکھ

ہے۔

۲۲۷ و ۲۲۳

و۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی تین سو خیال کرتا

ہے۔ یہاں اب ڈیڑھ لاکھ سے بھی زیادہ ہے۔

۳۵۸

جماعت کی اصلاح کیلئے نشانوں کی

ضرورت۔

۲۳۹

پاک تبدیلی پیدا کرنے۔ تقویٰ سے کام لینے۔ اولیاء

بننے کے لئے کوشش کرنے کی نصیحت

۱۲۷۔ جو بات سمجھ نہ آئے اُسے پُر پشت نہ کیا جائے۔

اُسے سمجھ لینا چاہیے۔ نیکی اسی کا نام۔

۱۵۔ بہت بلند کھنی چاہیے۔ انسان اگر دیوبند میں

بھی بار دیتا ہے کہ بہت والوں میں بہت خیالی

پیدا ہو جاتی ہے۔

۳۳۶-۳۳۷

۱۶۔ مدینہ فطرت حاصل کرنے۔ تقویٰ اور طہارت

کے میدان میں ترقی کرنا نصیحت۔

۱۴۔ جماعت کیلئے مزدوری نصائح اور ترقی مدارس کا

طریق۔ اس پر شوب زمانہ غفلت و گمراہی میں

تقویٰ کی زندگی اختیار کرنے۔ خدا تعالیٰ کے احکام

کو ماننے کی نصیحت اور یہ کہ شرعے بچنا قابلِ فخر

نہیں کیونکہ یہ جانور بھی سیکھ سکتے ہیں۔ ایک بلی

اور گتے کی مثال۔ دنیا کا دوسرا نیت سے کہ

دین کی خادم ہو۔

۳۹۵-۳۹۶

۱۸۔ ہماری جماعت کو خدا تعالیٰ سے سچا تعلق ہونا

چاہیے۔ ان کی ایمانی قوتوں کو یقین تک پہنچا

کے لئے اُس نے اپنی قدرت کے صمدی نشانات

دکھائے۔ اگر اعمال صالحہ کی قوت اور مسابقت

علیٰ الخیرات کیلئے جوش نہ ہو تو پھر ہمارے ساتھ

تعلق پیدا کرنا بے فائدہ ہے۔

۱۹۔ ہماری جماعت میں وہی داخل ہوتا ہے جو ہماری

تعلیم کو اپنا دستور العمل قرار دیتا ہے اور حق ان کا

اُپر عمل کرتا، محض نام لکھنا ہے جو ان میں سے

۲۳۹

جماعت کی خوش قسمتی کہ اللہ تعالیٰ نشانوں

کے ذریعہ انکے ایمان کو مضبوط کر رہا ہے۔ ۳۵۶

جمال الدین ساکی سید الدار کے مولوں کے

جواب - ۱۱۹-۱۲۰

جمعہ کی تعطیل کے متعلق گورنمنٹ کی خدمت

میں سموریل بھیجنے کی تجویز۔ ۲۳۷

جنازہ

منافق اور غیر زحمت کی نماز جنازہ کا حکم ۱۵۲

جنت

جنوں کے وجود اور ان کی معرفت اشیاء منکونے

کے سوال پر فرمایا۔ امپر تارا ایمان ہے عرفان نہیں۔ نیز

جنت کی جہیں اپنی عبادت معاشرت وغیرہ میں فروت

ہی کیا ہے۔ من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یغنیہ

ایسے لٹو کاموں میں پڑے رہنا مومن کی شان سے بعید ہے

۲۳۱-۲۳۲

جنت و جہنم کی حقیقت

۱۔ جو شخص اپنی مادی لذتیں دنیا کی چیزوں میں محسوس

کرتا ہے جب دنیا چھوڑے گا تو سیدھا جہنم

میں جائیگا۔ اور جس شخص کی مادی لذتیں اور

خوشیاں خدا میں ہیں وہ اس دنیا کو چھوڑ کر

سیدھا بہشت میں جائیگا۔ ۳۲۰

ب۔ بہشت والوں کو روز کا عیش و لکھنیں ہوگا

کیونکہ ہر روز ایک تہجد ہوتا رہیگا۔ اسی طرح

دوزخیوں کے متعلق فرمایا بئذ لہم جلودا

غیرھا فرمایا مگر خدا کا تہجد ہے پائیاں۔ ۳۵

ج۔ جسم یا کھلی روح کوئی نیک بد عمل نہیں کرتی۔

یہی وجہ ہے کہ جزا سزا میں بھی دونوں کے متعلقات

کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ ۲۳۰

جنگ اور مہمدی مہمود

دیکھو زیر "مہمدی مہمود اور جنگ"

جہاد

۱۔ اوقات دین کے نام سے تلوار یا ہتھیار اٹھانا

عوام اور محنت گناہ ہے۔ حدیث میں یغیر الحرب

وارد ہے۔ ۱۸

ب۔ ہر ایک دینی ضرورتوں اور کاموں میں رات و

ایک کر دینا چاہیے۔ یہ بھی ایک قسم کا جہاد

ہے۔ ۱۹۶

ج۔ سلسلہ کی تبلیغ بہت عمدہ کام ہے۔ اور اس

زمانہ کا جہاد یہی ہے۔ ۲۰۵

د۔ خدا کے کام کے لئے جاگ جہاد ہے۔ فرمایا

تین بجے تک جاگنا دنیا تو کامیاں اور ہر وقت صحیح

ہوئے۔ اور مولوی عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر۔ ۲۱۴

ھ۔ اب تلوار سے کام لینا اسلام پر تلوار مارنا ہے

اب تو دلوں کو فوج کرنے کا وقت ہے۔ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے اشاعت دین کے لئے جنگ کی

تھی۔ قرآن میں لاکلہاد فی الدین آیا ہے۔ ۲۸۸

و۔ مذہبی امور میں آزادی ہونی چاہیے۔ انداز جنگ

اسلام کا اصول نہیں مسلمانوں کے رٹنے کا سبب

خلع و ثوبا تھا۔ تلوار کے ذریعہ مسلمان بنائیکا کہیں حکم

نہیں۔ اسلام پر اگر لہ کا اعتراف خود ملانوں نے

حدیث جمع احادیث

- ۱۔ یضیح الحرب کا ذکر ۲۰۱۸ م
- ۲۔ انما الاعمال بالنیات کی تشریح و توضیح اگر نیک نیتی کے ساتھ محض خدا کے لئے کوئی کام کیا جائے۔ تو پھر دنیا داروں کی باتوں کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔ ۴۲ م
- ۳۔ کسوف و خسوف کے نشان کے پورا ہونے کا ذکر ۴۲ م
- ۴۔ لیتوکن القلام فلا یسعی علیہا اس میں یل کی طرف اشارہ ہے۔ ۵۲ م
- ۵۔ الدنیا مبین للمؤمن۔ اس میں ظالم لنفسہ مومن کی حالت کا بیان ہے جب کہ اس پر نفس ناریہ غالب ہوتا ہے۔ ۲۵۳-۲۵۲ م
- ۶۔ من تشابہ بقوم فهو منهم کی تشریح مثالوں کے ساتھ۔ ۳۸۸-۳۸۷ م

حدیث وصفت و قرآن کا مرتبہ

- ۱۔ احادیث کا درجہ قرآن و سنت کے بعد ہے۔ اور وہ مفید ظنی ہیں۔ ان کے پرکھنے کا معیار قرآن و سنت ہیں ۳۲ و ۱۴۹ م
- ۲۔ قرآن پر حدیث کو قاضی بنانا سخت غلطی اور قرآن کی بے ادبی ہے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عائشہؓ کی مثال۔ ۱۱۷ م
- ۳۔ حدیث ایک تاریخ ہے۔ سنت کا اتمہ حدیث ہے۔ ۱۱۷ م
- ۴۔ اگر کوئی حدیث قرآن کے متعارض ہے اور

اپنے اوپر نکتہ کیا ہے۔ مسلمانوں کی تباہی بگیز خاں اور ملا کو خاں کے ذریعہ ایسی ہے جیسے بخت نصر کے ذریعہ یہود کی تباہی ہوئی۔ ۲۶۶-۲۶۷ م

پنج

چکر الاولی

- ا۔ چکر اولی کے ذکر آنے پر کہ میں نے نماز میں بھی رد و قبل کیا ہے۔ احمیات اودود و شریف کو نکال دیا ہے۔ حضرت اقدس نے اس کے فقہ کو سخت خطرناک فقہ قرار دیا۔ محمد حسین نے افراط اور چکر اولی نے تقریب اور میں اللہ تعالیٰ نے مراہطہ ستیم پر قائم رکھا۔ پھر کتب اور سنت کی تشریح اور یہ کہ حدیث قرآن پر قاضی نہیں۔ ۲۲۶-۲۲۷ م
- ب۔ چکر اولی اور محمد حسین کے متعلق مضمون لکھا۔ میں نے دیکھا کہ دونوں میرے سامنے موجود ہیں اور الہام ہوا ان سعت القہم والشمس فی مضحات۔ خبای الابر و نکما نکذ بان۔ ۲۲۸ م حاشیہ
- چیلن ابو سعید عرب سے چین میں عربی کتب بھیجنے کے متعلق گفتگو۔ ۲۹۸ م

ح

- حاجہ سنو ایک نو مسلم انگریز اور اس کا کھٹا کر اس نے ایک کتاب تصنیف کی ہے اگر اجازت ہو تو حضرت اقدس کے نام پر طبع کی جائے۔ حضور نے فرمایا کتاب آجائے تو رائے قائم کی جائے۔ ۱۱۷ م
- حجرہ نشین لوگوں کو نہ تو آسمانی منطلق نصیب ہوتی ہے اور نہ زمینی۔ ۸۵ م

اُس کی موافق قرآن مآول نہیں ہو سکتی تو اُسے
چھوڑ دینا چاہیے۔ منہ ۱۳۹ و ۱۴۰

۵۔ حدیث کو ملاوہ شریعت قرار دینا اور قرآن کو
ترک کرنا تباہی کی نشانی ہے۔ جو حدیثیں قرآن
کے موافق ہیں اُن کی عزت و تکریم کرو باقی ترک
کر دو۔ ۳۲۶-۳۲۷

۶۔ یہ ہمارا مذہب ہے کہ ادنیٰ سے ادنیٰ حدیث
بھی جو اصول حدیث کی رو سے خواہ کیسی ہی
ضعیف ہو لیکن قرآن و سنت کے خلاف نہیں
تو واجب العمل ہے۔ منہ ۲۷، ۳۴، ۱۱۹، ۱۵۲
۷۔ محمدؐ میں بلاوی نے بھی لکھا ہے کہ اہل کشف صحبت
حدیث کے لئے محدثین کے اصول تنقید حدیث کے
پابند نہیں بلکہ بعض وقت وہ بذریعہ کشف ایک
میچ حدیث کو ضعیف اور ضعیف کو میچ ٹھہرا
سکتے ہیں۔ ۳۳ و ۲۰۳

احادیث مہدی محمدؐ میں اور حدیثیں من غا
نے احادیث مہدی کو بروج قرار دیا ہے۔ ۵۵

احادیث اور حکم مسیح موعودؑ
مسیح موعود کے حکم ہونے کے یہ مہنے ہیں کہ وہ
تحقیق کر کے سچی بات کو پیش کریگا۔ ورنہ ہر فرقہ والا
اُسے مجبور کریگا کہ میری حدیثوں کو مانو۔ منہ ۲۸

حرمت

حرمت کی دو قسمیں حقیقی اور غیر حقیقی جو غیر حقیقی
ہوتی ہے وہ اسباب داعیہ سے اٹھ جاتی ہے۔ منہ ۲۲
حشر
دی قیامت کے روز نمبر دار اٹھیں گے

یا سب اکٹھے۔ فرمایا سب اکٹھے اٹھیں گے۔ قیامت
کے روز سب کا ایک دم مقابلہ کر کے مخالفوں
اور موافقوں کا حال ظاہر ہو جائیگا عظیم الشان
جبروت والے خدا کی نسبت بحث کرنا گناہ میں
داخل ہے۔ ۳۲۷-۳۲۸

ب۔ مردے کا تعلق زمین سے ضرور رہتا ہے عیون
کا تعلق ایک آسمان سے ہوتا ہے ایک زمین
اصل حساب کتاب بندھ میں ہو جائیگا اور
مقابلہ کرنا حشر کو ہوگا۔ ۳۳۸

ج۔ ہمارا ایمان ہے کہ حشر میں ایک بدن ملیگا مگر
میں طرح اُس علیم کے علم میں ہے۔ ہو سکتا ہے
کہ اس بدن سے بھی کچھ حصہ اس کو دے دے
پھر وہ خدا کی طاقت سے ابدی بن جاوے۔ ۳۲۹

د۔ کیا یہ مرتبہ صرف انسان کو ہی ملیگا اور حیوانات
کو نہیں دیا جائیگا۔ فرمایا۔ اس پر ہم جھگڑ نہیں سکتے
بہشت والوں کو تو ابدی رہنا ہوگا سلور یا قی
علیٰ جہنم زمان لیس فیہا احد کے مطابق
جہنمی جہنم سے نکال لئے جائیں گے۔ ۳۲۹-۳۵۰

حفاظت الہی کا مٹر

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عصمت کی فکر میں
خود لگتے۔ تو دالہ یحکم من الناس کی آیت
نازل نہ ہوتی۔ منہ ۲۶

حق کی شناخت کا معیار کہ باوجود
اپنے پرائے کی سمجھ مخالفت کے حق آگے قدم رکھتا
جائے اور کوئی روک اُس کی ترقی میں مانع نہ ہو۔

اسی معیار پر ہمارے سلسلہ کو پرکھا جائے۔ ۱۸۶-۱۸۷

حق کی قبولیت

قبول حق کے لئے قوت اور توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے۔ ۱۸۶

سحقہ کے متعلق شاہ عبدالعزیز صاحب کے ایک شاگرد کا غلط فتویٰ۔ ۶۶

حالت

اصل اشیاء میں حالت ہے۔ حرمت جب تک نفع قطعی سے ثابت نہ ہو نہیں ہوتی۔ ۱۵۳

خ

خاتم النبیین

۱۔ جہانی ترقیات کی طرح روحانی ترقیات کا سلسلہ ہے جو ہوتے ہوئے پیغمبر خدا پر ختم ہوا۔

خاتم النبیین کے یہی معنی ہیں۔ ۲-۳

ب۔ جس پر ختم نبوت ہونا تھا اگر وہ اپنے کمالات میں کمی رکھتا تو پھر وہی کمی آئندہ امت میں ہوتی کیونکہ جس قدر کمالات نبی میں ہوتے ہیں اسی قدر اُس کی امت میں ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ ۳۸۰-۳۸۱

ج۔ آیت خاتم النبیین کی فارسی زبان میں تفسیر

۱۔ دیکھ معنی نفی نبوت سے مشورہ و دریک

معنی اثبات نبوت میشود۔ ۲۔ وائن نبوت

منقطع امت کہ بلا تو اس سلسلہ رسول اللہ آید

دہر کے کہ ازیں انکار سے کند کا فر میشود واذ

دین خارج میشود۔ ۳۔ پس ازیں آیت معلوم

میشود کہ اللہ تعالیٰ بطور جہانی نفی نبوت فرمائی

دبطور روحانی اثبات نبوت سیکند ۲۲۳-۲۲۵

خاتمہ بالخیر

قاضی میرسن صاحب کے والد سیدی غلام شاہ صاحب نے خاتمہ بالخیر کیلئے عرض کیا۔ تو فرمایا۔ یہی بڑی بات

ہے کہ خاتمہ بالخیر ہو۔ عمر خواہ تھوڑی ہی ہو یا

ہزار سال۔ ۱۸۶

ختم نبوت

۱۔ اللہ تعالیٰ ختم نبوت بھی قائم رکھتا ہے اور

اُس کے استفادہ سے ایک سلسلہ جاری کرتا ہے

ب۔ ختم نبوت غیر امتی نبی کے آنے کو خواہ شرعی ہو

یا نہ ہو مانع ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے بعد کوئی دوسرا نبی آپ کے سوا اور آپ کے

استفادہ سے الگ ہو کر نہیں آسکتا۔ ۶۱

ج۔ پرانے نبی کے آنے کو مکمل استغناء الذین

کا وعدہ بھی مانع ہے۔ ۶۱

د۔ قرآن نے ایک طرف آپ کو خاتم الانبیاء

ٹھہرایا۔ دوسری طرف و آخرین منهم سما

یلحقوا بهم کہہ کر سچ موعود کو آپ کا بروز

ٹھہرایا ہے۔ ۱۱۷

ہ۔ اس اعتراض کے جواب میں کہ جب سچ ناموزی

کے آنے سے ختم نبوت ٹوٹتی ہے تو کیا مرزا صاحب

کے دعویٰ نبوت سے نہیں ٹوٹتی۔ فرمایا۔ ہم تو

اپنے آپ کو امت محمدیہ میں ادھر آحضرت معلم

کی اتباع میں فنا شدہ سمجھتے ہیں اور وہ تو حضرت

موسیٰ کی شریعت پر عمل تھے۔ ۳۹۲

داتا گنج بخش کے دوست فقیر

مقبورہ کے دو فقیروں کے پاس ایک شخص نے جسے خواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سچا ہونا بتایا گیا تھا مسیح موعود کا ذکر کیا۔ تو ایک نے کہا۔ مرزا کی لئے دوسرے سے ترقی ہونا ان کی سچائی کی دلیل ہے۔ پھر دوسرے مست فقیر نے یہ سن کر کہا۔ میں بھی پوچھ لو۔ دوسرے دن اُس نے بتلایا۔ خدا نے کہا ہے کہ مرزا مولا ہے۔ پہلے فقیر نے کہا۔ مولانا کا جو کاکہ وہ تیرا اور میرا اور ہم جیسے سب کا مولا ہے۔ ۱۸۸

الدار

الدار کی تو صبیح کے متعلق میر صاحب کو لکڑی مٹیا کرنے کے لئے ہدایت اور مولوی عبدالکرم صاحب کو چندہ کے لئے پیل کرنے کے متعلق تاہام الی احافظ کل من فی الدار میں مولودہ حفاظت سے بہت کدوست حصہ لے سکیں۔ ۱۱۲

دارھی

دارھی رکھنے کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد اور اُترے کا استعمال ۳۸۸ - ۳۸۹

دجال

۱۔ نزول مسیح اور دجال کے متعلق عام خیالات اور اُن کا جواب۔ ۲۳ - ۲۵

ب۔ المسیح الدجال۔ دجال ایک گردہ کا نام ہے۔ مسیح مسیحیت کرنے والا۔ انہوں نے غصہ کے رنگ میں دعویٰ خدائی اور خدا نائی کی کتابوں کو مٹا دیا اور اپنی منشا کے مطابق کر کے

خدا دیکھو یہ لفظ اللہ

نیز گوشہ کی حالت کے استفسار پر فرمایا۔ اصل اشیاء میں حالت ہے۔ حرمت جب تک نفس قطعی ثابت نہ ہو نہیں ہوتی۔ ۱۵۳

خلق جمع اخلاق

۱۔ اعلیٰ اخلاق اور اُن کے اظہار کا وقت جو کچھ بصیرت کے وقت ممبر وغیرہ دکھاتا ہے وہی فتح و آفتاب کے وقت دکھائے۔ مسیح اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ بلحاظ اظہار اعلیٰ اخلاق۔ ۱۰۷

ب۔ اخلاقی نمونہ ایسا معجزہ ہے جس کی دوسرے برابری نہیں کر سکتے۔ ۱۴۵

خلق اور خلق میں فرق

خلق ظاہری مفسد اور خلق باطنی مفسد۔ تصحیح سے ظاہر ابھی نہیں تھا مگر یہ پیش آنا خلق نہیں نفاق ہے خلق سے مراد اندرونی قویٰ کو مناسب اپنے مقام پر استعمال کرنا ہے اور اُس کی شائیں۔ ۳۳۶ - ۳۳۷

خلیفہ وہ جانشین جو تجدید دین کرے۔ نبیوں کے زمانہ کے بعد کی تائیدی کو دہ کرنے کے واسطے جو اُن کی جگہ آتے ہیں انہیں خلیفہ کہتے ہیں۔ ۲۸۳

نحوایں

خواجہ علی (دقانی) نے مولوی محمد حسین بٹاوی سے اپنی ملاقات کا ذکر کیا۔ ۳۵۸

۵

دایۃ الارض کی حقیقت آیت میں طامون کا

کیلا مراد ہے۔ ۵۴

۵۔ دُعا میں آداب کو ہمیشہ مد نظر رکھنا ضروری ہے۔

سوتہ فاتحہ میں خدا تعالیٰ نے آپؐ مانگنے کا طریق سکھایا ہے۔ اور سورۃ فاتحہ کی مختصر تشریح اور انبیاء کو

اس دُعا کے مانگنے کی ضرورت۔ ۳۹۹

۶۔ بلعجم با عود کی دُعا کی قبولیت ابتلاء تھا دُعا

نہ تھی۔ آخر وہ مارا ہی گیا۔ دُعا دہا دہوتی ہے جو

خدا کے پیارے کرتے ہیں۔ ۲۰۶

۷۔ دُعا کی عدم قبولیت کی وجہ۔ دُعا کرنا والوں کا

آداب دُعا اور ان طریقوں سے ناواقفیت ہے

جو قبولیت دُعا کیلئے ضروری ہیں۔ ۴۱۵-۴۱۶

۸۔ آداب دُعا

۱۔ دُعا کرنا والوں کو کبھی ٹھک کر یا دوس نہ ہو جائے

اور سو وطن نہ کرے۔ کہ کچھ بھی نہیں ہوگا۔

اس ناامید می نے بعض کو دہریہ بنا دیا۔ دُعا

کی مثال ایک زمیندار کے کھیت میں دانے پونے

اور اسکے نشود نما سے۔ شادی اور عورت نے

بچہ جننے سے۔ ۴۱۹-۴۱۶

(ب) تلمیذ اور محبت کو چھوڑ کر ماری تکلیفوں کو

برداشت کرنا دندن دہریت تک نوبت پہنچتی ہے

۴۱۸-۴۱۹

(ج) میرا اود گذشتہ راستہ بادل کا تجربہ بتاتا

ہے کہ اگر کسی معاملہ میں دیر تک خاموشی کرے

تو کامیابی کی امید ہوتی ہے۔ سائل کی مثال جو

مانگتا جاتا ہے۔ آخر صاحب گھر شرم کھا کر کچھ

دے ہی دیتا ہے۔ خدائے تعالیٰ کی تقدیر اور

نبوت کا دعویٰ کیا۔ اور اُس کے چاند و خیرہ پر

اختیار اور مردے زندہ کرنا۔ جھوٹا کرد فریب ہوگا

۱۰۹-۱۱۰

ج۔ دُعا کے ایک چشم ہونے پر فرمایا۔ قرآن مجید کے

مستحق تو اُن کی آنکھ میں ہی نہیں اور تودیت میں

بھی کچھ دھندلی سی نظر ہے۔ ۱۹۲-۱۹۳

دُعا

۱۔ فرمایا میں نے دُعا کی کہ بغیر دُعا کے شفا دے

اور شفا ہو گئی۔ ۵۹

۲۔ دُعا کروانے سے متعلق نصیحت۔ ایک شخص کو

جو اپنے باپ کے واسطے دُعا کے لئے کھتا تھا

فرمایا۔ اگر آپ بھی توجہ سے دُعا کریں تو اسوقت

ہماری دُعا کا بھی اثر ہوگا۔ ۱۸۸

۳۔ دُعا کا وقت۔ اس کی حالت میں دُعا کی

جائے اور جو اس کے زمانہ کو پیش میں بسر کرتا

اور مصیبت کے وقت دُعا میں کرنے لگتا ہے

اُس کی دُعا میں بھی قبول نہیں ہوتی۔ جب خدا باری

کا نزول ہوتا ہے تو توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا

ہے۔ ۲۲۹

۴۔ حقیقت دُعا۔ دُعا کرنا مرنا ہوتا ہے۔ جو

مٹنے سے مرے ہو مگر نہ جا۔ پوری سوزش

اور لگائش کے ساتھ جب دُعا کی جائے۔ جتنی کہ

موج گداز ہو کر راستہ الہی پر گر جائے تو

دہ دُعا ہے۔ جسے یا تو خدا قبول کرتا ہے یا جواب

دیتا ہے۔ ۲۴۱

دوسروں کو شامل کرنے کیلئے دُعا میں کوئی حرج نہیں

۲۶۹

اکثر اوقات واحد تکلم سے جمع تکلم مراد ہوتی ہے
جیسے حافظہ میں اس میں نفس کے متعلقات اور لوازمات
جیسے گھبراہٹ، خویش و اقارب اور اعشاء وغیرہ آ
جاتے ہیں۔ ۲۸۵

۲- دُعا حسنات و اذین کی دُعا اثناف الدنیا حسنۃ
دیکھو ذیل تفسیر

دُعوت

بغیر غرض کے دعوت رد کرنا اچھی بات نہیں۔ ۲۸۶

دلائل

۱- دلائل کی بنیاد تین چیزوں پر ہے۔ جن کو ہر نبی
پیش کرتا رہا ہے۔ ایک نصوص دوسرے معجزات
تیسرے عقل۔ ۲۳۷

ب- دلائل دو قسم کے ہوتے ہیں۔ اتنی اور لٹنی۔
کھوج نکال کر جاننا اس کا نام لٹنی ہے اور
اتنی یہ ہے کہ آثار سے معلوم کر لینا اور اس
کی مثالیں۔ ۲۲۹

دُشمن

اس میں تثلیث کی جڑ دُشمن ہے۔ یہ راز کی بات
ہے دُشمن سے مشرقی طرف اُترنے سے مراد تثلیث کا
استیصال ہے۔ مشرق ہمیشہ غرب پر غالب ہوتا ہے
۲۶۹

دوستی نفسانی اغراض کے پرستانوں کی دوستی نہیں ہوتی
خدا کے واسطے دوستی ہوتی رہتی ہے۔ ۲۰۴

دُعا نے اپراہیمی کا ذکر۔ ۳۱۹-۳۲۰

۷- دُعا کرنے اور کرنے والے کے تعلقات کا پتہ اُن
حالات سے ملتا ہے جو غلبہ مستحبیہ کی مدد
آیات کے لئے پتہ لگتا ہے۔ ۳۲۸

۸- دُعا کے لئے قانون ہے کہ جسم تکلیف اٹھائے
اور دُعا گداز نہ ہو۔ اور پھر میرا استقلال سے
اُتر تھائی کی ہستی پر ایمان لاکر زمین سے کام لیا
جادے۔ ۳۳۳

۹- دُعا کے زمانہ میں ابتلا آتے ہیں حضرت موسیٰ
کے زمانہ میں ابتلا۔ ابن ابتلاؤں کے آنے میں
ایک سترہ بھی ہے کہ دُعا کے لئے جوشِ طرہا
۳۳۳-۳۳۵

ز- کبھی دُعا کرنے والا ایسے امر کیلئے دُعا کرتا ہے
جو اس کے لئے مفید نہیں ہوتا۔ تو اُتر تھائے
اُس کی دُعا کو رد تو نہیں کرتا لیکن کسی اور صورت
میں پورا کر دیتا ہے۔ ۳۳۵

دُعا میں

۱- رب کل شیء خادمک ربّ حافظی
والنعونی وارحمی۔ میرے دل میں ڈالا گیا
کہ یہ اسمِ اعظم ہے جو ان کلمات کو پڑھے گا۔
ہر ایک آفس سے اُسے نجات ہوگی۔ ایک آریہ
نے بھی یہ دُعا کھولی۔ ۲۶۴، ۲۶۶، ۲۸۵
جب، فرمایا میں نے ادا دہ کیا ہے کہ اس کو نمازیں
دُعا کے طور پر پڑھا جائے۔ ۲۶۵

(ج) الہامی دُعا میں واحد تکلم کو جمع تکلم کے معنی میں

دنیا کی بے ثباتی

- ۱۔ حضرت نوحؑ کا ذکر۔ اور سخت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ ہم بچپن میں اس کے نیچے کھیل کرتے تھے۔ ہم بڑے ہو گئے یہ اس طرح ہے۔ ۱۴۱
- ب۔ انسان کی عمر تو پیل اور گدھ جتنی بھی نہیں۔ ابراہیمؑ بن آدمؑ اور شعیبؑ جنہوں نے اپنے تختوں کو چھوڑ دیا۔ ۱۴۲
- ج۔ جہاں تک ہو سکے اٹنے والے سفر کی تیاری میں معروف رہنا چاہیے۔ ۱۴۵
- دیندار آدمی دنیا و دلوں کی طرف رجوع کرنے میں اپنی ذلت محسوس کرتا ہے جس قدر زیادہ دین داری اور خدا پرستی ہوگی اسی قدر اہل دنیا سے نفرت پیدا ہوگی۔ ۳۵۹

دینی جہاد

- یہ دقت بھی ایک قسم کے جہاد کا ہے۔ اس لئے ہر ایک کو چاہیے کہ دینی ضرورتوں اور دینی کاموں میں دلت دلی ایک کر دے۔ ۱۹۶

ط
د

ڈاکہ کا علاج کہ ڈاکہ دلوں کی تعلیم کی جائے اور ان کو بڑا بنایا جائے تا ان کو پھر ڈاکہ مارتے شرم آوے۔ ۳۴۳

ڈاکٹرس

کے۔ ہنری مارٹن کلاڈک کے مقدمہ میں عدل و انصاف کا ذکر۔ ۱۳

طوفانی دلی ڈولی کے نزدیک انسان تھوڑا سا

سود کھانے سے تو کافر ہو جاتا ہے مگر انسان کو خدا

بنانے سے نہیں ہوتا۔ ۱۰۹

ب۔ ڈولی کے معجزے سلب امراض وغیرہ میں جن سے

معجزات مسیحؑ کی ٹپی پیدا ہوتی ہے۔ ۱۱۱

ج۔ ڈولی کا ذکر ہم اس لئے کرتے ہیں کہ کہیں غیرت

آجاتی ہے۔ بعض دقت کوئی عجیب تحریک ہو

جاتی ہے۔ ۱۶۳

د۔ نیز فرمایا۔ ڈولی کے وجود سے شیطان کا وجود ثابت

ہوتا ہے۔ ۱۶۴

ه۔ فرمایا۔ ڈولی جو دولت کی مشکلات میں پھنسا

اُسے دین میں کب راہ مل سکتی ہے۔ ۲۲۱

مس

ریاء

ریاء الناس کے لئے کام میں خواہ کتنی ہی نیکی ہو

وہ بے سود اور اٹل عذاب کا موجب ہوتا ہے۔

احیاء العلوم سے اس زمانہ کے فقراء کی مثالیں۔

۲۷۹

رحمت اللہ کریمؑ کی یسویں بیوی سے فرزند

کا نام عبداللہ رکھا اور فرمایا اللہ میں وہ اقلی

ولد الاسلام ہے۔ ۲۲۷

رحیم بخش رضی نویں (منشی)

۱۔ کہ مسیحؑ کی موت مان لی ہے تو اس کا جنازہ

بھی پڑھ لینا چاہیے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ پڑھ

لینے میں کوئی حرج نہیں۔ ۱۳۶

ب۔ انہی کا یہ سوال جو ڈاکٹر عبدالستار صاحب نے

پیش کیا کہ برائین میں مسیح کی آمد ثانی کا اقرار تھا
پھر اس کے خلاف دعویٰ کیا گیا۔ اور اس کا
جواب - ۱۳۲-۱۳۴

ج۔ اُن کے اس سوال کا جواب کہ بعض جگہ رُوحِ
کو قریشی سمجھا ہے اور بعض جگہ کہ قریشی ہی
نہیں۔ ۱۳۵

رُسل بابا اتر سہری کا بجا روضہ طاعون تو
ہونا اور الہامات۔ ۲۶۸

رُوح

ا۔ رُوح کے متعلق آریوں کے عقیدہ کی تردید۔
اور تاسخ کا مدّ اور اس کے ماننے سے جو خدا کی ذات
میں نقص لازم آتا ہے۔ ۳۳۳

ب۔ رُوحِ دُجیم کا تعلق ابدی ہے۔ ۳۳۱
ج۔ رُوحِ اقدس کا تعلق دیکھو عقل اقدس
رُوح القدس۔

سچی پائیز کے بل رُوح القدس نہیں مل سکتی۔ ۳۳۱
روزہ جمع روزے

۱۔ چھ ماہ روزے رکھنے کا ذکر۔ اور انوار کے ستون
دیکھنا۔ پھر ایک طائفہ انبیاء کا کشف میں ملنا اور
کہنا کہ تُو نے کیوں اپنے آپ کو اس قدر مشقت
میں ڈالا ہے۔ ۲۵۵

۲۔ رمضان کی عظمت اور اس کے رُوحانی اثرات
ملوئے تزکیہ نفس کرتی ہے۔ اور مومنینِ قلب
۲۵۶

۳۔ روزہ میں فدیہ دلی اس لئے مقرر کیا گیا

تاس سے روزہ کی توفیق حاصل ہو۔ اور دُعا
کرتا رہے۔ اور یہ خدا کے فضل سے ہوگا۔ ۲۵۸
(ب) ابو سعید خدریؓ کے اس استفسار پر کہ میں نے
آج تک روزہ نہیں رکھا۔ کیا فدیہ دلوں فرمایا
و مسحت کے مطابق گذشتہ کا فدیہ دو۔ اُنہ
عہد کر دو کہ سب روزہ ضرور رکھوں گا۔ ۳۵۰

(ج) جب انسان صدق اور کمال اخلاص سے
توفیق مانگے گا وہ اُسے محروم نہیں رکھیگا۔ اگر
بیار بھی ہوگا تو درشتے اُس کے لئے روزہ رکھنے
اور وہ ثواب سے محروم نہ ہوگا۔ ۲۵۹

(د) جو تکلف سے اپنے آپ کو مشقت سے محروم
رکھتے ہیں خدا اُن کو دوسری مشقتوں میں ڈال
دیتا ہے۔ جو خود اُن میں پڑتے ہیں خدا اُن کو اُن
سے نکال دیتا ہے۔ انسان کی مشقت اپنے نفس
کے لئے جہنم اور خدا کی مشقت جنت ہے۔ ۲۵۷

رُویا

۱۔ مانکہ کا تمشل آپ کے والد کی مشور میں جن کے
ہاتھ میں ایک چھری تھی۔ ۲۵۸
۲۔ ایک شخص کا رُویا میں کہنا کہ میرے کان کے
نیچے طاعون کی گلٹی نکلی ہوئی ہے۔ ۲۱۲
۳۔ رُویا میں کچھ بادشہ اور رُشخ کا دیکھنا ۲۱۶
۴۔ رُویا میں کسی نے چار پانچ کتابیں دیں جن پر
تسبیح تسبیح لکھا ہوا تھا۔ ۲۲۵
۵۔ دیکھا ایک شخص چیل کی طرح چھپٹا مادہ کر میرے
سر سے ٹوپی لے گیا مگر عامدہ لے جاسکا۔ ۲۲۷

آیا ہوں۔ اداس کے منہ سے حسرت بھرے یہ الفاظ نکل
سے تھے تہہ در تہہ حسرت را اور اس کا مطلب ص ۲۴۷
۳۱۔ ایک گندہ بقیۃ الطاعون لکھا ہوا دیکھنا۔

رُویا کی تعبیر

۱۔ مردہ۔ عالم رویا میں مردہ کے قبر سے نکلنے کی
تعبیر کسی گرفتار کا آزاد ہونا ہے۔ ص ۶۶
۲۔ بھلی چکنا۔ رویا میں بھلی چکنے کی تعبیر اس جگہ
کی آبادی ہوتی ہے جہاں بھلی چکے اور عطر اقدس
کی ایک رویا۔ ص ۲۴۲

۳۔ ما تھی اد تیل۔ وہی رات کے وقت رویا میں
ما تھی دیکھنا بھی عمدہ ہوتا ہے اور تیل لگانا بھی
زینت ہے۔ ص ۱۶۵

۴۔ ما تھی دیکھنے کی تعبیر طاعون اور مہینہ روٹی
کی تعبیر کچھ تکلیف ہے۔ ص ۲۸۱-۲۸۲

۵۔ گالیاں دینا خواب میں گالیاں دینے والا خواب
اور جسے دی جائیں وہ غالب ہوتا ہے۔ ص ۱۹۶
۵۔ بھاگنا۔ خواب میں دشمن سے بھاگنے کی تعبیر دشمن
پر فتح پاتا ہے۔ ص ۲۱۸

۶۔ نماز اور شیرینی۔ خواب میں نماز پڑھنے اور شیرینی
کھانے کی تعبیر کہ نماز میں اللہ تعالیٰ عطا
کرے گا۔ ص ۳۲۱

۷۔ تبت يد ابی لوب وقت خواب میں پڑھنے
کی تعبیر کہ دشمن پر فتح ہوگی۔ ص ۳۲۱

۸۔ انگوٹھی۔ رویا میں انگوٹھی دیکھنے سے مراد یہ ہے
کہ انسان اسی حلقہ میں آجاتا ہے۔ ص ۳۳۷

۹۔ تین مہینے دیکھے۔ ایک سے خطبہ لاحق ہوا۔
خواب میں رب کل شیء عناد ملک کے الفاظ
ہوتی۔ ص ۲۳۷، ۲۴۶

۱۰۔ ایک گھوڑے کا سوار ملا۔ پھر دیکھا کہ ایک جنازہ
آتا ہے۔ ص ۲۰۵

۱۱۔ ایام جوانی میں خواب دیکھنا کہ روزہ رکھنا سنت
الہیہ ہے۔ ص ۲۵۷

۱۲۔ رویائیں آپ نے فرمائی۔ میں تو بانی پر چلتے تھے
اور میں ہوا پر تیر رہا ہوں۔ اور میرے خدا کا فضل
میں ہے بڑھ کر مجھ پر ہے۔ ص ۲۶۶-۲۶۷

۱۳۔ ایک شخص نے ایک روپیہ اور پانچ سو روپے
رویائیں دیئے۔ ص ۲۸۵

۱۴۔ پھر خود گی میں تریاق القلوب کہ ایک مسافر
پر حقی شکر المصائب لکھا دیکھا۔ پھر تیسری
دفعہ کچھ مدق دکھائے گئے۔ ص ۲۸۵

۱۵۔ قادیان کی طرف آنے اور راستہ کے بحر زخار
سے بند ہونے اور آپ کا کہنا کہ یہ راہ بڑا خوفناک
ہے۔ ص ۲۹۸

۱۶۔ خفیف خواب میں جو کشت کے رنگ میں تھی لباس
خافرو پہنے اور چہرہ چمکتا ہوا دیکھنا سورہ میں

کہ بعد وحی الہی ۳۳۲ نیز دیکھو الہام
۳۶۹

۱۷۔ سُرخ کی قطرات والی رویا ص ۳۶۹
۱۸۔ ایک رویا جس میں ایک بے تدوائے شخص نے
کہا کہ آپ کی تعریف سن کر کہ آپ کو اسرار
اور حقائق و معارف میں بہت دخل ہے سن کر

رومی مولوی رومی کے شعر سے

ہفتصد ہفتاد قالب دیدہ ام ہر پچوہنیزہ بار بار زیدہ ام
میں تاسخ کی طرہ نہیں بلکہ تغیرات لفظ کی طرف آیا
ہے اور ان تغیرات کی تفصیل - ۴۳۱-۴۳۲

ریزرو ابو سعید عرب کی تجویز کہ آدمی
زیادہ ہونگے دیوے کے کمروں کو ریزرو کر لیا جائے۔

فرمایا مناسب ہے تا تکلیف نہ ہو۔ ۴۱۱

ریل فرمایا ریل بھی غارق عادت طود پر

انسان کو کہیں سے کہیں پہنچا دیتی ہے۔ ۴۱۳

ریلوے مسیح موعود کا ایک نشان ہے۔

آیت داذا العشار عطلت اور حدیث لیستون

القلاص میں اسی طرف اشارہ ہے۔ ۵۴

ز

زلزلہ

خواجہ کمال الدین نے خواب سنایا کہ زلزلہ آیا ہے۔

فرمایا۔ یہی طاعون زلزلہ ہے ۴۸۴

زمانہ

موجودہ زمانہ متعلق قرن مجید میں پچوہن کا ذکر ۳۹۱

زندگی

ا۔ انسان کو سفلی زندگی سے اسی دن نجات اور

سچی زندگی حاصل ہوتی ہے جس دن سے خدا سے

کہے کریں غالب ہوں۔ ۲۷۸

ب۔ اصلاح یافتہ زندگی کی مثال دریا کے

طوفان میں ایک مضبوط جہاز کے ساتھ۔

۳۷۱

۹۔ **کتا اور اڈا**۔ ابو سعید عرب کی روایا ایک کتا پیادہ

کا کتا ہے اور پھر اُس نے اڈا دیا جسکو انہوں نے

تور ڈالا اور وہ بھاگ گیا۔ فرمایا۔ کتے سے مراد

خفیف سادھمن۔ اڈے سے مراد اُس کی ذہنیت

تورنے سے مراد اس کی ذہنیت کو تلف کر دیا۔

۳۵۲

۱۰۔ **موت**۔ خواب میں موت سے مراد موت ہی

نہیں ہوا کرتی موت کے معنی رفعت درجات

کے بھی ہیں۔ ۳۶۸

۱۱۔ **حدیث**۔ جو معانی اور علم رکھتا ہو۔ ۳۶۸

۱۲۔ **ابابیل**۔ وہ جماعت اور لوگ جو اس سے

فیض حاصل کرتے ہیں۔ ۳۶۸

۱۳۔ **مقتنہ کرنا**۔ خواب میں مقتنہ کرنے سے مراد تقویٰ

کا طریق اختیار کرنا ہے۔ ۳۷۳

۱۴۔ **قیامت کی خبر سننا**۔ اس سے مراد دنیا و رول کی

فج ہے۔ ۳۷۴

۱۵۔ **اسماع**۔ تعبیر روایا میں ناموں کو بڑا دھل ہے

اس نے نام کو دیکھ لے۔ ۳۱۸

۱۶۔ **سعید اور شقی کی تعبیر روایا میں فرق**۔ یعنی خوابوں

کی تعبیر ہر ایک کے موافق حال ہوتی ہے اور

ابن تیمیہ کی ایک مثال۔ ۳۳۱

روایا کی اقسام۔ ایک نفسانی، ایک شیطانی

اور ایک رحمانی۔ ۳۶۸-۳۶۹

روایا اور کشف میں فرق۔ حالت روایا یعنی

نیند میں مکان بدلتا رہتا ہے مگر کشف میں مکان نہیں بدلتا ۳۲۲

س

سالک و مجذوب

سالک جو آپ محنت کرتا ہے۔ اور وہ سالک جسے خود خدا دیوے وہ مجذوب ہوتا ہے۔ ۴۳

سرور کا علاج

ایسی باتوں کا شور باج کو کچھ گشت چٹا ہوا ہو بخدا کر کے چربی نکال دی جائے۔ ۲۳۴

سرسید احمد

۱۔ سرسید احمد نے کتب حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق ایک دفعہ کہا کہ ان میں ذمہ خیر نہیں۔ ۸۵

ب۔ سرسید کا یورپ کی طرف میلان ۱۶۳

سید احمد شاہ صاحبؒ

۱۔ آپ کا موضع تدین بھیجا جانا۔ اور ہا مباحثہ کا ہونا۔ ۱۱۹، ۱۵۵

ب۔ آپ کا حضرت مسیح موعودؑ سے ماذا اجبتہ لنا قالوا لا علم لنا کی تفسیر دریافت فرمنا۔ ۱۶۵

ج۔ آپؑ حضرت مسیح موعودؑ کی گفتگو ۱۶۷

د۔ آپ کا سوال کہ غیر مذہب نیکی کرنے والوں کے لئے نجات ہے یا نہیں اور اس کا جواب ۲۰۶

سعادت

۱۔ سعادت کے نشانی۔ عذاب الہی کے نزل سے پیشتر دعائیں مصروف رہنا۔ صدقات دینا۔ اور اللہ کی تعظیم اور خلق اللہ پر شفقت کرنا اور اپنے اعمال کو سنوار کر بجالانا۔ ۲۳

ب۔ ال سعادت صبر اور وہ شخص ہے جو علی طور پر مدد دیکھتا ہے۔ ۲۸۱

سعید

۱۔ وہی سعید سعادت کے دامن کے اندر ہے جو ششے کریموں کی مجلس میں نہ بیٹھے۔ اور خدا سے تنہائی میں دعائیں کرے۔ ۵۷

ب۔ سعید جلد بازی نہیں کرتے بلکہ صبر و تحمل سے کام لے کر ایمان لاتے ہیں۔ ۲۱۹

ج۔ دو آدمی سعید ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ جن کا اللہ تعالیٰ بالذات رفع حجاب کرتا اور اپنی خدائی طاقتوں سے ان پر اپنی ہستی کھل دیتا، دوسرے وہ جو ایسے آدمیوں کی صحبت میں ہو کر ان سے مستفید ہوتے ہیں۔ جیسے صحابہؓ کے حجاب وصول کر کے علی اللہ علیہ السلام کی برکت رفع ہوئے۔ ۲۲

سفر کے آداب

۱۔ سفر کے لئے بھی دینی نیت کرے۔ جہاد بقداوی کے ایک سفر کا واقعہ اور راستہ میں ایک بے دمت دپا انسان کا طعن۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مکان کے دیوار کے متعلق صاحب مکان کے جواب پر فرمانا اذان شننے کی نیت کرنا تو ثواب بھی ملتا۔

ب۔ سفر سے پہلے استخارہ کر لینا چاہیے اور اس کا طریق۔ ۳۰۶-۳۰۷ نیز دیکھو استخارہ

سکینت کہ دل میں یقین ہو کہ خدا تعالیٰ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔ طاعون کے خلاف کے شعلہ اپنی مثال ۲۸

سلب امراض

- ا۔ یہودی اور فاسق و فاجر بھی کر سکتے ہیں۔
 ب۔ منتر جتنے بھی سلب امراض ہی ہے۔ مگر بڑا
 خبیث کام ہے۔ اسلام نے رُو عانی امراض
 کے لئے سلب رکھا ہے خدا علم من ذکھا
 ۱۱۱

سلسلہ احمدیہ

- ا۔ اس کا قیام شیگونی اور ضرورت زمانہ کے مطابق
 ہوا۔ ۶-۷
 ب۔ سلسلہ احمدیہ کی پیش کردہ تعلیم کو ہی عقیدہ قبول
 کریں گے۔ اسلامی تعلیم عدل ہے اور اس میں ایک
 کشش موجود ہے۔ ۲۲۲

سلیمان

- النالہ الحدید کے ایک بیٹے یہ بھی ہو سکتے
 ہیں کہ مشکلات صعب حضرت سلیمانؑ پر آسان ہو گئیں
 ۱۱۱ نیز دیکھو "معجزات"

سنت

- ا۔ سنت وہ اسوہ حسنہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم نے اس وحی کے مطابق قائم کر کے دکھایا
 جو آپ پر نازل ہوئی۔ ۳۴ د ۱۱-۱۱۱
 ب۔ قرآن میں جو احکام آئے آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم نے خود کر کے دکھایا۔ جیسے نمازیں۔ وفات
 پاکر بھی ایک سنت قائم کر دی جس کا ذکر آیت
 وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل
 میں ہے۔ ۱۵۱-۱۵۲

- ج۔ امام اعظم علیہ الرحمۃ نے رفع یدین پر عمل نہ کیا۔ کیونکہ
 اس وقت انہیں سنت نظر نہ آئی ۱۵۳
 سنت کا احیاء
 جو فعل خدا اور رسولؐ کی رضا کے خلاف ہو۔ وہ
 چھوڑا جائے اور جو حدود الہی اور وصایا رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم کے موافق ہوں ان پر عمل کیا جائے۔ احیاء سنت اسی
 کا نام ہے۔ ۵۵

- سنت اور بدعت میں تمیز نہ کرنے والوں کا
 انجام اچھا نہیں ہوتا۔ ہاں ایک حصہ اجتہاد کا
 بھی ہے اور اس کی تفصیل۔ ۴۷
 سوالات اگر کوئی ہم امر دل میں آئے
 تو اسے ضرور پیش کر کے پوچھ لینا چاہیے۔ ہاں
 ذرا اسی بات پر سوال کرنے سے بھی منع کیا گیا
 ہے۔ ۴۲

- سید احمد بریلویؒ کے شروع کردہ کام کی
 تکمیل۔ ہند میں دو واقعہ ہوئے۔ سید احمد صاحب
 اور ہمارا۔ ان کا کام طوائف کرنا تھا انہوں نے شروع کر دی
 مگر اس کا اتمام ہمارے ہاتھوں مقدّر تھا جو کہ اب
 اس زمانہ میں بذریعہ قلم ہو رہا ہے۔ ۱۹۲
 سن

- شاذ حکم ہمیشہ کثرت پر ہوتا ہے شاذ
 تو معدوم کا حکم رکھتا ہے۔ ۱۳
 شاہدین (دعوتی) سلیشن مائٹرم وان کی
 مخالفین کی شرارت پر تبدیلی ہو گئی۔ حضور نے مبرور
 اعتقادات کی تلقین فرمائی۔ آخر اضراب بالا کو غوثی

شوق القمر

عرب صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا۔ ہر ایک شخص
میں خسوف و کسوف کا ذکر استعمال طور پر ہے۔ الہام میں
دان بدو آیتہ یحیونہا ہے۔ بعض محدثین کا یہ مذہب
بھی ہے کہ یہ ایک قسم کا خسوف تھا۔ مولوی محمد رحمان
صاحب نے کہا۔ کہ عبداللہ بن عباس کا یہی مذہب ہے
اور شاہ عبدالعزیز صاحب بھی یہی کہتے ہیں۔ فرمایا
ہمارا بھی یہی مذہب ہے کہ ان قسم خسوف تھا۔ ۳۹۱

شوقی

جو عابد بازی سے کام لیکر اعراض کرتے ہیں۔ ۳۱۹

شہادت

شہادت کا چھپانا گناہ ہے۔ جب سرکار بلا لگا
مزدور حاضر ہونا چاہیے۔ ۱۷۹

ص

صادق مخالفوں کی شرارت سے مارا بھی جائے

تو شہید ہوتا ہے۔ ۱۲۷

صبر

تکالیف کے بغیر ثواب کیونکر ہو۔ آنحضرت صلی
نے کئی زمانہ میں صحابہ کو صبر کی تعلیم دی۔ دیکھ
دینے والا یا توبہ کر لیتا ہے یا فنا ہو جاتا ہے۔ صبر
بھی ایک عبادت ہے۔ دیکھ اٹھانے سے ایمان قوی
ہوتا ہے۔ ۲۲۷-۲۳۵

صحابہ

۱۔ صحابہ کے افعال اور وفاداری کا ذکر۔ اور
آخر میں ان میں سے جو صحابہ علیہ السلام ہیں۔ ۱۴-۲۳

تحقیق کا خیال ہوا۔ اطمینان بخش راستے قائم کی۔ اور
ترقی پر گوجرانی تبدیلی کر دی۔ حضور نے فرمایا۔ عاقبت
شوقی کے لئے ہے۔ ۱۲۶-۱۲۷

شبہ

دلی شبہ کا ازالہ کرنا بھی نیک نیتی اور معافی قلب
کا ایک نشان ہے۔ جو دور نہیں کرتے مگر کافور نفاق
اور ہلاکت رُوح ہوتا ہے۔ ۳۱-۳۲
شبہات اعتراض اور شبہات اشیاء کے
وقت میں پیدا ہوتے رہے اور مثالیں۔ ۳۰

شرم

جو شخص شرم کی درجہ سے اپنے علم سے قائم نہیں
اٹھاتا اس کے لئے شرم دوزخ ہے۔ اور ایک شرم
جنت میں لے جاتی ہے۔ ۱۶۶

شرمیت (آریہ) کی صفت تھی کا ذکر۔ اور
یہ کہ ہمیشہ سرج موعود سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ ۸۲
شفاء بذریعہ دعا ۵۹ نیز دیکھو دعا
شفاعت

۱۔ ہمارا ایمان ہے کہ شفاعت حق ہے۔ و
صلی علیہم ان صلواتک سکن لہم نعم مخرج
ہے۔ شفاعت کا فلسفہ یہ ہے کہ گناہوں میں
جو نفسانیت کا جو ش ہے وہ ٹھنڈا کر جائے
۲۲۷

ب۔ شفاعت اور کفارہ میں فرق۔ کفارہ اعمال
حسنہ سے مستغنی کرنا اور شفاعت اعمال حسنہ
کی محرک ہے۔ ۲۲۷-۲۲۸

صفائی رکھنا مقصد ہے۔ رَشَا بَكَ فَطَقَر۔
وَالرَّجَزَ فَاصْجُرْ قُرْآنِ اَوْشَلَا ہے۔ ۲۷۴

صلیب

مسیح کے صلیب پر لٹکائے جانے کا عقیدہ زمین
وعدت کا متفقہ عقیدہ ہے۔ قرآن نے اسے رد
نہیں کیا البتہ تکمیل صلیب کی نفی کی ہے۔ ۱۲۳

ط

طاعون

۱۔ طاعون والی عظیم الشان پھوٹی کے ذریعہ دس ہزار
آدمی سلسلہ میں داخل ہوئے۔ ۵۵

۲۔ مرض طاعون کا ذکر ۵۶

۳۔ تمام کتابوں کا اتفاق ہے۔ سب نبی خبر دیتے
آئے ہیں کہ آخری دنوں میں طاعون آئیگی ۵۷

۴۔ طاعون کا ذکر قرآن میں۔ ۲۳۳

۵۔ طاعون ایک عذاب الہی ہے۔ ۵۷، ۱۴۲

۶۔ پنجاب میں طاعون کی ترقی کے ذکر پر فرمایا۔ پنجاب
ہی بگڑا ہوا ہے کوئی اس کا ستر تو دریافت

کرے۔ ۶۴

۷۔ حکماء نے لکھا ہے۔ الطاعون هو الموت اور
اس کے آثار۔

ولی محض گلیوں اور بھار کا ہونا طاعون نہیں ۱۶۱
اب گلی کے ساتھ جب تک کوئی نہ ہر بلا مادہ

نہ ہو تب تک وہ طاعون نہیں کہلاتی ۱۶۱

۸۔ احمد دین صاحب اپیل نویس نے گورنمنٹ کے
قانون کا ذکر کیا۔ کہ اگر پانچ ہسپتالوں کو گاؤں

جا۔ صحابہ نے خود جانیں دیں۔ مسائی مسیح کے کفارہ
پڑنا ذکر کرتے ہیں۔ حاشیہ ۱۵۰

ج۔ صحابہ اور عوامی۔ اطاعت و فرمانبرداری۔ خدا
کے احکام پر قائم تھے۔ حرمت شراب کا ذکر۔

موتی اور صلیب کے پیروں اور صحابہ کا مقابلہ۔
ایمان و اعتقاد اور مصائب کے برداشت کرنے

اور جنگوں میں لڑنے اور ہجرات پر ایمان و اعتقاد
اور اطاعت احکام الہی میں۔ ۱۳۹-۱۳۷

د۔ زہر صحابہ انہیں جو برابر بھی دنیا کی خواہش
نہ تھی۔ ۱۴۳

ہ۔ صحابہ حضرت مسیح کی اس شان کے قائل نہ تھے
جو انجیل کے ناداقت مسلمانوں نے ان کی بنا رکھی

۱۴۷

و۔ ایک شخص نے کہا۔ صحابہ کے کپڑے میٹھے کھیلے
اور پیوند لگے ہوئے ہوتے تھے۔ حضور نے فرمایا

جھوٹ ہے۔ میٹھے کھیلے ہونا اودبات ہے اور
پیوند لگے ہوئے ہونا اودبات ہے۔ قرآنی آیت

ولا ترجزوا فجرا لکم ممالک پاک و صاف رہنا
ضروری ہے اور لا یمسسه الا المطہرون

۱۸۷

صحبت کا اثر

زہری صحبت کا اثر بھی خوشبو اور بدبو کے اثر
کی طرح ہوتا ہے۔ ۲۴۷

صفائی

مکانوں اور کپڑوں کو صاف ستھرا رکھنے کی تاکید

۶۳۔ طاعون کے سلسلہ میں جماعت کو نصیحت کہ اپنی اصلاح اور کد کا کرے۔ اپنے متعلق برائے الہام الہی احاطہ کل من فی الدار۔ اور احاطہ خاصہ خاصۃ اپنی حفاظت پر یقین۔ ۶۸-۶۹
۱۵۔ حفاظت سے حصہ لینے والا وہ شخص ہے جو اپنے دل میں سمجھ لے کہ میں نے تبدیلی پیدا کر لی ہے
۷۰

۱۶۔ طاعون کے ٹیکہ اور چھپکے ٹیکہ میں فرق۔ ۷۷
۱۷۔ حفاظت از طاعون کے سلسلہ میں الہامات کا ذکر کر کے مفتی محمد صادق صاحب فرمایا۔ سابقہ نوشتوں میں اس کا بھی ذکر ہے۔ آپ نے تلاش کر کے زبور ۹۱ کا حوالہ پیش کیا۔ ۷۹-۸۰
۱۸۔ طاعون کے خوفناک نتائج یہ بھی ہیں کہ آخر جنگل بنادیتی ہے۔ ۹۱

۱۹۔ مولوی حکیم نور الدین صاحب نے فرمایا۔ بار کا نئی آبادی میں پرانی آبادیوں کے نشانات ملے جو طاعون سے ہلاک ہوئے تھے۔ ۹۶
۲۰۔ طاعون کے پھیلنے کے وقت دہریت الحاد شرک کا زور اور بظاہر موحیدین کی غراب حالت۔ اہل میں سستی اور بے باکی اور گناہوں پر دلیری
۹۶

۲۱۔ طاعون کے قادیان میں پھیلنے کے متعلق رحمت سنجی نام جلالہ کا ایک خط اخبار عام کے نام اور یہ کہ مسیح موعود بھی قتلائے طاعون میں۔ اخبار عام کا تصدیق کے لئے حضرت اقدس

نکالو اور پچاس کہیں نہ نکالو تو پانچ کی بات مانی جائے۔ فرمایا۔ گورنمنٹ نے گویا اپنے سر سے ہلا آمار کر رہا ہے پر ڈال دی۔ ۶۵-۶۷
۹۔ حفاظت دار کے متعلق الہام ۶۵ نیز کچھ الہامات
۱۰۔ طاعون کے ٹیکہ کے خواہد پر پرتا پ سنگھ کی تقریر کا ذکر۔ ۶۷-۶۸

۱۱۔ جو خدا کے ساتھ سیدھا اور راست ہو گا۔ طاعون کی کیا مجال ہے کہ اُس کے پاس آئے
۶۷
۱۲۔ صحابہ میں طاعون ہوتا رہا۔ اہل انبیاء کو ہرگز نہیں ہوا۔
۶۷

۱۳۔ طاعون کا علاج

۱۔ جب ٹیکہ علاج نہیں۔ حفاظت الہی کا وعدہ ہے تو ہم طبی اور جہدار کیوں متعلق کرتے ہو۔ فرمایا۔ جو علاج تھوڑا دے وہ حفاظت میں داخل ہے۔ اگر ٹیکہ میں خیر موتی تو خدا خود نہیں بتاتا۔ ۲۲ برس پہلے ہم نے طاعون کے متعلق اطلاع دی۔ ۶۸

۲۔ طاعون کا علاج استغفار۔ دُعا اور اعمال میں پاکیزگی ہے۔ ۹۹

۳۔ حکیم نور الدین صاحب نے بحوالہ زین الدین محمد ابراہیم سنایا کہ طاعون کے آثار نمودار ہوتے ہی پانچ یا چھ تول کے قریب مینٹیا سالٹ مرین کو ملا دیا گیا تو سوائے آدم آگیا ۲۰۹
۴۔ طاعون کا علاج خدا کے پاس الہام حندی معالمت
۲۰۸

۳۶۔ طاعون کی تین اقسام

۱۔ ایک خیف جس میں صوف گٹھنکتی ہے۔ دوسری
کہ گٹھن کے ساتھ تپ۔ تیسری صوب سے تیز اس
میں تپ نہ گٹھن آدی سویا اور مر گیا۔ ۲۳۱-۲۳۲
۲۔ حقیقی طاعون کی علامت۔ ۲۹۰

۳۔ یعنی نفوں کا کہنا کہ کہیں طاعون کیوں نہیں ہوتی
جواب۔ قرآن میں ایسا ہی لکھا ہے۔ ہدایت نہیں مانگتے
طاعون مانگتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو خدا پر ایمان
نہیں۔ ۲۳۲

۳۸۔ مدراس کے ایک شخص احمدی کا تار طاعون
کے متعلق۔ ۲۶۳

۳۹۔ طاعون اور مخالین کا حضرت مسیح موعودؑ کو نہ ماننے
کے لئے ایک عذر اور اس کا جواب۔ ۲۷۱

۴۰۔ طاعون سے متعلق براین میں پہلے خبر دی گئی۔
پھر متواتر دو تہا قوتاً ۳۶۱ نیز دیکھو اللہ متعلقہ طاعون

۴۱۔ بعض نیک بھی طاعون سے مرتے ہیں۔ گردہ شہید
ہوتے ہیں۔ ۳۶۲

۴۲۔ اس سوال کا جواب کہ رسول اللہ صلعم کے وقت
طاعون کیوں نہ پڑی۔ فرمایا۔ یہ ضروری نہیں کہ
خدا ہر وقت ایک ہی رنگ میں عذاب دے۔
اسوقت جنگ عذاب تھی۔ ۳۶۲

۴۳۔ اللہم یا اے علی جو ہر زمانہ یس فیہا احد
طاعون کی نسبت ہے اسے بہت بھی کہا گیا ہے
۳۷۲

طالب حق کو نصیحت۔ طلب حق کے لئے

دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے اول عقل سلیم چاہیے۔
موسطانی جو عقل نہ رکھے جن پر وہم غالب ہوتا ہے۔
دوسرے قبول حق کے لئے برأت ہو قبول نہ ہو۔
۱۳۲-۱۳۳ نیز دیکھو مذاہب کا مقابلہ

طوفان نورخ کا زمین کی آبادی پر نہیں بلکہ
صرف قوم نورخ پر تباہی آئی تھی۔ ۳۹۱

ظ

ظن

۱۔ بذلتی سے حبط اعمال ہو جاتا ہے۔ تذکرۃ الاولیاء
سے ایک شخص کا واقعہ نیز ایک جہان عورت کی
بذلتی کہ (سبح موعود) کے گھر میں تو کوئی نماز ہی نہیں
پڑھتا۔ حالانکہ اتفاقاً ان دونوں میں جذبہ بیوں سے
ناز ساقط ہو گئی تھی۔ ۵۲، ۵۱

ب۔ ظنون فاسدہ والا انسان ناقص الخلق ہوتا
ہے۔ ۵۱

ج۔ اقرار میں پہلے انسان کو حزن ظن سے کام لیتا چاہئے ۵۱
د۔ حزن ظن بڑی عمدہ چیز ہے۔ ۵۳

ع

عادت

عادت بھی ایک رنگ ہے جب دل پر بیٹھ جائے
تو دلائل کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ جیسے ہندو کے دل میں
گنگا کی عظمت۔ ۲۳۷

عارف

جسے خدا سے ذاتی محبت ہو جائے وہ کبھی حال میں
عبادت سے نہیں نکلتا۔ اس کو ابوحنیفہ کا خیال بھی نہیں ہوتا

عبداللہ حاکم البوی

اس نے تفریط کی جو حدیث کو بالکل لاشعری سمجھا۔
اور محمد حسین نے افراط کی کہ حدیث کے بغیر قرآن کو لاشعری سمجھا۔
۱۱۶ م

عبداللہ عرب کا ذکر

۱۔ کشتی نوح کا عربی ترجمہ سُننا اور حضرت اقدس کی خواہش کہ اگر اردو اچھی طرح سیکھ لیں تو عربی میں پرچہ جاری کیا جائے۔ ۱۶۶ م
ب۔ ایک رسالہ شیعہ علی حائری کے رد میں سُنایا۔
ساتھ ساتھ اردو ترجمہ کرنے کا ارشاد۔ مگر انکا
بوجہ شرم ترجمہ نہ کرنا۔ رسالہ کے متعلق فرمایا
عملہ لکھا ہے۔ معقول جواب دیے ہیں۔
۱۶۸ - ۱۶۹ م

ج۔ شیعیت کی حالت میں اپنے تقیہ کے حالات
سُنائے اور خدا کا شکر ادا کیا کہ اس سے نجات
دی۔ ۱۶۳ م

عبداللہ غزنوی (مولوی) کا اہام قرآن کے متعلق
ہذا کتابی و عبادی خاترا کتابی علی عبادی ۲۲۸ م
عذاب

دنیا میں عذاب صرف شوخیوں اور گستاخیوں کی
درجہ سے آتا ہے۔ روزِ کفر بُت پرستی وغیرہ کے عذابوں
کے لئے قیامت کا دن مقرر ہے۔ یہود کو مغضوب علیہم
اُن کی شوخیوں اور گستاخیوں کی وجہ سے کہہ نہ مگر نصائی
نے ایسا نہ کیا اس لئے انہیں ضالین کہا۔ گو آخرت
میں دونوں کو عذاب ہوگا۔ ۱۵۸ م

یہ سلوک کا آخری مقام ہے۔ اُس وقت اُن کا تعلق ماں
اور بچے کا ہوتا ہے۔ جیسے مشہور ہے۔ ماں مارے اور
بچہ ماں ماں پکارے۔ ۲۵۵ - ۲۵۴ م

عبادت

۱۔ مخالفتِ نفس بھی ایک عبادت ہے۔ اور اُسکا بھی
ثواب ہے۔ پھر اپنے نفس کی مخالفت کر کے جو عبادت
کرتا ہے اُس کا اور ثواب ہے۔ ۲۴۶ م
ب۔ جب عبادتِ محبوباتِ نفس میں شامل ہو جائیں۔
تو بجا آؤں گی میں جو تکلیف ہوتی تھی وہ ساقط
ہو جاتی ہے۔ اور سید عبدالقادر جیلانیؒ کے قول
کہ آدمی عارف ہو جاتا ہے تو اس کی عبادت کا
ثواب ضائع ہو جاتا ہے اسکا مطلب۔ ۲۴۶ م
ج۔ عبادت کی دو قسمیں مانی اور بدنی۔ علو
بدنی انسان جو انی میں ہی ادا کر سکتا ہے۔ پھر
پیری اور صریب۔ ۲۵۸ م

د۔ معاش اگر نیک خیریت کے ساتھ حاصل کی جائے
تو ایک عبادت ہے۔ ۳۳۷ م
عبدالرحمنؒ (ذریعہ قادیانی) کو ہندو والد کی خدمت
اور حسن اخلاق اور لُجائی کرنے کی نصیحت۔ ۱۷۵ م
عبدالرحمنؒ (ماہرِ نو مسلم کا پرچہ ایسی فنی کے
لفظِ ذنب اور استغفار کے متعلق استفسار۔ ۲۶۱ م
عبدالقادر جیلانیؒ (سید) آپ کے قول کہ
عارف ہونے کی حالت میں عبادت کا ثواب ضائع ہو جاتا
ہے کامیج مطلب۔ ۲۴۶ م

عبدالکریمؒ (مولوی) ۱۳۳۱ و ۱۳۳۲ و ۲۷۶ م

عرب

۱۔ اہل عرب کے ہزارے آگے گنتی نہ جاننے سے

معلوم ہوتا ہے کہ ان کا میلان دنیا کی طرف تھا ۱۶۹

ب۔ ابو سعید عرب کا ذکر۔ اس کا جماعت میں داخل ہونا

اور حضرت اقدس سے اُس کے سوالات وغیرہ ۲۷۱

۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹

ج۔ ابو سعید عرب کے اس جواب پر کہ اب تو دلی جانیکو

دل نہیں چاہتا۔ فرمایا اب دوسری سیروں کو

چھوڑ کر روحانی سیر کی طرف متوجہ ہوں ۳۲۲

د ۳۲۵

عربی زبان

۱۔ عربی زبان کا ترجمہ کرنا بھی کوئی آسان کام نہیں

بعض الفاظ کے معنی ایک ایک سطر میں پورے

۱۷۲

ہوتے ہیں۔

ب۔ عربی زبان اور مسلمان بادشاہ

ہندوستان کے شاہین اسلام نے سوائے عربی

زبان کے جو دوسری زبانوں کو رواج دیا تو

یہ ایک اُن سے معصیت ہوئی اور اس کا نقصان

۲۲۲ - ۲۲۳

عربی تصانیف کی اہمیت

فرمایا۔ یہ سلسلہ نہ ہوتا تو صوبہ مولوی ہماری

جماعت کو نظیر استخفاف دیکھتے اور کہتے یہ لوگ جاہل

۳۷۸

ہیں۔

عربی کتب اور غلطیاں۔ فرمایا محمد حسین نے خود

اعتراف کیا تھا کہ اشاعت السنہ کی چھپوائی میں ایسی

غلطیاں نہ جاتی ہیں۔ مگر مولوی ہماری کتابوں میں ایسی

غلطیوں کو قابل اعتراض بتاتے ہیں۔ ۲۱۲

عرفان

عرفان یقین سے تو بھر دیتا ہے مگر ان ساری توفیقوں

۳۵۶

کی بڑا ایمان ہی ہے۔

عصمت انبیاء چند احترامات کے جوابات

اس اعتراض کا کہ نوحؑ نے خلافت خشاہ ازیدی اپنے بیٹے

کے لئے دُعائی۔ فرمایا کہ یسوعؑ نے باوجود جاننے کے کہ

وہ مصلوب ہونے کے لئے آیا ہے صلیب کے نجات کیلئے

دُعائیں کیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فقہ لہذا

۸۸

فیکم عمر امن قبلہ کا پیلیج دیا۔

عقل

۱۔ عقل اور خدا عقل انسان کو خدا سے نہیں ملتی

پکا فلسفی دہرہ ہوتا ہے۔ وہ ہونا چاہیئے تاک

رکھتی ہے مگر ہے اور ہونا چاہیئے میں فرق ہے

یقین خدا کے وعدوں اور نشانوں کو دیکھنے سے

حاصل ہوتا ہے۔ خدا شامی کے لئے اور جو اس

میں اور اُن کے ذریعہ ہی مادیات و محسوسات

پر ایمان پیدا ہوتا ہے۔ ۲۹۳ - ۲۹۴

ب۔ عقل اور رُوح عقل رُوح کی صفائی سے

پیدا ہوتی ہے جس قدر انسان رُوح کی صفائی

کرتا ہے۔ اُسی قدر عقل تیز ہوتی ہے۔ ۲۳۸

علاج

۷۷

۱۔ علاج کرنا حرام نہیں۔

ب۔ لوگوں کے بتائے ہوئے علاج حقیقی نہیں ہوتے۔

عمل جمع اعمال

ا۔ جو خدا اور رسول کی رضا کے خلاف ہوں انہیں چھوڑا جائے۔ جو حدود الہی اور وصایا رسول اللہ کے موافق ہوں ان پر عمل کیا جائے۔ اور جو امور ان کے خلاف نہ ہوں نہ ان میں ریاکاری ہو بلکہ بطور شکر اور تحذیر بالنعیۃ ہو اس میں کوئی حرج نہیں۔ م۔

ب۔ اور جو امور قابل اللہ اور قابل الرسول کے خلاف ہوں اور ان میں شرک یا ریا ہو۔ اور شیخی دکھائی جائے وہ اثم میں داخل ہے۔ م۔

ج۔ فرمایا علم کیا اصل ضرورت عمل کی ہے م۔
د۔ اللہ تعالیٰ عمل سے راضی ہوتا ہے اور عمل دکھ سے آتا ہے۔ م۔ ۲۳۹-۲۴۰

ہ۔ اعمال پروردگار کی طرح ہیں۔ بغیر اعمال انسانی روحانی مدارج کے بڑے پڑاؤ نہیں کر سکتا اور ان اعلیٰ مقاصد کو حاصل نہیں کر سکتا جو ان کے نیچے اللہ تعالیٰ نے رکھے ہیں۔ م۔ ۲۳۹

عمل صالح وہ ہے جس میں ذرہ بھر فساد نہ ہو جس میں ظلم، عجب، ریا، تکبر اور حقوق انسانی کے تعلق کرنے کا خیال تک نہ ہو م۔ ۲۴۵

عورت

ا۔ عورتوں سے عاشق و محب بالمحروفت میں حسن معاشرت کی تعلیم۔

ب۔ اس وقت دو گروہ ہیں۔ ایک جس نے عورتوں کو بالکل خلیع الرسن کر دیا ہے۔ دوسرا گروہ

ہاں خدا جو علاج فرماتا ہے وہ سچی ہوتا ہے۔ م۔ ۲۳۱-۲۳۲

ج۔ خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرنا ہی ہر مرض کا علاج م۔ ۲۳۲

د۔ عالمگیر موت کا علاج بجز ایمان کے معقل کرنے اور یقین کی جلا کے ہرگز ممکن نہیں۔ م۔ ۲۳۲

ہم۔ سر درد کا علاج ایسی پٹریوں کا شور بہ ہے جن میں کچھ گشت چٹا ہو۔ م۔ ۲۳۴

و۔ ایک نے درد زمان کا علاج ایک بوٹی کا بار بار بتائی۔ فرمایا یہ عربی لفظ قطع دبر ہوگا۔ م۔ ۲۴۲-۲۴۳

ز۔ طاعون کا علاج جو تک لگوانا سیکنیشیا کا حلاب دیکر پھر کوڑہ زہی وغیرہ مصفی خون اور دہ کا استعمال مفید ہے۔ م۔ ۲۴۳

ح۔ سر درد امتی کا علاج۔ شب کو کھانا نہ کھانا اور روزہ نہ رکھنا سیکنیشیا پی کرتے کرنا۔ م۔ ۲۴۳

علی حارثی شہی کے ایک رسالہ کا ذکر م۔ ۲۴۳

عماد الدین (پادری) اور اس کی زبان درازی کا ذکر۔ اور ایک عیسائی اخبار کا لکھنا کہ اگر پھر کبھی عذر ہوا تو ایسی تحریریں ہوگا۔ م۔ ۲۴۳

عمر عمر م۔ ۲۴۳

ا۔ مکہ میں دو عمر تھے۔ خدا کی حکمت کہ ایک عمر کو کھینچ لیا اور ایک بے نصیب رہا۔

حضرت عمرؓ نے بند چھوڑ دی تو بادشاہ ہو گئے م۔ ۲۴۴

ب۔ کسی نے پوچھا۔ اب غنہ مسلمان ہونے سے دور ہو گیا ہے فرمایا۔ دور تو نہیں ہوا مقتصد ہو گیا اب

ٹھکانے پر چلتا ہے۔ م۔ ۲۴۸

دو غیرہ کو بھرتی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ۳۰۵

وحاشیہ ۳۰۵ و ۳۰۶

د۔ عیسائیوں کا فتنہ

(۱) اعظم الفتن ہے۔ جب سے سلسلہ فوت شروع ہوا ایسا خطرناک فتنہ کبھی نہیں اٹھا اور اس کی تفصیل۔ ص ۲۱

(۲) کلکتہ کے بشپ نے لندن میں تقریر کی کہ کوئی آدمی گورنمنٹ انکسپیکشن کا سچا غیر خواہ اور وفادار نہیں ہو سکتا۔ جب تک عیسائی نہ ہو۔ وہ اسلام کو اپنی راہ میں سب سے بڑی روک سمجھتے ہیں۔ ص ۲۲

عیسائیوں کے چار سوالات اور ان کے جوابات (۱) قرآن نے مسیح کو کلمہ کہا۔ جواب کلمہ تو میرے الہام میں ہی میرا نام رکھا گیا ہے۔ اگر کہو کہ سچا نہیں تو اس کا فیصلہ کرو۔ پھر قرآن میں یومن باخلہ وکلمتہ اور مانعہ کلمات اللہ آیا ہے۔ ص ۹۱-۹۲

(۲) خدا کی طرح سے پیدا ہوئے۔ جواب روح کی دو قسمیں ہیں۔ روح الشیطان وروح اللہ۔ پہلا دلدل الزنا پر بولا جاتا ہے دوسرا اصل پر۔

(۳) قرآن انجیلوں کا مصدق ہے۔ جواب جو صحیح تھا وہ بیان کر دیا غلط چھوڑ دیا۔ پھر کونسی انجیل اور کونسی تورات کی تصدیق کی ص ۹۱

(۴) قرآن نے رسول اللہ کیلئے ان کنت فی شک فرمایا۔ جواب۔ مانباپ کی عزت کا حکم دیا

جس نے ایسی سختی اور پابندی کی ہے کہ ان سے کنیز کوں اور بہائم سے بھی بدتر سلوک کیا جاتا ہے۔ ص ۲۲

ج۔ عودت میں۔ فرمایا۔ جو حق کو چھپاتے ہیں وہ مرد نہیں بلکہ عودت میں ہیں۔ ص ۲۲۵

عجید

ل۔ ہدیمہ عجید۔ الہام بطور ہدیہ عید سنایا حاشیہ ۳۳۲-۳۳۵

ج۔ عید الفطر تاریخ میں کیسے لگائی گئی ص ۳۳۶

عیسیٰ اصل ہے یا یسوع۔ فرمایا۔ پرانا نام عیسیٰ ہے۔ یسوع کا ذکر پرانے عربی اشعار میں بھی نہیں پایا جاتا۔ کبھی آدہ بنی کا نام نہیں آتا صرف انہی کا آتا۔ مذہب بھی انہی کا آتا۔ ص ۱۹

عیسائی

ل۔ عیسائی مذہب اسلام کا دشمن ہے۔ عیسائی مشنریوں اور پادریوں کی مخالفت اسلام مساعی کا ذکر اور ان کا اثر مسلمانوں پر ص ۱۳ و ۱۴

ج۔ عیسائی اتنے فلسفہ اور ہیئت میں ڈوبے ہوئے ہیں کہ ان کا کوئی مذہب ہی نہیں ص ۱۹۶

ج۔ فطرتی سعادت رکھنے والوں کے علاوہ باقی سب اکل وشراب کے واسطے عیسائی ہوتے ہیں۔ ایسے عیاش لوگوں کو مذہب اسلام سے کیا کام ہمارے کام تو مدی آسکتے ہیں جو اسلامی احکام کی پابندیوں کا بوجھ اٹھا سکیں۔ اور تقویٰ اور طہارت سے تزکیہ نفس کریں۔ اسلئے اغراض پرست

عیسائیت کا اثر

بعض مرتد ہو گئے اور بعض نے اور نہیں توفیق
میں ہی ان کا تہنہ کر لیا۔ ۱۴۱

ع

غفلتِ دل کا علاج

ناز اور استغفارِ دل کی غفلت کے عمدہ علاج
ہیں۔ دعا کرنی چاہیے کہ اے اللہ! مجھ میں اور
میرے گنہگاروں میں دُوری ڈال دے۔ ۲۲۵
غلامِ قادریؒ (مولوی) دہلیوں کے
محنت دشمن تھے۔ سلسلہ احمدیہ کو اس نے پسند
کرتے کہ دہلیوں کی خوب خبری۔ ۱۱۱

ف

فاتحہ

سورۂ فاتحہ میں دعا کا طریق اور ادب سکھایا
گیا ہے اور اس کی مختصر تشریح۔ ۳۹۹
فارسی زبان میں آنحضرتؐ کو الہام
ایں مشتِ خاک را گزینہ خشمِ چہ کنم منہ
فارقلیط کی تشریح۔ شیطان کو الگ کر دینے
فارقلیط کا عشاد دوسرے الفاظ میں احمدی۔ ۱۹۸-۱۹۹

فتاویٰ

۱۔ شادی میں بھاجی ریاکاری اور بکبر کے لئے ہے
تو حرام ہے۔ اور اگر امانتِ عہدہ خدث
کا علی اظہار کرے اور دوسرے لوگوں سے سلوک
کے لئے دے تو جائز ہے۔ مدارِ نیت پر
۲۷۷ ہے۔

تو وہ عام تھا۔ اسی طرح یہ خطاب عام لوگوں
سے ہے۔ آنحضرتؐ کو خاص خطاب نہیں لیکن
یسوع مسیحؑ تو ذریعہ ہونے کیلئے آیا تھا اس نے
جو مصلحت بچنے کے لئے دعا کی تو اسے ضرور
شک تھا۔ ۹۲

ب۔ عیسائیوں کے عصمتِ انبیاء کے تسلسل میں مولیٰ
کے قتل پر اعتراض کا جواب ۹۹-۱۱۵
ج۔ عیسائیوں کے سوالات اور مسلمانوں کے عقائد
اور آیت و ما جعلنا البشر من قبلک الخلد
سے عیسائیوں کے مسیحؑ کی الوہیت پر استدلال
کا ذکر اور دیگر معجزات کا ذکر وغیرہ۔ ۱۸۱-۱۸۱

عیسائیوں کو حلیج
کہ مسیحؑ کو کلمہ کہا تو خدا نے میں بھی کلمہ کہا۔ اور
مسیحؑ سے زیادہ درجہ دیا۔ اگر کہو مسلمان ہیں کافر
کہتے ہیں تو کلمہ و ملک تمہیں کافر کہتے ہیں۔ ۹۳-۹۳
عیسائی کمیٹی

ایک عیسائی کمیٹی کا لکھنا کہ سب نشان پورے
ہو چکے ہیں۔ مسیحؑ کے آنے کا یہی وقت ہے ۲۸۶
عیسائی اور یہود دیکھو یہود اور عیسائی
عیسائیت اور شریعت

ایہ فیہی کے انجیل کو اس لئے مبارک قرار دینے
پر کہ اس میں شریعت کو لعنت کہا ہے۔ فرمایا۔ پھر
یہ نجاست کھا سکتے ہیں۔ ان کے ساتھ نکاح کر
سکتے ہیں۔ پھر گناہ کیا ہے۔ اسلامی جنگوں اور
عیسائی جنگوں میں فرق۔ ۱۰۶ وحاشیہ

فتنہ فرمایا ایک فتنہ نصرت ہوتا ہے۔ اور ایک فتنہ رحمت۔ کوئی نبی نہیں آیا جس نے فتنہ نہیں ڈالا۔ ۱۹۵

دیکھو ہونکہ

فرشتے
فریضی شمال یا ناول

بعض واقعات حقہ کو ناول کے پیرایہ میں بیان کرنے میں مصیبت نہیں ہے۔ ۲۰۵

فرعون اور ابو جہل کا مقابلہ
ابوہل فرعون سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ فرعون نے تو آخر آمنت کہا لیکن اُس نے نہیں۔ ۲۲۷

فصاحت و بلاغت

جس قدر نرمی ہوگی اسی قدر عبارت فصیح ہوگی۔ جوش کے مقابلہ پر جوش ہو تو فساد کا باعث ہوتا ہے۔

گندی بات قابل جواب نہیں ہوتی۔ ۲۶۷

فصل حق (شیخ) نو مسلم پشاور سے آئے تو انہیں تقویٰ و استقامت کی نصیحت فرمائی۔ ۲۰۷

فصل دین (حکیم) کے مقدمہ کے ذکر پر فرمایا۔ مقدمہ بازی اچھی نہیں ہوتی۔ میری رائے تو یہ ہے کہ صلح کر لو۔ ۸۶

فوجی نوکر دو فوجی قادیان پہنچے بیعت کی آگے روز کیمپ حاضر ہونا تھا۔ ان کے اخلاص اور محبت پر فرمایا۔ باوجودیکہ فوجی نوکر ہیں۔ مگر خداتعالیٰ نے دین کی محبت دل میں ڈال دی ہے۔ صدق اور اخلاص لے کر آئے ہیں۔ خداتعالیٰ ہر ایک کو یہ نصیب کرے۔ ۲۳۴

۲۔ نسبت اور ناظر پر شکر و غیور کی تعظیم متعلق بھی یہی فتویٰ ہے۔ ۵۲

۳۔ اسی طرح میرے نزدیک باجے کی بھی حلت ہے۔ اس میں کوئی امر خلاف شرع نہیں دیکھتے بشرطیکہ نیت میں خلل نہ ہو۔ ۵۲

۴۔ سوتی موزوں پر سرخ کرنا جائز ہے۔ ۳۰۱

۵۔ مولویوں کے فتادی۔ ایک نے ریل کی مواری کے خلاف فتویٰ دیا۔ ایک ٹو اکھی نہ میں خط ڈالنے کو گناہ بتاتا تھا۔ بعض صرف دعو سیکھنا بدعت قرار دیتے۔ بعض تو پ بندوبست سے رٹنے کو گناہ ۵

فتح دین صاحب (مولوی)

۱۔ حضرت اقدس کا انہیں سمجھانا کہ مباحثات میں قرآن کریم کو مقدم رکھا جائے۔ احادیث حق کے مرتبہ پر ہیں۔ اور مولوی صاحب کا اپنی منظوم کتاب سنانا اور حضرت اقدس کی نصیحت کی تفصیل۔ ۱۳۸-۱۵۲

ب۔ اس سوال پر کہ ہم خطا کا میں کئی فائدہ خیال آتے رہتے ہیں اور طاعون کا زود ہونا ہے۔ فرمایا جس کو خدا سے دل سے تعلق ہے۔ اُسے وہ بیماری کی موت نہیں دیتا۔ ایک بزرگ کی دعا کہ وہ طاعون میں مرے کس طرح پوری ہوئی۔ ۱۵۲-۱۵۳

ج۔ ایک حدیث کی تاویل کر کے سیح موعود پر چسپاں کرنے کے ذکر پر حضرت اقدس نے فرمایا۔ ہمارے لئے تین منکم ہی کافی ہیں۔ ۱۸۳

ق

قلوبان

مولوی عبدالغزیز صاحب سہارنپوری کا خط کہ یہاں کے لوگوں میں عجیب و غریب اور شوق قادیان پہنچنے کا پیدا ہو رہا ہے

قرأت

آیت دما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی میں دلائل محدث قرأت شاذہ ہے۔ اور یہ قرأت صحیح حدیث کا حکم رکھتی ہے۔

قرآن

۱۔ قرآن سنت اور حدیث کا مرتبہ ۲۲ و ۲۳-۲۴

۲۔ قرآن کی وحی سب اقویٰ وحی ہے۔ ۱۲۲

۳۔ قرآن کا نزول۔ یہی الفاظ خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئے ہیں۔ ۱۲۱

۴۔ مدار اسلام۔ سنتوں اور طرار اسلام کا قرآن شریف ہے۔ یہی وحی کی وفات اور نزول الیاس کا ذکر اور اس کی تائید۔ ۱۴۸-۱۵۲

۵۔ خواصیت قرآن۔ قرآن کے پڑھنے میں جو نقص ہو۔ وہ اس کو محبت کے ساتھ پڑھتے رہنے سے دور ہو جاتا ہے۔ ۲۳۶

۶۔ تفسیر قرآن۔ دیکھو تفسیر قرآن

۷۔ قرآن اور انجیل کا مقابلہ لحاظ تعلیم اور علوم کے قرآن حقائق و معارف پر اور تورات انجیل ان سے بالکل خالی۔ قرآن شریف حقیقی علوم کا خزانہ ہے۔ ۳۸۲-۳۸۰

قرآنی قسموں کا فلسفہ

قسم بطور قائم مقام گواہ ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں کہیں قسم کھائی ہے اس سے یہ مراد ہے کہ نظری امور کے اثبات کے لئے یہی امور کو گواہ ٹھہراتا ہے جیسے فرمایا والسماوات والارض ذات الصدع ائله لقول فصل کی تفسیر۔ اس میں صحیفہ فطرت کی عام شہادت (بارش اور اس کی لوازمات) کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کلام الہی اور نزول وحی کی حقیقت اور اس کی ضرورت بتانا چاہتا ہے اور اس کی تفصیل ۴۲۲-۴۲۴

قریش

اہل خاندان کو اللہ تعالیٰ نے قریش میں سے ٹھہرایا۔ اور میرے اہام سلطان مٹا اہل البیت مجھے اہل بیت میں داخل کیا۔ داخل کرنا اور بات ہے اور ہونا اور بات۔ ۱۲۵

قطب الدین (مولوی) شاہ پور ایک مریض کے علاج کے لئے گئے تھے۔ واپسی پر بٹالہ کے راستہ میں حضور سے ملاقات ہوئی۔ ۱۴۵

قیام فی ما اقام اللہ کی مثال

مولوی عبدالکیم صاحب نے فرمایا۔ میں قادیان باہر نہیں جانا چاہتا۔ مگر اب شہادت پر اللہ تعالیٰ نے چلا ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا۔ قیام فی ما اقام اللہ یہی تو ہے۔ ۲۴۳

قیامت

قیامت کا علم خدا تعالیٰ کے موا کسی کو نہیں ملتا کہ فرشتوں کو بھی نہیں۔ اور ساعت کہنے میں حکمت

ک

کابل اور برطانیہ کا آزادی دینے میں مقابلہ۔ ۲۳۸
کاسر صلیب چودھویں صدی کے مسجد کا نام ہے ۲۲
کامیاب - دنیا میں کسی کوئی شخص کامیاب
نہیں ہوا جو جسم اور روح دونوں سے کام نہ لے ۲۳۲
کشک - کشک کے ایک احمدی احمدین

صاحب نے ایک کرنسی نوٹ اور اپنی اہلیہ مرحومہ کے
کچھ زیورات مرحومہ کی وصیت کے مطابق دینی خدمت
کے لئے پیش کئے۔ حضرت اقدس نے دعا فرمائی کہ خدا
انکو انھوں میں منعم میں ملادے۔ ۱۳۰
کرکٹ - ایک کرکٹ کھیلنے والے کے دت
میں چوٹ آئی۔ حضور کو علم ہوا تو فرمایا۔ جن لوگوں کی
یہ کیل ایجاد ہے وہ تو مست ہیں ان کو تمت جان کی
پرواہ نہیں مگر میں تو ہے۔ ۳۱۸-۳۱۹

کسیر صلیب سے مراد لکڑی کی صلیب
نہیں۔ کیونکہ یضغ الحرب بھی اس کے حق میں آیا
ہے۔ اس نے مراد عیسوی دین کا ابطال کلا جت اور
براہمن کے ساتھ ہے جنکو آسمانی تأییدات اور
خوارق قوت بھی قوی کر دیئے اور وہ مسیح کی طبعی موت
اور کشمیر میں مدفون ہونے سے ہو گئی۔ ۱۹-۱۹

کشتی نوح

۱۔ گناہوں سے بچنے کا ایک علاج یہ بھی ہے کہ
کشتی نوح میں جو نصائح لکھی ہیں۔ انہیں
ایک بار روزانہ پڑھ لیا جائے۔ ۶۹
ب۔ فرود کی کہ بابا کشتی نوح کو پڑھو۔ ۴۴
۲۳۲

ج۔ کشتی نوح پر اہل ابدوں کے یہاں ایک - فرمایا انہوں
نے مخالفت کی اور رسول ملائی ٹوٹ کے مخالفت
نہ کرنے پر اس کی تعریف فرمائی۔ ۱۴۲ و ۲۳۸
د۔ مونگھیرے محمد رفیق اور محمد کریم نے اگر بیعت کی
تو فرمایا کشتی نوح کی تعلیم پر ہمیشہ عمل کرنے ہو
۱۸۷

۵۔ خواجہ کمال الدین صاحب کے پشاور اور کوہاٹ
مخالفانہ اشتہارات جن میں جھوٹے الزامات
لگائے گئے ہیں کہ روزے معاف کر دیئے -
آنحضرت سے افضل کہتے ہیں ذکر پر فرمایا کشتی نوح
وہاں کثرت سے تقسیم کر دی جائے۔ یہی کافی
۱۹۲

کشف

۱۔ برکت روح ہے کہ بچھے بھائے دیوانوں
باوجود آنکھ دیکھ دیتی ہے۔ اپنا ایک کشف
جس میں آپ کو خاکروب کے ایک حصہ سیلے کا
چھوڑ دینا دکھایا گیا۔ ۳۲۹-۳۳۰
ب۔ تین کشف جن میں حضرت اقدس نے فرشتے
دیکھے۔ ۳۳۱-۳۳۲

ج۔ لیکھرام کے متعلق کشف جو برکات الدعا میں
شائع شدہ ہے اور ایک اور کشف کہ
لیکھرام کا سر نیزے میں پرو دیا ہے۔ اور
کہا گیا کہ پھر قادیان نہیں آئیگا ۳۳۳-۳۳۴
کشف اور رؤیا میں فرق
نیز میں رؤیا کی حالت میں مکان بدلتا ہے

کشف میں نہیں۔ کبھی غنودگی میں ہوتا ہے کبھی
مرداری میں۔ ۳۴۲

کشمیر

۱۔ ایک پرانا صحیفہ۔ مولوی محمد علی صاحب نے
ایک خط سنایا۔ کہ ایک پادری کو دو ہزار سال
پُرانا کشمیرے ایک صحیفہ ملا ہے جس میں مسیح
کی آمد اور اُس کے منجی ہونے کا ذکر ہے۔ فرمایا
پادری لوگ عیسوی مذہب کی عظمت دل نشین
کرانے کیلئے ایسی مصنوعی باتیں کیا کرتے ہیں۔ اگر
تو اُس میں تثلیث کا ذکر ہے تو یقیناً مصنوعی
ہے کیونکہ ابتدائے عیسائیت میں تثلیث کا
عقیدہ نہیں تھا۔ ۱۸۹-۱۹۰

ب۔ کسی صلیب۔ رویا میں دیکھا کہ کشمیر میں
کسیر صلیب کے لئے یہ سامان ہوا ہے کہ کچھ پڑائی
انجیلیں وہاں سے نکلی ہیں۔ مبارک علی صاحب
لانی کے لئے تیار ہوئے۔ آپ نے فرمایا: خلیفہ نور الدین
صاحب کو بھی ساتھ بھیجو۔ تعبیر کی کہ کوئی
طبری بشارت ظاہر ہوگی۔ فرمایا کہ جو شخص وہ کام
کرے آئینہ وہ قطعی بہشتی ہوگا۔ ۲۱۷

ج۔ قبو مسیعی۔ کشمیر میں قبر مسیح کے متعلق آج تک
خدا تعالیٰ کے احلام سے کچھ نہ معلوم ہوا تھا مگر
اب خود ہی اللہ تعالیٰ نے بتلادیا۔ یہ خواب
بالکل سچا ہے۔ یہ عقدہ اللہ تعالیٰ جل کردے
تو صد ہزاروں کا کام ایک ساعت میں ہو جائے
پادری خواہ پٹیتے رہ جائیں تمام انگریز لوٹ پڑیں گے۔
۲۱۸-۲۱۹

کفارہ

۱۔ تمام کے گناہ اٹھا کر خود یہ گناہ کیا۔ معلوم تھا
کہ دعا قبول نہ ہوگی اور دعا کی۔ ۱۱۶
ب۔ مسیح کے خون پر بھروسہ کر کے اور کفارہ مان کر
کیوں مجاہدات کر گئے۔ یہ تو اسلام کہتا ہے۔
لیسن لافسان الاماسخی ۲۸۹
ج۔ توبہ کفارہ کہ یہ مسئلہ اُن کو اعمال کی طرف
متوجہ نہیں کرتا۔ اعمال کا دعا تو نجات ہے اور
یہ اُن کو بلا مشقت مسیح کی صلیب پر موت
ماننے سے بل جاتی ہے۔ ۲۲۶

د۔ قرآن شریف نے لا تزد وازدہ وذر اخری
فرمایا ہے۔ پس میں یہ تعلیم نہیں دیتا کہ تم اپنے
گناہوں کی گٹھڑی کسی دوسرے کی گردن پر لاد
کر خود اباحت کی زندگی بسر کرو۔ ۲۲۲
ہ۔ نیز قد افعلم من ذلک فرمایا ہے۔ فلاح دی
پاتا ہے جو اپنا تزکیہ کرتا ہے۔ ۲۲۷
کفارہ اور شفاعت میں فرق دیکھو "شفاعت"
کلام بلوغ وہ ہوگا جو دوسرے کے دل تک
پہنچ جائے۔ اگر مخاطب کلام سمجھ نہ سکے تو فیصح
بلوغ نہیں۔ ۱۹۰

گ

گفتگوئیں ایسے مقامات پر ہونی چاہئیں جہاں
رُسا و بھی جلسہ میں ہوں اور تہذیب اور نرم زبانی
سے بات کریں۔ ۱۶۷
گلہری۔ جب مار دیا جائے تو وہ بے حرکت

اس لئے کہ وہ خدا سے بے خبر ہوتا ہے اور اس کو
خدا کے وجود کا یقین نہیں ہوتا۔ ۳۰۹
ز۔ دو قسم کے گناہ۔ کبیرہ جیسے چوری ڈاکہ وغیرہ
صغیرہ جو لحاظ بشریت کے انسان سے سرزد
ہوتے ہیں۔ ۳۱۰

ح۔ اللہ حقیقی ایمان ہو تو گناہ سرزد نہیں ہو
سکتا۔ ۳۱۳ - ۳۱۳

ل

لندن
۱۔ پگٹ مدعی مسیح کے ذکر پر فرمایا۔ تجھے نبیوں
اور سچوں کا قدم پہلے لندن میں دکھا گیا اور
پچھے مسیح کی آواز اس کے بعد لندن میں بھیجی۔
۱۹۹

ب۔ شیخ رحمت اللہ صاحب کی یورپین بیوی سے
فرزند کا نام حضرت اقدس نے عبد اللہ رکھا اور
فرمایا۔ لندن میں اول ولد الاسلام ہے۔ ۲۲۷

لیکھرام

۱۔ لیکھرام کے کسی سے قتل کو دانے کما لازم کا جواب
کہ اگر یہ بات ہو تو میری بیرونی اور بیعت کا
سلسلہ کب چل سکتا ہے۔ ہمارے ساتھ ہزاروں
کی جماعت ہے کوئی اُن میں سے بولے کہ ہم نے
کب اہکس کو کہا تھا کہ جاکر اڑالے۔ ۲۸۶
ب۔ لیکھرام کے متعلق کشف دیکھو کشف

م

مباحثہ کا طریقہ، مباحثہ کے لئے کھلا وقت

ہو جاتی ہے۔ پھر اگر اُس کے سر کو گوبر میں دبا دیا جائے تو
وہ زندہ ہو جایا کرتی ہے۔ اسی طرح کبھی بھی۔ یہ حقیقی
موت نہیں ہوتی۔
گناہ

۱۔ گناہ سے بچنے کے لئے ہر ذرہ ہی ہے کہ خدا تعالیٰ
کا خوف دل پر ہو۔ محبت بھی ایک ذریعہ گناہ
سے بچنے کا ہے۔ مگر بہت اعلیٰ مقام ہے ۵۸
دعا شیعہ ۵۸ و ۳۱۱ - ۳۱۱

ب۔ گناہوں سے بچنے کا ایک علاج کٹھن فوٹ
میں مندرجہ نصاب کا روزانہ پڑھنا بھی ۵۹
ج۔ خدا شناسی کے بغیر گناہ کی ناپاک زندگی پر
موت وارد نہیں ہوتی جس کا پہلا نیز یقین
حاشیہ ۵۸ و ۳۴۳

د۔ گناہ کی تعریف۔ مفتی محمد صادق صاحب نے
ایک عیسائی کی کتاب گناہ کی تعریف یہ سنائی
کہ جو امر کا شناس یا شریعت کے خلاف ہو۔
اور خود غرض بھی گناہ ہے۔ حضرت اقدس نے
فرمایا۔ ہر ایک خود غرضی گناہ میں داخل نہیں جیسے
کھانا پینا وغیرہ جب تک کہ وہ خلاف کا شناس
یا شریعت نہ ہو۔ ۱۱۵

۵۔ گناہ ایک روحانی بیماری ہے۔ جب تک
اُس کی ماہیت اور تشخیص نہ کی جائے اسکا
علاج نہیں ہو سکتا۔ ۳۰۸ - ۳۰۹

و۔ اس سوال کا جواب کہ انسان کو گناہ کا خیال
کیوں پیدا ہوتا ہے اور اس کی طرف جھکتا ہے۔

رکھا جائے (۲) یکے بعد دیگرے اقرضات لئے جائیں
(۳) قواعد مقرر کئے جائیں (۴) منہاج نبوت دوسرے
فریق کو منوالیا جائے۔ (۵) فریق ثانی اپنی دوبارہ باز
سے سامعین کو دھوکا نہ دے سکے۔ ۱۵۶ و ۱۶
مجاہرات سے انسان کو کمالات حاصل
ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی راہیں کھلتی ہیں اور نفس کا
تزکیہ ہوتا ہے۔ قد افلم من رگھما اور والذین
جاہدوا دنیا لنجدیہم مہلنا ۲۸۸-۲۹۰

مجدد

۱۔ سلسلہ مجددین اللہ تعالیٰ کے وعدہ انا نحن
نزلنا الذکر وانا لہ لحاظ فلوک کے مطابق ۲
۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی الہی ہے شی کوئی
کے مطابق اس حدی کے سر پر مجدد آنا چاہیئے تھا
جو خدا کا مامور ہوتا اور اس کے الہام اور وحی
سے دعویٰ کرتا۔ ۲-۳ و ۱
۳۔ اکابر ملت کے مدعا اور کشوت و الہامات کا
ایما کہ چودھویں صدی کا مجدد مسیح موجود اور
ہمدی ہے۔ ۳

۴۔ ظہور مجدد کے لئے ضرورت زمانہ۔ اسلام پر
اندرونی اور بیرونی آفات اور ان کی تفصیل
۳-۶

۵۔ ہمدی کے سر پر مجدد دین اور مامور من اللہ
ہونے کا دعویٰ۔ ۳

مجدوب

بجے خود خدا دیوے وہ مجذوب ہوتا ہے ۴۳

محبت ذاتی کا یہ نشان ہے کہ اُسے اعمال
کی پاداش اور بہشت و دوزخ سے واسطہ نہیں ہوتا۔
وہ ایک آگ ہوتی ہے جو اندرونی نجاستوں کو جلاتی
ہے۔ جن کو بیم درجاء نہ جلا سکتے تھے۔ ۳۱۱
محدث جس طرح نبی اور رسول کی وحی محفوظ
ہوتی ہے اسی طرح محدث کی بھی۔ ۱۲۱

محمد صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ آنحضرت معلم کی سادگی اور اپنے کام کلچ خود
کرنے میں آپ کا اسوہ حسنہ ۲۴۵-۲۶
ب۔ آنحضرت معلم کا فتح مکہ کے وقت سجدہ شکر
بجالانا۔ ۶۵ حاشیہ

ج۔ استغفار۔ آنحضرت معلم کے استغفار پر
سوال و جواب۔ ۱۰۴-۱۰۵

د۔ آنحضرت افسیخ نامری کا روحانی امراض کے
صليب کرنے میں مقابلہ مجاہد اور حواشی۔
۱۱۳ و حاشیہ ۱۱۳

۱۱۔ آنحضرت معلم اور مسیح نامری کا مقابلہ اپنے پاس
مل رکھنے اور جنگ کرنے میں مسیح کا اپنے شاگردوں

کو کپڑے پہن کر تواریخ خریدنے کا حکم دینا۔ اور
آنحضرت کا فتح مکہ کے روزہ عفو عام اور اس رحم
و کرم کو دیکھ کر صب کا مسلمان ہوجانا۔ ۱۲۰

۱۲۔ مسیح پر یہود نے کفر کا فتویٰ لگایا اور مخالفین
آنحضرت معلم نے الامین اور العالمون کہا۔ ۱۱۹

و۔ آنحضرت معلم کے مسیح نامری پر احسانات کا ذکر۔
انکی الزامات بریت اور یہود انکی نبوت منوالیا و غیرہ ۱۲۱

محمد علی (مولوی)

۱۔ آپ نے عصمتِ انبیاء پر ایک پادری کے اعتراضات پیش کئے
۱۹۴۰ء یزدیکھو صفحہ ۱۰۴

ب۔ فارقلیط کے متعلق سوال - ۱۹۷

ج۔ حامد سٹو نو سلم انگریز کا غلط سنایا جس میں انہی
انگریزی زبان کی تعریف تھی۔ حضرت اقدس نے فرمایا
ایسی عمدہ انگریزی لکھنا ایک خادقِ عادت امر ہے
انگریز خیال کرتے ہیں کہ ہم نے کوئی یوہو پن دکھا ہوا
ہے۔ مولوی صاحب کا کہنا کہ یہ خدا کا فضل ہے۔ ۱۱۴

د۔ البدر اور الحکم کے ایڈیٹر کو ہدایت کہ مولوی صاحب
کو معاف کر دیا کریں۔ ۱۵۹

محمد علی (سیالکوٹی)

۱۔ پنجابی نظم جس میں الفاظِ معیت اور مشرطِ معیت
کو منظوم کیا تھا سنکر فرمایا۔ پنجابی نظموں کا مجموعہ
تیار کر کے چھاپا جاوے اور یہ گاؤں گاؤں سنائیں
تاکہ خلقِ لہند کو ہدایت ہو۔ ۱۴۲ء ۲۰۵

ب۔ مختلف مقامات و دیہات میں تبلیغ کے لئے پھرنے
کا ارشاد - ۱۹۳

محمد یوسف (حافظ) کی نیش زنی کا ذکر ۱۹۷
محمد یوسف پریل نویسن (دہشت)

۱۔ اپنے گاؤں میں حضرت اقدس کے میاں پر مولوی
عبد اللہ صاحب اور مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب
کو لے گئے۔ ۱۱۸-۱۱۹

ب۔ مباحثہ مذک کے اقراضات کا ذکر کرتے ہوئے
یہ اعتراض بھی مخالفوں کا سنایا۔ کہ تہائی آنکھ

ز۔ آنحضرت مسلم کو فارسی زبان میں الہام -

ابنِ مشت خاک را گردِ نجشم چہ کنم
محمد احسن (مولوی امرتسری)

الہام تخریج الصدوق فی القبول کا مصداق مولوی

نذیر حسین مدظلہ اقدس علی شاہ کی وفات کو بتایا تو
حضرت اقدس نے فرمایا۔ آپ نے خوب سمجھا۔ ۸۸ء ۸۹ء
محمد حسین (مولوی بٹالوی)

۱۔ محمد حسین کا عقیدہ مدبارہ مسیح و مہدی باعادت
مہدی کے متعلق اس کا اعتراف کہ کوئی حدیث
جرح سے خالی نہیں۔ ۸۶ء

ب۔ محمد حسین نے افراط کی کہ حدیث کے بغیر قرآن کو
لاٹھی سمجھا۔ ۱۱۶ء

ج۔ اُس کے ذہن پہنچانے کے ارادے سب اُس پر
اُلٹ پڑے۔ ۲۱۳-۲۱۴

د۔ مولوی محمد حسین اودھ اس کا جرح اودھ اس کے برائیں
پر اخص سے ریویلو کا ذکر۔ ۳۵۳-۳۵۴
محمد صادق صاحب (دہشت)

۱۔ حضرت اقدس نے حفاظتِ طاعون سے متعلق
الہامات کے ذکر میں مفتی صاحب مدیانت فرمایا
کہ اس کا سابقہ نوشتوں میں بھی کوئی ذکر ہے۔
تو بعد تلاش آپ نے زبور ۹۱ کو پیش کیا۔ ۴۹ء
۸۷ء و ۸۸ء

ب۔ ملک صدق کا حال دیکھنے کے لئے مفتی صاحب
کو حضور کا ارشاد - ۸۷ء

یزدیکھو صفحہ ۱۱۹، ۱۳۰، ۱۹۹

اچھی کیوں نہیں کر دیتے اور اس کا جواب از حضرت
اقدس علیہ السلام -

۱۷۱

ج۔ حضرت اقدس نے نہیں فرمایا۔ آپ ایک دینی جہاد
میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ آہستہ آہستہ اس سلسلہ
کو ایسا پھیلائیگا کہ سب پر غالب آئیگا ۱۷۱
د۔ موضع تدیں آپ کے بامیکاٹ کے ذکر پر فرمایا۔
خدا تعالیٰ آپ کو اس کا اجر دیگا اور ان کو سزا
دیگا۔

۲۳۱

محمود و بشیر ثانی

”بشیر اذل محنت بیمار تھا۔ ادب ہمارے گھر میں اس قدر
الزام نماز تھا کہ انہوں نے نماز شروع کر دی۔ جب
فارغ ہوئے تو وفات پا چکا تھا۔ انہوں نے اناطلہ
پڑھا۔ اسی وقت میرے دل میں ڈالاکیا۔ کہ اللہ تعالیٰ
ان کو نہیں اٹھائیگا جب تک اس بچہ کا بدل نہ دے لے
چنانچہ اس کی وفات کے چالیس دن بعد محمود پیدا ہوا“
۵۱

مخالفین

ا۔ مخالفین کے اشتہارات کے ذکر پر فرمایا کہ ایسے
اشتہارات کے ذریعہ بھی لوگ بیعت کرتے ہیں
ہمارے مضر نہیں۔ ابوجیل کی مخالفت ادا اسکے
مابہلہ کا ذکر۔

۱۹۵

ب۔ مخالفین کی جلد بازی کا ذکر۔ اگر خدا ترسی ادا
تقدی سے کام لیتے تو میری کتابوں کے پورے
طوبہ پڑھ لینے اور میرے پاس رہ کر میرے
طرز عمل کو دیکھنے سے پہلے کوئی رائے نہ دیتے

ان کا وجود میری بعثت کا سب سے بڑا سبب
ہے۔

۴۳۶-۴۳۷

مخالفت انبیاء

مخالفت بھی تبلیغ کا ذلیعہ ہوتی ہے۔ عرب
جو عیش و عشرت میں مستغرق تھے انکو مذہبی مباحثات
سے کیا کام تھا۔ لیکن وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے خلاف عاشق مذہب کی طرح کھڑے ہو گئے تاساری
قوموں میں آپ کی دعوت جلد پھیل جائے اسی طرح
ہماری مخالفت میں بھی یہی راہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
ہمارے سلسلہ کی اشاعت چاہتا ہے۔

۳۵۹

مد

ا۔ سید سرور شاہ صاحب اور مولوی عبداللہ صاحب
نے مباحثہ مذکی تفصیل سنائی۔ مباحثہ کی شرط کہ
بیس میں منٹ بولنا چاہیے سنکر فرمایا کہ مباحثہ
قبول نہیں کرنا چاہیے تھا۔

۱۵۵-۱۵۶

ب۔ مد کے حالات مباحثہ پر تبصرہ۔ فرمایا ایک
اعتراف کر کے لینا چاہیے۔ یہ بھی دیکھا جائے کہ
دوسرا فریق نہراج نبوت کو مانتا ہے یا نہیں۔

عبداللہ آقہم کی پیشگوئی کا ذکر پیشگوئیوں میں ملا
کا مدد و غیرت سے مل جانا۔ مسیح کی بعض پیشگوئیوں
جو پوری نہیں ہوئیں۔ صلح حدیبیہ کی موقع پر حضرت
عمرؓ کو ابتلاؤ آنا۔

۱۵۶-۱۵۸، ۱۵۹

ج۔ مباحثہ تدیں ہماری فتح ہوئی۔ دمکرتک خدا تعالیٰ
جو نشان ظاہر کرے گا شاید یہ بھی عظیم الشان
ہو جائے۔

۱۶۱، ۱۶۲

د۔ صلح حدیبیہ کی طرح یہ مباحثہ بھی فتح کی بنیاد ہی نظر آتا ہے۔
۱۴۰-۱۴۱

مدعی صادق کا ایک نشان یہ ہے کہ صادق کی محبت سید الفطرت لوگوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے۔ سادہ مدعیوں کی عزت ظاہر کرتا اور ان کی سچائی روشن کر کے دکھاتا ہے۔ ۳۵۵

مذہب کا مقابلہ

مذہب کی پہلی جڑ اور بڑھ خدا شناسی ہے۔ اس اصل پر مذہب کی شناخت کر لو۔ آریہ، عیسائی اور اسلام کا مقابلہ خدا شناسی کے لحاظ سے۔

دوسرا جزو یا اصل مذہب کا مخلوق کے حقوق ہیں اس لحاظ سے ان کی تعلیم کا مقابلہ فرمایا۔ تلاش کرو اسلام کے سوا کہیں حق نہیں ملے گا۔ اور انسان اسلام کی تعلیم کا حامل بن کر ہی پاک ہو سکتا ہے ۱۳۲-۱۳۴

مریدین

۱۔ مرتد ہونا یہ بھی ایک سنت اللہ ہے۔ موسیٰ اور عیسیٰ اور آنحضرت علیہ السلام کے وقت میں مرتد ہوئے۔ خدا کا وعدہ ہے اگر ایک جاہل یا تو بد سے ایک جماعت دیگا۔ ۳۱۲

ب۔ مسلمانوں کے عیسائی ہونے کا باعث مولویوں کا مغترین کے متعلق قتل اور کار خیر اور بے دین ہونیکا فتویٰ دینا اور ان کے لیے عقائد ہیں۔ ۴۳۴-۴۳۸

مرض مرض کی نوعیتیں۔ مرض مختلف جن کی درد محسوس ہوتی ہے۔ دوسری مرض مستوی

کہلاتی ہے۔ جیسے مرض کا داغ۔ اس کے علاج سے مرض تساہل کرتا ہے۔ ایمان جو عملی شہادت نہیں رکھتا مرض مستوی کی طرح ہے۔ ۳۱۳

مسجد اقصیٰ ہمدانی مسجد کا نام بھی اللہ تعالیٰ نے مسجد اقصیٰ رکھا کیونکہ اقصیٰ یا باعتبار بُعد زمانہ کے ہوتا ہے یا بُعد مکان کے اور الہام المسجد اقصیٰ الذی بارگنا حوالہ میں تاثیرات زمانی کو لیا ہے۔ اور برکات کا ذکر۔ ۱۲۲

مسلمان

۱۔ فیر احمدی مسلمانوں کا ایک نو مسلم پشادہ کی امدادی ہو جانے پر امدادی چندہ سے جو دکان کھول کر دی تھی اُسے واپس لے لینا۔ ۸۵
ب۔ اپنے آپ کو اُس وقت مسلمان سمجھنا چاہیے جب دل مسلمان ہو جائے۔ اور دل مسلمان نہیں ہوتا جب تک کہ لغو و لعب سے لذت حاصل کرتا ہے۔ ۳۲۱

ج۔ مسلمان اور عیسائیت۔ عیسائی پاروں نے کچھ مسلمانوں کو مرتد کیا۔ بہت کونیم عیسائی بنادیا۔ ایک بڑی تعداد طہرانہ رنگ رکھتی ہے جو اپنی طرز بود و باش اور رفتار و گفتار میں عیسائیت کے اثر سے متاثر ہیں۔ یہ نوجوانوں اور کالجوں کے تعلیم یافتہ کی جماعت ہے تیسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو ان کی وضع قطع اور لباس پسند کرتے ہیں۔ ۵۵

نیز دیکھو "مرتدین"

مسیح موعودؑ

۱۔ دلیل صداقت

دلی۔ مزدت زمانہ اور حفاظت دین کی ضرورت

اور اس خیال کی ترویج کہ دین کو کسی کی

حفاظت کی ضرورت نہیں۔ ۸۷

ب)۔ آپ کے مامور الہی ہونے پر پانچ شہادتیں

اندوئی اور سیرونی اور حدیث مجددین اور

آیت امانہ لہما فظنون اور آیت اختلاف

اور کما ارسلا الیٰ فرعون وحولا میں

موسوی اور محمدی سلسلہ میں ت ۹۔ ۱۰

ج)۔ مسیح موسوی غیر شارع اور توحید کی تکمیل کیلئے

آئے۔ اور مسیح محمدی احیاء قرآن اور تکمیل اشاعت

ہدایت کے لئے جو مطابق آیت واخرون متہم

لنما یلحقوا بہم آپ کی آمد ثانی سے ہونی تھی

اور اس کی تفصیل۔ ۱۰۔ ۱۱

د)۔ مسیح محمدی اور مسیح موسوی میں دیگر مشابہتیں۔

۱۰۔ ۱۲

ه)۔ پڑوہ کے عند کو روحانی تغیر سے مناسبت

دلقد نفعوکم اللہ بیدر دانتم افلا ۱۲

و)۔ نبی الے موعود کا زمانہ کی ایک علامت اور

انگریزی حکومت۔ ۱۲۔ ۱۳

ز)۔ آنحضرت صلی علیہ وسلم کی چٹوٹی یضم الحرب

مسیح موعود کے متعلق۔ ۱۲

۲۔ مسیح موعود اور سلسلہ کی صداقت کے دلائل

آیت اختلاف۔ مدنی پر مجدد۔ خود حویں مدنی

میں خاتم الخلفاء کا آنا۔ کسوت خسوت و مناسبت

سورۃ فاتحہ کی دعا۔ الہام و وحی کہ انیولامیں ہوں

۳۸۔ ۳۹

۳۔ مسیح موعود کی تکذیب و انکار کا نتیجہ عملہ

قرآن کی تکذیب اور آنحضرت صلی علیہ وسلم کی تکذیب لازم

آتی ہے۔ ۱۱۔ ۱۶ د ۲۶

۴۔ مسیح موعود کا اعلان۔ میں گمراہ نہیں بلکہ

مہدی ہوں۔ کا فر نہیں بلکہ اول المؤمنین کا

مصدق ہوں۔ جو کچھ میں کہتا ہوں خدا نے مجھ پر

ظاہر کیا ہے۔ ۱۶

۵۔ صداقت مسیح موعود معلوم کرنا ایک قدرتی

نمازوں میں دعا مانگنا ہے اور اس کے لئے تحریک

ایک جملہ نہ گندینگا کہ اس پر حق کھل جائیگا ۱۷

۶۔ مسیح موعود کا کام اصلاح حقہ عیسائیت

یعنی کبر صلیب، اور اس کی تفصیل۔ ۱۴۔ ۲۰

۷۔ مسیح موعود کا ظہور غلبہ صلیب کے وقت

مقرر تھا۔ ۱۹

۸۔ مسیح موعود اور سلسلہ نبوت

دلی۔ خدا تعالیٰ کا جو قانون ہمیشہ سلسلہ نبوت

اور اس کے اپنے ماموروں کے متعلق ہو اس

سے میں الگ کیونکہ ہو سکتا ہوں۔ ۳

ب)۔ میرے سلسلہ اور میرے دعویٰ کو منہا پر نبوت

پر رکھیں۔ ۳۴، ۳۹، ۴۰، ۴۶، ۴۹، ۳۱۹

۹۔ مسیح موعود اور آخر ا۔ حق افترا کرتا تو

وہ مجھے فی الفور ہلاک کر دیتا۔ مگر میرا سارا کعبہ

اُس کا اپنا کاروبار ہے۔ م ۳۵

۱۰۔ مسیح موعود کا زمانہ اور اُسکی علامات

دلی مسیح موعود کا ایک نشان دیلوے ہے۔ آیت اور حدیث کا ذکر۔ م ۵۲

(ب) کما استخلف کے وعدہ سے مسیح موعود کا

زمانہ چودھویں صدی ثابت ہوتا ہے م ۶۱

و ۲۳۵-۲۳۶

(ج) ایک عیسائی کیٹی کے نزدیک ظہور مسیح کی علامات

پوری ہو چکی ہیں۔ اسی طرح اسلامی پیشگوئیوں

اور اہل مکاشفات کے مطابق بھی یہی وقت ہے

مولوی اب تو یہ کہیں گے کہ مسیح اور مہدی کا ذکر

ہی چھوڑ دو۔ م ۲۸۶

۱۱۔ مسیح موعود اور حضرت موسیٰ کے زمانہ میں مماثلت

جیسے بنی اسرائیل سے غلامی کے دنوں میں وعدے کئے

گئے اسی طرح اس امت کے لئے بھی مماثلت ہے۔

وہی حالت غلامی کی ہے۔ اسی مماثلت کے لحاظ سے

مسیح موعود کی تبلیغ کا زمانہ چالیس سال رکھا

تھا جس طرح موسیٰ نے وہ زمین نہ پائی اسی طرح

پرتوہیت کی ارض مقدس ان مولویوں کے غیب

ہیں ہوئی۔ م ۲۳۶

۱۲۔ مسیح کا ذکر قرآن کریم میں اور اُس کا بن مریم ہونا

دلی مسیح موعود کے لئے بن مریم نام رکھنے کا راز

موعود تحریم میں کھول دیا ہے۔ کہ بن مریم صفت

ہوتا ہے۔ پھر اُس میں نفع مدح ہوتا ہے۔ براہین

میں ایسا ہی میرے ساتھ ہونا مذکور ہے اور

دوسرے الہامات۔ ۶۱-۶۲، ۳۸۵-۳۸۶

(ب) فرمایا سارا قرآن ہمارے ذکر سے بھرا ہوا ہے

غیر المغضوب علیہم سے امت میں سے مسیح

کے آنے کا استدلال۔ م ۲۸۲

(ج) سلسلہ موسویہ و سلسلہ محمدیہ کا تقابل۔ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کا سب انبیاء سے افضل ہونا۔ اس

لئے مسیح محمدی کا مسیح موسوی سے افضل ہونا

ضروری تھا۔ آخر میں کسی نالائق کو نہیں بلکہ اعلیٰ

اور افضل کو بھیجا جاتا ہے۔ م ۳۴۹-۳۸۲

(د) مومنوں کی مریم سے مثال پھر ان میں ایک کا

بن مریم ہونا۔ م ۳۸۵-۳۸۶

۱۳۔ مسیح موعود کے متبعین۔ حو صبر اور مدتی مل

میرے پیچھے آتا ہے وہ ہلاک نہ کیا جاوے گا

بلکہ غیر فانی زندگی پائیگا۔ م ۳۱

۱۴۔ مسیح موعود حکم ہو کر آئیگا۔ اُسکا فیصلہ

منظور کرو۔ م ۳۵ د ۳۶، ۸۱

۱۵۔ وعدہ الہی پر یقین۔ طاعون سے اپنی اور

الدار کی حفاظت پر یقین کامل کا اظہار کرو۔

یہ نشان دکھائیگا اور اپنے سلسلہ کی حمایت

کریگا۔ حاشیہ م ۴۸

۱۶۔ طور پر لے جانے کے معنی۔ مسیح موعود کے

اپنی جماعت کو طور پر لے جانے سے مراد کلی گاہ

حق میں لے جانا اور اپنی قوم کو تقویٰ اور طہارت

کی بلند چٹان پر قائم کرنا ہے۔ م ۴۹ حاشیہ

۱۷۔ مسیح موعود و آخرین منہم۔ کتب کے

ایک احمدی مرد اور عورت کا اخلاص اور حضور کا دُعا
فرمانا کہ خدا تعالیٰ ان کو انورین منہم میں ملائے
۱۰۳

۱۸۔ اشاعت عقائد - فرمایا - اپنے عقائد کی مختصر
فہرست چھاپ دی جاوے۔ معجزات - فرشتے
دجی - حیات و فانیسیح وغیرہ - تاجب کسی کو
اپنے عقائد سے اطلاع دینی ہو وہ بھیج دی جاوے
۱۱۲

۱۹۔ اُمّتی ہونا - دلی موعود مسیح ابن مریم کا اس
اُمت میں سے ہونا سورہ تہیم اور سورہ نور
سے ثابت ہے اور نزول کے معنی کہ برکات و
فیوض پیرا آسمان سے اُتریں گے۔ ۱۵۱-۱۵۱
(ب) بنی اسرائیل کے سلسلہ میں ایک مسیح رکھا تھا
اسی طرح اُمت محمدیہ میں ایک مسیح آنا ضروری
تھا۔ اور آنحضرت کی فضیلت اس سے ظاہر
ہوتی ہے کہ اُمت میں سے آوے۔ ۲۹۱

(ج) فرمایا - ہماری تائید کے لئے تو تین منکر
کا فی ہیں۔ بخاری کا امامک منکم۔ مسلم کا
امکم منکم اور قرآن کا منکم آیت اختلاف
میں۔ ۱۸۳

۲۰۔ اُیظیر الابد اور الحکم کو محتاط رہنے کی نصیحت
فرمایا مضامین کے تبلیغ کرنے میں ہمیشہ محتاط رہیں
کیونکہ غلط دیکھنے سے متصرف دہل چکوں گے۔ ایسے
مضامین مولوی محمد علی صاحب کو دکھایا کریں۔
۱۵۹

۲۱۔ مسیح موعود کی عربی کتب اور تحریروں
دلی عربی کتب میں غلطیوں کے اعتراض کے جواب میں
فرمایا۔ جب فصیح و بلیغ عربی نویسی میں مقابلہ سے
عاجز آجاتے ہیں تو کہتے ہیں۔ ان میں غلطیاں ہیں
حالانکہ غلطی نکالنا تو اس کا حق ہے جو زبان
پر پورا احاطہ رکھتا ہو۔ اور یہ بالمقابل عربی
نویسی کے لئے نکلتے ہی نہیں۔ میرا دل فتویٰ دیتا
ہے کہ کبھی مقابل نہ آئیں گے۔ محمد حسین جلاوی کی
مثال۔ اُس نے کہا عجب کا صلہ لام نہیں من آتا
ہے پھر اُسے کیا شرمندہ ہونا پڑا۔ حاشیہ ۱۶۱
د ۱۶۱-۱۶۲

(ب) اگر خدا تعالیٰ کی طاقت میرے ساتھ نہ ہو تو
ایک حرف بھی نہیں لکھ سکتا۔ بار بار کہتے دیکھتا
ہوں کہ ایک خدا کی رُوح ہے جو تیر ہی ہے
طبیعت محسوس کرتی ہے کہ ایک ایک حرف خدا
تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔ ۱۶۳

(ج) بہت مولوی عربی لکھتے اور اشعار بھی کہتے ہیں
لیکن ہمارے مقابل پر خدا تعالیٰ اکھڑ بان بند کر
دیتا ہے۔ ۱۶۴

(د) عربی پرچہ جاری کرنے کی خواہش۔ ۱۶۶
(ه) تصنیفات کے متعلق فرمایا - ہم قلیل ہیں مگر
ہماری طرف سے تازہ بہ تازہ کتابیں کثرت سے
نکل رہی ہیں۔ مگر ان کی طرف سے وعدہ و وعید
۳۹۳

(و) مسیح موعود انعامات - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

پیشگوئی کو پورا کرتے ہیں کہ مسیح مال دے گا اور لوگ نہ لیں گے۔ ۱۶۷

۲۲۔ عربی زبان میں الحامات ہو سکتی وجہ - ہم عربی نبی کے تابع ہیں۔ اس لئے خدا تعالیٰ حضرت دینے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق قائم رکھنے کے لئے اصل متبوع کی زبان یعنی عربی میں الہام کرتا ہے اس لئے یہ کیت دما اور مسلمانوں رسول الاملسات قومہ کے مخالف نہیں۔ ۲۹۹-۳۰۰

۲۳۔ بٹالہ میں شہادت دینے کیلئے سفر اور اس کے حالات - ۱۸۶-۱۸۷

دو بزرگوں ابوالقاسم اور ابوسعید کا ایک واقعہ ذکر کر کے فرمایا۔ اسی طرح بٹالہ میں لاٹھی کی شہادت کے لئے آنا تو کیا یہاں آنے میں ہی غرض معلوم ہوتی ہے کہ میاں نبی بخش سے ملاقات ہو گئی کچھ تبلیغ ہو جائیگی۔ لوگوں کو فائدہ پہنچے گا۔ ۱۸۸

۲۴۔ کتب کو پڑھنے کی نصیحت۔ محمد رفیق محمد کریم منگھیری کو ان کی بیعت کر لینے کے بعد فرمایا۔

ہماری کتابوں کو خوب پڑھتے رہو تا واقفیت ہو اور کشتی نوح کی تعلیم پر ہمیشہ عمل کرتے رہو ۱۸۷

۲۵۔ صد امسیہ موعود کے متعلق خوابیں۔ دو شخص کی خوابوں کا ذکر۔ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ خوابوں کے ذریعہ اطلاع دے اور خدا کے فرشتے دلوں میں ڈالتے پھرتے ہیں کہ مان لو مان لو۔ ۱۸۸

۲۶۔ احمدیوں کیلئے دعائیں۔ ایک مباحث کے انظار محبت کے کلمات پر فرمایا۔ آپ کو خوش قسمت

ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے دعاؤں کو لکھ دیئے۔ اور ان کی درخواست دعا پر فرمایا۔ میں اپنے دوستوں کیلئے بخیر وقتہ نمازوں میں دعا کرتا ہوں ۱۹۱-۱۹۲

۲۷۔ نماز جنازہ پڑھنا۔ بعد ازلے نماز جمعہ ایک احمدی بھائی مرحوم کی نماز جنازہ حضرت اقدس نے پڑھائی۔ ۲۷۱

۲۸۔ ہندو کا دست بوس کرنا۔ ایک امرتسری ہندو تاجر کا نیاز زمانہ طور پر آپ دست بوس کرنا۔ ۲۷۱-۲۷۲

۲۹۔ مسیح موعود کس قوم سے ہوگا۔ فرمایا سچ ہو گا کی بابت نہیں لکھا کہ وہ کس قوم سے ہوگا مگر ہندی کی قوم کا ذکر تھا۔ اس لئے ہندی کا زب ہونے کے دعوے بہت سے لوگوں نے کئے۔ ۳۸۲

۳۰۔ آپ کی غرض بعثت

دلی دلوں میں ایمان اور عملی حالت کو قائم کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے مجھے مبعوث کیا۔ ۳۹۵

(ب) تا تعلیم اسلام کی خوبیاں ظاہر کروں اور ان خرمیوں کا عملی ثبوت اور اس کی تاثیر دل کو دکھاؤں۔ ۳۳۸

۳۱۔ دعویٰ مامودیت۔ خدا نے مجھے مامور کیا۔ اور بھیجا ہے۔ مخالف دیکھتے کہ آیا ایسا مادی اپنے ساتھ خدا کی تائید میں اور نفرتیں رکھتا ہے یا نہیں۔ باوجود مسلمان ہو کر قرآن شریف سے فیصلہ نہیں کرتے۔ ۳۳۶-۳۳۷

۳۲۔ مسیح موعود کے دو کام۔ نشانوں کے ذریعہ

ثابت کرنا کہ عجیب اورناطق خدا ہمارا ہی ہے۔ جو
دُعائوں کو سُنتا اور جواب دیتا ہے دوسرے مذاہب
کا نہیں۔ ۳۳۸

۳۳ مسلمانوں کے اعتقادات اور ان کے جوابات
دلی دعویٰ نبوت کا الزام۔ فرمایا مجھے دعویٰ نبوت
کا الزام دیتے ہیں۔ لیکن خود انہوں نے اپنی اپنی شریعت
بنائی ہے۔ درد اور وظائف کا ذکر۔ ہزار ہا قسم
کی بدعات ان میں موجود ہیں۔ تقویٰ اور طہارت جو
اسلام کا اصل مقصود تھا ان میں مفقود ہے مسئلہ
(ج) اقوام میں مسیح کی آمد ثانی کا اقرار کیا۔
پھر اُس کے خلاف خود دعویٰ کر دیا۔

۱۱ جواب۔ کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت
نہ آوے ہم کسی امر کو جو مسلمانوں میں مروج ہے
چھوڑ نہیں سکتے۔ براہین میں عام اعتقاد کے دنگ
میں ذکر ہے۔ پھر وحی کے ذریعہ سے جو اللہ تعالیٰ
نے ہم پر کھولا ذکر کر دیا اور یہی ہماری صداقت
کی دلیل ہے۔ ۱۳۰-۱۳۲

۱۲ اس اعتراض میں ہمارا فخر ہے کہ ہم خدا کے
دکھائے بغیر نہیں دیکھتے۔ سُنائے بغیر نہیں سُنتے
اُس کے سمجھائے بغیر نہیں سمجھتے۔ آنحضرتؐ اور
حضرت یعقوبؑ کی مثالیں۔ ۱۳۱-۱۳۳

۱۳ جس عالم الغیب ہونے کا دعویٰ نہیں اور
ایسا دعویٰ کرنا ہمارے نزدیک کفر ہے۔ مسئلہ ۱۳

(ج) مسیح موعود کے تشریف میں سے ہونے اور تشریف
میں سے نہ ہونے مختلف تفسیروں پر اعتراض کا جواب۔
۱۳۵

(د) مباحثہ مذہب میں یہ بھی اعتراض کیا گیا کہ محمدؐ یوسف
صاحب پہل نویس کی آپ آنکھ اچھی کیوں نہیں
کر دیتے۔ جواب۔ آیت عبس و توتی ان
جاوہ الاغلی میں آنحضرتؐ کے ایک اندھے صحابی
کا ذکر ہے۔ اور بھی اندھے تھے آنحضرتؐ نے انکو
کیوں اچھا نہ کر دیا۔ مسئلہ ۱۴

(ه) اعتقاد کا جامع جواب۔ فرمایا۔ میں دعویٰ ہے
کہتا ہوں کہ مجھ پر کوئی ایسا اعتراض نہیں ہو سکتا
جو پہلوں پر نہ ہوا ہو۔ ۳۱۹

۳۴ - واقعات متعلقہ سیرت مسیح موعود
دلی آپ کی عادی کا ذکر۔ حاشیہ ۲۵
(ج) فرمایا۔ میں جب کوئی کام کرتا ہوں تو میری
غرض اور نیت اللہ تعالیٰ کے جلال کا انہار
ہوتی ہے۔ ۲۸

(ج) خواہ موزی طبع ہزاروں مر جادیں۔ مگر میرا جی
چاہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا جلال ظاہر ہو اور
دنیا کو پتہ لگے کہ کوئی قادر خدا موجود ہے۔
دہریت اور اتحاد اور شرک کا زور اور بظاہر
موحدین کی حالت۔ مسئلہ ۹۶

(د) مخالفین سے حق سلوک (۱) ایک مقدمہ کے
سلسلہ میں فرمایا۔ ہمارا مدعا منرا سے نہیں کہ
اُسے ضرر ہو۔ بلکہ جیسے یوسفؑ کی حقیقت
عزیز مصر کے معائنے کھل گئی ویسے ہی ہماری بھی
حقیقت کھل جائے۔ مسئلہ ۸۳

(۲) فرمایا مقدمہ باقی اچھی نہیں ہوتی۔ ۸۴

(۵) جہان نوازی اور تواضع

ہاں ہمارے ہانوں میں سے جو تکلف کرتا ہے۔
اُسے تکلیف ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے
وما نامن المتکلفین۔ جو عزت ہو۔
کہہ دیا کرو۔ ۱۶۳

(۲) جہلم سے ایک ضعیف العمر زیارت کے لئے
آئے۔ وہ چل نہیں سکتے تھے۔ حضرت اقدس
اُن کی خاطر ٹھہر گئے اور حالات دریافت
فرماتے رہے۔ ۱۶۴

(۳) غرباء کا علاج۔ فرمایا۔ اگرچہ حکیم نور الدین
صاحب کو علاج کے لئے مقرر کیا ہوا ہے مگر
بعض اپنے اعتقاد کے خیال سے مجھ سے ہی
علاج کراتے ہیں۔ آج سردرد اور ریش بھی
تھی اور مرین بھی بہت آئے۔ ۱۶۵

(۴) اخلاق عالیہ۔ اصحاب میں سے ایک نے شئی
طلب کی۔ آپ اُسی وقت اٹھ کر اندر گئے اور
خفیہ لاکر دے دی۔ ۲۹۷

(۵) کام سے نہ تھکنا (۱) لکھنے پڑھنے
وغیرہ تکلیف پر ایک دوست کے انہماک و
پر فرمایا۔ بدن تو تکلیف کے واسطے ہے۔ ۲۹۸

(۲) فرمایا۔ میرے اعضاء تو بے شک تھک جاتے
ہیں مگر دل نہیں تھکتا۔ وہ چاہتا ہے کہ کام
کئے جاؤ۔ ۲۹۹

(۳) دینی کاموں اور ضرورتوں کے لئے رات کو
تین تین بجے تک جاگنا۔ ۱۹۶

(ط) مشہرتِ نفرت جہلم تاریخ پر جانا تھا۔
ایک دوست کے عرض کرنے پر کہ اشتہار دیدیا جائے
تو لوگ اسٹیشن پر زیارت کے لئے آجائیں۔ فرمایا۔
نہیں۔ جماعت کے دوست تو آتے جاتے رہتے ہیں۔
اور دوسروں کیلئے سرد درخیزدے کا کیا فائدہ
۳۲۵ و ۳۲۶

(ی) آپ کا دنیا داری کے جشن جلوسوں وغیرہ سے
متنفق ہونا۔ ۳۲۷

(ک) اطاعت والدین۔ فرمایا۔ والد صاحب کے
حکم اور رضا مندی کے لئے اکثر مجھے خدا تعالیٰ میں
بھی جانا پڑتا تھا۔ لیکن اُن کی وفات کے بعد
ہم نے بن باتوں میں کبھی حقد نہیں لیا۔ ۳۹۳

(ل) قیامِ نیا اقامِ اہلہ۔ میان احمد دین صاحب اور
گوہر نوالہ کی عرض پر کہ اگر سفر کا ٹھیک ٹھیک
پتہ ہو جائے تو گوہر نوالہ کھانے پینے کا انتظام
کر کے حاضر رہوں۔ فرمایا۔ میں تو خدا نے ہی لے
جانا ہے ابھی کیا معلوم کس وقت جانا ہے
دیگر احباب کی بھی ایسا انتظام کرنے کی خواہش
پر فرمایا۔ دل میں جو اغراض ہیں اُن کا ثواب
میں گے۔ ۳۹۳

(م) احباب کے جذبات کا خیال۔ دو تین دن میر
بند رہنے کی وجہ سے خاک کا اڑنا قرار دیا۔
ایک صاحب کے عرض کرنے پر کہ چونکہ بعض
احباب حضور کے آگے چلتے ہیں اسلئے خاک اُڑتی
ہے فرمایا نہیں۔ بارش نہ ہونے سے یہ تکلیف

(د) شفقت - ایک صاحب کے وقت میں درد

تھا۔ حضرت اقدس نے کا بار بار بوٹی منگوائی تھی میرا صاحب اس کی درد کا ذکر کیا - تو فرمایا۔ غرض ابھی لا دیتا ہوں - مریض کے کہنے پر کہ حضور کو زحمت ہوگی۔ آپ نے قسم فرمایا اور کہا یہ کیا تکلیف ہے اور بوٹی لا کر مریض کے حواسے

۲۸۳

تھی -
حضرت مسیح موعود اور حضرت مسیح نامہری کا مقابلہ
کامیابوں اور نصرتوں پیغمبروں اور تعلیم کے لحاظ سے
جیسے آنحضرت معلم اپنے شیل مومئی سے ہر پہلو میں بڑھے
ہوئے تھے اسی طرح مسیح موعود مسیح موسوی سے
نسبت رکھتا ہے -
۱۳۱

مسیح نامہری

۱۔ مسیح نامہری اور اچھائے میت - اگر مسیح
موتے زندہ کرتے تھے تو ایسا کو کیوں زندہ
نہ کر لیا -
۲۵

ب۔ روح اللہ - مسیح نامہری کو قرآن مجید میں روح
ان کے تبرہ کے لئے کہا۔ کوئی خصوصیت نہیں۔
آدم کے لئے لغت خبیہ میں روحی کہا۔ ۶۲

ج۔ مسیح نامہری متعلق غیر احمدی عقائد کا ذکر - ۶۲
د۔ ان پر سے الزاموں اور تہمتوں کے دھوکے کیلئے
انہیں قرآن و حدیث میں مس شیطان سے پاک
قرار دیا گیا - دہن قرآن کے نزدیک ہر ایک
استہزاء مس شیطان پاک ہے - ۱۱

ہ۔ مسیح نامہری اور امام حسینؑ کا مقابلہ حوصلہ دکھانے
۱۱

و۔ مسیح نامہری کی پیدائش اور خالق عا د امور - ۱۱۵

ز۔ مسیح نامہری کا صلیب پر لٹکایا جانا قرآن شریف میں
کہاں لکھا ہے کہ تفصیل جواب کہ مسیح کو آسمان پر نہیں
اٹھایا گیا بلکہ صلیب پر لٹکایا گیا جب تارا گیا تو
زندہ تھا - دکن شبہ لہم ۱۲۲ - ۱۲۳
نیز دیکھو "صلیب"

ح۔ مسیح نامہری کی نماز جنازہ - منشی رحیم بخش عرفی نویں کا
قول سنئے پر کہ موت مسیح کا تو اعتراف کر لیا - کیا
ان کا جنازہ پڑھیں - فرمایا - جنازہ میت کے لئے
دعا ہی ہے پڑھیں کچھ حرج نہیں - ۱۲۶

ط۔ بن باب ولادت - فرمایا - ہم اس بات پر ایمان
لاتے ہیں کہ مسیح بن باب پیدا ہوئے اور بن باب
پیدا ہونے کا راز - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی آمد کی نشاوت - ۲۹۲ - ۲۹۳

ی۔ مسیح نامہری اور مسیح موعود - مسیح نامہری شاہ
توریت تھے اور ہم شارع قرآن ہیں - ۳۸۲
ک۔ مسیح نامہری اور ان کے مخالفین - مخالفوں نے انہیں
دیوانہ کہا - منکروں نے ان کا نام بطل بول یعنی کل
گندگیوں کا سردار رکھا - ۳۹
مسیح کے معنی

بہت میر کرنے والا - اگر آسمان پر مانا جاوے
تو اس کی سیاحت کا وقت کونسا ہوا؟ ۱۹۱
مسیح کے نزول اور خروج دجال کے متعلق عام
خیالات اور ان کا جواب کہ قرآن حدیث میں بعض الفاظ متعارف
کے طور پر استعمال ہوتے ہیں اور قرآن و حدیث سے اسکی تائید
۲۵ - ۲۳

مصر میں تبلیغ

ایک احمدی نے بوج کے لئے گئے تھے مصر میں
ٹھہر کر آپ کی کتب تقسیم کیں اور کتب منگوائیں۔ اور
اُس کی درخواست پر حضورؐ نے فرمایا کہ حج اگلے سال
۲۲۲-۲۲۳
کریں۔

مصلح

فردت مصلح قرآن کے ہوتے ہوئے۔ ۵۸

معجزات

- ۱۔ بہت سے معجزات انبیاء میں دوسرے لوگ بھی
شریک ہوتے ہیں۔ مگر نبی جب اُن ظاہر و
اسباب سے الگ ہو کر فعل کرتا ہے تو وہ
معجزہ ہوتا ہے۔ قرآن کی مثال۔ یسعیان کے
لئے نوحہ نرم کرنے کا معجزہ صرف اس لئے
ہے کہ اس میں اسباب عادیہ نہ تھے۔ یہ بھی
ممکن ہے کہ لوہے سے مراد شکلات و معب ہوں
جو حضرت یسعیان پر آسان ہو گئیں۔ ص ۱۲
- ب۔ جو قرآن کے بیان کردہ قانون کے خلاف ہو۔ ہم
اُس کو خادق عادت نہیں مان سکتے۔ مثلاً حقیقی
مردوں کا زندہ ہونا۔ یا خدا کا اپنے حبیب خدا
بنانا۔ یا اس جسم کے ساتھ آسمان پر چل پھ
جانا اور متعلقہ آیات۔ ۱۲۱
- ج۔ معجزات کو نبوت کی جزو رکھنے کی وجہ یہ ہے
کہ عوام فائدہ اٹھائیں۔ خواص کے لئے تو معجزات
دقائق ہی کافی ہیں۔ ۱۵۹
- د۔ انسان کا سب سے پہلا معجزہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے

تقویٰ بخشنے اور وہ پاک دل ہو۔ ۲۰۸

۵۔ معجزہ اور شعبہ میں فرق۔ شعبہ

انسان کو گمراہ کرتے ہیں۔ خدا شناسی اور معرفت
اور پاک تبدیلی پیدا کرنے سے اُن کا کوئی تعلق نہیں
اور خدا تعالیٰ کے نشانات دل پر ایک پاک اثر ملتا

ہیں۔ - حاشیہ ۲۰۸-۲۰۹

معراج

معراج ایک غیظ اٹان اکل داتم صاف کشف

تھا۔ اس میں جسم کی فردت نہیں ہوتی۔ کشف جسم
میں کسی قسم کا حجاب نہیں ہوتا اور بڑی طاقتوں والا
ہوتا ہے۔ ۱۱۸

مفتری

۱۔ میں مفتری ہوتا تو خدا مجھے فی الفور ہلاک کر
دیتا۔ مگر میرا مادا کا دوبار اُس کا اپنا کاروبار
ہے۔ ۳۵

ب۔ مفتری آخر تھاک جاتا ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ
ہمیشہ صادقوں کی تائید کرتا ہے۔ اور اُن کی
تائید میں نشان ظاہر کرتا ہے۔ مفتری آخر
ذلیل ہو کر تباہ ہو جاتا ہے۔ اور اپنی مشکوئوں
کا ذکر۔ ۳۵۵-۳۵۴

مکذب

مصدق کی حقیقت بغیر مکذب معلوم نہیں ہو سکتی
مکذّبوں کے ذریعہ ہی حقائق و معارف اور خدا تعالیٰ
کی محبت و نصرت کا پتہ ملتا ہے۔

طہارت

نکری چوڑی نہیں چاہیے قیام فی ما اقام اللہ
بھی ضروری ہے۔ ۱۲۲

طہائیکہ

۱۔ ملشکۃ اور شیطان کا عقلی ثبوت غیر السانی
میں کبھی نیکی کی طرف اور کبھی بدکاری کی طرف
تحریک ہونا اور اُس کی تفصیل ۳۲۶-۳۳۰

ب۔ رؤیت ملشکۃ سوال پر فرمایا۔ ہم تو
ہر روز دیکھتے ہیں۔ کبھی کشف میں کبھی رؤیا میں۔
اور فرشتوں کو دیکھنے کے تین واقعات ۳۳۲-۳۳۳
(۲) فرشتہ کے دیکھنے کا ایک اور واقعہ ۳۳۵
(۳) اپنے بھائی مرزا غلام قادر کی شکل پر فرشتہ
کو دیکھنا۔ اور اُس کا کہنا جنت من
حفوة الوتر۔ ۳۳۶

ج۔ جس طرح انبیاء کے صفات ہوتے ہیں اسی طرح
طہائیکہ کے بھی۔ ۳۳۵

د۔ ابو سعید عرب کے استفسار پر فرمایا۔ فرشتہ
ہر زبان بول سکتا ہے۔ ۳۳۸

ه۔ عرب صاحب کے سوال پر کہ کیا فرشتہ
من دبتک ومن نبتیک سوال کرے گا

تو اس کا جواب یاد کر لیا جائے۔ فرمایا۔ یہ
ایک ایمانی بات ہے۔ انسان جس رنگ میں
رہیں ہو گا وہی جواب اُسکے منہ سے نکلیگا۔ ۳۳۸

منہاج نبوت

۱۔ یہ سلسلہ منہاج نبوت پر چل رہا ہے ۲۹۶

ب۔ جو لوگ منہاج نبوت کو نہیں چھوڑتے وہ
ٹھوکر نہیں کھاتے۔ ۳۱۹

مواہب الرحمن

فرمایا یہ کتاب معجزہ کی طرح ٹھہرے گی اور دلوں
میں داخل ہو گئی ہے۔ جامع کتاب ہے۔ جب
نجات دل میں آتے ہیں تو دل گواہی دیتا ہے کہ اندر
فرشتہ بول رہا ہے۔ ۳۱۳

موت

دل کا پاک کرنا بھی ایک موت ہوتی ہے ۲۱۱
موزوں پر مسیح
سوئی موزوں پر بھی مسیح جائز ہے۔ ۳۰۱

مولوی

۱۔ فرمایا۔ ایسے مولویوں کی موجودگی میں سستیصال ہی
کے لئے پادریوں کی ضرورت نہیں ۱۴۱
ب۔ ہمیں سب دشتم کرنے میں مولوی عیسائیوں
کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ ۱۶۶

مومن

۱۔ مومنوں کے قرآن شریف کی رُوسے تین مدارج
ظالم مقتصد۔ سابق بالذرات اور انکی تشریح
۱۲۵ و حاشیہ ۳۸۶

ب۔ ظالم سے مراد نفس آمادہ والے۔ مقتصد نفس
تو آمد والے اور سابق بالذرات نفس مطمئنہ والے
اور اس کی تفصیل۔ ۲۵۳-۲۵۵

ج۔ مومن اور موت۔ خدا مومن پر دُور مومن
ہرگز جمع نہیں کرتا۔ ایک موت تو خدا کے واسطے

۴۔ انبیاء اور علم غیب۔ آنحضرت معلم اور انبیاء

نے کبھی دعویٰ نہیں کیا کہ وہ عالم الغیب ہیں۔

عالم الغیب ہونا خدا کی شان ہے۔ ص ۱۳۱

۵۔ اجتہادی غلطی۔ انبیاء سے اجتہادی غلطیاں

ہوتی رہیں۔ ہاں وحی میں غلطی نہیں ہوتی۔ اور

آنحضرت علی اللہ علیہ وسلم کی ایک مثال۔ ص ۱۳۱

۶۔ تماشے۔ انبیاء کبھی تماشے نہیں دکھاتے

البتہ جب ان پر شائد اور مصائب آتے ہیں

تو اللہ تعالیٰ ان کی طرف سے تماشا دکھایا کرتا

ہے۔ حضرت ابراہیم اور اپنی مثال۔ ص ۱۸۶

۷۔ انبیاء بھی تسبیح کا کام کرتے ہیں۔ ایک طرف

سے قطع کرتے ہیں اور دوسری طرف چومست

کرتے ہیں۔ ص ۱۸۷

۸۔ چراغ۔ انبیاء خدا کی شناخت کی راہ

کے چراغ ہیں۔ ص ۲۱۵

۹۔ تعلیم۔ انبیاء کی تعلیم سے جو ثبوت تعلیم ہو

وہ سچی تعلیم ہے۔ ان کا اصول ایک ہی ہوتا

ہے۔ اختلاف تب ہوتا ہے کہ اصول میں ہو

فروع میں اختلاف اختلاف نہیں کہلاتا۔ ص ۲۸۲

۱۰۔ روحانی تبدیلی۔ کسی نبی یا رسول کو یہ طاقت

نہیں کہ وہ اپنے پاس سے روحانی تبدیلی کی

طاقت دے سکے ہر ایک طاقت کا سرچشمہ

خدا ہی کی ذات ہے۔ پس ہر کیلئے دیکھنا کرنی چاہیے

۱۱۔ ثبوت صداقت۔ مذاقت انبیاء کے دُوری

اور دنیا کی مصطنع کے واسطے۔ ص ۲۸۱

۱۔ مومن اور دنیوی زندگی۔ مومن کو اس زندگی

پر ہرگز مطمئن نہیں ہونا چاہیے۔ اور بیماریوں

کا ذکر۔ ص ۲۷۶

ہمدی مہمود اور جنگ

فرمایا۔ ہمدی جنگ نہیں کریگا۔ جنہوں نے ہمدی

نام رکھا کہ جنگ کی شکست کھائی۔ مسلم کی حدیث

میں ہے کہ تلواروں کے ساتھ ان کا کوئی مقابلہ نہ کر

سکیگا۔ آخری زمانہ میں دُعاؤں سے مقابلہ ہوگا۔

اور انہیں دُعاؤں سے مخالفوں میں روحانی تبدیلی

ہو جائے گی۔ ص ۳۰۱-۳۰۲

میموریل

مدارِ مملکت پر کثرت اس کی اشاعت کرنا اضرار

ن

ناصر شاہ (سید) انہیں مخاطب کر کے فرمایا

بہت بلند رکھنی چاہیے۔ ص ۳۲۶

ناول

بعض واقعات حقہ کو ناول کے پیرایہ میں بیان

کرنا معصیت نہیں ہے۔ ص ۲۵۵

نبی جمع انبیاء

(۱) نبی دُوری باتیں لے کر آتے ہیں۔ کتاب اور سنت

ص ۲۷۶

(۲) کوئی نبی طاعون سے نہیں مرا۔ ص ۶۷

(۳) عصمت انبیاء سے متعلق چند اعتراضات کے

جوابات۔ ص ۷۵ نیز دیکھو عصمت انبیاء

ج۔ نجات کے حصول کیسے قانون یہ ہے (ان کثمتہ
تحتون اللہ غائبہ فی حبیب کمر اللہ اور من مینق
غیر اسلام دینا فلاں یقبل منہ سوائے اسلام
کے نجات جو بہشتی زندگی ہے کسی اور مذہب میں نہیں
ملتی۔ اور جو کہے کہ میں خدا کے کلام کے موا نجات
پاؤنگا وہ مشرک ہے۔ کلام خدا اور اُس کی اتباع
کے بغیر خدا سے مل جاوینکا دعویٰ کرنا گمراہی ہے۔
۲۰۶-۲۰۷

نذیر حسین مولوی (مولوی)

۱۔ ان کی وفات کی خبر آنے پر آپ کو الہام ہوا۔
مات ضال ہانگا ۶۲

ب۔ وفات مسیح کے ذکر پر فرمایا۔ قوم ابد برادری کی
عہدت ہی نے معاملے اُسے اخلاقی حق کے لئے
مجبور کیا ہوا تھا۔ سنا تھا وہ کہتے تھے کہ مجھے
ایک ایسی بات یاد ہے۔ مگر بتلاؤں تو ہزاروں
آدمی مرزا صاحب کے مرید ہو جاویں۔ یہاں تو لاکھوں
ہماری جماعت میں داخل ہو گئے۔ اب مرنے کے بعد
تو مجھے یقین ہے وہ بھی ہماری جماعت میں داخل
ہوئے ہونگے۔ اور شیخ سلیمان سے مولوی محمد اسحاق
صاحب شہید کے لئے کا ذکر۔ ۸۵-۸۶

نزول مسیح

۱۔ نزول مسیح اور نزول ایلیا میں مشابہت اور یہ کہ
نزول ایلیہ کی پیش گوئی صحیح تھی اور اُس کی
دلیل۔ ۲۵-۲۹

ثبوت ہوتے ہیں۔ اول کتب سابقہ میں اُنکا
ذکر استعارہ کے رنگ میں ضرور ہوتا ہے۔
دوسرا ثبوت نشانات میں اور یہ دونو ثبوت
میری صداقت کے بھی ہیں۔ ۴۰۲-۴۰۳
نبی بخش (میاں)

۱۔ فرمایا۔ مثالہ میں شہادت کیسے آنے کی اصل غرض
تو یہی معلوم ہوتی ہے کہ میاں نبی بخش صاحب سے
حکایت ہو جائے۔ اور تبلیغ ہو جائے۔ ۱۷۵
۲۔ نبی بخش صاحب نمبر دار پنڈو دی کی عرض پر کہ
وہ لکھا پڑھا نہیں۔ فرمایا۔ علم کیا اصل غرض
علم کی ہے۔ ۱۳۲

اور اُن کی دعا کی درخواست پر کہ حضور کی محبت
ہمارے دل میں بڑھے۔ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے جو
اخلاص اور توجہ عطا کی ہے یہ اُس کا فضل ہے
شکر کرو اور پڑھا دیگا۔ ایاک نعبد و ایاک
نستعین کا تکرار کرو۔ ایاک نستعین خدا
کے فضل اور گندہ متاع کو واپس لانا ہے
۱۳۷-۱۳۸

نجات

۱۔ نجات ایمان کے ساتھ ہے۔ مشہد حاشیہ
ب۔ نجات اپنی کوشش سے نہیں بلکہ خدا کے فضل
سے ہوا کرتی ہے۔ اور اس کے حصول کا طریق۔
اور یہ کہ وہ صرف اسلام میں ملتی ہے اور اُسکے آثار
اس دنیا میں ظاہر ہو جاتے ہیں ۲۰۶-۲۰۷

نشان اور طالعون زمینی نشان ہے۔ ۲۷۰

ح۔ ادب یہی ہے کہ نشان طلب کرنے پر ضرور نہ
اور ایسے کو خدا کبھی بے نشان نہیں چھوڑتا۔
۳۵۶

بھاپڑ کی مثال

نہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے استفسار پر حضرت
حکیم نور الدین صاحب نے فرمایا نشہ کا عادی جائیں
دن میں ہو سکتا ہے۔ ۸۹

نصاری دیکھو "عیسائی"
نصرانیت کا اثر دیکھو "عیسائیت"
نصیحت جمع نصائح

انصاف و دیانت اور خوفِ خدا کو دل میں رکھ
غور و فکر کرنے کی نصیحت جس کے بغیر انسان پُرانے
خیالات نہیں چھوڑ سکتا۔ ۱

نیر دیکھو "جماعت کو نصائح"
نعمت علی (منشی) کے کھانے کے لئے
عرض کرنے پر فرمایا۔ ہم کھانا کھا چکے ہیں نکلنے کی کیا
ضرورت ہے۔ بیعت کرنے کے بعد تم ہمارے بدن کا
جزو بن گئے پھر الگ کیا رہ گیا۔ ۱۸۲

نماز

۱۔ التزام نماز۔ فرمایا۔ ہمارے گھر میں اس قدر
التزام نماز کا ہے کہ بشیرِ اول جب شدید بیمار تھا
تو انہوں نے نماز شروع کر دی۔ جب فارغ ہوئے
تو وہ وفات پا چکا تھا۔ آپ نے انا للہ پڑھا
۱۸۵ نیر دیکھو "محور بشر ثانی"

ب۔ نزل کا لفظ ہے من السحاب نہیں لکھا۔ اہر یہ
نقلی معنی رکھتا ہے۔ نیرلی نعمت میں مسافر کو
بچتے ہیں۔ ۱۱۷

نشانات

۱۔ نشانات مزدوروں اور ابتلا کے وقت ظاہر
ہوتے ہیں۔ جبکہ ایک قسم کی جان کنڈن پیش آ
جاتی ہے۔ منجھ کے بنی اسرائیل کو سمند سے پار
لے جانے کے وقت نشان اور قتل یکھرام کے
نشان کا ذکر۔ ۹۵

ب۔ کلام کا نشان۔ فرمایا باقی نشانات اور
معجزات تو مٹ جاتے ہیں لیکن کلامِ الہی کا
نشان دائمی ہوتا ہے۔ ۱۹۶-۱۹۷

ج۔ ایک مدرسی ہندو کی آمد پر فرمایا۔ یہ بھی نشان
ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یاقوت من حق
نجم حقیق فرمایا تھا۔ ۱۹۸

د۔ ایک مولوی عبدالستار نامی کا وفات کرنا اور
تختہ تحائف پیش کرنا اور حضرت اقدس کا فرمان
یہ بھی نشان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔
یا تبتک من حل فحقیق۔ ۲۱۸

ہ۔ الہام یاقوت من حل فحقیق کے مطابق
ہر شخص جو آتا ہے اور تختہ اور زندا لاتا ہے ایک
نشان ہوتا ہے۔ اس طرح تو پچاس لاکھ تک
نشان پہنچتے ہیں۔ ۲۲۲-۲۲۳

و۔ جماعت کی ترقی کا نشان۔ ۳۷۵
ز۔ آسمانی اور زمینی نشان۔ کسوفِ خسوفِ آسمانی

۱۳۔ تمہا نماز پڑھنے کیلئے ہدایت اگر اکیلا احمدی ہو
۳۴۴

۱۴۔ نماز میں خدا تعالیٰ کا کلام اور ادعیہ مانورہ
مزد پڑھے۔ یہ ایک محبت اور تعظیم کی نشانی ہے
باقی خواہ ساری رات اپنی زبان میں دُعا کرنا ہے
اور دُعا کے وقت اپنی حالت کیسی بنائے۔ ۳۴۱

۱۵۔ جب نماز میں کوئی خطرہ پیش آوے تو اس وقت
دُعا کا سلسلہ شروع کر دے۔ ۳۴۳
۱۶۔ نماز حرام غوری وغیرہ سے چھڑاتی ہے جو خدا
سے بادیار بندیدہ دُعا ترکیہ چاہیگا تو اُسے
قوت ملے گی۔ ۳۴۲

۱۷۔ نماز ایک ایسی نیکی ہے جس کے بجالانے سے
شیطان کمزوری دُور ہوتی ہے۔ اور اسی کا نام
دُعا ہے۔ ۳۹۸

۱۸۔ دُعا مانگنے کے لئے ادب کا ہونا ضروری ہے
اسی لئے سورۃ فاتحہ میں خود دُعا کا طریق
سکھایا۔ ۳۹۹

۱۹۔ نماز سے بڑھ کر کوئی اور شے نہیں ہے جس سے
دلوں میں خدا تعالیٰ کی محبت اور عظمت کا سلسلہ
جاری رہے۔ ۴۰۱

۲۰۔ نماز میں ظاہری حرکات جسم کا فلسفہ اور جسم
و دُعا کا ایک دوسرے پر اثر۔ اور ظاہری نماز
و روزہ اگر صدق و اخلاص کے ساتھ نہ ہو تو
کچھ نہیں بچھ بدنی ریاضتیں اور مشقتیں کوئی
نور نہیں بخشیں۔ نہ سکینت و اطمینان دیکھیں

۲۔ نماز کا مغزی دُعا ہے۔ ۵۲

۳۔ نماز جس سستی دُور کرنے کا علاج خوفِ الہی

دل پر طاری کرنا ہے۔ ۵۹

۴۔ غیر از جماعت امام کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔
۲۴۱

۵۔ نماز اور استغفار دل کی غفلت کے عمدہ
علاج ہیں۔ ۲۴۵

۶۔ نماز میں ذوق معرفتِ الہی سے پیدا ہوتا ہے۔
اور اصل نماز وہی ہے جس میں خدا کو دیکھنا ہے
۳۲۰

۷۔ اصل نماز میں رب العزّة سے دُعا ہے جسکے

بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا اور نہ عاقبت
اور خوشی کا سامان مل سکتا ہے۔ ۳۲۱

۸۔ نماز میں لذت و ذوق حاصل کرنے کی دُعا۔
۳۲۲

۹۔ جمع صلاتین۔ ایک ملازم نے اپنے سخت

مزاج افسر کا ذکر کیا تو حضرت اقدس نے فرمایا
شرارتوں کے وقت خدا نے جمع صلاتین رکھا ہے
ظہر و عصر کی نمازیں جمع کر لیا کرو۔ ۳۲۳

۱۰۔ نماز جمعہ کے لئے ایک امام اور دو مقتدیوں کا
ہونا ضروری ہے۔ ۳۲۵

۱۱۔ پیشہ کے طور پر نماز پڑھنا نوالے کے پیچھے نماز
درست نہیں۔ ۳۳۷

۱۲۔ نماز حقیقی رنگ میں ادا کی جائے تو لذت

اُسے قوی ایمان لذت آتی ہے ۳۳۹ وقت ۳۷۰

اور حبیب جاہ نے انکو اندھا کر دیا اور وہ خدا سے دور ہیں۔ ۲۰۲

نوح کا طوفان دیکھو طوفانِ نوح
نور الدین صاحب دیکھ مولوی نے فرمایا
۱۔ قریشیوں سے ملک چھینا گیا۔ اس کی وجہ تکبر ہے

۲۔ آپ نے مولوی ابوالحسن کے احصائیت فرجھا پر اعتراض کو پیش کیا کہ مخالف! سے خلافت تہذیب قرار دیتے ہیں۔ ۱۳۶
نیز دیکھو "تہذیب"

نیت پر ثواب
فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کی نیت پر ثواب دیتا ہے۔ ۲۰۱
نیکی

نیکی کی جڑ یہ بھی ہے کہ دنیا کی جائز لذات اور شہوات کو بھی حد اعتدال سے زیادہ نہ لے۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ کہ میں تو ایک مسافر کی طرح ہوں۔ ۳۷۵-۳۷۶

و

والدین

۱۔ شیخ عبدالرحمن صاحب نو مسلم کو جن کے والد ہندو تھے مخاطب کر کے فرمایا۔ اسلام والدین کی خدمت سے نہیں ردکت۔ دنیوی امور میں جن سے دین کا حرج نہیں ہوتا ان کی پوری قربانیاں کرنی چاہیے۔ دل و جان سے انکی خدمت بجالاؤ۔

اس لئے نماز کے وقت اپنے وجود سے عاجز اور اداوندی کا اظہار کرو۔ ۴۲۲-۴۲۳

۲۱۔ نمازوں میں لذت کیوں نہیں آتی؟ اس لئے کہ لذت اپنے اختیار میں نہیں۔ لذت کا معیار بھی الگ الگ ہے۔ اور مثالیں۔ غرض ساری لذت اور راحت دکھ کے بعد آتی ہے۔ ایسے لوگ دیکھیں کہ وہ عبادت کیلئے کس قدر دکھ اور تکلیف اٹھاتے ہیں۔ دکھ اور تکلیف ہی تبدیل صورت کے بعد لذت ہو جاتا ہے۔ عبادت کے لئے دکھ اٹھانے سے مراد یہ ہے کہ انسان اُن کاموں سے دُکے جو عبادت کی لذت کو مُدّہ کرنے والے ہیں۔ اور پھر اُن کے مقابلہ میں نیکیاں آجائیں گی۔ ۴۲۴-۴۲۵

۲۲۔ گرت گانے یا ایسے بیانیے سے جو عبادت ہوگی۔ اُس میں نفس کی لذت تو ہوتی ہے لیکن رُوح کے لئے نہیں۔ اس سے عبادت کی اصل غرض فوت ہو جاتی ہے۔ ۴۲۴

نواب محمد علی خاں صاحب

۱۔ صاحبزادہ بشیر احمد شریف احمد امد مبارکہ بیگم کی آئین پر اُن کے ایک سوال کے جواب میں تقریر۔ ۴۱-۵۳

ب۔ البکر کوئلہ کی طرف طاعون کے متعلق آپ سے گفتگو۔ ۶۵، ۸۵، ۲۱۲
تو عظیمیا فتمہ لمحمدین کے ذکر پر فرمایا ہے

دلجوئی کر کے زیادہ اخلاق اور پاکیزہ نمونہ دکھا

کر اسلام کی صداقت کا قائل کرو۔ ۱۵۵

۲۔ ایک نووارد کو تاکید کی کہ وہ اپنے والد کے حق میں جو سخت مخالفت ہیں دُعا کیا کریں۔

اُس نے کہا۔ کرتا ہوں فرمایا توجہ سے کیا کرو

باپ کی دعا بیٹے کے واسطے ادا بیٹے کی

باپ کے واسطے قبول ہوا کرتی ہے۔ ۱۸۸

وجودی

فرمایا۔ طریق تادب یہ تھا کہ جو فرقہ بعد اور

موجود کا ہے اُس سے اُگے نہ بڑھتے۔ اور اُن کی

بد اعتقادی و بد عملی کا ذکر۔ ۲۵۱

وحی

۱۔ نبی اور رسول کی طرح محدث کی وحی بھی محفوظ

ہوتی ہے۔ ۱۲۱

ب۔ قرآن کی وحی سب سے اتنی وحی ہے۔ اور

شدت کے ساتھ اس کا نزول ہوا۔ ۱۲۲

ج۔ وحی والہام۔ کلام مجھے وحی است

وہ قرآن ہم ذکر الہام نامہ بلکہ ذکر وحی

آمدہ و قطعیت الہام و وحی یک معنی

دارد۔ ۲۲۴

د۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وحی کے کلمات

دیکھو ”الہامات“

۲۔ نزولی وحی کا نام نہ مومن بہار کی طرح ہوتا

ہے۔ جس طرح بارش کے وقت دربار

لالہ دریدہ و درشورہ بوم خمس ایسی طرح

نزولی وحی کے وقت نیکی اور بدی کے لئے

مسعد سعید اور شقی ہر قسم کی طبائع کو باہر

نکال دیتی ہے۔ ۲۲۳ - ۲۲۴

وقف زمین کا ایک طریق

ایک شخص نے زمین وقف کرنی چاہی۔ حضرت

اقدسؑ نے فرمایا۔ اس کی ایک صورت یہ ہے

کہ آپ خود آباد کریں اور کاشت وغیرہ کے انراجات

نکال کر جو بچے وہ سلسلہ کے لئے دیدیں۔ آپ کی

نیت کا ثواب تو ہو گیا۔ ۲۱۱

ولایت

ولایت ملتی نہیں جب تک انسان خدا کے

لئے موت اختیار کرنے کے لئے تیار نہ ہو جاوے

خود شناسی کے بعد خدا شناسی پیدا ہوتی ہے۔

۳۳۰ - ۳۳۱

ولد الزنا

اس میں حیا کا مادہ نہیں ہوتا ہے اس لئے

اللہ تعالیٰ نے نکاح کی بہت تاکید کی ہے۔ ۱۵۹

ولہابی

۱۔ امر تشری غزنیوں کا آپ کے بائیں ہاتھ سے

چائے پینے پر اعتراض۔ اور یہ کہ آپ نے اپنی

کتابوں میں آنحضرتؐ کی بہت تعریف کی ہے

اس قدر نہ چاہئے تھی۔ مطابق حدیث

آنحضرتؐ کا مرتبہ یونس بن موسیٰ سے زیادہ

نہیں۔ ان کے پاس چھلکا ہے مغز نہیں۔

میں نے کبھی دہلی کہا لاپسند نہیں کیا۔ ۳۲۰ - ۳۲۱

ب۔ دہابیوں نے افراط کی کہ حدیث کو قرآن پر قاضی قرار دیا۔
۲۲۶ م



ہدایت علی (حافظ) کہا کرتے تھے کہ کتابوں میں جو مسیح و ہمدی کی ہزاروں نشانیاں قائم کر رکھی ہیں وہ تو ہودی ہونے سے نہیں مجھے تو اندیشہ ہے اسوقت جبکہ وہی پڑے گا۔ ۳۳
ہدیہ عید دیکھو عید کا ہدیہ



یا جوج ماجوج
ان کے بے کانوں سے مراد جاسوسی کی مشق ہے اور سلسلہ تار و اخبار وغیرہ
۳۰۲ م
یروشلم سے مراد دارالامان - معنی وہ سلامتی کو دیکھتا ہے۔
۱۳۴ م

یسوع مسیح

ان کے بعض حالات ایک کتاب سے منفعی

محمد صادق صاحب نے سنائے۔ اور شراب اور یسوع مسیح اور اس کے متعلق گفتگو۔
۸۸ - ۹۰ م

یعقوب علی (شیخ)

شیخ یعقوب علی نے ایک شخص کے چار سوال پر ہر سنائے۔ جو امیر عیسائیوں نے کئے تھے۔ ۹۱
یقین

خدا کی ہستی پر یقین کے بغیر اعمال میں برکات ہرگز پیدا نہیں ہوتیں۔
۲۱۴ م

یورپ

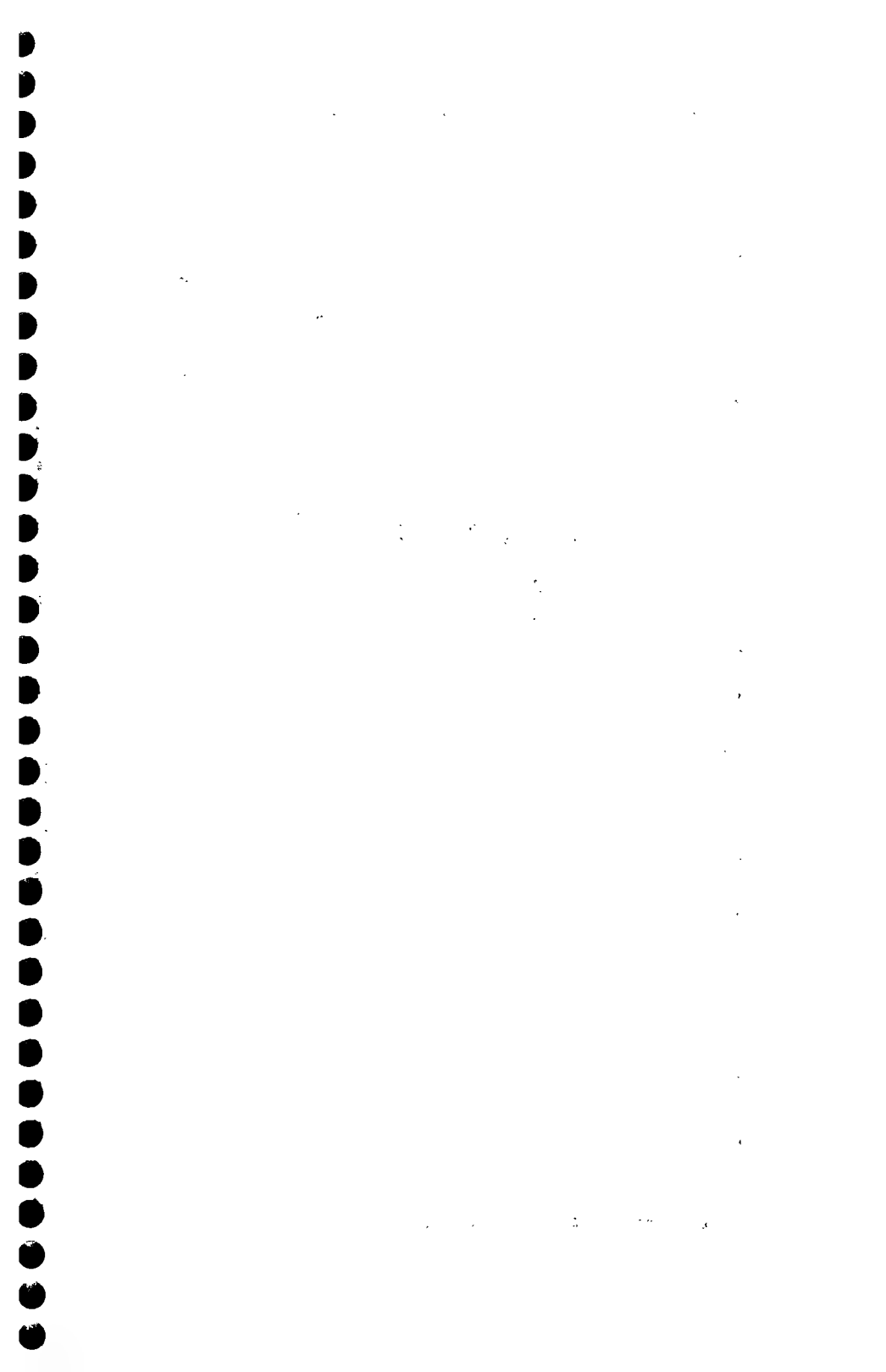
عیسائی مذہب کی عمارت تو گرنی شروع ہو گئی ہے غنقریب سوائے پادریوں کے سب لاد مذہب کہلائی گئے
۲۸۷ م

یہود اور عیسائی دونوں مذہب ہیں۔ ایک نے بڑھا دیا۔ ایک نے گھٹا دیا۔ ان کی مثال رانسیوں اور خادجیوں سے خوب ملتی ہے۔

ملفوظات

حضرت میرزا غلام احمد قادیانی
مسیح موعود و مہدی مہجود علیہ السلام

جلد ۲



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 حَمْدًا وَصَلَّى عَلَى رَسُولِ الْكَرِيمِ
 وَعَلَى عِبْدِهِ الْمُسْلِمِينَ أَمِينٍ

ملفوظات

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

جلد چہارم

کلمات طیبات حضرت امام الزمان سلمہ الرحمن

۱۳ اگست ۱۹۰۷ء کو جناب بابو غلام مصطفیٰ صاحب میونسپل کمشنر وزیر آباد، قادیان دارالامان آئے تھے۔ اس تقریب پر حضرت حجۃ اللہ علی الارض علیہ السلام نے بطور تبیین مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔ جو الحکم کی اس ادراغی اشاعتوں میں درج ہوتی ہے۔ و بحوالہ اللہ

التَّوْفِيقِ وَهُوَ خَيْرُ التَّوْفِيقِ (ایڈیٹر)
 غور و فکر کرنے کی نصیحت

اصل بات یہ ہے کہ جب تک انسان کسی بات کو خالی الذہن ہو کر نہیں سوچتا اور ہم ہموؤں پر توجہ نہیں کرتا اور غور سے نہیں سنتا۔ اس وقت تک پھلانے خیالات نہیں چھوڑ سکتا۔

حاشیہ۔ ترتیب کے لحاظ سے یہ تقریر ملفوظات جلد دوم میں درج ہونی چاہیے تھی۔ چونکہ ماں مرحوم نے اسے لکھی۔ اس لئے اب یہاں درج کی جاتی ہے۔ (مرتب)

اس لئے جب آدمی کسی نئی بات کو سُننے تو اُسے یہ نہیں چاہیئے کہ سُننے ہی اُس کی مخالفت کے لئے تیار ہو جاوے بلکہ اس کا فرض ہے کہ اُس کے سارے پہلوؤں پر پورا فکر کرے اور انصاف اور دیانت اور سب سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کے خوف کو مد نظر رکھ کر تنہائی میں اس پر سوچے۔

ہر صدی کے سر پر ایک مجدد کا ظہور

میں جو کچھ اس وقت کہنا چاہتا ہوں وہ کوئی معمولی اور سرسری نگاہ سے دیکھنے کے قابل بات نہیں بلکہ بہت بڑی اور عظیم الشان بات ہے۔ میری اپنی بنائی ہوئی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی بات ہے۔ اس لئے جو اُس کی تکذیب کے لئے جرأت اور دلیہ کرتا ہے وہ میری تکذیب نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کرتا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب پر دلیر ہوتا ہے۔ مجھے اُس کی تکذیب سے کوئی رنج نہیں ہو سکتا۔ البتہ اس پر رحم ضرور آتا ہے کہ نادان اپنی نادانی سے خدا تعالیٰ کے غضب کو بھڑکاتا ہے۔

یہ بات مسلمانوں میں ہر شخص جانتا ہے اور غالباً کسی کو بھی اس سے بے خبری نہ ہوگی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد کو بھیجتا ہے جو دین کے اس حصہ کو تازہ کرتا ہے جس پر کوئی آفت آئی ہوئی ہوتی ہے۔ یہ سلسلہ مجددوں کے بھیجنے کا اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کے موافق ہے جو اُس نے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَآلَهُ لَخَافِظُونَ میں فرمایا ہے۔ پس اس وعدہ کے موافق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی کے موافق ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے وحی پا کر فرمائی تھی، یہ ضروری ہوا کہ اس صدی کے سر پر جس میں سے اُنیس برس گزر گئے کوئی مجدد اصلاح دین اور تجدید ملت کے لئے مبعوث ہوتا۔ اس سے پہلے کہ کوئی خدا تعالیٰ کا مامور اس کے الہام اور وحی سے مطلع ہو کر اپنے آپ

کو ظاہر کرتا۔ مستعد اور سعید فطرتوں کے لئے ضروری تھا کہ وہ صدی کا سرا جابانے پر نہایت اضطراب اور بے قراری کے ساتھ اس مرد آسمانی کی تلاش کرتے اور اُس آواز کے سننے کے لئے ہر تن گوش ہو جاتے جو انہیں یہ مژدہ سناتی کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے وعدہ کے موافق آیا ہوں۔

یہ سچ ہے کہ پودھویں صدی پر اکابر امت کی نظریں لگی ہوئی تھیں اور تمام کشوف اور رؤیا اور الہامات اس امر کی طرف ایسا کرتے تھے کہ اس صدی پر آنے والا موعود عظیم انسان ہوگا جس کا نام احادیث میں مسیح موعود اور مہدی آیا ہے۔ مگر میں کہوں گا کہ جب وہ وقت آگیا اور آنے والا آگیا تو بہت تھوڑے وہ لوگ بچے جنہوں نے اُس کی آواز کو سنا۔ غرض یہ بات کوئی نزالی اور نئی نہیں ہے کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد آتا ہے۔

پودھویں صدی کا مجدد اور اُس کی ضرورت

پس اس وعدہ کے موافق ضروری تھا کہ اس صدی میں بھی جو انیس سال تک گذر چکی ہے مجدد آئے۔ اب اس دوسرے پہلو کو دیکھنا بھی ضروری ہے کہ کیا اس وقت اسلام کے لئے کوئی آفات اور مشکلات ایسی پیدا ہو گئی ہیں جو کسی مامور کیلئے داعی ہیں۔ جب ہم اس پہلو پر غور کرتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام پر اس وقت دو قسم کی آفتیں آئی ہیں۔ اندرونی اور بیرونی

اندرونی طور پر یہ حالت اسلام کی ہو گئی ہے کہ بہت سی بدعتیں اور شرک سچی توحید کی بجائے پیدا ہو گئے ہیں۔ اعمال صالحہ کی جگہ صرف چند رسومات نے لے لی ہے۔ قبر پرستی اور پیر پرستی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ وہ بجائے خود ایک مستقل شریعت ہو گئی ہے۔ مجھ کو ہمیشہ تعجب اور حیرت ہوتی ہے کہ مجھ کو یہ لوگ کہتے ہیں کہ میں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ حالانکہ اس امر کو انہوں نے نہیں سمجھا۔ کہ میں کیا کہتا ہوں مگر

اپنے گھر میں یہ لوگ غور نہیں کرتے کہ نبوت کا دعویٰ تو انہوں نے کیا ہے جنہوں نے اپنی شریعت بنالی ہے کوئی بتائے کہ وہ درد اور وظائف جو سجادہ نشین اور مختلف گدیوں والے اپنے مریدوں کو سکھاتے ہیں، میں نے ایجاد کئے ہیں؟ یا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اور سنت پر عمل کرتا ہوں اور اس پر ایک نقطہ یا شعلہ بڑھانا کفر سمجھتا ہوں۔

اور ہزار اقسام کی بدعات ہر فرقہ اور گروہ میں اپنے اپنے رنگ کی پیدا ہو چکی ہیں۔ تقویٰ اور طہارت جو اسلام کا اصل منشاء اور مقصد تھا۔ جس کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطرناک مصائب برداشت کیں جن کو بجز نبوت کے دل کے کوئی دوسرا برداشت نہیں کر سکتا وہ آج مفقود و معدوم ہو گیا ہے۔ جیل خانوں میں جا کر دیکھو کہ جرائم پیشہ لوگوں میں زیادہ تعداد کین کی ہے۔ زنا، شراب اور آلائش حقوق اور دوسرے جرائم اس کثرت سے ہو رہے ہیں کہ گویا یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ کوئی خدا نہیں۔ اگر مختلف طبقات قوم کی خرابیوں اور نقائص پر مفصل بحث کی جاوے۔ تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جاوے۔ ہر دانشمند اور غور کرنے والا انسان قوم کے مختلف افراد کی حالت پر نظر کر کے اس صیغہ اور یقینی نتیجہ پر پہنچ جاوے گا کہ وہ تقویٰ جو قرآن کریم کی علت غائی تھا جو اکرام کا اصل موجب اور ذریعہ شرافت تھا آج موجود نہیں۔ عملی حالت جس کی اشد ضرورت تھی کہ ابھی ہوتی۔ اور جو غیروں اور مسلمانوں میں مابہ الامتياز تھی، سخت کمزور اور خراب ہو گئی ہیں۔

عیسائی مذہب کی طرف سے اسلام کی مخالفت

بیرونی حصہ میں دیکھو کہ جس قدر مذاہب مختلفہ موجود ہیں۔ ان میں سے ہر ایک اسلام کو نابود کرنا چاہتا ہے۔ خصوصیت کے ساتھ عیسائی مذہب اسلام کا سخت دشمن ہے عیسائی مشنریوں اور پادریوں کی ساری کوشش اس ایک امر میں صرف ہو رہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اور جس طرح ممکن ہو اسلام کو نابود کیا جاوے اور اس قیود کو جو اسلام نے

عالم کی تھی۔ جس کے لئے اس کو بہت سی جانوں کا کفارہ دینا پڑا تھا، اُسے زہید کو کہے
 یسوع کی خلائی کا دُنیا کو قابلِ کرپا جاوے اور اس کے خون پر لعین دلیا جاوے۔ جو
 بے قیدی، آزادی اور لہاحت کی زندگی کو پیدا کرتا ہے اور اس طرح پر وہ پاک غرض
 تقویٰ و طہارت و عملی پاکیزگی کی جو اسلام کا مدعا تھا، مفقود کی جاوے عیسائی پادریوں
 نے اپنی ان اغراض میں کامیابی حاصل کرنے کے واسطے بہت سے طریقے اختیار کئے ہیں
 اور انفسوں سے کہنا پڑتا ہے کہ انہوں نے ایک لاکھ سے زیادہ مسلمانوں کو مُرتد کر لیا۔ اور
 بہت سے ہیں جن کو نیم عیسائی بنا دیا ہے اور بہت بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے جو طہارت
 طہیعت رکھتے ہیں اور اپنی طرزِ بُد و باش اور رفتار و رفتار میں عیسائیت کے اثر سے متاثر
 ہیں۔ نو جوانوں کی ایک جماعت اور مخلوق ہے جو مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوئی ہے اور
 کالوں میں اس کی تربیت ہوئی۔ وہ خدا تعالیٰ کے کلام کی بجائے فلسفہ اور طبیعیات کی
 تقدیر کرتی ہے اور اس کو مقدم اور ضروری سمجھتی ہے۔ اسلام اس کے نزدیک عرب کے
 جنگوں کے حسبِ حال تھا ان باتوں اور حالتوں کو جب میں دیکھتا ہوں اور سُنتا ہوں۔
 میں دوسروں کی بابت کچھ نہیں کہہ سکتا۔ مگر میرے دل پر سخت صدمہ ہوتا ہے کہ آج اسلام
 ان شکات اور آفتوں میں پھنسا ہوا ہے اور مسلمانوں کی اولاد کی یہ حالت ہو رہی ہے جو وہ
 اسلام کو اپنے مذاق ہی کے خلاف سمجھتے ہیں۔

تیسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو الہی حدود سے باہر تو نہیں ہوئے حلال کو حرام نہیں
 کرتے مگر وضع قطع لباس پسند کرتے ہیں۔ انہوں نے ایک قدم نصرانیت میں رکھا ہوا
 ہے۔ اب صاف سمجھ آتا ہے کہ اندونی طور پر وہ بدعات اور مشرکانہ رسوم ہیں اور بیرونی
 طور پر یہ آفتیں خصوصاً صلیبی مذہب نے جو نقصان پہنچایا ہے۔ اسلام وہ مذہب تھا کہ اگر
 ایک آدمی بھی اُس سے نکل جاتا اور مُرتد ہو جاتا تو قیامت پر پاب ہو جاتی۔ اور اب یہ حالت
 ہے کہ مُرتدوں کی انتہا ہی نہیں رہی۔ اب ان شام اور کو کیجانی طور پر کوئی عقلمند سوچے،

اور خدا کے لئے غور کرے کہ کیا خدا کی خاص تجلی کی ضرورت نہیں؟ کیا ابھی تک اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ حفاظت کے پورا ہونے کا وقت نہیں آیا۔ کہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَٰحٰفِظُوْنَ۔ اگر اس وقت اُس کی مدد اور تجلی کی ضرورت نہیں تو کوئی نہیں بتائے کہ وہ وقت کب آئے گا۔ غور کرو اور سوچو کہ ایک طرف تو واقعات یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اس قسم کی ضرورتیں پیدا ہو گئی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی خاص تجلی فرمائے اور اپنے دین کی نصرت عملی سچائیوں اور آسمانی تائیدات سے کر کے دکھاوے۔ دوسری طرف صدی نے مہر لگا دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کے موافق (جو اس کے برگزیدہ اور افضل الرسل رسول خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر جاری ہوا کہ ہر صدی کے سر پر تجہید دین کے لئے مجتہد بھیجا جاوے گا) کوئی مجتہد آنا چاہیے۔ صدی میں سے انیس برس گزر گئے مگر اب تک باوجود ان ضرورتوں کے پیدا ہوجانے کے بھی کوئی مامور مبعوث نہیں ہوا۔ تو پھر خدا کے لئے غور کرو کہ اس میں اسلام کا کیا باقی رہتا ہے؟ کیا اس سے اِنَّا لَهٗ لَٰحٰفِظُوْنَ کے وعدہ کا خلاف ثابت نہ ہوگا؟ کیا اس سے ارسال مجدد کی پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باطل نہ ہوگی؟ کیا یہ نہ پایا جائے گا۔ کہ اسلام ایسا مذہب ہے کہ اس پر ایسی آفتیں آئیں اور خدا تعالیٰ کو اس کے لئے غیرت نہ آئی؟

پیشگوئی اور ضرورت کے موافق سلسلہ قائم ہوا

اب کوئی ہمارے دعویٰ کو چھوڑے اور الگ بہنے دے مگر ان باتوں کا سوچ کر جواب دے میری تکذیب کرو گے تو اسلام کو اتھ سے تھیں دینا پڑے گا۔ مگر میں سچ کہتا ہوں کہ قرآن شریف کے وعدہ کے موافق اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی حفاظت فرمائی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پوری ہوئی۔ کیونکہ عین ضرورت کے وقت، خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے موافق خدا تعالیٰ نے یہ سلسلہ قائم کیا۔ اور یہ ثابت ہو گیا کہ صدق اللہ و رسوله اللہ تعالیٰ اور

اُس کے رسول کی باتیں سچی ہیں۔ ظالم طبع ہے وہ انسان جو ان کی تکذیب کرتا ہے۔ ۱۷

ماموریت اور مجددیت کا دعویٰ

اب میرا یہ دعویٰ کہ اس صدی پر میں تجدیدِ دین کے لئے بھیجا گیا ہوں صاف ہے میں زور سے کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مامور کیا ہے۔ اور اس پر بائیس ہیں سے زیادہ عرصہ گزر گیا ہے۔ اس قدر عرصہ تک میری تائیدوں کا ہونا یہ اللہ تعالیٰ کا الزام اور حجت ہے تم لوگوں پر۔ کیونکہ میں نے جو مجدد ہونے کا دعویٰ کیا ہے کہ میں فسادوں کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا ہوں، حدیث اور قرآن کی بنا پر کیا ہے۔ اب جو لوگ میری تکذیب کریں گے وہ میری نہیں اللہ اور اُس کے رسول کی تکذیب کریں گے۔ ان کو کوئی حق تکذیب کا نہیں پہنچتا۔ جب تک وہ میری جگہ دوسرا مصلح پیش نہ کریں کیونکہ زمانہ اور وقت بتاتا ہے کہ مصلح آنا چاہیئے کیونکہ ہر جگہ مفاسد پیدا ہو چکے ہیں۔ اور قرآن شریف کہتا ہے کہ ایسی آفتوں کے وقت حفاظتِ قرآن کے لئے مامور آتا ہے اور حدیث کہتی ہے کہ ہر صدی کے سر پر مجدد بھیجا جاتا ہے۔ پھر ضرورتیں موجود ہیں۔ اور یہ وعدے حفاظت اور تجدیدِ دین کے الگ ہیں تو ان ضرورتوں اور وعدوں کے موافق آنے والے کی تکذیب کی تو دو ہی صورتیں ہیں یا کوئی اور مصلح پیش کیا جاوے یا ان وعدوں کی تکذیب کی جاوے۔

ضرورتِ حفاظتِ دین

بعض لوگ ایسے دیکھے جاتے ہیں جو کہتے ہیں کہ حفاظت کی کوئی ضرورت نہیں ہے وہ سخت غلطی کرتے ہیں۔ دیکھو جو شخص باغ لگاتا ہے یا عمارت بناتا ہے تو کیا اس کا فرض نہیں ہوتا یا وہ نہیں چاہتا کہ اس کی حفاظت اور دشمنوں کی درت بُرد سے بچانے کے لئے ہر طرح کوشش کرے، باغات کے گرد کیسے کیسے احاطے حفاظت کے لئے بنائے جاتے ہیں اور مکانات کو آتشزدگیوں سے بچانے کے لئے نئے نئے مصالحے تیار ہوتے

ہیں۔ اور بجلی سے بچانے کے لئے کاریں لگائی جاتی ہیں۔ یہ امور اس فطرت کو ظاہر کرتے ہیں جو بالطبع حفاظت کے لئے انسانوں میں ہے پھر کیا اللہ تعالیٰ کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے دین کی حفاظت کرے؟ بے شک حفاظت کرتا ہے اور اس نے ہر بلا کے وقت اپنے دین کو بچایا ہے۔ اب بھی جبکہ ضرورت پڑی اس نے مجھے اسی لئے بھیجا ہے۔ ہاں یہ امر حفاظت کا شکوک ہو سکتا یا اس کا انکار ہو سکتا تھا۔ اگر حالات اور ضرورتیں اس کی موید نہ ہوتیں۔ مگر کئی کروڑ کتابیں اسلام کے رزم میں شائع ہو چکی ہیں۔ اور ان اشتہاروں اور دورۃ رسالوں کا تو شمار ہی نہیں ہو ہر روز اور ہفتہ وار اور ماہوار پادریوں کی طرف سے شائع ہوتے ہیں۔ ان گالیوں کو اگر جمع کیا جاوے جو ہمارے ملک کے مُرتد عیسائیوں نے سید المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی پاک ازواج کی نسبت شائع کی ہیں تو کئی کوٹے ان کتابوں سے بھر سکتے ہیں۔ اور اگر ان کو ایک دوسرے سے ملا کر رکھا جائے تو وہ کئی میل تک پہنچ جائیں۔ حماد الدین۔ صفدر علی اور شائق وغیرہ نے جیسی تحریروں شائع کی ہیں وہ کسی پر پوشیدہ نہیں۔ حماد الدین کی تحریروں کے خطرناک ہونے کا بعض افسانہ پسند عیسائیوں کو بھی اعتراف ہے۔ چنانچہ لکھنؤ سے جو ایک اخبار شمس الاخبار نکلا کرتا تھا اس میں اس کی بعض کتابوں پر یہ رائے لکھی گئی تھی کہ اگر ہندوستان میں پھر کبھی غدر ہوگا تو ایسی تحریروں سے ہوگا۔ ایسی حالتوں میں بھی کہتے ہیں کہ اسلام کا کیا بگڑا۔ ہے۔ اس قسم کی باتیں وہ لوگ کر سکتے ہیں جن کو یا تو اسلام سے کوئی تعلق اور درد نہیں اور یا وہ لوگ جنہوں نے حجروں کی تاریکی میں پرورش پائی ہے اور ان کو باہر کی دنیا کی کچھ خبر نہیں ہے۔ پس ایسے لوگ اگر ہیں تو ان کی کچھ پروا نہیں۔ ہاں وہ لوگ جو نورِ قلب رکھتے ہیں جن کو اسلام کے ساتھ محبت اور تعلق ہے اور زمانہ کے حالات سے آشنا ہیں۔ ان کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کہ یہ وقت کسی عظیم الشان مصلح کا وقت ہے۔

مامور الہی ہونے کی شہادتیں

غرض اس وقت میرے مامور ہونے پر بہت سی شہادتیں ہیں۔ اول۔ اندرونی شہادت ۱۔ دوم۔ بیرونی شہادت۔

سوم۔ صدی کے سر پر آنے والے مجدد کی نسبت حدیث صحیح۔
چہارم۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ کا وعدہ حفاظت۔

اب پانچویں اور زبردست شہادت میں اور پیش کرتا ہوں۔ اور وہ سورہ نور میں وعدہ اختلاف ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے۔ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَهَمِلُوا الصَّلَاةَ لَنَسُوْنَهُمْ فِيْ الْاَرْضِ كَمَا اَسْتَكْثَفْتُمُ الْاٰمِنِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ اس آیت میں وعدہ اختلاف کے موافق جو خلیفہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں ہوں گے وہ پہلے خلیفوں کی طرح ہوں گے۔ اسی طرح قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مشیل مونسے فرمایا گیا ہے، جیسے فرمایا۔

اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَٰهِدًا عَلٰیكُمْ كَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا مِّنْ

اور آپ مشیل مونس، استشاء کی پیشگوئی کے موافق بھی ہیں۔ پس اس مماثلت میں جیسے کما کا لفظ فرمایا گیا ہے۔ ویسے ہی سورہ نور میں کما کا لفظ ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ سلسلہ اور محمدی سلسلہ میں مشابہت اور مماثلت تاتمہ ہے۔ موسیٰ سلسلہ کے خلفا کا سلسلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر آکر ختم ہو گیا تھا۔ اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد چودھویں صدی میں آئے تھے۔ اس مماثلت کے لحاظ سے کم از کم اتنا قوضوری ہو کہ چودھویں صدی میں ایک خلیفہ اسی رنگ و قوت کا پیدا ہو جو مسیح سے مماثلت رکھتا ہو۔ اور اس کے قلب اور قدم پر ہو۔ پس اگر اللہ تعالیٰ اس امر کی اور دوسری شہادتیں اور تائیدیں نہ بھی پیش کرتا تو یہ سلسلہ مماثلت بالطبع چاہتا تھا کہ چودھویں صدی میں عیسوی بروز آپ کی امت میں ہو۔ ورنہ آپ کی مماثلت میں معاذ اللہ ایک نقص اور ضعف ثابت ہوتا لیکن اللہ

تعلے نے نہ صرف اس مماثلت کی تصدیق اور تائید فرمائی بلکہ یہ بھی ثابت کر دکھایا کہ شعیل موصی، مولیٰ سے اور تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل تر ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام جیسے اپنی کوئی شریعت لے کر نہ آئے تھے بلکہ توریت کو پورا کرنے آئے تھے۔ اسی طرح پر محمدی سلسلہ کا مسیح اپنی کوئی شریعت لے کر نہیں آیا۔ بلکہ قرآن شریف کے احیاء کے لئے آیا ہے۔ اور اس تکمیل کے لئے آیا ہے جو تکمیل اشاعت ہدایت کہلاتی ہے۔

تمام نعمت اور اکمال دین کی دو صورتیں

تکمیل اشاعت ہدایت کے متعلق یاد رکھنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو تمام نعمت اور اکمال الدین ہوا تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ اول، تکمیل ہدایت۔ دوسری تکمیل اشاعت ہدایت۔ تکمیل ہدایت من کل الوجہ آپ کی امداد اول سے ہوئی اور تکمیل اشاعت ہدایت آپ کی آمد ثانی سے ہوئی۔ کیونکہ سورہ جمعہ میں جو آخرین منہم والی آیت آپ کے فیض اور تسلیم سے ایک اور قوم کے تیار کرنے کی ہدایت کرتی ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ایک بعثت اور ہے اور یہ بعثت ہر روزی رنگ میں ہے جو اس وقت ہو رہی ہے۔ پس یہ وقت تکمیل اشاعت ہدایت کا ہے اور یہی دور ہے کہ اشاعت کے تمام ذریعے اور سلسلے مکمل ہو رہے ہیں۔ چھاپہ خانوں کی کثرت اور آئے دن ان میں نئی باتوں کا پیدا ہونا، ڈاکخانوں، تار برقیوں، ریلوں، جہازوں کا اجرا اور اخبارات کی اشاعت، ان سب امور نے بل ملا کر دنیا کو ایک شہر کے حکم میں کر دیا ہے۔ پس یہ ترقیاں بھی دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ترقیاں ہیں۔ کیونکہ اس سے آپ کی کامل ہدایت کے کمال کا دوسرا جو تکمیل اشاعت ہدایت پیدا ہوا ہے۔ مسیح موسوی اور مسیح محمدی میں مماثلت

اور یہ اسی کے موافق ہے جیسے مسیح نے کہا تھا کہ میں توریت کو پورا کرنے آیا ہوں۔

اور میں کہتا ہوں کہ میرا ایک کام یہ بھی ہے تکمیل اشاعتِ ہدایت کروں۔ غرض یہ عیسوی مماثلت بھی ہے۔

علاوہ بریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جو آفتیں پیدا ہو گئی تھیں اُسی قسم کی یہاں بھی موجود ہیں۔ اندرونی طور پر یہودیوں کی حالت بہت بگڑ گئی تھی۔ اور تاریخ سے اس امر کی شہادت ملتی ہے کہ توریت کے احکام انہوں نے چھوڑ دیئے تھے اور اس کی بجائے طالمود اور بندگوں کی روایتوں پر زیادہ زور دیتے تھے۔ اس وقت مسلمانوں میں بھی ایسی ہی حالت پیدا ہو گئی ہے۔ کتاب اللہ کو چھوڑ دیا گیا ہے اور اُس کی بجائے روایتوں اور قصوں پر زور ملا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ سلطنت کے لحاظ سے بھی ایک مماثلت ہے۔ اُس وقت رومی گورنمنٹ تھی اور اس وقت برٹش گورنمنٹ ہے جس کے عدل و انصاف کا عام شہرہ ہے۔ اور یہ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ وہ بھی چودھویں صدی میں آئے تھے اور اس وقت بھی چودھویں صدی ہے۔

ان سب کے علاوہ ایک اور بڑی بات بھی ہے جو مماثلت کو مکمل کرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت مسیحؑ اخلاقی تعلیم پر زور دیتے تھے اور موسوی جہادوں کی اصلاح کرنے آئے تھے۔ انہوں نے کوئی تلوار نہیں اٹھائی۔ مسیح موعود کے لئے بھی یہی مقرر تھا۔ کہ وہ اسلام کی خوبیوں کو تعلیم کی عملی سچائیوں سے قائم کرے اور اس اعتراض کو دور کرے جو اسلام پر اسی رنگ میں کیا جاتا ہے کہ وہ تلوار کے ذلیعہ بھیلایا گیا ہے۔ یہ اعتراض مسیح موعود کے وقت میں بالکل اٹھا دیا جائے گا۔ کیونکہ وہ اسلام کے زندہ برکات اور فیوض سے اُس کی سچائی کو دنیا پر ظاہر کرے گا اور اس سے یہ ثابت ہوگا کہ جیسے آج اس ترقی کے زمانہ میں بھی اسلام محض اپنی پاک تعلیم اور اس کے برکات اور ثمرات کے لحاظ سے مؤثر اور مفید ہے۔ ایسا ہی ہمیشہ اور ہر زمانہ میں مفید اور مؤثر پایا گیا ہے۔ کیونکہ یہ زندہ مذہب ہے۔ یہی وجہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آئے والے

مسیح موعود کی پیشگوئی فرمائی اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا یضیع الحرب وہ لڑائیوں کو اٹھا دے گا۔ اب ان ساری شہادتوں کو جمع کرو اور بتاؤ کہ کیا اس وقت ضرورت نہیں۔ کہ کوئی آسمانی مرد نازل ہو جو جب یہ مان لیا گیا کہ صدی پر عہد دانا ضروری ہے تو اس صدی پر مجتہد تو ضرور ہوگا۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مائت مونی علیہ السلام سے ہے تو اس مائت کے لحاظ سے ضروری ہے کہ اس صدی کا مجدد مسیح ہو کیونکہ مسیح چودھویں صدی پر مونی کے بعد آیا تھا اور آج کل چودھویں صدی ہے۔

چودہ کے عدد کو روحانی تغیر سے مناسبت

چودہ کے عدد کو بڑی مناسبت ہے چودھویں صدی کا چاند کھل جاتا ہے۔ اسی کیطون اللہ تعالیٰ نے ولقد نعم کما اللہ بعدہ و انتہ اذلہ میں اشارہ کیا ہے۔ یعنی ایک بدر تو وہ تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخالفوں پر فتح پائی۔ اس وقت بھی آپ کی جماعت قلیل تھی اور ایک بدر یہ ہے۔ بدر میں چودھویں صدی کی طرف اشارہ ہے۔ اس وقت بھی اسلام کی حالت اذلہ کی ہو رہی ہے۔ سو ان سارے وعدوں کے موافق اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث کیا ہے۔

انہی والے موعود کی ایک علامت اور انگریزی حکومت

احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ آنے والے موعود کے وقت دنیا ظلم اور زور سے بھری ہوئی ہوگی۔ ظلم اور زور سے یہ مراد نہیں کہ اس وقت حکومت ظالم ہوگی جو لوگ یہ سمجھتے ہیں۔ وہ سخت غلطی کرتے ہیں۔ آنے والے مسیح کے وقت میں ضروری ہے کہ سلطنت عادل ہو اور امن ہو۔ اور ہم اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہیں کہ ہم کو ایسی عادل اور امن دوست گورنمنٹ اُس نے عطا کی ہے جس کی نظیر آج دنیا کی کسی سلطنت میں نہیں ملتی ہے۔ جیسے مسیح کے زمانہ میں رومی گورنمنٹ ہوا اپنے عدل و انصاف کے لئے مشہور تھی۔ مگر ہماری گورنمنٹ رومی گورنمنٹ سے بدرجہا بہتر اور بڑھ چڑھ کر عادل ہے۔ یہاں تک کہ اس مقدمہ میں جو

جو پادری ہنری مارٹن کلارک کی طرف سے مجھ پر ہوا تھا۔ کپتان ڈگلس نے جو ان دنوں گورداسپور کا ڈپٹی کمشنر تھا۔ باوجودیکہ بعض کوتاہ اندیشوں کا یہ خیال تھا۔ لیکن اُس انصاف پسند حاکم نے اصلیت کو نکال لیا اور معلوم کر لیا کہ وہ مقدمہ بعض ادنیٰ درجہ کے آدمیوں کی چالاکی کا نتیجہ تھا۔ کپتان ڈگلس جو آج کل دہلی میں ڈپٹی کمشنر ہیں۔ ہمیشہ تک اس عظیم المثل انصاف کے باعث مشہور رہیں گے اور یہ تو گورنمنٹ کے ایک عہدہ دار کی مثال ہے اور ایسی ہزاروں لاکھوں مثالیں ہیں۔ غرض احادیث میں آیا ہے کہ جب وہ موعود آئے گا تو دنیا ظلم اور زور سے بھری ہوئی ہوگی۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ اس وقت دنیا میں شرک اور زور کا بہت زور ہوگا۔ چنانچہ اس وقت دیکھ لو کہ کیسی بُت پرستی۔ صلیب پرستی۔ مُردہ پرستی اور قسم قسم کی پرستش ہو رہی ہے اور حقیقی اور سچے خدا کو بالکل چھوڑ دیا گیا ہے۔

غور کرو اور سوچو

اب ان تمام امور کو یک جا کر کے دانشمند غور کرے کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں۔ کیا وہ اس قابل ہے کہ سرسری نگاہ سے اُسے تذکر دیا جائے؟ یا یہ کہ اس پر پورے غور اور فکر سے کام لیا جاوے۔ جو کچھ ہمارا دعوئے ہے کیا یہ صدی کے سر پر ہے یا نہیں؟ اگر ہم نہ آتے تب بھی ہر ایک عقلمند اور خدا ترس کو لازم تھا کہ وہ کسی آنے والے کی تلاش کرتا۔ کیونکہ صدی کا سر آ گیا تھا اور اب تو جبکہ بیس برس گزرنے کو ہیں اور سبھی زیادہ فکر کی ضرورت تھی۔ موجودہ فساد اپنی جگہ پکار پکار کر کہہ رہا تھا۔ کہ کوئی شخص اس کی اصلاح کے لئے آنا چاہیئے۔ عیسائیت نے وہ آزادی اور بے قیدی پھیلائی ہے جس کی کوئی حد ہی نہیں ہے اور مسلمانوں کے پھل پر جو اس کا اثر ہوا ہے۔ اُسے

دیکھ کر کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں کے بچے ہی نہیں ہیں۔

کاسر الصلیب مسیح موعود کا دوسرا نام ہے

ساری باتوں کو چھوڑ دو۔ اس صلیبی فتنہ جی کی اصلاح کے لئے جو شخص آئے گا۔ اُس کا نام کیا رکھا جائے گا یہ فتنہ بالطبع اپنی اصلاح کرنے والے کا نام کاسر الصلیب رکھتا ہے۔ اور یہ مسیح موعود کا دوسرا نام ہے۔ قرآن اور حدیث نے مختلف طریقوں پر اس مضمون کو ادا کیا ہے اور آنے والے موعود کی بشارت دی ہے اس کو خوب سمجھ لینا چاہیئے کیونکہ جب انسان ناقص طور پر سمجھتا ہے گویا کچھ نہیں سمجھتا۔ لیکن جب کامل غور اور فکر کے بعد ایک بات کو سمجھ لیتا ہے پھر مشکل ہوتا ہے کہ کوئی اسے گمراہ کر سکے۔ اس لئے میں آپ کو مشورہ دیتا ہوں کہ اس سوال کو حل کرنے کی خوب فکر کریں۔ یہ معمولی اور چھوٹی سی بات نہ سمجھیں بلکہ یہ ایمان کا معاملہ ہے جنت اور دوزخ کا سوال ہے۔

مسیح موعود کی تکذیب اور انکار کا نتیجہ

میرا انکار میرا انکار نہیں ہے بلکہ یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار ہے۔ کیونکہ جو میری تکذیب کرتا ہے وہ میری تکذیب سے پہلے معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کو جھوٹا ٹھہرا لیتا ہے جبکہ وہ دیکھتا ہے کہ اندرونی اور بیرونی فساد حد سے بڑھے ہوئے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے باوجود وعدہ اِنَّا خَنَزْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَالْخَافِقُونَ کے ان کی اصلاح کا کوئی انتظام نہ کیا جب کہ وہ اس امر پر بظاہر ایمان لاتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے آیت استخفاف میں وعدہ کیا تھا کہ موسوی سلسلہ کی طرح اس محدثی سلسلہ میں بھی خلفاء کا سلسلہ قائم کرے گا۔ مگر اُس نے معاذ اللہ اس وعدہ کو پورا نہیں کیا اور اس وقت کوئی خلیفہ اس امت میں نہیں اور نہ صرف یہاں تک ہی بلکہ اس بات سے بھی انکار کرنا پڑے گا کہ قرآن شریف نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مثیل موسیٰ قرار دیا ہے یہ بھی صحیح نہیں ہے معاذ اللہ۔ کیونکہ اس سلسلہ کی اتم مشابہت اور مماثلت کے

لئے ضروری تھا کہ اس چودھویں صدی پر اسی امت میں سے ایک مسیح پیدا ہوتا ایسی طرح پر جیسے موسیٰ سلسلہ میں چودھویں صدی پر ایک مسیح آیا۔ اور اسی طرح پر قرآن شریف کی اس آیت کو بھی جھٹلانا پڑے گا جو آخرین منهم لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ میں ایک آنیوالے احمدی بروز کی خبر دیتی ہے اور اس طرح پر قرآن شریف کی بہت سی آیتیں ہیں جن کی تکذیب لازم آئے گی بلکہ میں دعوائے سے کہتا ہوں کہ الحمد سے لے کر والناس نیک سارا قرآن چھوڑنا پڑے گا۔ پھر سوچو کہ کیا میری تکذیب کوئی آسان امر ہے۔ یہ میں از خود نہیں کہتا۔ خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حق یہی ہے کہ جو مجھے چھوڑے گا اور میری تکذیب کرے گا وہ زبان سے نہ کرے مگر اپنے عمل سے اُس نے سارے قرآن کی تکذیب کر دی اور خدا کو چھوڑ دیا۔

اس کی طرف میرے ایک الہام میں بھی اشارہ ہے۔ اَنْتَ وَتَنِي وَ اَنَا مِثْلَ بَیْشَک میری تکذیب سے خدا کی تکذیب لازم آتی ہے اور میرے اقرار سے خدا تعالیٰ کی تصدیق ہوتی اور اُس کی ہستی پر قوی ایمان پیدا ہوتا ہے اور پھر میری تکذیب میری تکذیب نہیں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہے۔ اب کوئی اس سے پہلے کہ میری تکذیب اور انکار کے لئے جرات کرے، ذرا اپنے دل میں سوچے اور اُس سے فتویٰ طلب کرے کہ وہ کس کی تکذیب کرتا ہے۔

تکذیب مسیح موعود سے انحضرت کی تکذیب لازم آنے کی وجہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیوں تکذیب ہوتی ہے؟ اس طرح پر کہ آپ نے جو وعدہ کیا تھا کہ ہر صدی کے سر پر مجدد آئے گا وہ معاذ اللہ جھوٹا نکلا۔ پھر آپ نے جو امام مکہ منکر فرمایا تھا، وہ بھی معاذ اللہ غلط ہوا ہے۔ اور آپ نے جو صلیبی وقت کا وقت ایک مسیح دہم دی کے آنے کی بشارت دی تھی وہ بھی معاذ اللہ غلط نکلی کیونکہ قنہ تو موجود ہو گیا مگر وہ آنے والا امام نہ آیا۔ اب ان باتوں کو جب کوئی تسلیم کرے گا۔ عیسیٰ طور

پر کیا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کذب ٹھہرے گا یا نہیں؟

پس پھر میں کھول کر کہتا ہوں کہ میری تکذیب آسان امر نہیں۔ مجھے کافر کہنے سے پہلے خود کافر بننا ہو گا۔ مجھے بے دین اور گمراہ کہنے میں دیر ہوگی۔ مگر پہلے اپنی گمراہی اور رُوسیاہی کو مان لینا پڑے گا۔ مجھے قرآن و حدیث کو چھوڑنے والا کہنے کے لئے پہلے خود قرآن اور حدیث کو چھوڑ دینا پڑے گا اور پھر بھی وہی چھوڑے گا۔ میں قرآن و حدیث کا مصدق و مصداق ہوں۔ میں گمراہ نہیں بلکہ مہدی ہوں۔ میں کافر نہیں بلکہ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ کا مصداق صحیح ہوں اور جو کچھ میں کہتا ہوں خدا نے مجھ پر ظاہر کیا کہ یہ سچ ہے۔ جس کو خدا پر یقین ہے جو قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق ماننا ہے۔ اس کے لئے یہی حجت کافی ہے کہ میرے مُنہ سے سُکر خاموش ہو جائے۔ لیکن جو دلیر اور بے باک ہے اس کا کیا علاج۔ خدا خود اُس کو سمجھائے گا۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ آپ خدا کے واسطے اس امر پر غور کریں اور اپنے دوستوں کو بھی وصیت کریں کہ وہ میرے معاملے میں جلدی سے کام نہ لیں۔ بلکہ نیک نیتی اور خالی الذہن ہو کر سوچیں۔

دُعا کے ذریعے حق معلوم کرنے کیلئے تحریک

اور پھر خدا تعالیٰ سے اپنی نمازوں میں دعائیں مانگیں کہ وہ اُن پر حق کھول دے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر انسان تعصب اور ضد سے پاک ہو کر حق کے اظہار کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرے گا تو ایک چلہ نہ گزرے گا کہ اس پر حق کھل جائے گا۔ مگر بہت ہی کم لوگ ہیں جو ان شرائط کے ساتھ خدا تعالیٰ سے فیصلہ چاہتے ہیں اور اس طرح پر اپنی کم سمجھی یا ضد و تعصب کی وجہ سے خدا کے دلی کارِ انکار کے ایمان سلب کر لیتے ہیں۔ کیونکہ جب دلی پر ایمان نہ رہے تو دلی جو نبوت کے لئے بطور میخ کے ہے۔ اُسے پھر نبوت کا انکار کرنا پڑتا ہے۔ اور نبی کے انکار سے خدا کا انکار ہوتا ہے۔ اور اس طرح پر بالکل ایمان سلب ہو جاتا ہے۔

مرد آسمانی کی ضرورت

اس وقت ضروری ہے کہ خوب غور کر کے دیکھا جاوے کہ کیا عیسائی فتنہ نہیں ہے جو میں کُلِّ حَدَبٍ یَنْتَسِلُونَ کا مصداق ہو کر لاکھوں انسانوں کو گمراہ کر رہا ہے اور مختلف فرقہ اس نے اپنی اشاعت کے رکھے ہیں۔ اب وقت ہے کہ اس سوال کا جواب دیا جاوے کہ اس فتنہ کی اصلاح کو قبولے کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا رکھا ہے؟ صلیب کا نور تو دن بدن بڑھ رہا ہے اور ہر جگہ اس کی چھاؤنیاں قائم ہوتی جاتی ہیں۔ مختلف میشن قائم ہو کر دُور دراز ملکوں اور اقطاعِ عالم میں پھیلتے جاتے ہیں۔ اس لئے اگر اور کوئی بھی ثبوت اور دلیل نہ ہوتی تب بھی طبعی طور پر ہم کو ماننا پڑتا کہ اس وقت ایک مُصلح کی ضرورت ہے جو اس فساد کی آگ کو بجھائے۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہم کو صرف ضروریاتِ محسوسہ مشہودہ تک ہی نہیں رکھا بلکہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و عزت کے اظہار کے لئے بہت سی پیشگوئیاں پہلے سے اس وقت کے لئے مقرر رکھی ہوئی ہیں۔ جن سے صاف پایا جاتا ہے کہ اس وقت ایک آنے والا مرد ہے اور اس کا نام مسیح موعود اور اس کا کام کسیرِ صلیب ہے۔ اب اس ترتیب کے ساتھ ہر ایک سلیم الفطرت کو اتنا تو ماننا پڑیگا۔ کہ مجھ اس تسلیم کے چارہ نہیں کہ کوئی مرد آسمانی آوے اور اس کا کام اس وقت کسیرِ صلیب ہی ہونا چاہیئے۔

کسیرِ صلیب سے مراد

لیکن غور طلب امر یہ ہے کہ یہ جو فرمایا گیا ہے کہ کسیرِ صلیب مسیح موعود کا کام ہوگا۔ اس کا کیا مطلب ہے۔ کیا وہ لکڑی کی صلیب کو توڑے گا؟ اور اس سے فائدہ کیا ہوگا؟ صاف ظاہر ہے کہ لکڑی کی صلیب کو اگر توڑتا پھرے گا تو یہ کوئی عظیم الشان کام نہیں۔ اور نہ اس کا کوئی معتد بہ فائدہ ہو سکتا ہے۔ اگر وہ لکڑی کی صلیب کو توڑے گا۔ تو اس کی بجائے سونے چاندی اور دھاتوں کی صلیبیں عیسائی بنالیں گے اور اس سے کیا نقصان ہوا۔ اور پھر حضرت

ابوبکر رضی اللہ عنہ اور یزید اور صلاح الدین نے بہت سی صلیبیں توڑیں تو کیا وہ اس ایک امر سے مسیح موعود بن گئے؟ نہیں، ہرگز نہیں۔

معلوم ہوا کہ اس سے یہ مراد ہرگز نہیں ہو سکتی کہ وہ لکڑی کی صلیب جو بعض عیسائیوں نے لٹکائی ہوئی ہے مسیح موعود توڑتا پھرے گا۔ بلکہ اس کے اندر ایک حقیقت ہے۔ اور اس حقیقت کی تائید میں حدیث کا ایک اور لفظ یضغ الحسب آیا ہے۔ یعنی مسیح موعود لڑائیوں کو اٹھا دے گا۔ اب ہمیں کوئی سمجھا دے کہ ایک طرف تو مسیح موعود کا یہ کام ہے کہ وہ لڑائی کے سلسلہ کو یک دفعہ اٹھا دے اور دین کے لئے لڑائی کا نام لینا حرام سمجھا جاوے۔

اور دوسری طرف یہ بھی صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ زمانہ امن کا زمانہ ہوگا اور سلطنت عادل سلطنت ہوگی۔ جس سے اور بھی تقویت ہوتی ہے اس منشاء کی کہ اس وقت لڑائیاں حرام ہوں گی۔ اچھا، لڑائیاں ہوں گی نہیں اور صلیب توڑنا مسیح موعود کا کام ہے۔ پھر سوچ کر دیکھو کہ ہمارے اس دعوے کی تائید صاف طور پر ہوتی ہے یا نہیں کہ صلیب توڑنے سے یہ لکڑی یا پتیل وغیرہ کی صلیبیں (جو عیسائی شرک کے طور پر گلے میں لٹکائے پھرتے ہیں) توڑنا مرا د نہیں ہے۔ بلکہ یہ لفظ ایک اور حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے اور وہ وہی ہے جو ہم لے کر آئے ہیں۔ ہم نے صاف طور پر اعلان کیا ہے کہ اس وقت جہاد حرام ہے کیونکہ جیسے مسیح موعود کا وہ کام ہے یضغ الحسب بھی اس کا کام ہے۔ اس کام کی رعایت سے ہم کو ضروری تھا کہ جہاد کے حرام ہونے کا فتویٰ صادر کریں۔ پس ہم کہتے ہیں کہ اس وقت دین کے نام سے تلوار یا ہتھیار اٹھانا حرام اور سخت گناہ ہے۔ ہم کو ان وحشی سرحدیوں پر افسوس آتا ہے کہ وہ آئے دن جہاد کے نام سے بعض وار داتیں کر کے

جو دراصل اپنا پیٹ پالنے کے لئے کرتے ہیں۔ اسلام کو بدنام کرتے ہیں۔ اور امن میں خلل ڈالنا چاہتے ہیں۔ ایک سچے مسلمان کو ان وحشیوں کے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں ہونی چاہیئے۔ تو پھر یکسر الصلیب کے کیا معنی ہیں؟ توجہ سے سننا چاہیئے کہ مسیح موعود کی

بشّت کا وقت غلبہ صلیب کے وقت ٹھہرایا گیا ہے اور وہ صلیب کو توڑنے کے لئے آئے گا۔ اب مطلب صاف ہے کہ مسیح موعود کی آمد کی غرض عیسوی دین کا ابطال کئی ہوگا۔ اور وہ حجت اور براہین کے ساتھ جن کو آسمانی تائیدات اور خوارق اور بھی قوی کر دیں گے اور صلیب پرستی کے مذہب کو باطل کر کے دکھا دے گا۔ اور اس کا باطل ہونا دنیا پر روشن ہو جائے گا اور لاکھوں ردھیں اعتراف کریں گی کہ فی الحقیقت عیسائی دین انسان کے لئے رحمت کا باعث نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری ساری توجہ اس صلیب کی طرف لگی ہوئی ہے۔ صلیب کی شکست میں کیا کوئی کسر باقی ہے؟ موت مسیح کے مسئلہ نے ہی صلیب کو پاش پاش کر دیا ہے۔ کیونکہ جب یہ ثابت ہو گیا کہ مسیح صلیب پر مرا ہی نہیں بلکہ وہ اپنی طبعی موت سے کشمیر میں آکر مرا۔ تو کوئی عقلمند ہمیں بتائے کہ اس سے صلیب کا باقی کیا رہتا ہے۔ اگر تعصب اور ضد نے بالکل ہی انسان کے دل کو تاریک اور اس کی عقل کو ناقابل فیصلہ نہ بنا دیا ہو تو ایک عیسائی کو بھی یہ اقرار کرنا پڑے گا کہ اس مسئلہ سے عیسائی دین کا سارا تار و پود اُدھر جاتا ہے

مسیح موعود کا ظہور غلبہ صلیب کے وقت مقدر تھا

غرض یہ بات بالکل صاف ہے کہ مسیح موعود کو اللہ تعالیٰ اس وقت بھیجے گا۔ جب صلیب کا غلبہ ہوگا۔ جس سے مراد یہ ہے کہ صلیبی دین کا فتنہ بڑھا ہوا ہوگا۔ اس کی اشاعت اور توسیع کے لئے ہر ایک قسم کے حیلوں کو کام میں لایا جائے گا اور دنیا میں وہ ظلم و زور جس کا دوسرے لفظوں میں شرک اور مُردہ پرستی نام ہو سکتا ہے، پھیلا یا جاوے گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ جس شخص کو بھیجے گا اس کا کام یہی ہوگا کہ اس ظلم و زور سے دنیا کو پاک کرے اور مُردہ پرستی اور صلیب پرستی کی لعنت سے دنیا کو بچائے اس طرح پر وہ صلیب کو توڑے گا۔ بظاہر یہ تناقض معلوم ہوتا ہے کہ اس کے کانوں

میں سے یضغ الحرب بھی لکھا ہے کہ وہ لڑائیاں نہ کرے گا۔ اور صلیب کے توڑنے میں لڑائیوں کی ضرورت ہے۔ یہ تناقض سطحی خیال کے آدمیوں کو نظر آتا ہے۔ جنہوں نے مسیح موعود کی آمد اور بعثت کی غرض کو ہرگز نہیں سمجھا حالانکہ یضغ الحرب کا لفظ ہی کسر صلیب کی حقیقت کو بتاتا ہے کہ اس سے مراد جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا ہے، لکڑی یا دوسری چیزوں کی صلیبوں کو توڑنا نہیں بلکہ صلیبی ملت کی شکست ہے اور ملت کی شکست یقینہ اور براہین سے ہوگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ لیهلک من هلك عن بینة۔

بہر حال ہمارے مخالف علماء جو مخالفت میں اس قدر غلو کرتے ہیں اگر ٹھنڈے دل سے اور خدا تعالیٰ کے حضور حاضر ہونے کا یقین رکھ کر ان باتوں کو سوچتے۔ تو یقیناً ان کو اس کے سوا چارہ نہ ہوتا کہ وہ میرے پیچھے ہو لیتے وہ دیکھتے کہ صدی کا سر آگیا۔ بلکہ اُس میں سے انیس سال گزرنے کو آگئے ہیں اور صدی پر مجتد کا آنا ضروری ہے ورنہ اس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب لازم آتی ہے۔

نصارے کا فتنہ اعظم الفتن ہے

اور جب وہ نصاریٰ کے فتنہ پر نظر کرتے تو ان کو نظر آتا کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی آفت اور فتنہ اسلام کے لئے کبھی پیدا نہیں ہوا ہے۔ بلکہ جب سے نبوت کا سلسلہ شروع ہوا ہے ایسا خطرناک فتنہ کبھی نہیں اُٹھا۔ فلسفیانہ رنگ میں الگ، طبی رنگ میں الگ مذہب پر زد ہے۔ ہر شخص جو کسی فن میں کسی علم میں کوئی دسترس رکھتا ہے وہ اسی پہلو سے اسلام پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ مرد، عورتیں واعظ ہیں اور وہ مختلف تدابیر سے اسلام سے بیزاری پیدا کرنی چاہتے ہیں۔ اور عیسائیت کی طرف لوگوں کو مائل کرتے ہیں۔ شفاخانوں میں جاؤ تو دیکھو گے کہ دوا کے ساتھ عیسوی دین کا وعظ ضرور کیا جاتا ہے اور بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ بعض عورتیں یا بچے شفاخانہ میں علاج کے لئے داخل ہو گئے ہیں اور پھر ان کا پتہ اس وقت تک نہیں ملا۔ جب تک وہ عیسائی ظاہر نہیں کئے گئے۔ سادھوؤں کے رنگ میں وعظ کرتے ہیں غرض کوئی

طریقہ دوسرا ملازمی کا ایسا نہیں جو اس قوم نے اختیار نہ کیا ہو۔ اب اس فتنہ پر اُن کی نگاہ ہوتی تو ان کو ماننا پڑتا کہ اس فتنہ کی اصلاح و مداخلت کے لئے کوئی شخص خدا کی طرف سے ضرور آنا چاہیئے۔ قرآن شریف سے بے توجہی اور لاپرواہی پر نظر کرتے تو کہتے کہ اِنَّالہٗ لَیٰحٰفِظُوْنَ۔ کے وعدہ کے موافق ضرور کوئی محافظ قرآن اس وقت آنا چاہیئے۔ اور پھر سلسلہ خلافت موسوی اور سلسلہ خلافت محمدی کی مشابہت پر نظر ہوتی تو ماننا پڑتا کہ اس وقت چودھویں صدی میں ایک خاتم الخلفاء ضرور آنا چاہیئے۔

اس طرح پر ایک نہیں بہت سی باتیں تھیں جو ان لوگوں کی ہدایت اور راہبری کا موجب بن سکتی تھیں مگر نفس پرستی کی وجہ سے تعصب اور ضد سے انہوں نے ان پر غور نہیں کیا۔ اور مخالفت اختیار کی۔ ان امور کا جو میں پیش کرتا ہوں وہی انکار کر سکتا ہے جو گھر سے باہر نہیں نکلتا اور حجروں ہی میں پردوش پاتا ہے۔ جو شخص کہتا ہے فتنہ نہیں ہوا تو میں اس کو متعصب ہی نہیں سمجھتا بلکہ وہ بے ادب اور گستاخ ہے جس کے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و تکریم کا خیال نہیں ہے اور اس سے بے خبر محض ہے۔ مگر عقلمند اور دین سے واقف سمجھتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اس فتنہ کو خفیف نہیں سمجھا اور حقیقت میں خفیف نہیں۔ میں بار بار اس امر پر اسی لئے زور دیتا ہوں کہ لوگوں کو اس امر پر اطلاع ملے۔ اُن کا ایک ایک پرچہ اگر دیکھا جائے تو وہ ایک ایک لاکھ نہ نکلتا ہے۔ وہ وسائل اشاعت اور تبلیغ کے جو آب پیدا ہو گئے ہیں پہلے کہاں تھے؟ اس سے پہلے رد اسلام میں ایک رسالہ تو دکھاؤ۔ مگر اس صدی میں اگر ان رسالوں اور اخباروں اور کتابوں کو جو اسلام کے خلاف لکھے گئے ہیں، ایک جگہ جمع کر دو تو ان کا اُونچا ڈھیر کئی میل تک چلا جاوے بلکہ میں بلامبالغہ کہتا ہوں کہ یہ اُونچا ڈھیر دنیا کے بلند ترین پہاڑوں کی اُونچائی سے بھی بڑھ جاوے اور اگر ان کو برابر سطح پر رکھا جاوے تو کئی میل لمبی لائن ہو۔ اس وقت اسلام شہیدانِ کربلا کی طرح دشمنوں کے نرغہ میں گھرا ہوا ہے اور اس پر بھی افسوس

ہے کہ مخالف کہتے ہیں کہ کسی شخص کی ضرورت نہیں۔ ہم مجادلہ کرنے والے سے بات کرنا نہیں چاہتے۔ اور اس سے بحث کرنا بجز تفسیع اوقات اور کچھ نہیں ہے۔ اُن جو طالبِ حق ہو وہ ہمارے پاس آئے اور یہاں رہے اور پھر ہر طرح اس کی تسلی اور اطمینان کو تیار ہیں مگر افسوس تو یہ ہے کہ اس قسم کے لوگ پائے نہیں جاتے بلکہ مخالف تو دو چار دس منٹ میں فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ گویا مذہبی تمار بازی ہے۔ اس طرح پر حق کھل نہیں سکتا۔ آپ خود سوچیں۔ کہ عیسائیت اسلام کو مغلوب کرنے کے واسطے کس قدر زور لگا رہی ہے کلکتہ کے بشپ نے لندن جا کر جو تقریر کی ہے۔ اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ کوئی آدمی گورنمنٹ انگلشیہ کا سچا خیر خواہ اور وفادار نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ عیسائی نہ ہو۔ ایسی تقریروں اور بحثوں سے کیا یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ عیسائی بنانے کے لئے کس قدر کوشش یہ لوگ کرتی چاہتے ہیں اور اُن کی نیت میں کیا ہے؟ وہ صاف چاہتے ہیں۔ کہ کوئی مسلمان نہ رہ جاوے۔ عیسائی مشنریوں نے اس امر کو بھی تسلیم کیا ہے کہ جس قدر اسلام اُن کی راہ میں روک ہے اور کوئی مذہب اُن کی راہ میں روک نہیں ہے۔ مگر یاد رکھو اللہ تعالیٰ اپنے دین کے لئے غیور ہے۔ اس نے سچ فرمایا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاَنَّا لَہٗ لِحَافِظُوْنَ۔ اس نے اس وعدہ کے موافق اپنے ذکر کی محافظت فرمائی اور مجھے مبعوث کیا۔ اور آنحضرت ﷺ کے وعدہ کے موافق کہ ہر صدی کے سر پر مجدد آتا ہے۔ اس نے مجھے صدی چہارم کا مجدد دیکھا جس کا نام کاہنہ القلیب بھی رکھا ہے۔ اگر ہم اس دعوے میں غلطی پر ہیں تو پھر سارا کاروبار نبوت کا ہی باطل ہوگا۔ اور سب وعدے جھوٹے ٹھہریں گے۔ اور پھر سب سے بڑھ کر عجیب بات یہ ہوگی کہ خدا تعالیٰ بھی جھوٹوں کی حمایت کرنے والا ثابت ہوگا۔ (معاذ اللہ) کیونکہ ہم اس سے تائیدیں پاتے ہیں اور اس کی تقرتیں ہمارے ساتھ ہیں۔

نزولِ مسیح اور وصال سے متعلق عام خیالات

اب ایک شخص کو بطور دوسرے کے یہ اعتراض گذرتا ہے کہ مسیح آسمان سے اُترے گا اور

اس کے ہاتھ میں ایک حربہ ہوگا اور وہ دجال کو جس کے ہاتھ میں خدائی کی ساری قوتیں ہوں گی اور روٹیوں کا پہاڑ اس کے ساتھ ہوگا۔ وہ قتل کرے گا۔ اور آسمان سے تو یہ بھی اُتر آئے گا مگر دمشق کے منارہ پر اُکریں گے بغیر نہ اُترے گا۔ اور دجال مُردوں کو زندہ کرے گا وغیرہ بہت سی باتیں ہیں جو نزول المسیح کے متعلق ان لوگوں نے بنا رکھی ہیں اور دجال کے لئے کہتے ہیں کہ وہ کاٹا ہوگا۔ مگر دجال اس کے لئے یہ نہیں کہہ سکے گا کہ وہ اس لئے کاٹا ہے کہ وہ خدا لاشریک ہے اور سب کو ایک ہی آنکھ سے دیکھتا ہے۔ اب ان باتوں پر اگر دانشمند غور کرے تو خود اس کو ہنسی آئے گی کہ کیا کہتے ہیں۔ ہم نے جو کچھ پیش کیا ہے وہ خیالی امور نہیں بلکہ یقینی باتیں ہیں جن کے ساتھ نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ ہیں اور تائیدات الہیہ بھی ہیں۔ جو آج نہیں سمجھتا وہ آخر سمجھے گا۔ اللہ تعالیٰ کے نور کو کوئی بجھا نہیں سکتا۔

قرآن و حدیث میں استعارات کا استعمال

یاد رکھو۔ الفاظ کے معنی کرنے میں بڑی غلطی کھاتے ہیں۔ بعض وقت الفاظ اہم ہوتے ہیں اور بعض اوقات استعارہ کے طور پر آتے ہیں جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب سے پہلے لمبے ہاتھوں والی بی بی فوت ہوں گی۔ اور آپ کے سامنے ساری بیبیوں نے باہم ہاتھ ٹاپنے بھی شروع کر دیئے اور آپ نے منع بھی نہ فرمایا۔ لیکن جب بی بی زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا۔ تو اُس کے معنی کھلے کہ لمبے ہاتھوں والی سے مراد اس بی بی سے تھی جو سب سے زیادہ سخی تھی۔ ایسا ہی اللہ تعالیٰ کے کلام میں ایسی آیتیں موجود ہیں جن کے اگر ظاہر معنی کئے جائیں تو کچھ بھی مطلب نہیں نکل سکتا۔ جیسے فرمایا من کان فی هذه اعنی ذہو فی الآخرة اعنی۔ اب آپ وزیر آباد میں ہی حافظ عبدالمثنان سے جو اس سلسلہ کا سخت دشمن ہے، دریافت کریں کہ کیا اس آیت کا کوئی بھی مطلب ہے کہ جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا اٹھایا جائے گا؟

یا ظاہر پر اس سے مراد نہیں لی جاتی، کچھ اور مطلب ہے۔ یقیناً اس کو یہی کہنا پڑے گا کہ بیشک اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہر اندھا اور نابینا قیامت کو بھی اندھا اور نابینا اُٹھے بلکہ اس سے مراد معرفت اور بصیرت کی نابینائی ہے۔

جب یہ ثابت ہے کہ الفاظ میں استعارات بھی ہوتے ہیں اور خصوصاً بیشکگوئیوں میں۔ تو پھر مسیح کے نزول کے متعلق جو بیشکگوئیوں میں الفاظ آئے ہیں، اُن کو بالکل ظاہر ہی پر حمل کر لینا کونسی دانشمندی ہے؟ یہ لوگ جو میری مخالفت کرتے ہیں ظاہر پرستی سے کام لیتے ہیں اور ظن سے کام لیتے ہیں۔ مگر یاد رکھیں کہ ان الظن لایغنی من الحق شیدئاً اور بعض الظن اثمٌ پس اگر بدظنی سے کام لیتے ہیں اور ظاہر معنوں ہی پر حمل کرتے ہیں تو پھر نابینوں کو تو نجات سے جواب ہو گا۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ لوگ کیوں ناحق ایک ایسی بات پر زور دیتے ہیں جس کے لئے اُن کے پاس کوئی یقینی ثبوت نہیں ہے۔ یہ لوگ خدا تعالیٰ کی کتابوں کی زبان سے محض ناواقف ہیں۔ اگر واقف ہوتے تو سمجھتے کہ بیشکگوئیوں میں کس قدر استعارات سے کام لیا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ سونے کے کڑے پہنے ہوئے ہیں تو اس سے مراد بھوٹے نبی تھے اور جب آپ کو گائیوں کا ذبح ہونا دکھایا گیا تو اس سے مراد صحابہ کی شہادت تھی۔ اور یہ کوئی خاص بات نہیں۔ عام طور پر قانون الہی روایا اور بیشکگوئیوں کے متعلق اس قسم کا ہے۔ دیکھو حضرت یوسفؑ کی روایا جو قرآن شریف میں ہے کیا اس سے سورج اور چاند اور ستارے مراد تھے یا مصر کی روایا جس میں گائیاں دکھائی گئی تھیں اس سے فی الواقعہ گائیں مراد تھیں یا کچھ اور؟ اس قسم کی ایک دو نہیں ہزاروں ہزار شہادتیں ملتی ہیں۔ مگر تعجب کی بات ہے کہ نزول المسیح کے معاملہ میں یہ لوگ ان کو بھول جاتے ہیں اور ظاہر الفاظ پر زور دینے لگتے ہیں۔ ان معاملات میں اختلاف کی جڑ وہی باتیں ہوا کرتی ہیں کہ مجاز اور استعارہ کو چھوڑ کر اس کو ظاہر پر حمل کر لیا جائے اور جہاں ظاہر مراد ہے وہاں استعارہ قرار دیا جائے۔ اگر

پیشگوئیوں میں محاذ اور استعارہ نہیں ہے تو پھر کسی نبی کی نبوت کا ثبوت بہت مشکل ہو جاوے گا۔

نزول ایلیا کی مثال

یہودیوں کو یہی مشکل اور آفت تو پیش آئی کیونکہ حضرت مسیح کے لئے لکھا تھا کہ اُس کے آنے سے پہلے ایلیا آئے گا چنانچہ ملاکی نبی کی کتاب میں یہ پیشگوئی بڑی صراحت سے درج ہے۔ یہودی اس پیشگوئی کے موافق منتظر تھے۔ کہ ایلیا آسمان سے آوے لیکن جب مسیح آگیا اور ایلیا آسمان سے نہ اُترا تو وہ گھبرائے۔ ※

اور یہ بتلاؤں کہ پیش آگیا کہ ایلیا آسمان سے آنا مسیح کے آنے سے پہلے ضروری ہے اب انصاف شرط ہے۔ اگر یہ فیصلہ کسی جج کے سامنے پیش ہو تو وہ بھی یہودیوں ہی کے حق میں ڈگری دے گا کیونکہ یہ صاف طور پر لکھا گیا تھا کہ ایلیا آئے گا اور اس سے پہلے کوئی نظیر اس قسم کے بروز کی اُن میں موجود نہ تھی جو مسیح نے یوحنا کو ایلیا بنایا۔ اب اگرچہ ہم ان کتابوں کی بابت تو یہی کہتے ہیں کہ لا تصدقوا ولا تکتذبوا۔ لیکن یہ بھی ساتھ ہی ضروری بات ہے کہ قرآن شریف میں یہ آیا ہے۔ فسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔

علاوہ بریں اس قصہ ایلیا کی قرآن شریف نے کہیں تکذیب اور تردید نہیں کی اور یہودی اور عیسائی دونوں قومیں بالاتفاق اس کو صحیح مانتی ہیں۔ اگر یہ قصہ صحیح نہ ہوتا۔ تو عیسائیوں کا حق تھا کہ وہ بول پڑتے اور اس کی تکذیب کرتے خصوصاً ایسی حالت میں کہ اگر اس قصہ کو غلط کہا جائے تو عیسائیوں کے لئے مشکلات سے نجات اور مخلصی ہے۔ جو اس کو صحیح مان کر ان کو پیش آتی ہیں۔ لیکن جبکہ انہوں نے تکذیب نہیں کی اور اس کو صحیح تسلیم کر لیا ہے پھر کوئی وجہ نہیں ہو سکتی کہ ہم بلاوجہ تکذیب پر آمادہ ہوں جتنی یہی

※ الحکمہ جلد ۴ نمبر ۴ ص ۱۹۱ مورخہ ۱۳ جنوری ۱۹۱۱ء

ہے کہ یہودیوں میں یہ خبر صحیح موجود تھی کہ مسیح کے آنے سے پہلے ایلیا آئے گا۔ اور اسی لئے جب مسیح آگیا تو وہ مشکلات میں پڑے اور انہوں نے مسیح سے ایلیا کے متعلق سوال کیا اور مسیح نے یوحنا کی صورت میں اس کے آنے کو تسلیم کر لیا۔ یہاں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اگر یہ پیشگوئی صحیح نہ ہوتی تو سب سے پہلے مسیح کا یہ حق تھا کہ وہ بجائے اس کے کہ یہ کہتے کہ آنے والا ایلیا یوحنا ہی ہے، یوں جواب دیتے کہ کوئی ایلیا آنے والا نہیں ہے مسیح نے اگر اس کو صحیح تسلیم نہ کیا ہوتا تو وہ یوحنا کی شکل میں ایلیا کو نہ اُتارتے۔ یہ چھوٹی اور معمولی سی بات نہیں۔ مسیح کا یہودیوں کے اس اعتراض کو مان کر اس کا جواب دینا بھی اس امر کی روشن دلیل ہے کہ وہ بجائے خود اس امر کو صحیح اور یقینی سمجھتے تھے۔ یہودیوں کا یہ حذر بہر حال قابل پذیرائی تھا اور مسیح نے اس کو قبول کر کے یہی جواب دیا کہ آنے والا ایلیا یوحنا ہی ہے۔ چاہو تو قبول کرو۔ اب اگر استعارات کچھ چیز نہیں اور خدا تعالیٰ کی پیشگوئیوں میں یہ جزو اعظم نہیں ہوتے تو پھر جیسے یہودیوں نے حضرت مسیح کی اس تاویل کو تسلیم نہیں کیا، یہ بھی انکار کریں کہ وہ فیصلہ صحیح نہیں تھا کیونکہ یہ مین پہلے بیان کر چکا ہوں کہ ایلیا والے قصہ کی مسلمان تکذیب تو کر نہیں سکتے کیونکہ قرآن شریف نے کہیں اس کی تکذیب نہیں کی اور تکذیب کے اول حقدار تو حضرت مسیح اور اُن کے متبعین ہو سکتے ہیں۔ جبکہ یہ بات ہے کہ استعارات کوئی چیز نہیں اور ہر پیشگوئی لازماً اپنے ظاہری الفاظ ہی پر پوری ہوتی ہے۔ تو پھر اُن کو گویا ماننا پڑے گا۔ یہودیوں کی طرح کہ مسیح ابھی نہیں آئے۔ اور جب مسیح کے آنے کا بھی انکار ہی ہوا تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی انکار کرنا پڑا اور اس طرح پر اسلام ہاتھ سے جاتا ہے۔ اسی لئے میں بار بار اس امر پر زور دیتا ہوں کہ میری تکذیب سے اسلام کی تکذیب لازم آتی ہے۔

اس صورت میں عقلمند سوچ سکتا ہے کہ ایلیا کے دوبارہ آنے کے قصہ کے

رنگ میں مسیح کی آمد ثانی ہے اور ان کا فیصلہ گویا چیت کورٹ کا فیصلہ ہے جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ نامراد رہتا ہے۔ اگر حضرت عیسیٰؑ نے خود اُکنا تھا تو صاف لکھ دیتے۔ کہ میں خود ہی اُڈوں گا۔ یہودی بھی تو اعتراض کرتے ہیں کہ اگر ایلیا کا مثیل اُکنا تھا تو کیوں خلد نے یہ نہ کہا کہ ایلیا کا مثیل آئے گا۔ غرض جس قدر یہ مقدمہ ایلیا کا ہے۔ اس پر اگر ایک دانشمند صفائی اور تقویٰ سے غور کرے تو صاف سمجھ آ جاتا ہے کہ کسی کے دوبارہ آنے سے کیا مراد ہوتی ہے اور وہ کس رنگ میں آیا کرتا ہے۔ دو شخص بحث کرتے ہیں ایک نظیر پیش کرتا ہے اور دوسرا کوئی نظیر پیش نہیں کرتا تو بتاؤ کس کا حق ہے کہ اس کی بات مان لی جاوے؟ یہی کہنا پڑے گا کہ ماننے کے قابل اسی کی بات ہے جو دلائل کے علاوہ اپنی بات کے ثبوت میں نظیر بھی پیش کرتا ہے۔ اب ہم تو ایلیا کا فیصلہ شدہ مقدمہ جو خود مسیح نے اپنے ہاتھ سے کیا ہے بطور نظیر پیش کرتے ہیں۔ یہ اگر اپنے دعوے میں سچے ہیں تو دو چار ایسے شخصوں کا نام لے دیں جن کی آسمان سے اُترنے کی نظیریں موجود ہیں۔ سچ کے حق میں کوئی نہ کوئی نظیر ضرور ہوتی ہے۔ اس مقدمہ میں نتیجہ طلب امر یہی ہے کہ جب کسی کے دوبارہ آنے کا وعدہ ہو تو کیا اس سے اس شخص کا پھر اُکنا مراد ہوتا ہے یا اس کا مفہوم کچھ اور ہوتا ہے اور اس کی آمد ثانی سے یہ مراد ہوتی ہے کہ کوئی اُس کا مثیل آئے گا۔ اگر اس نتیجہ طلب امر میں اُن کا دعوے سچا ہے کہ وہ شخص خود ہی اُکنا ہے تو پھر حضرت عیسیٰؑ پر جو الزام عائد ہوتا ہے اُسے دُور کر کے دکھائیں۔ اول یہ اُن کا فیصلہ فراستِ صحیحہ سے نہیں ہوا۔ اور دوسرے معاذ اللہ وہ مجموعے نبی ہیں۔ کیونکہ ایلیا تو آسمان سے آیا ہی نہیں وہ کہاں سے آگئے؟ اس صورت میں فیصلہ یہودیوں کے حق میں صادر ہوگا۔ اس کا جواب ہمارے مخالف مسلمان ہم کو ذرا دے کر تو دکھائیں۔ لیکن یہ ساری مصیبت اُن پر اس ایک امر سے آتی ہے جو کہتے ہیں کہ ہم استعاضہ نہیں مانتے اصل بات یہی ہے اور وہی فیصلہ حق ہے جو مسیحؑ نے دیا ہے کہ ایلیا کے آنے سے

مراد یہ تھی کہ اُس کی خُو اور طبیعت پر اس کا مثیل آئے گا۔ اس کے خلاف ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ مشرق یا مغرب میں پھرو اور اس کی نظیر لاؤ کہ دوبارہ آنے والا خود ہی آیا کرتا ہے۔ اس اعتقاد کو دل میں جگہ دو گے تو نتیجہ وہی ہو گا۔ کہ اسلام ہاتھ سے جانے گا۔ مسیح کو یہودیوں نے اسی وجہ سے جھوٹا قرار دیا۔ کیا ہمارے مخالف مسلمان بھی چاہتے ہیں کہ اس کو جھوٹا قرار دیں؟ پھر ایک اور اعتراض اسی قصہ کی بدولت پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر مسیح مُردوں کو زندہ کرتے تھے یا وہ قدرتیں اور طاقتیں اُن میں موجود تھیں جو اُن کی طرف منسوب کی جاتی ہیں تو پھر کیا وجہ ہوئی کہ انہوں نے ایلیا کو زندہ نہ کر لیا یا آسمان سے بہ اختیار خود نہ اُتار لیا۔ میرے مقدمہ کے فیصلہ سے پہلے میرے مخالفوں کو ضرور ہے کہ وہ اس قضیہ کو صاف کر لیں جو مسیح کو پیش آیا اور جس کا فیصلہ انہوں نے میرے حق میں کیا ہے۔ بات یہ ہے کہ بہت سی باتیں پیشگوئیوں کے طور پر نبیوں کی معرفت لوگوں کو پہنچتی ہیں۔ اور جب تک وہ اپنے وقت پر ظاہر نہ ہوں۔ ان کی بابت کوئی یقینی رائے قائم نہیں کی جاسکتی۔ لیکن جب ان کا ظہور ہوتا ہے اور حقیقت کھلتی ہے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس پیشگوئی کا یہ مفہوم اور منشا تھا۔ اور جو شخص اس کا مصداق ہو یا جس کے حق میں ہو اس کو اس کا علم دیا جاتا ہے جیسے نقیہ اور فریسی برابر ایلیا کے دوبارہ آنے کا قصہ پڑھتے رہتے تھے اور وہ نہایت شوق کے ساتھ اس کا انتظار کرتے رہے لیکن اس کی حقیقت اور اصلیت کا علم اُن کو اس وقت عطا نہ ہوا جب تک کہ خود آنے والا مسیح جس کے آنے کا وہ نشان تھا، نہ آگیا۔ پس یہ علم مسیح کو ملا اور اُس نے آکر فیصلہ کیا کہ ایلیا کی آمد سے یہ مراد ہے۔

اسی طرح پر حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے فراق میں چالیس سال تک روتے رہے۔ آخر جا کر آپ کو خبر ملی تو کہا۔ اِنِّیْ لَآجِدُ رِبِّیْمْ یُوسُفَ عِنْدَ سُلَیْمٰنَ۔ اس سے پہلے آپ کا یہ حال ہوا کہ قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے وَلَیْسُفَ عِنْدَ نَاوِکَ۔ اب تک نوبت پہنچی۔ اسی کے متعلق کیا اچھا کہا ہے۔

گئے پرسید زانِ گم کردہ فرزند
 کہ اے روشن گہر پیرِ خود مند
 ز معرشِ بُوئے پیرا من شمدی
 چرا در چاہِ کنعانش نہ دیدی؟
 ابتلاء اور اس کی غرض

یہ بہودہ باتیں نہیں ہیں بلکہ جب سے نبوت کا سلسلہ جاری ہوا ہے۔ یہی قانون چلا آیا ہے۔ قبل از وقت ابتلا ضرور آتے ہیں تاکچوں اور پتوں میں امتیاز ہو اور مومنوں اور منافقوں میں یقین فرق نمودار ہو۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ **أَحْسِبَ النَّاسَ أَنْ يَمُوتُوا أَنْ يُسْأَلُوا أَمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ**۔ یہ لوگ یہ گمان کر بیٹھے ہیں کہ وہ صرف اتنا ہی کہنے پر نجات پا جائیں کہ ہم ایمان لائے اور ان کا کوئی امتحان نہ ہو۔ یہ کبھی نہیں ہوتا۔ دنیا میں بھی امتحان اور آزمائش کا سلسلہ موجود ہے جب دنیاوی نظام میں یہ نظیر موجود ہے تو روحانی عالم میں یہ کیوں نہ ہو۔ بغیر امتحان اور آزمائش کے حقیقت نہیں کھلتی۔ آزمائش کے لفظ سے یہ بھی دھوکا نہ کھانا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کو جو عالم الغیب اور یلیم السر والنجی ہے۔ امتحان یا آزمائش کی ضرورت ہے اور ہر دو امتحان اور آزمائش کے اس کو کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ ایسا خیال کرنا نہ صرف غلطی بلکہ کفر کی حد تک پہنچتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان صفات کا انکار ہے۔ امتحان یا آزمائش سے اصل غرض یہ ہوتی ہے۔ کہ تا حقائقِ خفیہ کا اظہار ہو جاوے اور شخص زیر امتحان پر اس کی حقیقت ایمان منکشف ہو کر اسے معلوم ہو جاوے کہ وہ کہاں تک اللہ کے ساتھ صدق و اخلاص و وفا رکھتا ہے اور ایسا ہی دوسرے لوگوں کو اس کی غیو میں پر اطلاع رہے۔ پس یہ خیالی باطل ہے۔ اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ جو امتحان کرتا ہے تو اس سے پایا جاتا ہے کہ اس کو علم نہیں۔ اس کو تو

ذره ذرہ کا علم ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ ایک آدمی کی ایسانی کیفیتوں کے اظہار کے لئے اس پر ابتلا آدیں اور وہ امتحان کی پگلی میں پیسا جاوے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

ہر بلا کہیں قوم را حق دادہ اند
زیر آں گنج کرم بہدادہ اند

ابتلاؤں اور امتحانوں کا آنا ضروری ہے۔ بغیر اس کے کشفِ حقائق نہیں ہوتا۔ یہودی قوم کے لئے یہ ابتلا جو مسیح کی آمد تھا۔ بہت ہی بڑا تھا۔ اور جب کبھی خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی مامور آتا ہے ضرور ہے کہ وہ ابتلاؤں کو لے کر آوے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی قریت میں مثیل مومنہ والی موجود ہے۔ لیکن کیا کہتے والے نہیں کہتے۔ کہ کیوں اللہ تعالیٰ نے پورا نام لے کر نہ بتایا اور سارا پتہ نہ دے دیا۔ کہ وہ عبد اللہ کے گھر میں آمنہ کے پیٹ سے پیدا ہوگا اور اسماعیلی سلسلہ میں ہوگا۔ تیرے بھائیوں کا لفظ کیل کہہ دیا اصل بات یہ ہے کہ اگر ایسی ہی صراحت سے بتا دیا جاتا تو پھر ایمان ایمان نہ رہتا دیکھو اگر ایک شخص پہلی رات کا چاند دیکھ کر بتا دے تو وہ تیز نظر کہلا سکتا ہے۔ لیکن اگر کوئی چودھویں کا چاند دیکھ کر کہدے کہ میں نے بھی چاند دیکھ لیا ہے۔ تو کیا لوگ اس پر نہیں گے نہیں؟ یہی حال خدا تعالیٰ کے نبیوں اور رسولوں کی شناخت کے وقت ہوتا ہے۔ جو لوگ قرآنِ قویہ سے شناخت کر لیتے اور ایمان لے آتے ہیں۔ وہ اول المؤمنین ٹھہرتے ہیں۔ اُن کے مدارج اور مراتب بڑے ہوتے ہیں۔ لیکن جب اُن کا صدقِ آفتاب کی طرح کھل جاتا ہے اور اُن کی ترقی کا دریا بہہ نکلتا ہے تو پھر ماننے والے عوام الناس کہلاتے ہیں۔

جب خدا تعالیٰ کا ہمیشہ سے ایک قانون سلسلہ نبوت کے متعلق چلا آتا ہے۔ اور اس کے اپنے ماموروں کے ساتھ یہی سنت ہے تو میں اس سے الگ کیونکر ہو سکتا ہوں پس اگر ان لوگوں کے دل میں بُخل اور ہمت نہیں تو میری بات سنیں اور میرے پیچھے ہو لیں پھر دیکھیں کہ کیا خدا تعالیٰ اُن کو تاریکی میں چھوٹا ہے یا نور کی طرف لے جاتا ہے؟

یقین رکھتا ہوں کہ جو صبر اور صدق دل سے میرے پیچھے آتا ہے وہ ہلاک نہ کیا جاوے گا۔ بلکہ وہ اُسی زندگی سے حصّہ لے گا جس کو کبھی فنا نہیں۔ اس قدر لوگ جو میرے ساتھ ہیں۔ اور جو اب اس وقت موجود ہیں۔ کیا ان میں سے ایک بھی ہے جو یہ کہے کہ میں نے کوئی نشان نہیں دیکھا۔ ایک نہیں سینکڑوں نشان خدا تعالیٰ نے دکھائے ہیں۔ مگر نشانات پر ایمان کا حصر کرنا یہ ٹھوکر کھانے کا موجب ہو جایا کرتا ہے۔ جس کا دل صاف ہے اور خدا ترسی اُس میں ہے۔ اس کے سامنے دوبارہ آنے کے متعلق حضرت عیسیٰ ہی کا فیصلہ پیش کرتا ہوں۔ وہ مجھے سمجھا دے کہ یہودیوں کے سوال کے جواب میں (کہ مسیح سے پہلے ایلیا کا آنا ضروری ہے) جو کچھ مسیح نے کہا وہ صحیح ہے یا نہیں؟ یہودی تو اپنی کتاب پیش کرتے تھے کہ ملاکی نبی کے صحیفہ میں ایلیا کا آنا لکھا ہے، مثیل ایلیا کا ذکر نہیں۔ مسیح یہ کہتے ہیں کہ آنے والا یہی روتھا ہے چاہو تو قبول کرو۔ اب کسی مُنصف کے سامنے فیصلہ رکھو اور دیکھو کہ ڈگری کس کو دیتا ہے۔ وہ یقیناً یہودیوں کے حق میں فیصلہ دے گا۔ مگر ایک مومن جو خدا تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے اور جانتا ہے کہ خدا کے فرستادے کس طرح آتے ہیں وہ یقین کرے گا کہ مسیح نے جو کچھ کہا اور کیا وہی صحیح اور درست ہے اب اس وقت وہی معاملہ ہے یا کچھ اور؟ اگر خدا کا خوف ہو تو پھر بدن کانپ جاوے یہ کہنے کی جرأت کرتے ہوئے کہ یہ دعویٰ جھوٹا ہے۔ افسوس اور حسرت کی جگہ ہے کہ ان لوگوں میں اتنا بھی ایمان نہیں جتنا کہ اُس شخص کا تھا جو فرعون کی قوم میں سے تھا۔ اور جس نے یہ کہا کہ اگر یہ کاذب ہے تو خود ہلاک ہو جائے گا۔ میری نسبت اگر تقویٰ سے کام لیا جاتا تو اتنا ہی کہہ دیتے اور دیکھتے کہ کیا خدا تعالیٰ میری تائیدیں اور نصرتیں کر رہا ہے یا میرے سلسلہ کو بٹا رہا ہے۔

قرآنِ مجید اور حدیث کا درجہ

میری مخالفت میں ان لوگوں نے قرآن شریف کو بھی چھوڑ دیا ہے۔ میں قرآن شریف پیش کرتا ہوں اور یہ اس کے مقابلہ میں احادیث کو پیش کرتے ہیں۔ مگر یاد رکھنا چاہیے کہ

احادیث اس درجہ پر نہیں ہیں جو قرآن شریف کا درجہ ہے اور نہ ہم احادیث کو کلام اللہ کا درجہ دے سکتے ہیں۔ احادیث تیسرے درجہ پر ہیں اور بالاتفاق مافی ہوئی بات یہ ہے کہ وہ ظن کے لئے مفید ہیں۔ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا۔ ۱۷

اصل میں تین چیزیں ہیں۔ قرآن۔ سنت اور احادیث۔ قرآن خدا تعالیٰ کی پاک وحی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اور سنت وہ اُسوہ حسنہ ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وحی کے موافق قائم کر کے دکھایا۔ قرآن اور سنت یہ درو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کام تھے۔ کہ ان کو پہنچا دیا جاوے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جب تک احادیث جمع نہیں ہوئی تھیں اس وقت تک بھی شعائر اسلام کی بجا آوری برابر ہوتی رہی ہے۔ اب دھوکا یہ لگا ہے کہ یہ لوگ احادیث کو اور سنت کو ایک کر دیتے ہیں حالانکہ یہ ایک چیز نہیں ہیں۔ پس احادیث کو جب تک قرآن اور سنت کے معیار پر پرکھ نہ لیں ہم کسی درجہ پر رکھ نہیں سکتے۔ لیکن یہ ہمارا مذہب ہے کہ ادنئے سے ادنئے حدیث بھی جو اصول حدیث کی رُو سے کیسی ہی کمزور اور ضعیف ہو لیکن قرآن یا سنت کے خلاف نہیں تو وہ واجب العمل ہے۔ مگر ہمارے خلاف یہ کہتے ہیں کہ نہیں محدثین کے اصول تنقید کی رُو سے جو صحیح ثابت ہو۔ وہ خود قرآن اور سنت کی کیسی ہی خلاف ہو اس کو مان لینا چاہئے۔ اب عقلمند غور کریں۔ اور خدا کا خوف دل میں رکھ کر فکر کریں کہ حق کس کے ساتھ ہے، اُن کے یا میرے۔ میں خدا کے کلام اور اس کے پاک رسول کے عمل کو مقدم کرتا ہوں اور یہ اُن لوگوں کی باتوں اور خیالی اصولوں کو مقدم کرتے ہیں جنہوں نے کوئی دعوئے نہیں کیا کہ یہ اصول تنقید احادیث کے ہم نے خدا کی وحی اور الہام سے قائم کئے ہیں۔

اگر یہی بات ہے کہ احادیث کے لئے قرآن اور سنت کے علاوہ کوئی اور معیار ہے جو محض اپنی دانش اور عقل سے قائم کیا گیا ہے تو پھر میں پوچھتا ہوں کہ کیا وجہ ہے کہ سنتوں کی پیش کردہ احادیث یا شیعوں کی پیش کردہ احادیث صحیح نہ مانی جاویں۔ کیوں ایک فریق

دوسرے کو ذکر کرتا ہے۔ اس کا جواب ہمیں کوئی کچھ نہیں دیتا۔ ان ساری باتوں سے بڑھ کر
 اور ایک بات ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب نے اپنے رسالہ اشاعت السنۃ میں یہ اقرار
 کیا ہے کہ اہل کشف جو لوگ ہوتے ہیں وہ احادیث کی صحت کے لئے محدثین کے اصول
 تنقید احادیث کے پابند نہیں ہوتے بلکہ وہ بعض اوقات ایک صحیح حدیث کو ضعیف ٹھہرا
 سکتے ہیں یا ضعیف کو صحیح کیونکہ وہ براہ راست اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اطلاع ملے
 ہیں جب یہ بات ہے تو پھر مسیح موعود جو حکم ہو کر آئے گا۔ کیا اس کو یہ حق نہ ہوگا کہ وہ احادیث
 کی صحت اس طریق پر کر سکے کیا وہ خدا تعالیٰ سے فیض نہ پاسکے گا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض ہی
 محروم ہوگا؟ اگر اس کو یہ قدرت نہ ہوگی تو پھر بتاؤ کہ ایسا حکم کس کام اور مصرف کا ہوگا؟
 اس لئے احادیث کو یہ لوگ جب منتلط کرنے لگیں تو اس امر کو کبھی بھولنا نہ چاہیے
 کہ قرآن اور سنت سے اس کو الگ کر لیا جاوے۔ ہمارے ضلع میں حافظ ہدایت علی صاحب
 ایک عہدہ دار تھے۔ مجھے اکثر اُن سے ملنے کا اتفاق ہوتا تھا ایک بار انہوں نے کہا کہ میں
 اُن کتابوں کو جن میں مسیح اور ہمدی کے آنے کا ذکر ہے دیکھ رہا تھا۔ اُن میں ہزاروں
 نشانیاں قائم کر رکھی ہیں چونکہ یہ ساری نشانیاں تو پوری ہونے سے رہیں۔ اس لئے مجھے
 اندیشہ ہے کہ اُس وقت جھگڑا ہی پڑے گا۔ یہ لوگ اس وقت تک ملنے سے رہے۔
 جب تک وہ سارے نشان پورے نہ ہو لیں اور وہ نشان یک دفعہ پورے ہونے سے
 رہے حقیقت میں اُن کی فراست صحیح نکلی۔ اس وقت وہی ہوا۔ انکار ہی کیا گیا۔

اصل بات یہی ہے جس کو میں نے بار بار بیان کیا ہے کہ پیشگوئیوں کا بہت بڑا حصہ
 مجازات اور استعارات کا ہوتا ہے اور کچھ حصہ ظاہری رنگ میں بھی پورا ہو جاتا ہے یہی
 ہمیشہ سے قسٹون چلا آیا ہے۔ اس سے ہم تو انکار نہیں کر سکتے خواہ کوئی مانے۔ یا نہ
 مانے۔ اگر ساری حدیثیں پوری ہونی ہیں یعنی جو سنٹیوں کی ہیں وہ بھی اور جو شیعوں کی ہیں وہ
 بھی علیٰ ہذا القیاس تمام فرقوں کی تو یقیناً یاد رکھو کہ پھر نہ کبھی مسیح ہی آئے گا اور نہ ہمدی۔

دیکھو میری ضرورت سے زیادہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت تھی جب آپ تشریف لائے۔ اب بتاؤ کہ کیا اس وقت سب نے آپ کو تسلیم کر لیا؟ اور کیا وہ سارے نشانات جو توریت یا انجیل میں آپ کے لئے رکھے گئے تھے پورے ہو گئے تھے؟ خدا کے واسطے سوچو، جواب دو۔ اگر وہ ساری روایتیں جو اُن میں چلی آتی تھیں۔ اور وہ ساری نشانیاں جو ان کی کتابوں میں پائی جاتی تھیں، پوری ہو گئی تھیں۔ پھر یہودیوں کو کیا ہو گیا تھا جو انہوں نے انکار کر دیا۔ کبھی ساری نشانیاں پوری نہیں ہوتیں۔ کیونکہ ایسی بہت سی ہوتی ہیں جو خود تجویز کر لی جاتی ہیں اور بہت سی ایسی ہوتی ہیں جو کچھ اور مطلب اور مفہوم رکھتی ہیں۔ جب سب راستبازوں کے وقت اُن کا انکار کیا گیا اور یہی عذر پیش کیا گیا کہ نشانات پورے نہیں ہوئے تو اس وقت اگر انکار کیا گیا تو اسی سنت پر انہوں نے قدم مارا ہے۔ میں کسی کی زبان انکار تو بند نہیں کر سکتا مگر میں یہ کہتا ہوں کہ وہ میرے عدالت کو سن کر جواب دیں یونہی باتیں بنانا تو طریق تقویٰ کے خلاف ہے۔

منہاج نبوت پر پرکھیں

منہاج نبوت پر اس سلسلہ کو آزمائیں اور پھر دیکھیں کہ حق کس کے ساتھ ہے۔ خیالی اصولوں اور تجویزوں سے کچھ نہیں بنتا اور نہ میں اپنی تصدیق خیالی باتوں سے کرتا ہوں۔ میں اپنے دعوے کو منہاج نبوت کے معیار پر پیش کرتا ہوں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اسی اصول پر اس کی سچائی کی آزمائش نہ کی جاوے۔

جو دل کھول کر میری باتیں سنیں گے میں یقین رکھتا ہوں کہ فائدہ اٹھا دیں گے اور مان لیں گے۔ لیکن جو دل میں بُجلی اور کینہ رکھتے ہیں اُن کو میری باتیں کوئی فائدہ نہ پہنچا سکیں گی۔ اُن کی تو احوال جیسی مثال ہے جو ایک کے دو دیکھتا ہے۔ اس کو خواہ کسی قدر دلائل دیئے جائیں کہ دو نہیں ایک ہی ہے وہ تسلیم ہی نہیں کرے گا۔ کہتے ہیں۔

کہ ایک اہل خدمت گار تھا۔ آقا نے کہا کہ اندر سے آئینہ لے آؤ۔ وہ گیا اور واپس آکر کہا کہ اندر تو دو آئینے پڑے ہیں۔ کونسا لے آؤں۔ آقا نے کہا کہ ایک ہی ہے دونیں۔ اہل نے کہا تو کیا میں جھوٹا ہوں؟ آقا نے کہا اچھا ایک کو توڑ دے۔ جب توڑا گیا تو اسے معلوم ہوا۔ کہ درحقیقت میری غلطی تھی۔ مگر ان اہلوں کا جو میرے مقابل ہیں کیا جواب دوں؟ لے

غرض ہم دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ بار بار اگر کچھ پیش کرتے ہیں تو حدیث کا ذخیرہ جس کو خود یہ ظن کے درجہ سے آگے نہیں بڑھاتے۔ اُن کو معلوم نہیں کہ ایک وقت آئے گا کہ اُن کے رطب و یابس امور پر لوگ ہنسی کریں گے۔

یہ ہر ایک طالب حق کا حق ہے کہ وہ ہم سے ہمارے دعویٰ کا ثبوت مانگے۔ اس کے لئے ہم دہی پیش کرتے ہیں جو نیویں نے پیش کیا۔ نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ، عقلی دلائل یعنی موجودہ ضرورتیں جو مصلح کے لئے مستعدی ہیں۔ پھر وہ نشانات جو خدا نے میرے ہاتھ پر ظاہر کئے ہیں نے ایک نقشہ مرتب کر دیا ہے۔ اس میں ڈیڑھ سو کے قریب نشانات دیئے ہیں۔ جن کے گواہ ایک نوع سے کروڑوں انسان ہیں۔ یہودہ باتیں پیش کرنا سعادتمند کا کام نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لئے فرمایا تھا کہ وہ حکمہ ہو کر آئے گا۔ اس کا فیصلہ منظور کرو۔ جن لوگوں کے دل میں شرارت ہوتی ہے۔ وہ چونکہ ماننا نہیں چاہتے ہیں۔ اس لئے یہودہ جنتیں اور اعتراض پیش کرتے رہتے ہیں۔ مگر وہ یاد رکھیں کہ آخر خدا تعالیٰ اپنے وعدہ کے موافق زور آور حملوں سے میری سچائی ظاہر کرے گا۔

میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر میں افستہ کرتا۔ تو وہ مجھے فی الفور ہلاک کر دیتا۔ مگر میرا سارا کاروبار اس کا اپنا کاروبار ہے۔ اور میں اُسی کی طرف سے آیا ہوں۔ میری تکذیب اس کی تکذیب ہے۔ اس لئے وہ خود میری سچائی ظاہر کر دے گا۔

پیشگوئیوں میں مجاز اور استعارہ کو ظاہر پر حمل کرنے کا نتیجہ

جو لوگ پیشگوئیوں کی حقیقت کو نہ سمجھ کر مجاز اور استعارہ کو ظاہر پر حمل کرنا چاہتے ہیں۔
 آخر ان کو انکار کرنا پڑتا ہے۔ جیسے یہودیوں کو یہی مصیبت پیش آئی اور اب عیسائیوں کو
 پیش آ رہی ہے اور اس کی آمد ثانی کے متعلق اکثر یہی سمجھ بیٹھے ہیں کہ کلیسیا ہی سے مراد
 تھی سارے نشانات عام لوگوں کے خیال کے موافق کبھی پورے نہیں ہوا کرتے ہیں تو پھر انبیاء
 کے وقت اختلاف اور انکار کیوں ہو۔ یہودیوں سے پوچھو کہ کیا وہ مانتے ہیں کہ مسیح کے
 آنے کے وقت سارے نشانات پورے ہو چکے تھے؟ نہیں۔ یاد رکھو قانون قدرت اور
 سنت اللہ اس معاملہ میں یہی ہے جو میں پیش کرتا ہوں۔ وَلَکِنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا
 انسانی خیالات انسانی تاویلات اور قیاسات بالکل صحیح اور قطعی اور یقینی نہیں ہو سکتے
 اُن میں غلطی کا احتمال ہے۔ ایک امر کے واقع ہونے سے پہلے جو رائے قائم کی جائے۔ اس
 پر قطعیت کا حکم نہیں لگا سکتے۔ لیکن جب وقت آتا ہے تو سارے پردے کھل جاتے ہیں
 یہی وجہ تھی کہ آنے والے کا نام حکم رکھا گیا۔ جس سے صاف پایا جاتا ہے۔ کہ اس
 وقت اختلاف عام ہو گا۔ تب ہی تو اس کا نام حکم رکھا گیا۔ پس سچی بات وہی ہو سکتی ہے
 جو حکم کے مُنہ سے نکلے۔

نواب صدیق حسن خاں نے لکھا ہے کہ وہ قرآن کی طرف توجہ کرے گا۔ کیونکہ حدیث کو
 تو لوگوں کا ہاتھ لگا ہوا ہے مگر قرآن شریف خدا تعالیٰ کا لا تبدیل کلام ہے جس پر کسی انسانی
 ہاتھ نے کوئی کام نہیں کیا۔ اب خدا تعالیٰ کا کلام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔
 اور جو پہلا اور ابدی معجزہ تھا اس کو پیش کیا جاتا ہے تو اس کے مقابلہ میں اقوال پیش کیے جاتے
 ہیں۔ کیا یہ تعجب اور افسوس کی بات نہیں؟

میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ خدا کے فضل سے سمجھدار اور فہیم معلوم ہوتے ہیں۔ کیا
 حدیث کا وہ مرتبہ ہو سکتا ہے جو قرآن شریف کا ہے؟ اگر حدیث کا وہی مرتبہ ہے جو قرآن

شریف کا ہے تو پھر نعوذ باللہ ماننا پڑے گا کہ آپ نے اپنا فرض ادا نہ کیا۔ کیونکہ قرآن شریف کا اہتمام تو آپ نے کیا مگر حدیث کا کوئی اہتمام نہ ہوا۔ اور نہ آپ نے اپنے سامنے کبھی حدیث کو لکھوایا کیا کوئی مسلمان یہ ماننے کے لئے تیار ہو سکتا ہے۔ جو کہے کہ ہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا فرض رسالت ادا نہ کیا۔ یہ مسلمان کا کام تو ہو نہیں سکتا بلکہ بڑے بیدین اور ملحد کا کام ہوگا۔ پھر سوچ کر دیکھو کہ کیا حدیث کو آپ نے اپنے سامنے مرتب کر دیا۔ یا قرآن شریف کو؟ صاف ظاہر ہے کہ قرآن شریف ہی کو آپ نے اپنے بعد چھوڑا۔ کیونکہ تعلیم قرآن ہی تھا۔ اس یہ سچ ہے کہ آپ نے اپنی سنت کو بھی قرآن کے ساتھ رکھا۔ اور اصل یہی ہے کہ نبی دو ہی باتیں لے کر آتے ہیں۔ کتاب اور سنت۔ حدیث ان دونوں سے الگ شے ہے اور یہ دونوں حدیث کی محتاج نہیں ہیں۔ اس یہ ہم مانتے ہیں کہ اولے درجہ کی حدیث پر بھی عمل کر لینا چاہیئے خواہ وہ محدثین کے نزدیک موضوع ہی ہو۔ اگر قرآن و سنت کے خلاف نہ ہو۔

ہم تو یہاں تک حدیث کی عزت کرتے ہیں۔ لیکن اس کو قرآن پر قاضی اور حکم نہیں بنا سکتے۔ آپ نے نہیں فرمایا کہ میں تم میں حدیث چھوڑتا ہوں بلکہ فرمایا کتاب اللہ چھوڑتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی کہا حسبنا کتاب اللہ۔ انہوں نے نہیں کہا کہ حدیث کافی ہے؟ اب کتاب اللہ کو کھول کر دیکھ لو وہ فیصلہ کرتی ہے۔ پہلی ہی سورۃ کو پڑھو جو سورۃ فاتحہ ہے جس کے بغیر نماز بھی نہیں ہو سکتی۔ دیکھو اس میں کیا تعلیم دی ہے۔ اهدنا الصراط

المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین

غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ میں پیشگوئی

اب صاف ظاہر ہے کہ اس دعا میں مغضوب اور ضالین کی نلہ سے بچنے کی دعا ہے۔ مغضوب سے بالاتفاق یہودی مراد ہیں اور ضالین سے عیسائی۔ اگر اس امت میں یہ فتنہ اور فساد پیدا نہ ہونے والا تھا۔ تو پھر اس دعا کی تعلیم کی کیا غرض تھی؟ سب سے بڑا فتنہ تو الدجال کا تھا مگر یہ نہیں کہا وَلَا الدَّجَالَ۔ کیا خدا تعالیٰ کو اس فتنہ کی خبر نہ تھی؟

اصل یہ ہے کہ یہ دُعا بڑی پیشگوئی اپنے اندر رکھتی ہے۔ ایک وقت امت پر ایسا آئیو والا تھا کہ یہودیت کا رنگ اس میں آجاوے گا۔ اور یہودی وہ قوم تھی۔ جس نے حضرت مسیحؑ کا انکار کیا تھا۔ پس یہاں جو فرمایا کہ یہودیوں سے بچنے کی دعا کرو اس کا یہی مطلب ہے کہ تم بھی یہودی نہ بن جانا یعنی مسیح موعود کا انکار نہ کرو بیٹھنا۔ اور ضالین یعنی نصاریٰ کی راہ سے بچنے کی دعا جو تعلیم کی تو اس سے معلوم ہوا کہ اس وقت صلیبی فتنہ خطرناک ہوگا۔ اور یہی سب فتنوں کی بڑا اور ماں ہوگا۔ دجال کا فتنہ اس سے الگ نہ ہوگا۔ ورنہ اگر الگ ہوتا تو ضرور تھا کہ اس کا بھی نام لیا جاتا۔ اب سارے گرجوں میں جا کر دیکھو کہ کیا یہ فتنہ خطرناک ہے یا نہیں؟ اسی طرح قرآن شریف کو غور سے پڑھو اور سوچو کہ کیا اس نے یہ وعدہ نہیں کیا اَنَا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَآنَالَهُ لِحَافِظُونَ۔ اور پھر آیت استخفاف میں ایک خاتم الخلفاء کا وعدہ دیا گیا۔ ان سب امور کو یکجا نظر سے اس طرح پر دیکھو:-

اول۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن شریف نے توریت کی پیشگوئی کے موافق مثیل مولیٰ تسلیم کیا ہے۔ اس مماثلت کے لحاظ سے یہ ضروری ہے کہ جس طرح پر موسوی خلفاء کا سلسلہ قائم ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی ایک سلسلہ خلافت قائم ہو۔ اگر اور کوئی بھی دلیل اس کے لئے نہ ہو۔ تب بھی یہ مماثلت بالطبع یہ چاہتی ہے کہ ایک سلسلہ خلفاء کا ہو۔ دوم۔ آیت استخفاف میں اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر ایک سلسلہ خلافت قائم کرنے کا وعدہ فرمایا اور اس سلسلہ کو پہلے سلسلہ خلافت کے ہم رنگ قرار دیا۔ جیسا فرمایا کما استخلف الذین من قبلہ۔ اب اس وعدہ استخفاف کے موافق اور اس کی مماثلت کے لحاظ سے ضروری تھا کہ جیسے موسوی سلسلہ خلافت کا خاتم الخلفاء مسیح تھا۔ ضرور ہے کہ سلسلہ محمدیہ کے خلفاء کا خاتم بھی ایک مسیح ہی ہو۔

تسوم۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا۔ اِمَامُكُمْ مِنْكُمْ۔ تم میں سے تمہارا امام ہوگا۔

چہارم۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد تجدید دین کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ اب اس صدی کا مجدد ہونا ضروری تھا اور مجدد کا جو کام ہوتا ہے وہ اصلاح انسانیت موجودہ ہوتا ہے۔ پس بوفساد اور فتنہ اس وقت سب سے بڑھ کر ہے۔ وہ عیسائی فتنہ ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس صدی کا جو مجدد ہو وہ کاسر القلیب ہو جس کا دوسرا نام مسیح موعود ہے۔

پنجم۔ موسوی خلافت کی ماثلت کے لحاظ سے بھی خاتم الخلفاء سلسلہ محدثہ کا چودھویں ہی صدی میں ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد چودھویں صدی میں مسیح علیہ السلام آئے تھے۔

ششم۔ جو علامات مسیح موعود کی مقرر تھیں۔ اُن میں سے بہت سی پوری ہو چکیں جیسے کسوف خسوف کا رمضان میں ہونا جو دو مرتبہ ہو چکا۔ حج کا بند ہونا۔ ذوالسنین ستارہ کا نکلنا۔ طاعون کا پھوٹنا۔ ریلوں کا اجرا۔ اُونٹوں کا بیکار ہونا وغیرہ۔

ہفتم۔ سورہ فاتحہ کی دعا سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آنے والا اس امت میں سے ہوگا غرض ایک دو نہیں۔ صدائے دلائل اس امر پر ہیں کہ آنے والا اسی امت میں سے آنا چاہیئے اور اس کا یہی وقت ہے۔ اب خدا تعالیٰ کے الہام اور وحی سے میں کہتا ہوں۔ وہ جو آنے والا تھا وہ میں ہوں۔ قدیم سے خدا تعالیٰ نے منہاج نبوت پر جو طریق ثبوت کا رکھا ہوا ہے وہ مجھ سے جس کا جی چاہے لے لے۔

جو نشانات میری تائید میں ظاہر ہوئے ہیں۔ ان کو دیکھ لو۔ مجھے افسوس ہوتا ہے جب میں ان مخالفوں کی حالت پر نظر کرتا ہوں کہ جن امور کو بطور نشان پیش کیا کرتے تھے۔ اب وہ جب پورے ہو گئے تو اُن کی صحت پر اعتراض کرنے لگے۔ مثلاً کسوف خسوف دلی پیشگوئی کو اب کہتے ہیں یہ حدیث صحیح نہیں۔ مگر کوئی ان سے پوچھے کہ جس کو خدا تعالیٰ نے صحیح ثابت کر دیا کیا اب وہ ان کے کہنے سے جھوٹی ہو جائے گی؟

افسوس تو یہ ہے کہ اتنا کہتے ہوئے ان کو شرم نہیں آتی کہ اس سے ہم مسیح موعود کی تکذیب نہیں کرتے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کر رہے ہیں۔ میری تصدیق اور تائید کے لئے ایک کسوف خسوف ہی نہیں ہزار ہا دلائل اور شواہد ہیں اور اگر ایک نہ بھی ہو تو کچھ بگڑتا نہیں۔ مگر اس سے یہ تو پایا جائے گا کہ یہ پیشگوئی غلط ہوئی۔ افسوس یہ لوگ میری مخالفت میں سید العادقین کی پیشگوئی کو باطل کرنا چاہتے ہیں۔ ہم اس پیشگوئی کو بڑے زور سے پیش کرتے ہیں یہ ہمارے آقا کی صداقت کا نشان ہے۔

پس حدیث جس کو تم ظن کی سیما ہی سے لکھتے تھے واقعہ نے اس کی صداقت کو یقین تک پہنچا دیا۔ اب اس سے انکار کرنا بے ایمانی اور لعنت ہے۔ موضوع احادیث میں کیا محدث یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے چور پکڑ لیا ہے۔ نہیں بلکہ یہی کہیں گے کہ کسی کا حافظہ درست نہیں یا راست باز ہونے میں کام ہے۔ مگر محدثین نے یہ اصول تسلیم کر لیا ہے کہ ایک حدیث اگر ضعیف بھی ہو مگر اس کی پیشگوئی پوری ہو جاوے تو وہ صحیح ہوتی ہے۔ پھر اس معیار پر کیونکر کوئی یہ کہنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔

پس یاد رکھو کہ آنے والا یا تو نصوص صریحہ سے پرکھا جاتا ہے، وہ اس کی تائید کرتی ہیں اور پھر عقل چونکہ بدون نظیر نہیں مان سکتی عقلی نظائر اس کے ساتھ ہوتے ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کی تائیدی اس کے ساتھ ہوتی ہیں۔ اگر کسی کو کوئی شک و شبہ ہو تو وہ میرے سامنے آئے اور ان طریقوں سے جو منہاج نبوت پر ہیں۔ میری سچائی کا ثبوت مجھ سے لے۔ میں اگر جھوٹا ہوں گا تو بھاگ جاؤں گا۔ مگر نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انیس برس پہلے مجھے کہا۔

يَنْصُرُكَ اللَّهُ فِي مَوَاطِنِ

پس جس طرح نبیوں یا رسولوں کو پرکھا گیا، مجھے پرکھ لو۔ اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں۔ کہ اس معیار پر مجھے صادق پاؤ گے۔

یہ باتیں میں نے مختصر طور پر کہی ہیں۔ ان پر غور کرو اور خدا تعالیٰ سے دعائیں کرو
وقت درہے کوئی راہ کھول دیگا۔ اس کی تائید اور نصرت صادق ہی کو ملتی ہے۔ فقط
(الحکمہ جلد ۷ نمبر ۱۳۷)

نواب محمد علی خاں صاحب کے ایک سوال کے جواب میں تقریر

جب حضرت صاحبزادہ بشیر احمد - شریف احمد اور مبارک بیگم کی آمین ہوئی
اس وقت جیسا کہ حضرت حجتہ اقدس کا معمول ہے کہ خدا تعالیٰ کے انعام
عطایا پر شکر یہ کے طور پر صدقات دیتے ہیں۔ آپ نے شکر یہ کے طور پر ایک
دعوت دی۔ اس پر حضرت نواب صاحب قبلہ نے ایک سوال کیا کہ حضور۔ یہ
آمین جو ہوئی ہے یہ کوئی رسم ہے یا کیا ہے؟

اس کے جواب میں حضرت حجتہ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ فرمایا۔

وہ ہم یہاں درج کرتے ہیں۔
(ایڈیٹر قلم)

دلی شبہ کا ازالہ کروانا بھی صفائی قلب کا نشان ہے

فرمایا۔ جو امر یہاں پیدا ہوتا ہے اس پر اگر غور کیا جاوے اور نیک نیتی اور تقویٰ کے
پہلوؤں کو ملحوظ رکھ کر سوچا جاوے تو اس سے ایک علم پیدا ہوتا ہے۔ میں اس کو آپ کی صفائی
قلب اور نیک نیتی کا نشان سمجھتا ہوں کہ جو بات سمجھ میں نہ آئے اس کو پوچھ لیتے ہیں۔ بہت

۱۷۔ الحکمہ جلد ۷ نمبر ۷ ص ۲۱۱ مورخہ ۲۱ فروری ۱۹۰۳ء

۱۸۔ حضرت نواب محمد علی خاں صاحب مزاد ہیں (مرتب)

۱۹۔ یہ مبارک تقریب نومبر ۱۹۰۲ء میں ہوئی۔ ترتیب کے لحاظ سے یہ تقریر ملفوظات کی جلد سوم کے ابتدا میں درج ہونی چاہیے تھی۔

چونکہ وہاں درج ہونے سے رہ گئی۔ لہذا اب جلد چہارم کے شروع میں درج کی جاتی ہے (مرتب)

لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کے دل میں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے اور وہ اس کو نکالتے نہیں اور چپتے نہیں جس سے وہ اندر ہی اندر نشو و نما پاتا رہتا ہے اور پھر اپنے شکوک و شبہات کے اندے پختے دے دیتا ہے اور رُوح کو تباہ کر دیتا ہے۔ ایسی کمزوری نفاق تک پہنچا دیتی ہے کہ جب کوئی امر سمجھ میں نہ آوے تو اُسے پوچھنا نہ جاوے اور خود ہی ایک رائے قائم کر لی جاوے۔ میں اس کو داخلِ ادب نہیں کرتا کہ انسان اپنی رُوح کو ہلاک کر لے۔ اُن پر سچ ہے کہ ذرا ذرا سی بات پر سوال کرنا بھی مناسب نہیں اس سے منع فرمایا گیا ہے۔ لَا تَسْأَلُوا عَن اَشْيَاءٍ اور ایسا ہی اس سے بھی منع کیا گیا ہے کہ آدمی جاسوسی کر کے دوسروں کی برائیاں نکالتا رہے۔ یہ دونو طریق بُرے ہیں۔ لیکن اگر کوئی امراہم دل میں کھٹکے تو اُسے ضرور پیش کر کے پوچھ لینا چاہیئے۔ یہ ایسی ہی بات ہے کہ اگر کوئی شخص خراب غذا کھالے اور وہ پیٹ میں جا کر خرابی پیدا کرے۔ اور اس سے جی مثلاً لگے تو چاہیئے کہ فوراً قے کر کے اس کو نکال دیا جائے لیکن اگر وہ اس کو بھالتا نہیں تو پھر وہ آلاتِ ہضم میں فتور پیدا کر کے صحت کو بگاڑ دے گی۔ جیسے ایسی غذا کو فوراً نکالنا چاہیئے اسی طرح جو بات دل میں کھٹکے اسے جلد باہر نکال دو۔

غرض میں اس کو آپ کی سعادت کی نشانی سمجھتا ہوں کہ آپ جو بات سمجھ میں نہ آوے اسے پوچھ لیتے ہیں اور اس کو اعتراض بن جانے کا موقع نہیں دیتے۔

بخاری کی پہلی حدیث یہ ہے اَتَمَّ الْعَمَالِ بِالْقِيَاتِ۔ اعمالِ نیت ہی پر منحصر ہیں صحتِ نیت کے ساتھ کوئی جرم بھی جرم نہیں رہتا۔ قانون کو دیکھو اس میں بھی نیت کو ضرور دیکھا ہے۔ مثلاً ایک باپ اگر اپنے بچے کو تنبیہ کرتا ہو کہ تو مدرسہ جا کر پڑھ اور اتفاق سے کسی ایسی جگہ چوٹ لگ جاوے کہ وہ بچہ مر جاوے تو دیکھا جاوے گا کہ یہ قتلِ عمد مستلزمِ سزا نہیں ٹھہر سکتا کیونکہ اس کی نیت بچے کو قتل کرنے کی نہ تھی۔ تو ہر ایک کام میں نیت پر بہت بڑا انحصار ہے۔ اسلام میں یہ مسئلہ بہت سے امور کو حل کر دیتا ہے۔

پس اگر نیک نیتی کے ساتھ محض خدا کے لئے کوئی کام کیا جاوے اور دنیا داروں

کی نظر میں وہ کچھ ہی ہو تو اس کی پروا نہیں کرنی چاہیئے۔

تحدیثِ نعمت کے طریق

یاد رکھو کہ انسان کو چاہیئے کہ ہر وقت اور ہر حالت میں دعا کا طالب رہے اور دوسرے اثابِ نعمۃ ربک بحدث پر عمل کرے۔ خدا تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کی تحدیث کرنی چاہیئے اس سے خدا تعالیٰ کی محبت بڑھتی ہے اور اس کی اطاعت اور فرماں برداری کیلئے ایک جوش پیدا ہوتا ہے۔ تحدیث کے یہی معنی نہیں ہیں کہ انسان صرف زبان سے ذکر کرتا رہے بلکہ جسم پر بھی اس کا اثر ہونا چاہیئے۔ مثلاً ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے کہ وہ عمدہ کپڑے پہن سکتا ہے لیکن وہ ہمیشہ میلے کچیلے کپڑے پہنتا ہے اس خیال سے کہ وہ واجب الرحم سمجھا جاوے یا اس کی آسودہ حالی کا حال کسی پر ظاہر نہ ہو ایسا شخص گناہ کرتا ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم کو چھپانا چاہتا ہے اور نفاق سے کام لیتا ہے دھوکہ دیتا ہے اور مخالطہ میں ڈالنا چاہتا ہے یہ مؤمن کی شان سے بعید ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مذہب مشترک تھا۔ آپ کو جو ملتا تھا پہن لیتے تھے اعراض نہ کرتے تھے جو کپڑا پیش کیا جاوے اُسے قبول کر لیتے تھے۔ لیکن آپ کے بعد بعض لوگوں نے اسی میں تو ضعیف بھی کہ رہبانیت کی جنو ملا دی۔ بعض درویشوں کو دیکھا گیا کہ گوشت میں خاک ڈال کر کھاتے تھے۔ ایک درویش کے پاس کوئی شخص گیا۔ اس نے کہا کہ اس کو کھانا کھلا دو اُس شخص نے اصرار کیا کہ میں تو آپ کے ساتھ ہی کھاؤں گا۔ آخر جب وہ اس درویش کے ساتھ کھانے بیٹھا تو اس کے لئے نیم کے گولے تیار کر کے آگے رکھ گئے۔ اس قسم کے امور بعض لوگ اختیار کرتے ہیں اور غرض یہ ہوتی ہے کہ لوگوں کو اپنے باکمال ہونے کا یقین دلائیں۔ مگر اسلام ایسی باتوں کو کمال میں داخل نہیں کرتا۔ اسلام کا کمال تو تقویٰ ہے جس سے ولایت ملتی ہے جس سے فرشتے کلام کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ بشارتیں دیتا ہے۔ ہم اس قسم کی تعلیم نہیں دیتے۔ کیونکہ اسلام کی تعلیم کے منشا کے خلاف ہے۔ قرآن شریف تو کُلوا من الطیبات کی تعلیم

دے اور یہ لوگ طیب عمدہ چیز میں خاک ڈال کر غیر طیب بنادیں۔ اس قسم کے مذاہب اسلام کے بہت عرصہ بعد پیدا ہوئے ہیں۔ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اضافہ کرتے ہیں۔ اُن کو اسلام سے اور قرآن کریم سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ یہ خود اپنی شریعت الگ قائم کرتے ہیں۔ میں اس کو سخت حقارت اور نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ ہمارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسودہ حسنہ ہیں۔ ہماری بھلائی اور خوبی یہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو، آپ کے نقش قدم پر چلیں۔ اور اس کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھائیں۔

اسی طرح عورتوں اور بچوں کے ساتھ تعلقات اور معاشرت میں لوگوں نے غلطیاں کھائی ہیں اور جادہ مستقیم سے بہک گئے ہیں۔ قرآن شریف میں لکھا ہے عاشی وھن بالمعروف و النکر اب اس کے خلاف عمل پور ہے۔

عورتوں سے سلوک کرنے والوں کی دو قسمیں

دو قسم کے لوگ اس کے متعلق بھی پائے جاتے ہیں۔ ایک گروہ تو ایسا ہے کہ انہوں نے عورتوں کو بالکل خلیع الرسن کر دیا ہے۔ دین کا کوئی اثر ہی اُن پر نہیں ہوتا۔ اور وہ کھلے طور پر اسلام کے خلاف کرتی ہیں اور کوئی اُن سے نہیں پوچھتا۔ بعض ایسے ہیں کہ انہوں نے خلیع الرسن تو نہیں کیا۔ مگر اس کے بالمقابل ایسی سختی اور پابندی کی ہے کہ اُن میں اور حیوانوں میں کوئی فرق نہیں کیا جاسکتا اور کنیز کوں اور بہائم سے بھی بدتر اُن سے سلوک ہوتا ہے، مارتے ہیں تو ایسے بے درد ہو کر کہ کچھ پتہ ہی نہیں کہ آگے کوئی جاندار ہستی ہے یا نہیں غرض بہت ہی بُری طرح سلوک کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ پنجاب میں مثل مشہور ہے کہ عورت کو پاؤں کی جوتی کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں کہ ایک اتار دی دوسری پہن لی۔ یہ بڑی خطرناک بات ہے اور اسلام کے شعائر کے خلاف ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری باتوں کے کامل نمونہ ہیں۔ آپ کی زندگی میں دیکھو کہ آپ عورتوں کے ساتھ کیسی معاشرت کرتے تھے۔ میرے نزدیک وہ شخص بُزدل اور نامرد ہے جو عورت کے مقابلہ میں کھڑا ہوتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کو مطالعہ کرو تا تمہیں معلوم ہو کہ آپ ایسے خلیق تھے۔ باوجودیکہ آپ بڑے باعرب تھے لیکن اگر کوئی ضعیفہ عورت بھی آپ کو کھڑا کرتی۔ تو آپ اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک وہ اجازت نہ دے۔ آپ سودے خود خرید لایا کرتے تھے۔ ایک بار آپ نے کچھ خریدا تھا۔ ایک صحابی نے عرض کی کہ حضور مجھے دے دیں۔ آپ نے فرمایا کہ جس کی چیز ہو اُس کو ہی اٹھانی چاہیئے۔ اس سے یہ نہیں نکالنا چاہیئے کہ آپ کڑیوں کا گٹھا بھی اٹھا کر لایا کرتے تھے۔ غرض ان واقعات سے یہ ہے کہ آپ کی سادگی اور اعلیٰ درجہ کی بے تکلفی کا پتہ لگتا ہے۔ آپ پایادہ ہی چلا کرتے تھے۔ اس وقت یہ کوئی تمیز نہ ہوتی تھی کہ کوئی آگے ہے یا پیچھے۔ جیسا کہ آج کل وضع دار لوگوں میں پایا جاتا ہے کہ کوئی آگے نہ ہونے پائے۔ یہاں تک سادگی تھی کہ بعض اوقات لوگ تمیز نہیں کر سکتے تھے۔ کہ ان میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی داڑھی سفید تھی۔ لوگوں نے یہی سمجھا۔ کہ آپ ہی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ لیکن جب حضرت ابو بکر نے اٹھ کر کوئی خادمانہ کام کیا اور اس طرح پر سمجھا دیا۔ کہ آپ پیغمبر ہیں تب معلوم ہوا۔

۱۰ (از ایڈیٹر۔ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سادگی بعینہ اسی قسم کی ہے۔ آپ سیر کو نکلتے ہیں تو کوئی تمیز نہیں ہوتی۔ کہ کوئی آگے نہ بڑھے بلکہ بسا اوقات جلیل القدر اصحاب کو خیال پیدا ہوتا ہے کہ خاک اڑتی ہے اور حضرت اقدس پیچھے ہیں مگر حضرت حجۃ اللہ نے کبھی اس قسم کا خیال بھی نہیں فرمایا۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ پیچھے سے لوگ پلے آتے ہیں اور اعلیٰ حضرت کو ٹھوکر لگ گئی ہے۔ یا جوتی زنج لگتی ہے یا چھڑی گر گئی ہے۔ مگر کبھی کسی نے نہیں دیکھا یا سنا ہوگا کہ آپ نے کوئی طالع ظہر کیا ہو۔ یا کسی خاص وضع کو پسند کیا ہو۔ مسجد میں بہت مرتبہ ایسا ہوا کہ آپ صحابہ کے زمرہ میں بیٹھے ہیں۔ اور کوئی جنبی آیا ہے تو اُس نے بڑھ کر مولانا مولوی عبدالکریم صاحب یا حضرت حکیم الامت سے اول مصافحہ کیا۔ اور حضرت مسیح آپ کو سمجھا تو ان بزرگوں نے زبان سے بتایا کہ حضرت صا

بعض وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوڑے بھی ہیں۔ ایک مرتبہ آپ آگے نکل گئے اور دوسری مرتبہ خود نرم ہو گئے تاکہ عائشہ رضی اللہ عنہا آگے نکل جائیں اور وہ آگے نکل گئیں۔ اسی طرح پر یہ بھی ثابت ہے کہ ایک بار کچھ حبشی آئے جو تماشہ کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کا تماشہ دکھایا اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب آئے تو وہ حبشی ان کو دیکھ کر بھاگ گئے۔

غرض جب انسان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو غور سے مطالعہ کرتا ہے۔ تو اُسے بہت کچھ پتہ ملتا ہے۔ لیکن بعض احمق کو رباطن ایسے بھی ہیں جو آپ کی زندگی پر تدبر تو کرتے نہیں۔ اعتراض کرنے کے لئے زبان کھولتے ہیں یہ حال عیسائیوں اور آریوں کا ہے۔

سُنّت اور بدعت میں فرق

غرض اس وقت لوگوں نے سُنّت اور بدعت میں سخت غلطی کھائی ہوئی ہے اور اُن کو ایک خطرناک دھوکہ لگا ہوا ہے۔ وہ سُنّت اور بدعت میں کوئی تمیز نہیں کر سکتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ حسنہ کو چھوڑ کر خود اپنی مرضی کے موافق بہت سی راہیں خود ایجاد کر لی ہیں۔ اور اُن کو اپنی زندگی کے لئے کافی راہنما سمجھتے ہیں۔ حالانکہ وہ اُن کو گمراہ کر نیوالی چیزیں ہیں۔ جب آدمی سُنّت اور بدعت میں تمیز کر لے۔ اور سُنّت پر قدم مارے۔ تو وہ خطرات سے بچ سکتا ہے۔ لیکن جو فرق نہیں کرتا اور سُنّت کو بدعت کے ساتھ ملاتا ہے اس کا انجام اچھا نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے جو کچھ قرآن شریف میں بیان فرمایا ہے۔ وہ بالکل واضح اور بتین ہے۔ اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے کر کے دکھا دیا ہے۔ آپ کی زندگی کا مل نمونہ ہے لیکن باوجود اس کے ایک حصہ اجتہاد کا بھی ہے۔ جہاں انسان واضح طور پر یہ ہیں۔ غرض شان محمدی کا سارا نمونہ آپ میں نظر آتا ہے۔ جس کو شک ہو۔ وہ یہاں آکر اور رہ

کر دیکھ لے (الحکم جلد ۳ ص ۲)

محمد

قرآن شریف یا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی کمزوری کی وجہ سے کوئی بات نہ پاسکے تو اس کو اجتہاد سے کام لینا چاہیئے۔ مثلاً شادیوں میں جو بھابی دی جاتی ہے۔ اگر اس کی غرض صرف یہی ہے کہ تادوسروں پر اپنی شیخی اور بڑائی کا اظہار کیا جاوے تو یہ ریاکاری اور تکبر کے لئے ہوگی۔ اس لئے حرام ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص محض اسی نیت سے کہ امانۃ ربانہ فخذہا کا عملی اظہار کرے اور مقارنہ رزقہم ینفقون پر عمل کرنے کے لئے دوسرے لوگوں سے سلوک کرنے کے لئے دے تو یہ حرام نہیں۔ پس جب کوئی شخص اس نیت سے تقریب پیدا کرتا ہے اور اس میں معاذ منہ ملحوظ نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا غرض ہوتی ہے تو پھر وہ ایک سو نہیں خواہ ایک لاکھ کو کھانا دے منع نہیں۔ اصل مداریت پر ہے۔ نیت اگر خراب اور فاسد ہو تو ایک جائز اور حلال فعل کو بھی حرام بنا دیتی ہے۔ ایک قصہ مشہور ہے۔ ایک بزرگ نے دعوت کی اور اس نے چالیس چراغ روشن کئے بعض آدمیوں نے کہا۔ اس قدر اسراف نہیں چاہیئے۔ اس نے کہا جو چراغ میں نے ریاکاری سے روشن کیا ہے۔ اُسے بجھا دو۔ کوشش کی گئی ایک بھی نہ بجھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی فعل ہوتا ہے اور دو آدمی اس کو کرتے ہیں۔ ایک اس فعل کو کرنے میں مرکب معامی کا ہوتا ہے اور دوسرا ثواب کا۔ اور یہ فرق یتوں کے اختلاف سے پیدا ہو جاتا ہے۔ لکھا ہے کہ بدر کی لڑائی میں ایک شخص مسلمانوں کی طرف سے نکلا جو اکڑ اکڑ کر چلتا تھا۔ اور صاف ظاہر ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا تو فرمایا کہ یہ وضع خداوند تعالیٰ کی نگاہ میں معیوب ہے مگر اس وقت محبوب ہے کیونکہ اس وقت اسلام کی شان اور شوکت کا اظہار اور فریق مخالف پر ایک رعب پیدا ہوتا ہے۔ پس ایسی بہت سی مثالیں اور نظیریں ملتی ہیں جن سے بخبر کار جا کر یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ اِنَّمَا الْاِحْمَالُ بِالْاَنْبِيَاءِ بالکل صحیح ہے۔

اسی طرح پر میں ہمیشہ اسی فسکہ میں رہتا ہوں اور سوچتا رہتا ہوں کہ کوئی راہ ایسی نکلے جس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال کا اظہار ہو اور لوگوں کو اس پر ایساں پیدا ہو۔

ایسا ایمان جو گناہ سے بچاتا ہے اور نیکیوں کے قریب کرتا ہے۔ میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے مجھ پر لا انتہا فضل اور انعام ہیں۔ اُن کی تحدیث مجھ پر فرض ہے۔ پس میں جب کوئی کام کرتا ہوں تو میری غرض اور نیت اللہ تعالیٰ کے جلال کا اظہار ہوتی ہے۔ ایسا ہی اس آئین کی تقریب پر بھی ہوا ہے۔ یہ لڑکے چونکہ اللہ تعالیٰ کا ایک نشان ہیں اور ہر ایک اُن میں سے خدا تعالیٰ کی پیشگوئیوں کا زندہ نمونہ ہیں۔ اس لئے میں اللہ تعالیٰ کے ان نشانوں کی قدر کرنی فرض سمجھتا ہوں کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کریم کی حقانیت اور خود اللہ تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت ہیں۔ اس وقت جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کلام کو پڑھ لیا تو مجھے کہا گیا۔ اس تقریب پر چند دعائیہ شعر جن میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا شکریہ بھی ہو لکھ دوں۔ میں جیسا کہ ابھی کہا ہے اصلاح کی فکر میں رہتا ہوں۔ میں نے اس تقریب کو بہت ہی مبارک سمجھا اور میں نے مناسب جانا کہ اس طرح پر تبلیغ کر دوں۔

پس یہ میری نیت اور غرض تھی۔ چنانچہ جب میں نے اس کو شروع کیا۔ اور یہ

مصرعہ لکھا

ہر اک نیکی کی جڑ یہ افتا ہے

تو دوسرا مصرعہ الہام ہوا

اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

جس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ بھی میرے اس فعل سے راضی ہوا ہے قرآن شریف تقویٰ ہی کی تعلیم دیتا ہے اور یہی اس کی علتِ غائی ہے۔ اگر انسان تقویٰ اختیار نہ کرے تو اس کی نمازیں بھی بے فائدہ اور دوزخ کی کلید ہو سکتی ہیں۔ چنانچہ اس کی طرف اشارہ کر کے سعدی کہتا ہے۔

کلیدِ درِ دوزخ است آن نماز

کہ در چشمِ مردم گندامی دواز

رباۃ الناس کے لئے خواہ کوئی کام بھی کیا جاوے اور اس میں کتنی ہی نیکی ہو وہ بالکل بے سود اور اُلٹا عذاب کا موجب ہو جاتا ہے۔ احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ ہمارے زمانے کے فقراء خدا تعالیٰ کے لئے عبادت کرنا ظاہر کرتے ہیں مگر دراصل وہ خدا کے لئے نہیں کرتے بلکہ مخلوق کے واسطے کرتے ہیں۔ انہوں نے عجیب عجیب حالات ان لوگوں کے لکھے ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں۔ ان کے لباس کے متعلق لکھا ہے کہ اگر وہ سفید کپڑے پہنتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ عزت میں فرق آئے گا اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اگر میلے رکھیں گے تو عزت میں فرق آئے گا۔ اس لئے امرار میں داخل ہونے کے واسطے یہ تجویز کرتے ہیں کہ اعلیٰ درجہ کے کپڑے پہنیں مگر ان کو رنگ لیتے ہیں۔ ایسا ہی اپنی عبادتوں کو ظاہر کرنے کیلئے عجیب عجیب راہیں اختیار کرتے ہیں۔ مثلاً روزہ کے ظاہر کرنے کے واسطے وہ کسی کے ہاں کھانے کے وقت پہنچتے ہیں۔ اور وہ کھانے کے لئے اصرار کرتے ہیں تو یہ کہتے ہیں۔ کہ آپ کھائیے میں نہیں کھاؤں گا مجھے کچھ عذر ہے۔ اس فقرہ کے یہ معنی ہوتے ہیں مجھے روزہ ہے اس طرح پر حالات اُن کے لکھے ہیں۔ پس دنیا کی خاطر اور اپنی عزت اور شہرت کے لئے کوئی کام کرنا خدا تعالیٰ کی رضامندی کا موجب نہیں ہو سکتا۔ اس زمانہ میں بھی دنیا کی ایسی ہی حالت ہو رہی ہے۔ ہر ایک چیز اپنے اعتدال سے گر گئی ہے۔ عبادات اور صدقات سب کچھ ریاکاری کے واسطے ہو رہے ہیں۔ اعمال صالحہ کی جگہ چند رسوم نے لے لی ہے۔ اس لئے رسوم کے توڑنے سے یہی غرض ہوتی ہے کہ کوئی فعل یا قول قال اللہ اور قال الرسول کے خلاف اگر ہو تو اُسے توڑا جائے۔ جبکہ ہم مسلمان کہلاتے ہیں اور ہمارے سب اقوال اور افعال اللہ تعالیٰ کے نیچے ہونے ضروری ہیں۔ پھر ہم دنیا کی پروا کیوں کریں؟ جو فعل اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہو اس کو دور کر دیا جاوے اور چھوڑا جاوے۔ جو

حدود الہی اور وصایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہونا پر عمل کیا جاوے کہ احیاء سنت اسی کا نام ہے اور جو امور وصایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے خلاف نہ ہوں یا اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف نہ ہوں اور نہ ان میں یا کاری مد نظر ہو بلکہ بطور اظہار شکر اور تحریث بالنتعمہ ہو تو اس کے لئے کوئی ہرج نہیں۔ ہمارے علماء سابقہ تو یہاں تک بعض اوقات مبالغہ کرتے ہیں کہ میں نے سنا ایک مولوی نے ریل کی سواری کے خلاف فتویٰ دیا۔ اور ڈاک خانہ میں خط ڈالنا بھی وہ گناہ بتاتا تھا۔ اب یہاں تک جن لوگوں کے حالات نہ پہنچ جاویں۔ ان کے پاگل یا نیم پاگل ہونے میں کیا شک باقی رہا یہ حواقت ہے۔ دیکھنا یہ چاہیے کہ میرا فلاں فعل اللہ تعالیٰ کے فرمودہ کے موافق ہے یا خلاف ہے اور جو کچھ میں کر رہا ہوں۔ یہ کوئی بدعت تو نہیں اور اس سے شرک تو لازم نہیں آتا۔ اگر ان امور میں کوئی بات نہ ہو اور فساد ایسا نہ پیدا نہ ہو تو پھر اس کے کرنے میں کوئی ہرج نہیں۔ اِنَّمَا الْاِیْمَانُ بِالذِّیَّاتِ کا لحاظ رکھ لے۔ میں نے بعض مولویوں کی نسبت ایسا بھی سنا ہے کہ صرف ونحو وغیرہ علوم کے پڑھنے سے بھی منع کرتے ہیں اور اس کو بدعت قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت یہ علوم نہ تھے پیچھے سے نکلے ہیں اور ایسا ہی بعض نے توپ یا مندوق کے ساتھ لڑنا بھی گناہ قرار دیا ہے۔ ایسے لوگوں کے احمق ہونے میں شک کرنا بھی غلطی ہے۔ قرآن شریف تو فرماتا ہے کہ جیسی تیاری وہ کریں۔ تم بھی ویسی ہی تیاری کرو۔ یہ مسائل دراصل اجتہادی مسائل ہیں اور ان میں نیت کا بہت بڑا دخل ہے۔ غرض ہمارا یہ فعل اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ محض اس کی شکر گزاری کے اظہار کے لئے ہے بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہاں کوئی کام ہوتا ہے اور جو لوگ حسن ظنی سے کام نہیں لیتے یا اسرار شریعت سے ناواقف ہوتے ہیں بعض وقت ان کو ابتلا جاتا ہے اور وہ کچھ کچھ سمجھ لیتے ہیں۔ کبھی ایسا ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کہانیاں سنا رہے ہیں۔ اس وقت اگر کوئی نادان اور نااہل آپ کو دیکھے اور آپ کے اغراض کو مد نظر نہ رکھے تو اس نے ٹھوکر ہی کھانی ہے۔ یا ایک مرتبہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

کے گھر میں تھے اور دوسری بیوی نے آپ کے لئے شربت کا پیالہ بھیجا تو حضرت عائشہؓ نے اس پیالہ کو گرا کر پھوڑ دیا۔ اب ایک ناواقف حضرت عائشہ کے اس فعل پر اعتراض کرنے کی جرأت کرتا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دوسرے افعال پر نظر نہیں کرتا۔ ایسے امور پیش آتے ہیں جو دوسرے علم نہ رکھنے کی وجہ سے ان پر اعتراض کر بیٹھتے ہیں۔ اعتراض سے پہلے انسان کو چاہیئے کہ حسن ظن سے کام لے اور چند روز تک صبر سے دیکھے۔ پھر خود بخود حقیقت کھل جاتی ہے۔ کچھ عرصہ کا ذکر ہے کہ ایک عورت مہمان آئی اور لڑائیوں میں کچھ ایسا اتفاق ہوا کہ چند بیویوں سے نماز ساقط ہو گئی تھی۔ اُس نے کہا کہ یہاں کیا آنا ہے کوئی نماز ہی نہیں پڑھتا۔ حالانکہ وہ معذور تھیں اور عند اللہ اُن پر کوئی مؤاخذہ نہ تھا۔ مگر اُس نے بغیر دریافت کئے اور سوچے ایسا کہہ دیا۔

تذکیہ دل میں ہوتا ہے۔ بغیر اس کے کچھ نہیں بنتا۔ حالانکہ میں نے دیکھا ہے کہ ہمارے گھر میں اس قدر التزام نماز کا ہے کہ جب پہلا بشیر پیدا ہوا تھا۔ اس کی شکل مبارک سے بہت ملتی تھی۔ وہ بیمار ہوا اور شدت سے اس کو بخار چڑھا ہوا تھا یہاں تک کہ اس کی حالت نازک ہو گئی۔ اس وقت نماز کا وقت ہو گیا تو انہوں نے کہا کہ میں نماز پڑھ لوں۔ ابھی نماز ہی پڑھتے تھے کہ بچہ فوت ہو گیا۔ نماز سے فارغ ہو کر مجھ سے پوچھا کہ کیا حال ہے میں نے کہا کہ اس کا تو انتقال ہو گیا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ انہوں نے بڑی شرح صدر کے ساتھ کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔ اسی وقت میرے دل میں ڈالا گیا کہ اللہ تعالیٰ ان کو نہیں اٹھائے گا جب تک اس بچہ کا بلہ نہ دے لے۔ چنانچہ اس کے فوت ہونے کے قریب چالیس دن بعد محمود پیدا ہوا۔ اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ بچے پیدا ہوئے۔ غرض ظنہ فی فاسدہ والا انسان ناقص الخلقیت ہوتا ہے۔ چونکہ اس کے پاس صرف رسمی امور ہوتے ہیں اس لئے نہ اس کا دین درست ہوتا ہے نہ دنیا۔ ایسے لوگ نمازیں پڑھتے ہیں مگر نماز کے مطالب سے نا آشنا ہوتے ہیں اور ہرگز نہیں سمجھتے کہ کیا کر رہے ہیں۔ نماز میں تو

ٹھونگے مارتے ہیں لیکن نماز کے بعد دُعا میں گھنٹہ گھنٹہ گزار دیتے ہیں۔ تعجب کی بات ہے کہ نماز جو اصل دُعا کے لئے ہے اور جس کا مغز ہی دُعا ہے اس میں وہ کوئی دُعا نہیں کرتے۔ نماز کے ارکان بجائے خود دُعا کے لئے تحرک جوتے ہیں۔ حرکت میں برکت ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بیٹھے بیٹھے کوئی مضمون نہیں سوچتا۔ جب ذرا اٹھ کر پھر نے لگتے ہیں تو مضمون سوچھ گیا۔ اس طرح پر سب اعمال کا حال ہے۔ اگر اُن کی اصلیت کا لحاظ اور مغز کا خیال نہ ہو تو وہ ایک رسم اور عادت رہ جاتی ہے۔ اسی طرح روزہ میں خدا کے واسطے نفس کو پاک رکھنا ضروری ہے۔ لیکن اگر حقیقت نہ ہو۔ تو پھر یہ رسم ہی رہ جاتی ہے۔

یقیناً یاد رکھو کہ جو خدا تعالیٰ کے فضل پر غور نہیں ہوتا اور اس کا عملی اظہار نہیں کرتا۔ وہ شخص نہیں ہے۔ میرے خیال میں اگر کوئی شخص خدا تعالیٰ کے فضل پر سال بھر تک گاتا رہے۔ تو وہ سال بھر ماتم کرنے والے سے اچھا ہے۔ جو امور قال اللہ اور قال الرسول کے خلاف ہوں یا اُن میں شرک یا ریا ہو اور ان میں اپنی شخصی دکھائی جاوے وہ امور اٹم میں داخل ہیں۔ اور منج ہیں۔ دُعا کے ساتھ شادی کا اعلان کرنا بھی اسی لئے ضروری ہے کہ آئندہ اگر بھگڑا ہو تو ایسا اعلان بطور گواہ ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی اگر کوئی شخص نسبت اور ناٹھ پر شکر وغیرہ اس لئے تقسیم کرتا ہے کہ وہ ناٹھ پکا ہو جائے تو گناہ نہیں۔ لیکن اگر یہ خیال نہ ہو بلکہ اس سے مقصد صرف اپنی شہرت اور شیخی ہو تو پھر یہ جائز نہیں ہوتے۔ اسی طرح میرے نزدیک باجے کی بھی حلت ہے۔ اس میں کوئی امر خلاف شرع نہیں دیکھتے بشرطیکہ نیت میں خلل نہ ہو۔ نکاحوں میں بعض وقت بھگڑے پیدا ہوتے ہیں اور وراثت کے مقدمات ہو جاتے ہیں۔ جب اعلان ہو گیا ہوا ہوتا ہے تو ایسے مقدمات کا انفصال سہل اور آسان ہو جاتا ہے۔ اگر نکاح گم مٹ ہو گیا اور کسی کو خبر بھی نہ ہوئی تو پھر وہ تعلقات بعض اوقات قانوناً ناجائز سمجھے جا کر اولاد محروم الارث قرار دے دی جاتی ہے۔ ایسے امور صرف جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہیں کیونکہ ان سے شرع کے تقضایا فیصل ہوتے ہیں۔ یہ دیکھ کر جو پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ بعض وقت اُن کے عقیقہ پر ہم نے دو دو ہزار آدمی کو دعوت

دی ہے۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ہماری غرض اس سے یہی تھی کہ تا اس پیشگوئی کا جو ہر ایک کے پیدا ہونے سے پہلے کی گئی تھی بخوبی اعلان ہو جاوے۔

بدظنی سے جب احوال ہو جاتا ہے۔ تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا۔ کہ میں اپنے آپ کو سب سے بدتر سمجھوں گا۔ ایک بار وہ دریا پر گیا تو اُس نے دیکھا ایک جوان عورت ہے اور ایک مرد بھی اس کے ساتھ ہے اور دونوں جڑی خوشی کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ دناں اس نے دعا کی کہ الہی میں اس شخص سے تو بہتر ہوں کیونکہ اس نے حیا چھوڑ دیا ہے۔ اتنے میں کشتی آئی۔ سات آدمی تھے، وہ غرق ہو گئے۔ وہ شخص جس کو اس نے شرابی سمجھا تھا۔ دریا میں کود پڑا اور چھ کو بچا لایا اور ایک باقی رہا تو اس کو مخاطب کر کے کہا کہ تو نے ایسا گمان کیا تھا۔ اب ایک باقی ہے، اُسے نکال لا۔ اس وقت اُس نے سمجھا کہ یہ تو مجھے مٹو کر لگی۔ آخر اس سے اصل معاملہ پوچھا تو اس نے کہا کہ میں تیرے لئے خدا کا مامور ہوں۔ یہ عورت میری والدہ ہے اور جس کو تو شراب کہتا ہے یہ اس دریا کا پانی ہے اور یہاں میں خدا تعالیٰ کے بٹھائے سے بیٹھا ہوں۔

غرض حسن ظن بڑی عمدہ چیز ہے۔ اس کو اتنے سے نہیں دینا چاہیئے اور خدا تعالیٰ کے فضل اور انعام پر اُس کا شکر کرنا کبھی ناجائز نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ محض اس کی رضا ہی مطلوب ہو اور دنیا کی شیخی اور نمود غرض نہ ہو۔

(الحکمہ جلد ۴ نمبر ۱۳ و ۱۴)

۱۵ اکتوبر ۱۹۶۲ء (صبح کی سیر میں)

فرمایا:-

”دل اللہ کے قابو میں ہیں جب تک وہ سمجھانے پر نہ آئے دل کب کھلتا ہے اور کان کب سنتے ہیں۔“

”منجملہ اسلام کی بہتری کے نشانوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بڑے آدمی دیندار ہو جائیں۔ اور یہ وقت پر مقرر ہے۔“

ریل زمانہ مسیح موعود کی نشانی ہے

فرمایا:-

”حقیقت میں یہ ریلوے مسیح موعود کا ایک نشان ہے۔ قرآن شریف میں بھی اس کی طرف اشارہ ہے۔ وَإِذَا الْعِشَاءُ عَطَلَتْ“

فرمایا:-

”دینداری تو تقویٰ کے ساتھ ہوتی ہے۔ یہ لوگ اگر غور کریں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ لیستون الفلاص میں ریل کی طرف اشارہ ہے کیونکہ اگر اس سے ریل مراد نہیں تو پھر ان کا فرض ہے کہ وہ حادثہ بتائیں جس سے اونٹ ترک کئے جائیں گے پہلی کتابوں میں بھی اشارہ ہے کہ اس وقت آمد و رفت سہل ہو جائے گی۔

اصل تو یہ ہے کہ اس قدر نشانات پورے ہو چکے ہیں کہ یہ لوگ تو اس میدان سے بھاگ ہی گئے ہیں جیسے کسوف خسوف رمضان میں کیا اس طریق پر نہیں ہوا جیسا کہ مہدی کی آیات کے لئے مقرر تھا، اسی طرح ابتدائے آفرینش سے ایسی سواری بھی نہیں نکلی ہے۔“

فرمایا:-

”علامات دلالت کرتی ہیں کہ مسیح موعود پیدا ہو گیا ہے۔ اگر یہ لوگ ہم کو نہیں مانتے تو

لے یہاں سے جلد سوم کے بعد کی ڈائری شروع ہوتی ہے۔ (مرتب)

پھر کسی اور کی تلاش کریں اور بتائیں کہ کون ہے کیونکہ جو نشانات اُس کے مقرر کئے تھے وہ تو سب کے سب پورے ہو گئے۔

ظہور مہدی سے متعلق احادیث کا مرتبہ

محمد حسین اور صدیق حسن نے لکھا ہے کہ مہدی کی حدیثیں مجرد ہیں۔ مہدی اور مسیح گویا ایک شعر کے دو مصرعے ہیں۔ جب ایک مصرعہ ٹوٹ گیا تو پھر دوسرا دن پورا کرنے کے لئے کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ اُن کے لئے بڑی مشکلات ہیں۔

عادت اللہ اسی طور پر جاری ہے کہ جب کوئی بات اس کی طرف سے پیدا ہوتی ہے تو لوگ اس کو تعجب انگیز ہی سمجھتے ہیں۔ یہودی اپنے خیال میں انتظار ہی کرتے رہے اور اُنے والا مسیح اور وہ نبی گذر بھی گئے۔ تعجب کی بات ہے کہ ہمارے مخالفوں کے ہاتھ میں مسیح کی وفات کے متعلق کیا ہے جس سے اُن کو تسلی ملتی ہے۔

سہ سالہ پیشگوئی سے مراد

ایک صاحب شاہجہان پور سے آنے والے نے پوچھا کہ سہ سالہ پیشگوئی سے کیا مراد ہے؟

فرمایا:-

”ان تین سال کے اندر بہت سی پیشگوئیاں پوری ہو چکی ہیں۔ وہ سب اسی کے ماتحت ہیں۔ اور پھر یہ طاعون والی عظیم الشان پیشگوئی ہے جس کے ذریعہ قریباً دس ہزار لوگ اس سلسلہ میں داخل ہوئے۔ اور ابھی اڑھائی بیسے باقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو اور کوئی خاص عظیم الشان نشان بھی دکھا دے جو ان سب سے بڑھ کر ہو۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑے بڑے معجزے ظاہر ہوتے رہے لیکن مخالف یہی کہتے رہے۔ فلیاتنا بآیہ کما أرسل الاؤلون۔“

یہ کتاب جو اب لکھی جا رہی ہے۔ ہر قسم کے معجزات کا مجموعہ ہے۔ استجاب دعا

لے مہو کا تب معلوم ہوتا ہے۔ ”حیات“ چاہیے (مرتب)

کا نمونہ اس میں موجود ہے۔ خوارق اور پیشگوئیوں کا یہ مجموعہ ہے۔ کوئی غور کر کے دیکھے کہ کیا طاعون ہم نے خود بنالیا اور پھر اعجازِ مسیح چھوٹا نشان ہے؟ منعہ مانع من السماء بھی اسی کے ساتھ ہے۔

نماز میں سُستی دُور کرنے کا علاج اور مرض طاعون

ایک علی گڑھ کے طالب علم نے اپنی حالت کا ذکر کیا کہ نماز میں سُستی جو جاتی ہے اور میرے ہم جلسوں نے اس پر اعتراض کیا اور اُن کے اعتراض نے مجھے بہت کچھ متاثر کیا۔ اس لئے حضور کوئی علاج اس سُستی کا بتائیں۔ فرمایا:

”جب تک خوفِ الہی دل پر طاری نہ ہو گناہ دُور نہیں ہو سکتا۔ اور پھر یہ بھی ضروری ہے کہ جہان تک موقع ملے طاقات کرتے رہو۔ ہم تو اپنی جماعت کو قبر کے سر پر رکھنا چاہتے ہیں۔ کہ قبر پر وقت مَد نظر ہو لیکن جو اس وقت نہیں سمجھے گا وہ آخر خدا تعالیٰ کے قہری نشان سے سمجھے گا۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ آخری دنوں میں آسمان سے ایک دبا نازل کرے گا اور اس سے ہلک کر دے گا۔ ان دنوں میں جب موت کا بازار گرم ہو اور خدا تعالیٰ کی گرفت کا سلسلہ شروع ہو جائے پھر توبہ کرے اور سمجھے کہ زندگی ناچیز ہے۔ اس سے کچھ فائدہ نہیں۔ توبہ اور خدا تعالیٰ سے خوف اُس وقت مفید ہوتا ہے جبکہ خدا کا عذاب نہ آگیا ہو خدا تعالیٰ سے دُور تر وہ ہے جو اُنکھ کا انھما اور دل کا سخت ہو اگر طاعون نہ آتی تو بھی ایک دانشمند اور سچید الفطرت کے لئے یہ سبق کافی تھا کہ لوگوں کے باپ دادا اور بزرگ مر گئے اور مرتے جلتے ہیں اور یہاں کوئی ہمیشہ رہ نہیں سکتا۔ لیکن اب تو خدا تعالیٰ نے اپنے کلام کے ذریعہ مجھے اطلاع دی کہ اَلْاَسْرَاضُ لِنَشَاغٍ وَالتَّفُوسُ لِنَضَاعٍ۔ مرضیں پھیلیں گی اور جانیں جائیں گی اور ایسا ہی فرمایا۔ غَضِبْتُ غَضَباً شَدِيداً۔ میں سخت غضب میں بھر گیا ہوں۔ یاد رکھو کہ یہ ساری باتیں ہونے والی ہیں اور اُن کے آثار تم دیکھتے ہو۔ پس لازم ہے کہ انسان ایسی حالت

بنائے رکھے کہ فرشتے بھی اس سے مصافحہ کریں۔ ہماری ہیبت سے تو یہ رنگ آنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ کی ہیبت اور جلال دل پر طاری رہے۔ جس سے گناہ دور ہوں۔ اگر ان بیشکویوں پر کسی کو ایمان نہ ہو تو کم از کم اتنا ہی سمجھ لے کہ اب تو ڈاکٹروں کی شہادت سے بھی معلوم ہو گیا ہے کہ خطرناک بیماریاں پیدا ہو گئی ہیں۔ جبکہ اب ایسا خوفناک نمونہ پیدا ہو گیا ہے تو وہ شخص کیسا ہی بے نصیب ہے جو اس وقت بھی غفلت سے زندگی بسر کرتا ہے۔

اس بات پر تمام کتابوں کا اتفاق ہے اور سب لوگ مانتے ہیں کہ آخری دنوں میں طاعون آئے گی۔ سارے نبی اس کی خبر دیتے آئے ہیں۔ اور یہ ہو کھا ہے کہ آخری دنوں میں تو یہ کار و بار بند ہو جائے گا، اس کے یہی معنی ہیں کہ جب موت نے آکر پکڑ لیا پھر کیا فائدہ تو یہ سے ہو گا؟ پکڑا ہوا تو درندہ بھی عاجز ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے اور خدا کا خوف اور خشیت پانہی سناڑ سے شناخت ہوتی ہے۔ دیکھو انسان گورنمنٹ کے احکام کی کس قدر پابندی کرتا ہے پھر آسمانی گورنمنٹ کے احکام کی جس کو زمینی گورنمنٹ سے کوئی نسبت ہی نہیں کیوں قدر نہیں کرتا؟ یہ بڑا ہی خطرناک وقت ہے۔ طاعون ایک عذاب الہی ہے۔ اس سے ڈرو اور اچھا نمونہ دنیا کو دکھاؤ۔ اگر کوئی شخص سلسلہ میں ہو کر بُرا نمونہ دکھاتا ہے تو اس سے سلسلہ پر کوئی اعتراض نہیں آتا۔ کیونکہ سمندر میں تو ہر ایک چیز ہوتی ہے۔ لیکن وہ خود اپنی جان پر ظلم کرتا ہے اور اُسے شرمندہ ہونا پڑے گا۔ اس واسطے بہت دعائیں کرنی چاہئیں تاکہ خدا تعالیٰ غفلت سے بیدار کرے۔ مسستیوں اور غفلتوں سے گناہ آتے ہیں اور پھر خدا کے خوف کا نقشہ آنکھوں سے جاتا رہتا ہے۔ پس وہی سعید سعادت کے دامن کے اندر ہے جو اس خطرناک وقت میں بیدار رہنے والوں کی مجلس میں نہ بیٹھے اور خدا سے تنہائی میں دعائیں کرے اور اس سے ڈرے کہ ایسا نہ ہو رات کو یا دن کے کسی حصہ میں اُس کا عذاب آجائے۔

قرآن مجید کے ہوتے ہوئے ایک مصلح کی ضرورت

پھر اسی فوجوان نے عرض کیا کہ انہوں نے یہ سوال بھی مجھ سے کیا کہ قرآن شریف تو حق

مبتدل نہیں ہوا۔ کسی کے آنے کی ضرورت ہے؟ فرمایا کہ:-

”کیا خدا کی طرف سے کسی کے آنے کی ضرورت کا ایک ہی باعث ہے کہ قرآن شریف محرف مبتدل ہو۔ اور علاوہ بریں قرآن شریف کی معنوی تحریف تو کی جاتی ہے۔ جبکہ اُس میں لکھا ہے کہ مسیح مر گیا اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ زندہ آسمان پر چڑھ گیا اور تحریف کیا ہوتی ہے؟ یہ لوگ تحریف تو کر رہے ہیں۔ اور پھر مسلمانوں کی عملی حالت بہت ہی خراب ہو رہی ہے۔ نیچریوں ہی کو دیکھو۔ انہوں نے کیا چھوڑا ہے بہشت و دوزخ کے وہ قابل نہیں۔ دسی اور اور دُعا اور معجزات کے وہ مُنکر ہیں۔ انہوں نے یہودیوں کے بھی کان کاٹے۔ یہاں تک کہ تثلیث میں بھی نجات مان لی۔ یہ حالت ہو چکی ہے اور پھر کہتے ہیں کہ کسی آنے والے کی ضرورت نہیں۔ تعجب کی بات ہے کہ دُنیا تو گناہ سے بھر گئی ہے۔ مگر اُن کی حالت ایسی مسخ ہوئی ہے کہ وہ عسوس ہی نہیں کرتے کہ کسی مُصلح کی بھی ضرورت ہے۔ مگر عنقریب وقت آتا ہے کہ خدا تعالیٰ اُن کو معلوم کرے گا اور اس کے غضب کا اُتھاب بھگتنا آتا ہے۔

زمانہ تو ایسا تھا کہ رور و کر راتیں کاٹتے مگر اُن کی شوخی سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑے ہی بد بخت ہیں۔

گناہ سے بچنے کا ذریعہ

گناہ سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ کا خوف دل پر ہو اور جب خدا تعالیٰ چاہتا ہے تو اپنا خوف ڈال دیتا ہے۔ محبت بھی ایک ذریعہ گناہ سے بچنے کا ہے مگر یہ بہت اعلیٰ مقام ہے۔ مگر خوف ایک عام ذریعہ ہے۔ جس سے جو ان بھی ڈر جاتا ہے، خصوصاً ان دنوں میں۔ بلکہ بعض طبیبوں کا قول ہے کہ جو انوں کو بوڑھوں کی نسبت طاعون کا زیادہ خطرہ ہے۔ کیونکہ خون میں زیادہ جوش ہوتا ہے۔ پس یہ دن جن کو خدا کے قہر کے دن کہا جاتا ہے دراصل خدا تعالیٰ کے رحم کے دن ہیں۔ کیونکہ انسان کو بیدار کرنے والے اور غفلت کی زندگی سے نکالنے والے ہیں چونکہ لوگ غفلت اور گناہ سے باز نہ آتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے اُتھاب کی

چکار دکھائی۔ یقیناً یاد رکھو کہ اب دن بُرے آتے جاتے ہیں جیسا کہ سب نبیوں نے خبر دی تھی۔ خدا تعالیٰ نے اپنا پاک کلام مجھ پر یہی بھیجا کہ اب عقوبت کے دن آتے جاتے ہیں جو اس وقت دُعا کرے گا اور زور لگائے گا کہ نمازوں میں اس کو رونا آئے اور اس کا دل نرم ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے گا جب کہ شدت عذاب ہو اور اس وقت ڈرنے لگتا ہے تو پھر شریر اور حق شناس میں کیا فرق ہوا؟

غرض اس وقت کے تعلقات جو خدا تعالیٰ سے قائم کرو گے وہ کام آئیں گے۔ کیا اچھا کہا ہے حافظ نے ۷

چو کاہے عمر ناپید است بارے آں ادلی
کہ رونے واقعہ پیش نگارے خود باشیم
اور ایک یہ بھی علاج ہے گناہوں سے بچنے کا کہ کشتی نوح میں جو نصاب لکھی ہیں اُن کو ہر روز ایک بار پڑھ لیا کرو۔

دربارِ شام

حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب کی طبیعت کل ناساز تھی۔ آج الحمد للہ اچھی تھی۔

حضرت اقدسؒ نے حال دریافت فرمایا۔ اور پھر فرمایا کہ

”ہم نے جو تصرفات اللہ کے دیکھے ہیں۔ اس سے تو بعض وقت دواؤں کا بھی خیال نہیں آتا۔ بعض وقت ہم کو دوا سے شفا ہوئی اور بعض وقت محض دُعا سے۔ میں نے دعا کی کہ بدُون دوا کے شفا دے تو پھر اذن ہوا کہ ہم نے شفا دی اور شفا ہو گئی۔“

اللہ تعالیٰ سُنستا اور جواب دیتا ہے

اُس خدا پر ایمان لانے سے کیا مزاجِ قریب قریب بتوں کے ہو نہ سنستا ہو اور نہ جواب دے۔ اُس خدا پر ایمان لانے سے مزا آتا ہے جو قدرتوں والا خدا ہے جو ایسے خدا پر ایمان نہیں لاتا اور خدا تعالیٰ کی قدرتوں اور تصرفات پر ایمان نہیں رکھتا اس کا خدا بُت ہے۔

اصل میں خدا تو ایک ہی ہے مگر تجلیات الگ ہیں جو اس بات کا پابند ہے۔ اس سے ایسا ہی سلوک ہوتا ہے اور جو متوکل ہے اُس سے وہی۔

اگر خدا تعالیٰ ایسا ہی کمزور ہوتا تو پھر نبیوں سے بڑھ کر کوئی ناکام نہ ہوتا۔ کیونکہ وہ اسباب پرست نہ تھے بلکہ خدا پرست اور متوکل تھے +

(الحکمہ جلد ۶ نمبر ۳۹ صفحہ ۶۳۴ مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۰۲ء)

۱۶ اکتوبر ۱۹۰۲ء۔ (دربار شام) ایک رؤیا

بعد اداۓ نماز مغرب حضرت اقدس امام ہمام علیہ الصلوٰۃ والسلام شہ نشین پر اجلاس فرما ہوئے تو آپ نے بیٹھتے ہی اپنی ایک رؤیا سنائی کہ

میں نے اپنے والد صاحب کو خواب میں دیکھا دراصل ملائکہ کا متخل تھا مگر آپ کی صورت میں آپ کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی چھڑی ہے گویا مجھے مارنے کے لئے ہے میں نے کہا۔ کوئی اپنی اولاد کو بھی مارتا ہے جب میں یہ کہتا ہوں تو اُن کی آنکھیں پُر آب ہو جاتی ہیں۔ پھر وہ ایسا ہی کرتے ہیں۔ تو میں یہی کہتا ہوں۔ آخر دو تین بار جب اسی طرح ہوا۔ پھر میری آنکھ کھل گئی۔
فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک الہام میں یوں بھی فرمایا ہے۔ اَنْتَ مَتَّقِيْ بِمَنْزِلَةِ اَوْلَادِيْ۔
اور یہ قرآن شریف کی ایک آیت کے موافق بھی ہے۔ نَحْنُ اِبْنَاءُ اللّٰهِ وَ احِبَّاءُ قُلُ
قُلُوبِنَا يَعْنِيْ بَكْرٌ * ۱۷

۱۷ اس میں یہ اشارہ تھا کہ خدا تعالیٰ کی محبت اور حفاظت حضرت موعودؑ کے ساتھ دائمی اور مثل والد کے اولاد سے ہے۔ (یہ تشریحی نوٹ ایڈیٹر کا اپنا معلوم ہوتا ہے۔ مرتب)

ختم نبوت غیر امتی نبی کے آنے کو مانع ہے

ختم نبوت بھی ایک عجیب سلسلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ختم نبوت کو بھی قائم رکھتا ہے اور اسی کے استفادہ سے ایک سلسلہ جاری کرتا ہے۔ یہ تو ایک علمی بات ہے۔ مگر گنجائش کہ اس سلسلہ کو الٹ پلٹ کر دوسرے نبی کو لایا جاوے۔ حالانکہ خدا تعالیٰ کی حکمت اور ارادہ نہیں چاہتا کہ کوئی دوسرا نبی آوے قطع نظر اس کے کہ وہ شریعت رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو خواہ شریعت نہ بھی رکھتا ہو تب بھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی دوسرا نبی آپ کے سوا اور آپ کے استفادہ سے الگ ہو کر نہیں آسکتا۔ ساری براہین احمدیہ اس قسم کی باتوں سے بھری پڑی ہے اور بہت سے الہام اس کے مدد و معاون ہیں۔

علاوہ اس کے کہما انہم تَخَلَّفَ الْبَرِّیْنَ میں جو استخلاف کا وعدہ ہے یہ بھی اسی امر پر صاف دلیل ہے کہ کوئی پُرانا نبی اخیر تک نہ آوے ورنہ کہما باطل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہما کے نیچے تو مشیل کر رکھا ہے۔ عین کو نہیں رکھا۔ پھر یہ کس قدر غلطی اور جُرأت ہے کہ خدا تعالیٰ کے منشاء کے خلاف ایک بات اپنی طرف سے پیدا کر لی جائے اور ایک نیا اعتقاد بنالیا جائے۔ اور پھر کہما میں مدت کی بھی تعین ہے کیونکہ مسیح موعودؑ کے بعد چودھویں صدی میں آیا تھا۔ اس لئے ضروری تھا کہ آنے والا محمدی مسیح بھی چودھویں صدی میں آئے غرض یہ آیت ان تمام امور کو حل کرتی ہے اگر کوئی سوچنے والا ہو۔

ابن مریم کے آنے سے مراد

ابن مریم کا سوال بھی خدا تعالیٰ نے بڑی صفائی سے حل کیا ہوا ہے۔ سورہ التحریم میں اس راز کو کھول دیا ہے۔ کہ مومن مریم صفت ہوتا ہے اور پھر اُس میں نفع رُوح ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اسی ترتیب سے پہلے میرا نام مریم رکھا۔ پھر ایک وقت آیا کہ اس میں نفع رُوح ہوا اب مریم کے عمل سے جیسے مسیح پیدا ہوا۔ جو اسی رُوح القدس کے نفع کا نتیجہ تھا۔ اس لئے یہاں خود مسیح بنا دیا۔ براہین احمدیہ کو قرآن شریف کی اس آیت کے ساتھ جو سورہ تحریم میں بیان

ہوئی رکھ کر دیکھو اور پھر اس ترتیب پر غور کو کہ جو براہین میں رکھی ہے کہ پہلے مریم نام رکھا۔
پھر نفع رُوح کیا اور پھر یا عیسیٰ کہہ کر پکارا۔ اس آیت کی تفسیر کے لئے بھی دراصل یہی زمانہ
تھا۔ زمانہ بھی ایک قسم کی عقیقہ کی صورت پر ہوتا ہے۔

اور رُوح القدس اس لئے کہا کہ اللہ تعالیٰ کو حضرت مسیح کا تبریہ منظور تھا۔ کیونکہ بعض
اولاد میں شیطان کی شرکت ہو جاتی ہے اس واسطے رُوح القدس کہہ کر اس الزام کو دور کیا۔ غرض
حضرت مریمؑ کے متعلق جس قدر واقعات قرآن شریف میں ہیں وہی الہام یہاں بھی موجود ہیں۔
یلبیسیٰ بنت مکت قبل ہذا۔ دراصل جس قسم کی گھبراہٹ مریم کو تھی۔ اسی قسم کا جوش اب
بھی یہودیوں میں پیدا ہوا۔ اور ایسا ہی اٹلی ناٹ ہذا بھی براہین میں درج ہے۔

مولوی نذیر حسین دہلوی کی وفات کی خبر آنے پر الہام

مولوی نذیر حسین دہلوی کے مرنے کی خبر آئی تو زبان پر اس کے لئے جاری ہوا۔

**مَاتَ ضَالٌّ هَائِمًا
مسیح ناصری کے متعلق غیہ احمدیوں کے عقائد**

ایک شخص نبی بخش نام ساکن بٹالہ نے آپ کو لکھا کہ میں عیسائیوں سے بحث کرنے
لگا ہوں۔ حضورؐ نے اُس کو لکھا کہ

تم عیسائیوں سے کیا مباحثہ کرو گے؟ اُن کی ساری باتیں تو تم خود مانتے ہو۔ عیسیٰ
علیہ السلام کو زندہ آسمان پر بٹھتے ہو۔ غیب دان، مردوں کو زندہ کرنے والا کہتے ہو۔ اور پھر
تمہارا یہ اعتقاد ہے کہ صرف وہی مسیٰ شیطان سے پاک ہے۔ غرض اس قسم کے جب تمہارا
عقائد ہیں تو پھر اُن سے کیا بحث کرنی چاہتے ہو؟ اس سلسلہ کے بغیر اور کوئی صورت عیسائیوں
سے مباحثہ کی نہیں رہی۔ ہمارے مخالفوں نے تو اقبالی ڈگری کرا لی ہوئی ہے اور اُن کے
تمام عقائد باطلہ کی تائید کی ہوئی ہے۔

لے چنانچہ اس الہام سے اس کی وفات کی تاریخ بھی نکلتی ہے۔ مَاتَ ضَالٌّ هَائِمًا
۱۳۲۰ھ

قرآن مجید میں مسیح کو رُوحُ مِنَ اللہ کہنے کی وجہ

مسیح کو جو رُوح امد کہتے ہیں اور عیسائی اس پر ناز کرتے ہیں کہ یہ مسیح کی خصوصیت ہے یہ اُن کی صریح غلطی ہے۔ ان کو معلوم نہیں کہ قرآن شریف میں مسیح پر رُوح امد کیوں بولا گیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ قرآن شریف نے مسیح ابن مریم پر خصوصیت کے ساتھ بہت بڑا احسان کیا ہے جو اُن کا تبریہ کیا ہے۔ بعض ناپاک فطرت یہودی حضرت مسیح کی ولادت پر بہت ہی ناپاک اور خطرناک الزام لگاتے ہیں اور یہ بھی ہے کہ بعض دلدار اس قسم کے ہوتے ہیں کہ شیطان اُن کی پیدائش میں شریک ہو جاتا ہے۔ اس لئے امد تعالیٰ نے حضرت مسیح اور حضرت مریم کے دامن کو ان اعتراضوں سے پاک کرنے کے لئے اور اس اعتراض سے بچانے کے لئے جو دل شیطان کا ہوتا ہے۔ قرآن شریف میں رُوحُ مِنَ اللہ کہا۔ اس سے خدائی ثابت کرنا حماقت ہے کیونکہ دوسری جگہ حضرت آدم کے لئے نفختہ فیہ من روحی بھی تو آیا ہے۔ یہ صرف تبریہ کیا ہے۔ لیکن جو لوگ اس حقیقت سے واقف نہیں ہیں وہ اُن سے بحث خاک کریں گے۔

(الحکمہ جلد ۶ نمبر ۳۹ صفحہ ۶، ۷ مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۶۲ء)

۱۶ اکتوبر ۱۹۶۲ء بروز جمعہ

(بعد از نماز مغرب)

میاں احمد دین صاحب اپیل نویس گوجرانوالہ سے حسب الحکم حضرت اقدس تشریف لائے

اُن کے اتنی جلدی تشریف لانے پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ

ریل بھی ایک عجیب شے ہے ایک خارق عادت طور پر انسان کہیں کا کہیں جا

پہنچتا ہے۔

ایک شخص نے اپنی آنکھوں کے مرض سے شفا پانے کے لئے دھماکی درخواست کی۔

حضرت اقدسؒ نے فرمایا۔ ”اچھا کریں گے۔“ پھر فرمایا کہ

”اٹکھ کان ناک وغیرہ اللہ تعالیٰ کی امانتیں ہیں۔ انعام کی بھی کیا عجیب راہ اختیار کی ہے۔ اگر ایک اٹکھ جاتی رہے تو کس قدر بلا نازل ہوتی ہے۔“

پنجاب میں طاعون کی ترقی

پھر حضرت اقدسؒ نے نواب محمد علی خاں صاحب سے طاعون کا حال مالیر کوٹہ کمپن

دریافت فرمایا۔ نواب صاحب نے جواب دیا کہ کچھ شروع ہے مگر کم۔ اب کے دفعہ

رپورٹ سے معلوم ہوا ہے کہ گذشتہ ہفتہ کی نسبت سے اس ہفتہ کل ہندوستان میں

تو کم ہے مگر خاص پنجاب میں بہت ترقی پر ہے۔ حضرت اقدسؒ نے فرمایا کہ

”پنجاب ہی بگڑا ہوا ہے کوئی اس کا ستر تو دریافت کرے۔“ فرمایا۔

”حکامو نے لکھا ہے کہ الطاعون هو الموت۔ جس کے آثار ردی ظاہر ہوں۔

رنگ سیاہ ہو جائے اور جلد جلد موت ہو تو وہ تو بلائے آسانی ہوتی ہے۔ ورنہ مشابہ الطاعون

گھٹٹیوں کا ہونا اور بخار کا ہونا طاعون نہیں۔ ایک دفعہ ہمارے سب بچوں کو گھٹٹیاں نکل آئیں

صرف اینٹ گرم کر کے سینکتے رہے سب کو آرام ہو گیا۔

طاعون تو ایک بستر مخفی کی طرح ہے۔ ورنہ بعض اوقات اس کے عواض ہو کر پھر انسان

کو کچھ نہیں ہوتا۔“

احمد دین صاحب اپیل نویں نے حضرت اقدسؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ سرکار نے یہ

قانون پاس کیا ہے کہ اگر ایک محلہ میں ایک مریض کو طاعون ہو اور اس محلہ کے پانچ کس

یہ کہیں کہ اُسے نکالا جائے اور پانچ صدیہ کہیں کہ نہ نکالو تو ان پانچ کی رائے پر عمل درآمد

ہوگا۔ اور اگر مریض یا اس کے ورثہ اس کی خلاف ورزی کریں تو زبردفعہ ۱۸۸۰ وہ مجرم

گردانے جائیں گے۔

حضرت اقدسؒ نے فرمایا کہ

ایک طرح سے گورنمنٹ نے اپنے سر سے بھارت کر رعایا پر ڈال دی ہے۔ محکمہ میں اکثر عداوت وغیرہ بھی ہوتی ہے۔ خواہ لوگ ایک مسئلے کے بخار کو طاعون کہہ کر نکال دیں۔

حفاظت دار سے متعلق الہام

فرمایا۔

آج میری زبان پر پھر یہ الہام جاری تھا۔ اِنِّیْ اَحَافِظُکُمْ مِّنْ فِی الدَّارِ الْاَلٰذِیْنَ عَلَوْا مِنْ اَسْتِکْبَارٍ *

اَلَا الَّذِیْنَ عَلَوْا ہمیشہ ساتھ ہی ہوتا ہے۔ خدا معلوم اس کے کیا معنی ہیں۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ لوگ متنبہ رہیں۔ تقویٰ پر قائم رہیں۔ ایک علو تو اس رنگ میں ہوتا ہے جیسے کہ اَمَّا لَیْسَ خَمَّةٌ رَّیْبَکَ فَخَدَّیْکَؕ اور ایک علو شیطان کا ہوتا ہے جیسے اَبٰی وَاَسْتَکْبَرُوْاؕ اور اس کے بارے میں ہے اَمْ کُنْتُمْ مِنَ الْعٰلِیِّیْنَؕ یہ اُس سے سوال ہے کہ تیرا علو تکبر کے رنگ میں ہے یا واقعی ہے۔ خدا تعالیٰ کے بندوں کے واسطے یہی اعلیٰ کا لفظ آیا اور ہمیشہ آتا ہے جیسے اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی مگر یہ تو انکسار سے ہوتا ہے اور وہ تکبر سے ملا ہوا ہوتا ہے۔

﴿الحکم میں﴾ اَلَا الَّذِیْنَ عَلَوْا باستکبار لکھا ہے (الحکم جلد ۶ نمبر ۲۰ صفحہ ۷ مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۷۹ء)

﴿حلو کے ذکر میں﴾ حکم میں مندرجہ ذیل مضمون بیان ہوا ہے۔

علو جو خدا تعالیٰ کے خاص بندوں کو دیا جاتا ہے وہ انکسار کے رنگ میں ہوتا ہے اور شیطان کا علو استکبار سے ملا ہوا تھا۔ دیکھو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ کو فتح کیا تو آپؐ نے اسی طرح اپنا سر جھکایا اور سجدہ کیا۔ جس طرح ان مصائب اور مشکلات کے دونوں میں جھکتے اور سجدے کرتے تھے جب اسی مکہ میں آپؐ کی ہر طرح سے مخالفت کی جاتی اور دھک دیا جاتا تھا جب آپؐ نے دیکھا کہ میں کس حالت میں یہاں سے گیا تھا۔ اور کس حالت میں اب آیا ہوں تو آپؐ کا دل خدا کے شکر سے بھر گیا اور آپؐ نے سجدہ کیا۔ (الحکم جلد ۶ نمبر ۲۰ صفحہ ۷ مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۷۹ء)

شاہ عبدالعزیز صاحب کے ایک شاگرد کا حَقّہ کے متعلق غلط فتویٰ

شاہ عبدالعزیز صاحب کے شاگردوں میں سے ایک کا ذکر ہوا۔ فرمایا کہ ایک دفعہ وہ شامِ ثلاثہ میں تھے تو ایک نے حَقّہ کا فتویٰ پوچھا۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ (حالانکہ غلط تھا) کہ حَقّہ دو قسم کا ہے۔ ایک وہ جو کہ تکیوں میں ہوتا ہے۔ دس دس دن تک پانی نہیں بدلتے۔ اُسے غسل نہیں دیتے۔ وہ تو حرام ہے۔ اور دوسرا جس کا پانی بدلتا رہتا ہے۔ اور اُسے غسل دیتے رہتے ہیں وہ حلال ہے۔

عالمِ رویا میں مُردوں کے قبروں سے نکلنے کی تعبیر

پھر اس کے بعد مفتی محمد صادق صاحب ایک انگریزی کتاب حضرت اقدس کو سناتے رہے جس میں ایک موقع پر یہ بھی تھا کہ جب مسیح کو صلیب دی گئی تو اس وقت مرد قبروں میں سے نکلے۔

حضرت اقدسؒ نے فرمایا کہ

عالمِ رویا میں مُردہ کے قبر سے نکلنے کی یہ تعبیر ہوتی ہے کہ کوئی گرفتار آزاد ہو سکتا ہے کہ کسی نے اُس وقت کشفی عالم میں یہ دیکھا ہو ورنہ یہ اپنے ظاہری معنوں میں ہرگز نہیں ہوا۔

طاعون کے ٹیکہ کے فوائد پر رائے پر تاپ سنگھ کی تقریر کا ذکر

اجاب میں سے ایک نے ذکر سنایا کہ آج قادیان میں ٹیکہ والے آئے تھے۔ باہر باغ میں مہنوں نے سب کو بلایا اور ایک لمبی تقریر کی جس میں ٹیکہ کے فوائد لوگوں کو بتلائے انجام یہ ہوا کہ سب نے اس امر پر اتفاق کر لیا کہ ہم ٹیکہ لگوائیں گے۔ تقریر کرنے والے صاحب رائے پر تاپ سنگھ تھے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ میں نے مرزا صاحب کو بھی تاکید کرنی تھی مگر چونکہ انہوں نے ماننا نہیں اور ڈھنگ بنایا ہوا ہے اس لئے سردست

اُن کی خدمت میں کچھ نہیں کہتا۔ پھر کسی وقت موقع ہوا تو کہوں گا۔ میں یہاں پر نہ آتا مگر چونکہ متواتر طور پر رپورٹ پہنچی ہے کہ چوڑھوں میں طاعون ہے اس لئے آنا پڑا۔ اس پر حکیم نور الدین صاحب نے بیان کیا کہ ہمارے ان نہالی چوڑھی آتی ہے میں نے اُس سے طاعون کا حال دریافت کیا تھا کہنے لگی کہ طاعون تو ہے نہیں ایک لڑکی مری ہے وہ کئی دنوں سے بیمار تھی اب کہتے ہیں کہ طاعون سے مری۔

حضرت اقدسؒ نے فرمایا کہ

چوڑھوں میں ہمیشہ کبھی نہ کبھی ایسی موتیں ہوتی رہتی ہیں۔ ایک دفعہ اسی موسم میں پچاس آدمی ہیضہ سے مر گئے تھے حالانکہ طاعون وغیرہ نہ تھی اور چوڑھوں کا حملہ تو ہم سے ایسا ہی دُور ہے جیسے کہ ننگل۔ بھینی درو گاؤں متصل قادیان (یہ لوگ زبردستی اُسے الحاق کرتے ہیں) آخوکار چوڑھوں کی موت کی وجہ یہ معلوم ہوئی کہ ان لوگوں نے مُردہ مولشی اس وقت کھائے جبکہ وہ متعفن ہو گئے تھے)

پھر بیان کیا گیا کہ ٹیکہ والوں نے سروسٹ کل اکا بریزن وہ ہندو مسلمان کے دستخط کرانے ہیں شاید کل یا پرسوں پھر آویں گے۔ حضرت اقدسؒ نے فرمایا:-

ہمارے دستخط کشتی نوح میں ہیں جو خدا کے ساتھ سیدھا اور راست ہوگا۔ تو طاعون کی کیا مجال ہے کہ اس کے پاس آوے۔

پھر جماعت کو مخاطب کر کے حضرت اقدسؒ نے فرمایا کہ

صحابہ میں طاعون ہوتا رہا ہے ان انبیاء کو ہرگز نہیں ہوا۔ اگر کوئی اس پر سوال کرے تو جواب یہی ہے کہ ہر ایک رنگ جدا ہے ثابت کرو کہ کوئی نبی طاعون سے مرا ہو۔ ورنہ اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کس قدر فتنہ برپا ہوتا۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ یہودیوں کو طاعون ہوا تو مولے کو بھی ساتھ ہوا ہو ورنہ سارے یہودی مُرتد ہو جاتے۔

طاعون کا علاج

ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب ٹیکہ بھی علاج نہیں اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ حفاظت کا ہے تو پھر مریم عیسیٰ اور جدار کا استعمال کیوں بتلایا ہے۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ

جو علاج اللہ تعالیٰ بتلا دے وہ تو اسی حفاظت میں داخل ہے کہ اس نے خود ایک طریق حفاظت بھی ساتھ بتلا دیا اور انشراح صدر سے ہم اسے استعمال کر سکتے ہیں لیکن اگر ٹیکہ میں خیر ہوتی تو ہم کو اس کا حکم کیا جاتا اور پھر دیکھتے کہ سب سے اول ہم ہی کرواتے۔ اگر خدا تعالیٰ آج ہی بتلا دے کہ فلاں علاج ہے یا فلاں دوا مفید ہے تو کیا ہم اسے استعمال نہ کریں گے وہ تو نشان ہو گا۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم خود کس قدر متوکل تھے مگر ہمیشہ لوگوں کو دوائیں بتلاتے تھے۔ اگر ہم عوام الناس کی طرح ٹیکہ کر لائیں تو خدا پر ایمان نہ ہوا۔ پہلے یہ تو فیصلہ کیا جائے کہ آیا ہم نے ۲۲ برس پہلے طاعون کی اطلاع دی کہ جس وقت طاعون کا نام و نشان نہ تھا۔ اور پھر ہر برس کے بعد اس کے متعلق خبر در کوئی نہ کوئی خبر دی جاتی رہی ہے۔ پھر پنجاب کے متعلق خبر دی حالانکہ اس وقت کوئی مقام اس میں مبتلا نہ تھا۔ پھر ایک دم پنجاب کے ۲۳ ضلعوں میں پھیل گئی۔ وہ تمام کتاہیں جن میں یہ بیان ہیں خود گورنمنٹ کے پاس موجود ہیں۔ اگر ٹیکہ میں کوئی خیر ہوتی تو خدا خود ہمیں بتلاتا اور ہم اس وقت سب سے پہلے ٹیکہ لگوانے میں اول ہوتے۔ مگر جب گورنمنٹ نے اختیار دیا ہے تو یہ اختیار گویا خدا تعالیٰ ہی نے ہمیں دیا ہے کہ جبراً اٹھوا دیا۔

طاعون کے سلسلہ میں جماعت کو نصیحت

ہماری جماعت کا صرف دعویٰ ہی دعویٰ نہ ہو کہ وہ اس دعویٰ بیعت پر نازاں رہیں۔ بلکہ

اُن کو اپنے اندر تبدیلی کرنی چاہیئے۔ دیکھو طاعون کئی بار موسیٰ علیہ السلام کے لشکر پر پڑی۔ اب دشمن تو خوش ہوتے ہوں گے۔ مگر موسیٰ علیہ السلام کو کس قدر شرمساری ہوئی ہوگی۔ لکھا ہے کہ بلعم کی بددعا کی وجہ سے اسی ہزار دبا سے مر گئے تھے۔ اگرچہ اور لوگ بھی گنہگار تھے

لے حاشیہ: عالم ہے، یہ سب ابتلاؤں اُن کی اپنی بدکاریوں کا نتیجہ تھا اور اُنہوں نے اس طرح پر اپنے دلیر حاشیہ لکھے

مگر موسیٰ علیہ السلام کی قوم اس وقت دوسری ذمہ دار تھی۔ بہت کم لوگ ہیں جو کہ دلوں کو صفا کرتے ہیں۔ اگر ایک پاخانہ میں سے پاخانہ تو اٹھالیا جاوے مگر اس کے چند ایک ریزے باقی رہیں تو کسی کا دل گوارا کرتا ہے کہ اس میں روٹی کھاوے۔ اسی طرح اگر پاخانہ کے ریزے دل میں ہوں تو رحمت کے فرشتے اس میں داخل نہیں ہوتے۔

إِذَا الَّذِينَ عَلِمُوا كَالْفُطْرِ مَبِشَّةً دَلَّ فِي خَطَرِهِ دَانَا هُوَ كَقَعْنَا وَقَدَرُ مَقْدَرِهِ يَارَا
قرآن شریف کو پڑھو اور اپنی اصلاح کرو۔ اگر ہماری جماعت میں سے کسی کو طاعون ہوا تو مخالف

عمل سے گویا موسیٰ علیہ السلام کو بدنام کیا۔ پس تم اپنے آپ کو درست کرو تاکہ ایسا نہ ہو کہ تم میں سے کوئی سلسلہ کو بدنام کرنے والا ٹھہرے۔

(الحکم جلد ۶ نمبر ۳۹ صفحہ ۸ مورخہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۵۲ء)

۱۰ اسی ذکر میں الحکم میں مزید لکھا ہے۔

میرے واسطے یہ ایک نشان ہے اور میں اپنے اللہ پر یقین رکھتا ہوں کہ وہ ایسا ہی کرے گا جیسا کہ اس نے فرمایا اَتَىٰ احْفَظُ حَلَّٰلٌ مِّنْ فِی الدَّارِ اَوَّلِ احْفَظُكَ خَاصَّةً مَّگَر ہمارے جماعت کو لازم ہے کہ وہ بڑے دعویٰ پر ہی نہ رہے۔ اس کا فرض ہے کہ وہ اپنے آپ کو درست کرے اور اپنی اصلاح کرے جو اپنی اصلاح نہیں کرتا۔ اور تقویٰ اور طہارت اختیار نہیں کرتا۔ وہ گویا اس سلسلہ کا دشمن ہے جو اس کو بدنام کرنا چاہتا ہے اور یہ سلسلہ خود خدا تعالیٰ نے قائم کیا ہے اس لئے اپنے عمل سے وہ گویا خدا تعالیٰ کی مخالفت کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس کی کیا پروا کرے گا۔ اُسے تو اپنے سلسلہ کی عظمت منظور ہے۔ وہ ایسے لوگوں سے جو اس کے لئے دشمنی کا کام کریں۔ سلسلہ کو صاف کر دے گا۔ (الحکم جلد ۶ نمبر ۳۹ صفحہ ۸ مورخہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۵۲ء)

۱۱ حکم میں لکھا ہے۔

الہام میں جو یہ آیا ہے اِلَّا الَّذِیْنَ عَلُوا بِاسْتِکْبَارٍ یَّہْ بڑا مندر اور (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہی شور ڈالیں گے کہ دیکھو ٹیکہ نہ کرایا تو ہلاک ہوئے اور اگر وہ بچے رہے تو ہنسیں گئے خدا کے کام اور حفاظت سے حصہ لینے والا وہ شخص ہے جو اپنے دل میں سمجھ لے کہ میں نے تبدیلی پیدا کر لی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح ہو جائے۔ جس طرح انہوں نے ٹاٹ کے کپڑے پہن لئے تھے۔

عذاب شدید آنے والا ہے۔ فرق سے فرق ہوتا ہے۔ اگر بیعت کے وقت وعدہ اور

ڈرانے والا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ بار بار کشتی نوح کو پڑھو اور قرآن شریف کو پڑھو اور اس کے موافق عمل کرو۔ کسی کو کیا معلوم ہے کہ کیا ہونے والا ہے۔ تم نے اپنی قوم کی طرف سے بر لعنت طامت لینی تھی لے چکے لیکن اگر اس لعنت کو لے کر خدا تعالیٰ کے ساتھ بھی تمہارا معاملہ صاف نہ ہوا اور اس کی رحمت اور فضل کے نیچے نہ آؤ تو پھر کس قدر مصیبت اور مشکل ہے۔ اخباروں والے کس قدر شور مچاتے ہیں۔ اور ہماری مخالفت میں ہر پہلو سے زور لگاتے ہیں مگر وہ یاد رکھیں کہ خدا تعالیٰ کے کام بابرکت ہوتے ہیں۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ اس برکت سے حصہ لینے کے لئے ہم اپنی اصلاح اور تبدیلی کریں۔ اس لئے تم اپنے ایمانوں اور اعمال کا محاسبہ کرو۔ کہ کیا ایسی تبدیلی اور صفائی کر لی ہے کہ تمہارا دل خدا تعالیٰ کا عرش ہو جائے۔ اور تم اس کی حفاظت کے سایہ میں آ جاؤ۔

(الحکمہ جلد ۶ نمبر ۳۹ صفحہ ۹۵۵ مورخہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۵۲ء)

۱۔ اسی ذکر میں احکم میں مندرجہ ذیل الفاظ ہیں :-

میں تمہیں بار بار یہی نصیحت کرتا ہوں کہ تم ایسے پاک صاف ہو جاؤ۔ جیسے صحابہؓ نے اپنی تبدیلی کی۔ انہوں نے دنیا کو بالکل چھوڑ دیا گویا ٹاٹ کے کپڑے پہن لئے۔ اسی طرح تم اپنی تبدیلی کرو۔ (الحکمہ جلد ۶ نمبر ۳۹ صفحہ ۵۵ مورخہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۵۲ء)

ہے۔ اور پھر عمل اور ہے تو دیکھو کتنا فرق ہے۔ اگر تم خدا سے فرق رکھو گے تو وہ تم سے فراق رکھے گا۔ اگر ہماری جماعت سے سو آدمی مر جائیں تو ہم یہی کہیں گے کہ اُن کے دلوں میں فرق تھا کیونکہ ہمیں کسی کے اندر نہ کا کیا حال معلوم ہے۔ عیسائی اور مولے کے وقت کیا ہوا۔

ہم دواؤں کی تاثیرات سے منکر نہیں ہیں۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ ادھر تم نے ٹیکہ نہ کرایا۔ اور اگر چند ایک لوگ مبتلائے طاعون ہوئے تو وہ لوگ کس قدر ہنسین گئے جنہوں نے ٹیکہ کرایا ہوگا۔ مگر بڑا بیوقوف ہے جو کہ اُس دوا کو بھی نہ میوے اور پھر اس دوا سے بھی محروم رہے کہ اُس کا معاملہ خدا کے ساتھ ٹھیک نہ ہو تو وہ گویا دو نو طرف سے محروم رہا۔ پھر اگر ہماری جماعت

الحکمہ میں ہے۔

رُو بدنیانہ رہو بلکہ خدا ہی کی طرف متوجہ ہو جاؤ

خدا تعالیٰ کا شدید عذاب آنے والا ہے اور وہ غصیٹ اور طیب میں ایک امتیاز کثیر الہی ہے وہ ہمیں فُرقان عطا کرے گا جب دیکھے گا کہ تمہارے دلوں میں کسی قسم کا فرق باقی نہیں رہا۔ اگر کوئی بیعت میں تو اقرار کرتا ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم کروں گا مگر عمل سے وہ اس کی سچائی اور وفاء عہد ظاہر نہیں کرتا تو خدا کو اس کی کیا پمواہ ہے۔ اگر اس طرح پر ایک نہیں سو بھی مر جائیں تو ہم یہی کہیں گے کہ اُس نے اپنے اندر تبدیلی نہیں کی اور وہ سچائی اور معرفت کے نور سے جو تاریکی کو دور کرتا اور دل میں یقین اور لذت بخشا ہے، دور رہا اور اس لئے ہلاک ہوا۔

(الحکمہ جلد ۲، نمبر ۳ ص ۳۱ مورخہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۲۱ء)

الحکمہ میں ہے۔

دیکھو ٹیکہ والے اپنی جگہ اسباب پر پنجہ مارتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ بچ جاویں گے اور کچھ تعجب نہیں کہ اس سے فائدہ بھی اٹھا دیں۔ لیکن وہ جو ہمارے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ اگر وہ اس دوا کو جو ہم پیش کرتے ہیں استعمال نہیں کرتے ہیں اور اس ٹیکہ کو جو خدا نے اُن کے لئے طیار کیا ہے استعمال نہیں کرتے تو افسوس ہے کہ وہ اس ٹیکہ سے بھی جو گورنمنٹ نے تیار کیا (بقیہ حاشیہ ۷۱ کے صفحہ پر)

میں سے کسی کو طاعون ہوگا تو اس کا اثر اس کے ایمان پر بھی پڑے گا۔ وہ خیال کرے گا کہ میں تو بیعت میں تھا مجھے کیوں طاعون ہوئی خدا کسی کی ظاہری صورت کو نہیں دیکھتا۔ وہ اس منشاء کو دیکھتا ہے جو انسان نے اپنے دل میں بنایا ہوا ہے۔ خدا کے ساتھ صفائی ایک مشکل کام ہے طاعون اگرچہ مومن کے واسطے ایک خوشی ہے مگر چونکہ مخالف کہتے ہیں کہ یہ تمہاری شامت سے آئی ہے اس لئے اگر یہ جماعت اسی طرح تباہ ہو جس طرح دوسرے تباہ ہوتے ہیں۔ تو پھر تو ان کو خوب ثبوت مل جائے گا کہ واقعی ہماری شامت سے آئی ہے اور اگر ٹیکہ لگوانے والے بھی ہلاک ہوں اور تم بھی ہلاک ہو پھر بھی کوئی تمیز نہیں رہتی۔ اس لئے تبدیلیاں پیدا کرنی چاہئیں کشتی نوح میں میں نے بہت کچھ کہنا تھا مگر انشاء اللہ پھر کسی دوسرے موقع پر لکھا جائے گا۔ اتنا لکھا بھی کافی ہے۔

کیا ہے مودوم رہے۔ اس سے تو بہتر تھا کہ وہ ٹیکہ ہی کرا لیتے کیونکہ اگر وہ پورا ایمان اور اس کے موافق عمل نہیں رکھتے تو خدا تو ان کی پروا نہ کرے گا اور پھر ان کی موت حسرت کی موت ہوگی اور اس سے ان کے ایمان کو اور بھی صدمہ پہنچے گا۔ خدا تعالیٰ صورت کو نہیں دیکھتا وہ تو یہ دیکھتا ہے کہ آیا اُس نے میرے منشاء کے موافق اپنے آپ کو بنایا ہے یا نہیں؟ اگر کوئی طاعون سے مرے اور اُسے کہا جائے کہ وہ جماعت میں تھا تو یہ ایک دھوکا اور غلطی ہوگا وہ حقیقت میں اس سے الگ تھا ورنہ ایک موت تو دوسری موت کا کفارہ ہوتی ہے اگر اس کے اپنے جذبات اور نفسانی خواہشوں پر موت آپگئی تھی اور وہ دنیا کے فریبوں اور مکاریوں سے الگ ہو چکا تھا تو پھر کیا دجہ ہے کہ وہ ہلاک کیا جاتا ہے اس کا ہلاک کیا جانا ہی اس امر کی دلیل ٹھہری کہ وہ اس سے الگ تھا۔

طاعون سے مرنا بے شک شہید ہوتا ہے مگر اس وقت خدا تعالیٰ نے اس کو ایک نشان ٹھہرایا ہے۔ اس لئے اگر طاعون سے جماعت تباہ ہو جاوے تو پھر یہ نتیجہ نکلے گا کہ یہ ہماری شامت سے آئی ہے جیسا کہ بعض ظالم طبع لوگوں نے مجھے (بقیہ حاشیہ الگ صفحہ پر)

مجھے یہ فکر ہے کہ وہ مثل نہ ہو یکے نقصان مایہ و دیگر شائستہ ہمسایہ۔ ایک تو مرے اور پھر
 مجموعے کہلا کر مرے۔ اگر ایک طرف مخالفوں کی ہزار موت ہو تو وہ نام نہ لیں گے اور ہمارا ایک
 بھی مرے تو دھول بجائیں گے۔ خدا نے صورت تو نہیں دیکھنی۔ اس نے دل دیکھنا ہے مگر لوگ
 تو ظاہر دیکھتے ہیں اور جس شخص کا نام رجسٹر بیعت میں ہے۔ اُسے جماعت میں خیال کرتے ہیں وہ
 تو رجسٹر میں صرف نام دیکھیں گے۔ لیکن اگر خدا کے رجسٹر میں نام نہیں ہے تو ہم کیا کر سکیں گے
 خدا نے ترقی کا موقع خوب دیا ہے نفس کو لگام دینے کے لئے اس سے بڑھ کر اور کونسا وقت
 ہو سکتا ہے۔ اس وقت سے غافل نہ رہنا چاہیے۔ اور محنت کرنی چاہیے۔

سالک اور مجذوب کی تعریف اور حقیقی اطاعت

وہ انسان جو آپ محنت کرتا ہے اُسے سالک کہتے ہیں اور جسے خود خدا دیوے۔ وہ
 مجذوب ہوتا ہے اور جو سویا رہے تو اسے کوئی کیا کرے ان اللہ لا ینغیر ما بقوہ حتی
 ینغیرہ ما بانفسہم بات سن کر صرف کان تک رکھنے سے فائدہ نہیں ہوتا جتنک دل کو
 خبر نہ ہو۔ انسان ایک دو کاموں سے سمجھ لیتا ہے کہ میں نے خدا کو راضی کر لیا۔ حالانکہ یہ بات
 اس قسم کے خطوط لکھے مگر انہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ کس کی شامت سے اور
 کن کے لئے آئی ہے مگر جماعت کا فرض ہے کہ وہ اپنی اصلاح کرے۔

(الحکمہ جلد ۶ نمبر ۳۹ صفحہ ۳۸ اکتوبر ۱۹۰۲ء)

الحکمہ میں ہے۔

ان اللہ لا ینغیر ما بقوہ حتی ینغیرہ ما بانفسہم۔ خدا نے میرے الہام
 میں جو طاعون کے متعلق ہے یہ آیت رکھی ہے۔ جو اس امر کی طرف راہبری کرتی
 ہے کہ تبدیلی کی بڑی ضرورت ہے یہ بڑی ہی خوفناک بات ہے کہ انسان سُکر
 کانوں تک ہی رہنے دے اور دل تک نہ پہنچے۔ بڑا ہی ظالم وہ شخص ہے جو ظاہری

حالت پر خوش ہو جاتا ہے اور سچی اطاعت کی حالت نہیں دکھاتا۔ (الحکمہ جلد ۶ نمبر ۳۹ صفحہ ۳۸ اکتوبر ۱۹۰۲ء)

نہیں ہوتی۔ اطاعت ایک بڑا مشکل امر ہے۔ صحابہ کرامؓ کی اطاعت، اطاعت حق، کہ جب ایک دفعہ مال کی ضرورت پڑی۔ تو حضرت عمرؓ اپنے مال کا نصف لے آئے اور ابو بکرؓ اپنے گھر کا مال و متاع فروخت کر کے جس قدر رقم ہو سکی وہ لے آئے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے سوال کیا کہ تم گھر میں کیا چھوڑ آئے؟ انہوں نے جواب دیا کہ نصف پھر ابو بکرؓ سے دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول گھر چھوڑ آیا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس قدر تمہارے مالوں میں فرق ہے۔ اسی قدر تمہارے اعمال میں فرق ہے۔

کیا اطاعت ایک سہل امر ہے۔ جو شخص پورے طور پر اطاعت نہیں کرتا وہ اس سلسلہ کو بدنام کرتا ہے۔ حکم ایک نہیں ہوتا بلکہ حکم تو بہت ہیں۔ جس طرح بہشت کے کئی دروازے ہیں۔ کہ کوئی کسی سے داخل ہوتا ہے اور کوئی کسی سے داخل ہوتا ہے۔ اسی طرح دوزخ کے کئی دروازے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ تم ایک دروازہ تو دوزخ کا بند کر دو اور دوسرا کھلا رکھو۔ ہمارے لئے تو دوہرا وقت ہے۔ گورنمنٹ بھی ایک طرح سے مخالف ہے۔ کیونکہ اگر گورنمنٹ کو ہم پر ایمان ہوتا تو وہ ہم سے کہتی کہ دھاکرو۔ ادھر اخباروں نے شور مچایا ہے کہ ہم گورنمنٹ کی

الحکم میں ہے۔

اطاعت کوئی چھوٹی سی بات نہیں اور سہل امر نہیں یہ بھی ایک موت ہوتی ہے جیسے ایک زلفہ آدمی کی کھال اتاری جائے ویسی ہی اطاعت ہے۔ (الحکم جلد ۹ نمبر ۳۹ صفحہ ۱۳۱) (۱۹/۱۰/۱۹۷۹ء)

الحکم میں ہے۔

یہ وقت بہت ہی نازک ہے اور ہماری جماعت خصوصیت کے ساتھ بلی ذمہ داری کے نیچے ہے گورنمنٹ کو بھی ٹیکہ سے جواب دیا اور خود اصلاح بھی نہ کرے تو اس کیلئے سخت خطرہ ہے۔ گورنمنٹ تو ہم پر ایمان نہیں رکھتی جو ہمارے آسمانی ٹیکہ سے فائدہ اٹھائے مگر تم جو اس سلسلہ کو خدا کی طرف سے مانتے ہو اگر عمل نہ کرو گے تو خسار الدنیا والآخرۃ ٹھہر گے۔ (الحکم جلد ۹ نمبر ۳۹ صفحہ ۱۳۱) (۱۹/۱۰/۱۹۷۹ء)

مخالفت کی لوگوں کو تعلیم دیتے ہیں پس خوب یاد رکھو جس طرح دنیا میں ایک عام قانون قدرت خدا کا ہے کہ تم پیدا اگر مہندو کھائے تو اسے بھی دست آئیں گے اور اگر مسلمان کھائے تو اسے بھی دست آئیں گے۔ اسی طرح آفتاب مہتاب کی روشنی سے ہر ایک قوم مشتمل کہ فائدہ اٹھاتی ہے اور ایک خاص قانون ہے جو مومنین کے ساتھ برتا جاتا ہے وہ بہت لفیذ اور شیریں ہے اور بہت سے پھلوں سے بھرا ہوا ہے اور ان پھلوں کے درمیان شیرو بھرا ہوا ہے نہ کہ نشتر سے

ہر ایک کو واجب ہے کہ خوب سمجھے اور اپنے بھائی کو سمجھا دے اور گھر میں عورتوں کو سمجھا دے۔ حاضر غائب کو بتا دے۔ دھوکا کھانے والے بہت ہوں گے کیونکہ ابتدائی حالت ہے۔ اسم نویسی کروا کر کوئی خیال نہ کرے کہ صرف اتنے ہی فعل سے وہ خدا کی حفاظت میں آگیا۔

(البدد جلد اول نمبر ۵، صفحہ ۵، ۴ مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۰۲ء)

الحکم میں مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان ہوا ہے۔

خدا تعالیٰ نے ایک خاص قانون اپنے برگزیدوں اور راست بازوں کے لئے رکھا ہوا ہے وہ ایسا نیک ہے کہ اس میں نہ نشتر کی ضرورت ہے نہ اس میں تپ آتا ہے جب کوئی اس کی شرائط کو پورا کرنے والا ہو۔ تو وہ خدا کے سایہ میں آجاتا ہے۔ تم اسے اختیار کرو تا تم ضائع نہ ہو۔ ہر شخص جو اس کو سمجھے وہ دوسرے کو سمجھا دے۔ اور حاضر غائب کو پہنچا دے تاکہ کوئی دھوکا نہ کھائے۔ یاد رکھو محض اسم نویسی سے کوئی محبت میں داخل نہیں جب تک وہ حقیقت کو اپنے اندر پیدا نہ کرے۔ آپس میں محبت کرو، اٹلاؤ، حقوق نہ کرو اور خدا کی راہ میں دیوانہ کی طرح ہو جاؤ تاکہ خدا تم پر فضل کرے۔ اس سے

کچھ باہر نہیں۔ (الحکمہ جلد ۲ نمبر ۲۰ صفحہ ۱۰ مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۰۲ء)

۱۸ اکتوبر ۱۹۰۲ء بروز شنبہ (بوقت سیر) حفاظت دار سے متعلق الہام

فہمنا کہ

آج کوئی پیر رات باقی ہوگی کہ الہام ہوا۔

اِنِّیْ اَحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ وَ لِنَجْعَلْهُ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَ رَحْمَةً مِّنَّا وَ
کَانَ امْرًا مُّقْضٰیًا۔ عندی معالجات۔

اور یہ بھی الہام ہوا مگر اصل نفاذ یاد نہیں کہ

ایمان کے ساتھ نجات ہے

یعنی اِنِّیْ اَحَافِظُ کو ایک آیت بنا دیں گے اور کہ علاج ہمارے ہی پاس ہے۔ مجھے اس سے بڑی خوشی ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اب اللہ تعالیٰ کچھ کھلا کھلا دکھانا چاہتا ہے۔ اب گویا بڑا معاملہ ہے ایک قوم تمنا سے ٹیکہ کراتی ہے۔ دوسری طرف ہم ہیں جو بالکل خدا پر چھوڑتے ہیں جس وقت مجھے یہ الہام ہوا۔ اس وقت میں نے گھر میں پوچھا کہ تم کو بھی کوئی خواب آیا ہے کیونکہ دیکھا ہے کہ میرے الہام کے ساتھ اُن کو بھی کوئی مصدق خواب آجایا کرتا ہے۔ انہوں نے کہا میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بڑا بکس ادویہ کا چراغ لایا ہے۔ اور شیخ رحمت اللہ صاحب نے روانہ کیا ہے۔ جب کھولا گیا تو دیکھا کہ ہزار ہا شیشیاں اس میں دوڑکی ہیں کوئی بڑی کوئی چھوٹی۔ تب گھر میں تعجب کیا کہ کبھی کدائیں دس بارہ شیشیاں منگوائی جاتی تھیں مگر یہ ہزار ہا شیشیاں کیوں منگوائی گئیں۔

یہ خواب بھی عندی معالجات کی تصدیق کرتا ہے۔ مجھے بتلایا گیا۔ اُن

للہ عا شیشہ۔ اخبار الحکم نے مزید یہ لکھا ہے۔ " حکیم فضل الدین اور سہرؤ دانی پاس کھڑی

ہیں۔ " (الحکمہ جلد ۶ نمبر ۳۹ ص ۳۹ مورخ ۳۱ اکتوبر ۱۹۰۲ء)

للہ عا شیشہ۔ کدائیں پنجابی لفظ ہے جو کبھی کبھار کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے (ترتیب)

کو دکھلایا گیا۔

علاج حرام تو نہیں۔ اب دیکھو انگریزوں نے ریل بنائی ہے ہم اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ تار ایجاد کی ہے۔ اُس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ تیلیاں آگ جلانے کی ولایت سے آتی ہیں۔ اسی طرح اگر اُن کی دوا ہو اور ہم استعمال کریں تو کوئی حرج نہیں۔ اُن جو خدا بتلا دیوے وہ حارج نشان نہیں ہے۔ اگر ٹیکہ کروا کر کہیں کہ نشان ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ہم کو علیحدہ رکھا جاتا ہے معلوم ہوتا ہے۔ کوئی مخفی امر ہے جو بعد ازاں معلوم ہوگا ورنہ ہم اُن کی چیزیں اور ادویہ استعمال کرتے ہی ہیں۔

عجیب بات ہے کہ ایک طرف تو یہ کہتے ہیں کہ جب تک طاعون کی ٹرے کا طبیعت میں تعلق نہ ہو تب تک طاعون نہیں ہوتی اور دوسری طرف آپ وہ کیڑے داخل کرتے ہیں اور چیچک کے ساتھ اس کا قیاس مع الفارق ہے چیچک کا مادہ تو شیر مادر کے ساتھ آتا ہے مگر اس میں ظن کیا گیا ہے کہ بہت سی طبائع میں مادہ موجود ہی نہیں ہوتا صرف اس ظن پر ٹیکہ لگایا جاتا ہے کہ کسی طرح وہ مادہ نہ آجائے۔

الحکم میں مزید یہ لکھا ہے:-

”خدا تعالیٰ کی قدرت ہے کہ کیسا عجیب توارد ہے۔ ادھر الہام میں رحمة مٹا ہے ادھر رؤیا میں دکھلایا گیا ہے کہ رحمت اللہ نے بھیجا ہے اور پھر حکیم فضل الدین کی بیوی مریم کا پاس ہونا۔ چراغ کا لانا سب مبشرات ہیں۔“ (الحکم جلد ۲ نمبر ۳۹ صفحہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۰۶ء)

الحکم میں ہے:-

”والوجہ فاجھی“ قرآن شریف میں صاف ہے والوجہ فاجھی اس لئے ضروری ہے کہ صفائی کا التزام رکھا جادے۔ خدا کی شان ہے کہ یورپ کی ہم صدا چیزیں استعمال کرتے ہیں۔ تار، پریس ریل اور بہت سی اشیاء حتیٰ کہ دیاسلائی سے تو فائدہ اٹھاتے ہیں مگر خدا کی کوئی عظیم نشان حکمت ہے کہ ہم کو ٹیکہ کیون توہر نہیں دلائی بلکہ فرمایا عندی معالجات اور ہندی کو قدم کر کے اور بھی تاکیر کا رنگ پیدا کیا کہ معالجات میرے ہی پاس ہیں۔ (الحکم جلد ۲ نمبر ۳۹ صفحہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۰۶ء)

مولوی محمد اسحق صاحب نے ذکر کیا کہ حضور تھنحج الصمد والی القیود کا آغاز تو ہو گیا۔

کیونکہ ادھر مولوی نذیر حسین دہلوی فوت ہوئے ادھر فتح علی شاہ فوت ہوا۔

حضرت اقدسؒ نے فرمایا :-

ہاں۔ آپ نے خوب سمجھا۔

بعض رؤسا لاہور کے ٹیکہ لگوانے پر جو راضی ہوئے ہیں یہ امر ان کی شجاعت پر دلالت نہیں کرتا بلکہ تہور ہے کہ سرکار راضی ہو۔ اتھ بٹایا جاوے۔ ابھی تک ہماری جماعت کو تو گورنمنٹ کا مخالف ہی خیال کیا جائے گا۔ بڑی ضرورت خدا شناسی کی ہے۔ سب امور خدا کے بعد ہیں۔ جیسے ہم نے ابھی بتلایا کہ نجات ایمان کے ساتھ ہے۔ ۱۷

پھر ساکنان قادیان کے ٹیکہ لگوانے پر فرمایا کہ

یہ ہمارے لئے مفید ہے کیونکہ فاسق قاجار لوگ بھی ہیں اور ظاہری اسباب میں سے ٹیکہ

۱۷ (اسلم سے) جیسا کہ آج کی روایہ سے معلوم ہوتا ہے۔ درحقیقت نجات ایمان سے ہے اور

خدا شناسی کی اس دقت بڑی ضرورت ہے کیونکہ خدا شناسی کے بغیر گناہ کی ناپاک

۱۸ زندگی پر موت وارد نہیں ہوتی اور خدا شناسی کا پہلا ذریعہ یقین ہے۔ خدا تعالیٰ اور اس کی

عجیب و غریب قدرتوں اور طاقتوں پر سچا ایمان اور یقین معرفت کا نور عطا کرتا ہے اور دل میں

ہیں سے ایک قوت پیدا ہوتی ہے۔ پھر انسان اس قوت کے ساتھ گناہ کا مقابلہ کر سکتا

ہے۔ دیکھو یہ لوگ ظنوں (یعنی ٹیکہ وغیرہ) پر ایک قسم کا یقین رکھتے ہیں تو کیا ہم اپنے

یقین پر بھی یقین نہ رکھیں؟ جو کچھ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ بالکل سچ ہے اور وہ

ہم کو رہے گا کوئی طاقت اور قوت اس کو روک نہیں سکتی۔ یہ عجیب زمانہ ہے۔ واقعات

خطرناک پیش آ رہے ہیں اور اس وقت کسی کو معلوم نہیں کہ کل کیا ہونے والا ہے؟ مگر

خدا تعالیٰ نے بتا دیا ہے کہ وہ اپنے سلسلہ کی حمایت کرے گا اور من فی الدار کی حفاظت کا

نشان دکھائے گا۔ (الحکمہ جلد ۶ نمبر ۳۹ ص ۳۱ مورخ ۳۱ اکتوبر ۱۹۰۲ء)

بھی ہے۔

جب یہ لوگ اپنے فتنوں (یعنی ٹیکہ) پر یقین رکھتے ہیں تو کیا دہرہ کہ ہم اپنے یقین پر یقین نہ رکھیں۔

پھر مفتی محمد صادق صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ
ان سابقہ نوشتوں میں یہ تو لکھا ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں طاعون ہوگی مگر یہ بھی
لکھا ہے کہ نہیں کہ جس طرح کے الہامات جیسے اتی احافظ کل من فی الندا اور دوسرے
ہمیں ہوئے ہیں۔ ان کا بھی کوئی ذکر ہے کہ نہیں؟
مفتی صاحب نے کہا کہ حضور دیکھ کر عرض کروں گا۔

پھر فرمایا کہ

رَأَيْتُهُ أَوَى الْقَرْيَةِ فِي قَرْيَةٍ كَالْفَرْسِ۔ قادیان کا نام نہیں ہے اور قریہ قیر سے
نکلنا ہے جس کے معنی جمع ہونے اور اکٹھے بیٹھ کر کھانے کے ہیں۔ وہ لوگ جو آپس میں
مواکلت رکھتے ہوں۔ اس میں ہندو اور پوٹھے بھی داخل نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ تو ہمارے ساتھ
مل کر کھاتے ہی نہیں۔ قریہ سے مراد وہ حصہ ہوگا جس میں ہمارا گروہ رہتا ہے۔

پھر ذکر ہوا کہ حدیث میں یہ بھی ہے کہ مسیح اپنی جماعت کو کوہ طور پر لے جائے گا۔

مسیح موعود کے اپنی جماعت کو طور پر لیجانے کا مطلب

حضرت اقدسؒ نے فرمایا:-

اس کے یہ معنی ہیں۔ تجلی گاہ حق میں لے جانا یعنی قُرب اور ہیبت کے مقام پر لے

لے (الحکم سے)۔ یہ جو لکھا ہے کہ مسیح اپنی جماعت کو کوہ طور پر لے جائے گا۔ اس کا مطلب

یہی ہے کہ وہ اپنی قوم کو طہارت اور تقویٰ کی بلند چٹان پر کھڑا کرے گا کیونکہ طور تجلی گاہ

حق ہے اس لئے مسیح اپنی جماعت کو قُرب اور ہیبت کے مقام پر لے جائے گا۔ کوہ

طور پر حبسیا میں نے ابھی کہا ہے۔ تجلی اور ہیبت حق کی جگہ ہے۔ جہاں تبدیلی ہوتی

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جبلے گا۔ کہ جس سے جماعت کی تبدیلی ہوتی ہے کہ ایک طرف تو طاعون کو دیکھ کر اور دوسری طرف ہماری تعلیم کو دیکھ کر وہ خدا تعالیٰ کی تخلیقات کو نظر میں رکھیں گے۔ عظیم الشان معاملہ آپٹا ہے گورنمنٹ نے ہر ایک فرقہ کو لپیٹ لیا ہے۔

مولوی محمد احسن صاحب نے کہا کہ حضور یہ لوگ پہلے یہ اعتراض کرتے تھے کہ ہم گورنمنٹ کی خوشامد کرتے ہیں مگر اب کیا کہیں گے کیا یہ کارروائی ٹیکہ کی خوشامد سے ہے کہ جس سے ہم نے اتفاق نہیں کیا۔

نواب محمد علی خان صاحب نے کہا کہ ٹیکہ بھی کہاں تک لگیگا۔

اس پر حضرت اقدس نے ہنس کر فرمایا کہ

وہی مثال ہے جس کا ذکر مشنری میں لکھا ہے کہ ایک شخص کی ماں بدکار تھی۔ اُس نے اُسے مار ڈالا۔ لوگوں نے کہا کہ ماں کو کیوں مار ڈالا؟ اس کے دوستوں کو مارنا تھا۔ اس نے جواب دیا کہ ایک کو مارتا دو کو مارتا آخر کتنوں کو مارتا۔ اس لئے اُسے ہی مارنا مناسب تھا۔ یہی حال ٹیکہ کا ہے۔ میرے نزدیک طاعون کے جتنے عدد ہیں اتنے ہی سال تک اس کا دورہ ہوتا ہے حدیث میں ہے کہ آخر زمانہ میں لوگ خدا سے لڑائی کریں گے۔ تو اب یہ خدا سے لڑائی ہی ہے۔ لوگ خود کہیں گے کہ خدا سے لڑ رہے ہیں۔

ہے اور انسان گناہ سے بچ جاتا ہے پس یہ ایک قریب پیش آگئی ہے کہ انسان اپنی تبدیلی کرے اور خدا کا قرب اس کی ہیبت سے تلاش کرے خدا کا خوف اور ہیبت گناہوں سے بچائے گی اور اس سے تقویٰ اور طہارت میں ترقی ہوگی جو قرب حق کا ذریعہ ٹھہرے گی۔ ہیبت حق کے لئے خود اللہ تعالیٰ نے طاعون کو ایک ذریعہ اور سامان ٹھہرا دیا ہے۔ بڑا ہی بد قسمت ہے وہ انسان جو اس بلا اور طوفان میں بھی خدا سے نہیں ڈرتا اور اس کی آنکھوں سے آنسو نہیں نکلتے۔

ہمارا الہام بھی ہے۔ اچھن جیشی یعنی میں اپنا لشکر تیار کر رہا ہوں۔ ہمیں یہ تو خوشی ہے کہ سمجھ دار لوگ غیب خبردار ہو جاویں گے۔ خدا کی قدرت ہے کہ وہی وقت آگیا۔ اور وہی موسم ہے جس کا ذکر تھا اور اس پر خدا تعالیٰ نے گواہی بھی دے دی۔ اب یہ نہ مانیں تو اصل میں خدا کا انکار ہے۔ یہ لوگ ہمارے آگے حدیثیں پیش کرتے ہیں حالانکہ اس نے حکم ہو کر آنا ہے پھر ان کو حکم تو یہ ہے کہ تم کو بولنا نہ چاہیے جو حکم کہے وہ مان لو۔ تقویٰ ہوتا تو یہ لوگ کبھی نہ ملتے اگر فی الواقعہ ہی ان کے ہاتھ میں کوئی حدیث ہوتی تو پھر اُسے غایت مرتبہ ظن کا ہوتا۔ مگر اصل میں ان لوگوں کو یقین ہی نہیں۔

مگر کیا تساوت قلبی ہے کہ جس قدر گندی اور فحش باتیں ہیں اور تحقیر اور توہین ممکن تھی اور جہاں تک ان کا ہتھ پڑتا تھا وہ تمام افتر بنائے۔ صرف چند ایک باتیں گورنمنٹ کے قانون کے ڈر سے باقی رہ گئی ہیں۔ اکالئے جو ہوئے۔

پرمیاں احمد دین صاحب عرائض نویس درجہ اول ساکن گجوانالہ سے حضرت اقدس بعض قذنی دجوات پر گفتگو فرماتے رہے۔ ایک مقام پر فرمایا کہ قانون بھی ایک موم کی ناک ہوتا ہے اس لئے کچی بات ہرگز نہ پیش کرنی چاہیے اور ایسی کچی بات کے پیش کرنے سے تو اس کا پیش نہ کرنا ہی اچھا ہے۔

ایک نو مسلم پشاور کی کا ذکر

نماز مغرب کے بعد حکیم نور الدین صاحب نے ایک نو مسلم پشاور کی کا حال سُنایا جو گزشتہ ماہ میں پشاور کی جماعت کے ساتھ پشاور سے آیا تھا اور حضرت سے بیعت کی تھی۔ ان نو مسلم صاحب کو اہل اسلام پشاور نے امدادی چندہ کر کے ایک دکان کھول دی تھی حکیم صاحب نے بیان کیا کہ آج اُس کا خط آیا ہے کہ مسلمانوں نے جو امدادی طور پر چندہ سے مجھے دکان کھول دی تھی وہ اب اس لحاظ سے ضبط کر لی ہے کہ میں قادیان گیا اور بیعت کی۔

حضرت اقدس نے فرمایا:-

استلاء ہے۔ صبر کرنا چاہیئے۔

پھر تاج صبح جو گفتگو حفاظتِ الہی کے وعدوں کے متعلق حضرت اقدس علیہ السلام نے سیر میں کی تھی اس کا اعادہ حکیم نور الدین صاحب سے کیا اور اپنے الہام اور گھر کا خواب سنایا۔ اس گفتگو میں حضرت اقدس نے یہ بھی فرمایا:-

سعید فرقہ جو کہ عذاب سے نجات پانے والا ہے وہ انعمت علیہم ہے۔ اور جو عذاب میں مبتلا ہونے والا ہے وہ مغضوب علیہم ہے۔ مغضوب علیہم اور ضالین میں وہی فرق ہے جو ایک مریض محرقہ اور مدقوق میں ہوتا ہے کہ ایک جلدی ہلاک ہوتا ہے اور ایک آہستہ آہستہ ہلاکت تک پہنچتا ہے۔ مگر انجام کار دونو ہلاک ہوتے ہیں۔ کوئی آگے کوئی پیچھے۔

حفاظتِ الہی کا وعدہ کتب سابقہ میں

پھر مفتی محمد صادق صاحب نے حسبِ حکم حضرت اقدسؑ وہ تمام حوالجات کتب سابقہ کے سنائے جن کا ارشاد حضرت اقدسؑ نے صبح کی سیر میں کیا تھا۔ اور اس کا خلاصہ یہ ہے:-

زبور ۹۱:-

”وہ جو حق تعالیٰ کے پردہ تلے سکونت کرتا ہے۔ سو قادر مطلق کے سایہ تلے رہے گا۔ میرا خدا جس پر میرا توکل ہے یقیناً وہ تجھ کو صیاد کے پھندے سے اور ہلک و با سے رانی دے گا۔ وہ تجھے اپنے پروں تلے پھیلے گا۔ اور کہ اس و با سے جو اندھیرے میں چلتی ہے اور نہ اُس مری سے جو دو پہر کو ویران کرتی ہے۔ تیرے اُس پاس ہیکلِ نذرِ جادویں گے اور دس ہزار تیرے دہنے ہاتھ پر

لیکن وہ تیرے نزدیک نہ آوے گی۔ تو نے حق قتلے کو اپنا مسکن
تیار کیا۔ اس لئے تمہارے کوئی آفت نہ آئے گی اور کوئی وبا تیرے خیمے

کے پاس نہ پہنچے گی۔ دشمن کا حسن ظن

پھر حضرت اقدسؑ نے ذکر سنایا کہ

شریعت آریہ میرے پاس مشورہ لینے آیا تھا کہ مجھے بخار سا معلوم ہوتا ہے۔ جسم گرم
ہے، ٹیکہ کراؤں یا نہ۔ میں نے کہا دیا کہ نہ کراؤ کیونکہ اس سے تو حرارت اور زیادہ ہوگی۔
فسرمایا:-

ان لوگوں کا دستور ہے کہ مجھ سے ہمیشہ مشورہ دریافت کرتے ہیں بلکہ لیکھرام کے قتل
کے دنوں میں ایک دفعہ یہ دوا پوچھنے آیا تو میں نے کہا کہ اس وقت تو تم ہمیں دشمن جانتے ہو۔
کہ اس کے قاتل ہم ہیں۔ ہماری دوا تم کو لینا مناسب نہیں ہے۔ مگر اس لئے کہا کہ ہم کو یقین
ہے آپ دوا دے دیں۔
فسرمایا:-

رات کو مجھے ایک اور فقرہ الہام ہوا تھا۔ بھول گیا تھا۔ اب یاد آیا ہے۔ وہ یہ ہے:-
أَحْسِبِ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا أَمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ

اس کے بعد میاں احمد دین صاحب عراقیؒ نویس گوجرانوالہ نے مقدمہ کے متعلق کچھ گفتگو
حضرت اقدس علیہ السلام اور آپ کے موجودہ احباب سے کی حضرت اقدسؑ ایک حکم پر فرمایا کہ
ہماری مراد مزا سے نہیں ہے کہ اُسے مزا ضرور ہو۔ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ جیسے یوسفؑ
کی حقیقت عزیز مصر کے سامنے کھل گئی تھی۔ ویسے ہی ہماری بھی حقیقت کھل جائے۔ یوسفؑ
نے جیلخانہ سے باہر نہیں قدم نکالا جب تک اپنا با عصمت ہونا ثابت نہ کر دیا۔

دالبد در جلد اول نمبر ۱ صفحہ ۵ تا ۷ موضحہ ۱۳ رکتہ برکتہ

۱۹ اکتوبر ۱۹۰۲ء بروز یکشنبہ (بوقت سیر) دابتہ الارض کی حقیقت

صحبہ محمول حضرت اقدس سیر کے لئے باہر تشریف لائے اور نواب محمد علی خاں صاحب کے مکان کے آگے آکر تھوڑی دیر نواب صاحب کا انتظار فرماتے رہے جب نواب صاحب تشریف لائے تو روانہ ہوئے اور فرمایا کہ

نئی تحقیقات نے دابتہ الارض کی بہت تائید کی ہے اور اس کے معنی کھول دیئے ہیں۔ کہ وہ ایک کیڑا ہی ہے اور پھر یہ بھی کہ بہت باریک ہے جیسے کہ سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں ہے۔ تاکل منسانہ (پٹ ۸) باریک ہی تھا تو اندر اندر کھاتا رہا اور پتہ نہ لگا اور تکلمہم سے مراد بھی یہی ہے کہ طاعون ہو کیونکہ ایک اور مقام پر قرآن شریف میں ہے کہ ہم ہر ایک قریہ کو قیامت سے پہلے ہلاک کریں گے یا عذاب میں مبتلا کریں گے۔

منضوب علیہ اور ضال کی مثال لیکھرام اور اتھم میں

منضوب علیہم کا اتھم جیسے موت ہے۔ اسی طرح والضالین کا بھی آخر موت ہے مگر آہستہ آہستہ کیونکہ ضلالت کے معنی ہیں راستے سے بہک جانا۔ بھٹکتے پھرتا۔ آخر آسمان کو جب کوئی راہ نہ ملتا تو مر ہی جائے گا۔ ریگستانوں وغیرہ میں لوگ راستہ بھول کر مر ہی جاتے ہیں۔ لیکھرام منضوب علیہ تھا اور اتھم ضال۔ کہ ایک جلدی مر گیا اور ایک آہستہ آہستہ سسکتا ہوا مرا۔ اور آریہ بھی یہود میں داخل ہیں۔ ان کا نہوان وغیرہ تمام رسوم یہود سے ملتی ہیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ برہمن، مصری اسی لئے کہلاتے ہیں کہ یہ لوگ مصر سے آئے تھے۔

ہوشیے کی درستی بہ نسبت منافق کے آسان ہے

ایک شخص کی حالت پر حضور نے فرمایا کہ
جوش والا آدمی درست ہونے کے لائق بہت ہوتا ہے۔ مگر منافق نہیں ہوتا۔

سر سید احمد اور کتب مسیح موعودؑ

ایک شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ سر سید احمد صاحب سے جب ایک دفعہ میری کتابوں کے بارے میں دریافت کیا گیا تو اس نے کہا کہ اُن میں ذرہ خیر نہیں ہے۔

مولوی نذیر حسین دہلوی کا ذکر

مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی متوفی کے ذکر پر بعض اصحاب نے یہ کہا کہ قوم اور برادری کی

محبت ہی نے دراصل اسے اختلافتی کے لئے مجبور کیا ہوا تھا حضرت اقدسؑ نے فرمایا۔

محبت دین کی ہی محبت ہوتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بھی برادری، قوم اور شہریت دہلیا تھیں۔ مگر صحابہؓ کو جب یہ معلوم ہوا کہ یہ لوگ دین کے دشمن ہیں۔ تو اپنے ہاتھوں سے اُن کو ہلاک کیا۔ اگر اُن میں (نذیر حسین میں) تقویٰ ہوتی تو ایسے سخت دلی کے لکھے ہوئے خط نہ پہنچتے۔ یہ کہہ دیتے کہ تقویٰ اجازت نہیں دیتا۔ یہ تمام امور کس قدر تقویٰ کے خلاف ہیں کہ قرآن شریف میں دلائل سے وفات مسیحؑ ثابت کرتا ہے جیسے فَلَمَّا نَوَقَّيْتَهُۥٓ اُورَقًا خَلَّتْ مِنْ قَبْلِهِۦمُ التَّوَسُّلُ۔ پھر خود پیغمبر خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کا معراج میں اُن کو مردوں میں دیکھنا اور پھر تمام فرقہ اسلام کے اور صوفی موت کو مانتے ہیں اور یہ لوگ اس بات کے قائل نہیں ہیں۔ سب سے پہلا اتفاق اسی امر پر ہوا کہ کل انبیاء فوت ہو چکے ہیں۔ صرف قوم اور برادری کو مد نظر رکھ کر (نذیر حسین) نے انکار کیا۔

سنا تھا کہ نذیر حسین کہتا تھا کہ مجھے ایک ایسی بات یاد ہے کہ اگر بتلاؤں تو ہزاروں آدمی مرزا صاحب کے مرید ہو جاویں۔ وہ تو ہزاروں داخل کرتا ہی رہ گیا۔ اور یہاں لاکھوں داخل ہو گئے۔ مجھہ نشین لوگوں کو نہ تو آسمانی منطق نصیب ہوتی ہے اور نہ زمینی۔

مولوی اسماعیل شہید صاحب اُنے تو سنگھڑ بھی گئے اور شیخ سلیمان سے بے۔ شاید جہاد کیلئے کہا تو انہوں نے جواب دیا کہ فقیر نے اپنے ہاتھ سے چٹیا بھی نہیں ماری۔ تلوار کیسے اٹھاوے گا۔ انہوں نے کہا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ۳۶۳ اونٹ اپنے ہاتھ سے ذبح کئے تھے۔

پرفسرایا کہ

اب تو میں یقین کرتا ہوں کہ وہ (مذہب حسین) ہماری جماعت میں داخل ہوا۔ کئی مرتبہ میں نے دیکھا ہے کہ ایک آدمی زندگی میں تو قائل نہ ہوا۔ مگر جب فوت ہو گیا تو ہماری جماعت میں داخل ہوا۔

محمد حسین بٹالوی کا عقیدہ دوبارہ مہدی مسیح

محمد حسین بٹالوی کے ذکر پرفسرایا کہ

اس عمارت کے دو کونے ہیں۔ ایک مہدی اور ایک مسیح۔ مہدی کی نسبت وہ کہہ چکا تھا کہ کوئی حدیث بھی، ہرج سے خالی نہیں ہے۔ جب ایک کونہ گر گیا تو دوسرے کس کام کا۔ اسی لئے ہمارا انکار کر دیا۔ یہ مسئلہ ایک مرکب شیعہ ہے جیسے ایک پیالہ۔ اگر اس کا ایک ٹکڑا ٹوٹ جائے تو باقی کس کام کا۔ اور ایک پہلو نے محمد حسین ہمارے مفید مطلب ہوا کہ مہدی کی تردید کر چکا۔

(بوقت نماز ظہر)

حکیم فضل دین صاحب کے مقدمہ پر حضرت اقدس غور فرماتے رہے اور بہت سی باتیں سننے کے بعد حضور نے فرمایا کہ

مقدمہ وہ بہت منحوس ہوتا ہے جس کا انجام بخیر نظر نہ آوے اور صاف وہ مقدمہ ہوتا ہے جس کے آثار فتح و نصرت کے جلد نظر آجائیں۔ مقدمہ بازی اچھی نہیں ہوتی۔ بار بار حکام کے پاس جانا، اُن کے متفقہ لگنا۔ میری رائے تو یہ ہے کہ مردار بصد بگزار صلح کر لو۔

بہ تعمیل حکم قرآن مجید شہادت دینے میں کوئی تکلیف نہیں

ایک صاحب نے کہا کہ حضور کو بھی شہادت کے لئے جانے کی تکلیف ہو گی۔ اُس نے اسی لئے آپ کی شہادت لکھائی ہے کہ یہ لوگ تکلیف کو دیکھ کر صلح کر لیں۔ حضرت اقدس

نے فرمایا کہ

ہمیں کوئی تکلیف نہیں۔ قرآن کا حکم ہے کہ جب گواہی کے لئے بلایا جاوے تو جاؤ۔ میں کوئی بے دست دہا تو ہوں نہیں۔ ہمیشہ بیدار ہونا چاہتا تھا۔ یہ تو کوئی بات نہیں چلنے پھرنے کی عادت ہے مگر یہ ایک منحوس بے حیثیت سامقہ نظر آتا ہے۔ مومن کو اپنی عزت کا پاس بھی چاہئے گندے آدمیوں سے یہ جگہ پڑھتی معلوم نہیں کہ خدا کو کیوں یہ جگہ پسند آئی۔

(نماز عصر سے پیشتر)

نماز عصر سے پیشتر مولوی عبدالکیم صاحب نے اخرم عبدالعزیز صاحب کا خط لکھا۔ جو کہ سہارنپور سے آیا تھا اس میں لکھا تھا کہ یہاں کے لوگوں میں ایک عجیب دلولہ اور شوق قدیان پہنچنے کا پیدا ہوا ہے۔

(نماز مغرب سے پہلے) عصمتِ انبیاء سے متعلق

کسی پادری نے عصمتِ انبیاء کے متعلق چند ایک اعتراضات مولوی محمد علی صاحب کے پاس رمانہ کئے ہوئے تھے اور نوعِ گنگناہار ہونا بھی لکھا تھا کہ اُس نے خلافتِ منشاہادی اپنے بیٹے کے لئے دعا کی۔ یہ اعتراض مولوی صاحب نے نماز مغرب سے پہلے حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کئے حضرت اقدس نے فرمایا

کیا وجہ ہے کہ اس نے مسیح کا ذکر نہ کیا کہ ایک انجیر کے درخت کی طرف گیا اور جانتا تھا کہ اس میں پھل نہیں ہے۔ پھر وہ جانتا تھا کہ صلیب ملتی ہے اور دعائیں کرتا رہا کہ مجھے نجات ملے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے ثبوت میں قدا لہشت فیکندہ عموماً کی دلیل پیش کرتے ہیں۔ اس کے مقابلہ کا ایک فقرہ بھی انجیل میں نہیں ہے۔ اور پیغمبر خدا کی تمام عمر کا یہ حوالہ

ہے کہ قد لہشت ذیکہ عمرا۔

استغفار کے اصل معنی تو یہ ہیں کہ یہ خواہش کرنا کہ مجھ سے کوئی گناہ نہ ہو یعنی میں معصوم رہوں اور دوسرے معنی جو اس سے نیچے دہجے پر ہیں کہ میرے گناہ کے بد نتائج جو مجھے ملنے ہیں۔ میں اُن سے محفوظ رہوں۔

مسیح تو خود کنجریوں سے تیل ملواتا رہا۔ اگر استغفار کرتے تو یہ حالت نہ ہوتی۔

(بعد از نماز مغرب)

پھر اس کے بعد اذان ہو کر نماز مغرب ہوئی اور حضرت اقدس حسب معمول شہ نشیں پر جلوہ گر ہوئے اور فرمایا کہ

مفتی محمد صادق صاحب جو کتاب منیا کہتے ہیں جس میں مشیعہ عورت کا اور مشیعہ یہودی عاشق سلومی کا ذکر ہے کہ وہ عورت سلومی شیعہ کو چھوڑ کر یسوع کے شاگردوں میں جا ملی۔ اس لئے اُس مشیعہ نے یہ سارا منصوبہ صلیب کا بنایا گویا ایک عورت کے واقعہ نے اُن کی صلیب تک نوبت پہنچائی۔

جس طرح بدظنیاں ان لوگوں نے نکالی ہیں ویسے ہی ہمارا بھی حق ہے۔ اُن کے نزدیک زیادہ شادیاں کرنا گناہ ہے مگر ایک باناری عورت عطر ملتی ہے تیل بالوں کو لگاتی ہے۔ بالوں میں کنگھی کرتی ہے اور یہ مہنت کی طرح بیٹھے ہوئے مزے سے سب کرواتے جاتے ہیں۔ یہ بھی پوچھو کہ گناہ ہے یا نہیں۔ ان کو لازم تھا کہ اعتراض نہ کرتے۔ جو واقعات اُن کے ہاتھوں کے لکھے ہیں۔ وہی پیش کرنے پڑتے ہیں۔ اور کیا جواب دیوں۔ یہ کوئی چھوٹا اعتراض نہیں ہے کہ اُن کو کنجریوں سے کیا تعلق تھا۔ اور اگر کہو کہ اس کنجری نے توبہ کی تھی تو کنجری کی توبہ کا اعتبار کیا۔ ایک طرف توبہ کرتی ہیں۔ ایک طرف پھر مٹوٹھے پر بازار میں جا بیٹھتی ہیں۔

شراب کا نشہ اور یسوع مسیح

پھر شراب کو دیکھو کہ تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ اس کی تخم ریزی مسیح نے کی۔ شراب کے جائز

رکھنے سے کروڑوں لوگوں کی گردن پر چھری پھر گئی۔ جب انسان نشہ کا عادی ہو جاتا ہے۔ تو پھر چھوڑنا مشکل ہے۔ یہ نشہ بھی کیا شے ہے کہ ایک طرف زندگی کو کھا جاتا ہے۔ دوسری طرف زندگی کا شہتیر بھی ہے نشہ والوں کو نشہ نہ ملے تو موت تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

ایک نشہ کا سائل | ایک دفعہ ایک عورت میرے پاس آئی اور کہنے لگی کہ مجھے تین دن سے نشہ نہیں ملا۔ اس کی حالت بہت ردی تھی اور نشہ کے لئے مجھ سے پیسہ طلب کرتی تھی۔ میں نے تعجب کیا کہ یہ نروٹی کا سوال کرتی ہے نہ کپڑے کا اور نشہ کے لئے بیقرار ہے اسے عادت ہوگی اور اب اس کی زندگی کا گویا جڑو ہو گیا ہے۔ اس لئے اس کو اپنے بیان میں سچا جان کر میں نے ایک پیسہ اُسے دے دیا۔

اس موقع پر حضرت اقدس نے حکیم نور الدین صاحب سے سوال کیا کہ کتنے عرصہ کے بعد انسان کسی نشہ کا ایسا عادی ہو جاتا ہے کہ پھر اُسے چھوڑ نہیں سکتا۔ اور مجبور ہو جاتا ہے۔ حکیم صاحب نے کہا کہ کسی جگہ شاید نظر سے تو نہیں گذرا۔ مگر چالیس دن میں ایسا ہو سکتا ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ

ہر ایک شے کے لئے چالیس دن ہی ہیں۔ بات یہ ہے کہ شراب اور اُس کے بہن بھرا (جنگ۔ افیون وغیرہ) ایسی خراب شے ہیں کہ ان سے مٹی پلید ہوتی ہے۔ مگر پھر وہ مذہب کیسے اچھا ہو سکتا ہے جس میں ایسی تعلیم ہو۔ ہاں ایک صورت ہے یہ نشہ چھوٹ سکے۔ کہ جیلخانہ میں بند ہوں۔ وار و غہ بھی ایسا ہو کہ کسی سے سازش نہ کرے۔ پھر شاید یہ عادت چھوٹ جاوے۔

فرمایا کہ

بچہ جو نشہ نہیں پیتے تھے تو معلوم ہوا کہ اس وقت بھی منع تھا۔ مسیح نے مرشد کی تقلید کیوں نہ کی۔

شائد کوئی یہ اعتراض کرے کہ اوائل اسلام میں تو حرم تھی نہیں ۳ برس کے بعد حرم

ہوئی۔ تو جواب یہ ہے کہ اسلام تو آہستہ آہستہ صفائی کرتا جاتا تھا اور قوم بن ربی تھی جب قوم بن گئی تو حکم آگیا۔ ابتداء میں تو صحابہ کو یہ مصیبت تھی کہ پانی بھی بھولا ہوا ہوگا شراب کا کیا ذکر ہے۔

علی حائری شیعہ کا ذکر

ایک علی حائری نامی شیعہ کے رسالہ کا ذکر ہوا جس میں مصنف نے ہمارے مقابلہ میں اہل

سنت کو خطاب کیا ہے کہ تم اور ہم ایک ہیں حضرت نے اس پر فرمایا کہ

سُنّیوں کو تو ایک کر لیا۔ اب ان کو چاہیئے کہ خارجیوں کو بھی ایک کریں۔ ان کا بھی حق ہے۔ پھر کبھی مل کر علیؑ اور عثمانؓ کو کا لیاں دے لیا کریں اور کبھی وہ ابو بکرؓ و عمرؓ کو دے لیا کریں۔ ہمیں خدا نے اس لئے مامور کیا ہے کہ جو حد سے زیادہ شائیں خدا کی مخلوق کی بنائی ہوئی ہیں ان کو دُور کریں۔ اس کے حصہ دار سُستی بھی ہیں۔ اُن میں بھی شرک بہت پھیلا ہوا ہے۔

الہام

پھر حضرت نے آج کے الہام سُنائے کہ

آج یہ الہام ہوئے۔

یُریدون ان یطغوا نورک • یُریدون ان یتخطفوا عرضک

رافی معک ومع اهلك •

تریاہک

خدا تعالیٰ ہمیں کیلا کمزور ضعیف پاکر ہماری حمایت پر آسمان سے تاریک بھیج دیتا ہے۔

(البدر جلد ۲ نمبر ۲، ص ۲۰۲ نمبر ۱۹۰۲)

۲۰ اکتوبر ۱۹۰۲ء بروز دوشنبہ (بوقت سیر)

حسب معمول حضرت اقدس میر کے لئے نیکے اور طاعون کے ذکر پر فرمایا کہ
اس موسم میں اسبکل عموماً گلشیاں بغل وغیرہ میں نکلا کرتی ہیں مگر جب تک اُن کے ساتھ کوئی
زہریلا مادہ نہ ہو تب تک طاعون نہیں کہلاتی۔

عیسائیوں کے چار سوالوں کا جواب

ایک شخص کے چار سوال دہلی سے آئے تھے جو کہ عیسائیوں کی طرف سے اس پر ہوئے
تھے۔ وہ شیخ یعقوب علی صاحب نے پڑھ کر سنائے۔ اوّل سوال اس مضمون پر تھا کہ
انجیل میں لکھا ہے کہ اقل کلام تھا اور کلام سے خدا ہوا اور خدا کی رُوح سے مسیح پیدا
ہوا۔ اور سُن نے بھی اُسے کلمہ فرمایا ہے حضرت اقدس نے فرمایا کہ
کلمہ تو میرے الہام میں میرا نام بھی رکھا گیا ہے تم اس کے معنی بتلاؤ۔ پھر ہم اس کے
بتلائیں گے۔ اگر کہو کہ یہ الہام سچا نہیں تو اوّل اس کا فیصلہ کر لیں۔
خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَحَیْلَہٖ۔ مَا نَعْبُدُ اِلَّاہَ۔ اَللّٰہُ۔ تو
معلوم ہوا کہ قضاء و قدر کا نام بھی کلمہ ہے۔ رُوح کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ روح الشیطان۔
اور رُوح اللہ۔ پہلا لفظ ولد الزنا اور دوسرا اصیل پر بولا جاتا ہے۔

دوسرا سوال اس مضمون کا تھا کہ قرآن جو انجیلوں کا مصدق ہے تو کیا انجیل صحیح ہیں؟

فرمایا کہ

مصدق کے معنی قرآنی طور پر یہ ہیں کہ جو کچھ صحیح تھا اس کی تو نقل کر دی اور جو نہیں یا
وہ غلط تھا۔ پھر انجیلوں کا آپس میں اختلاف ہے۔ اگر قرآن نے تصدیق کی ہے تو بتلاؤ کونسی
انجیل کی ہے۔ قرآن نے یوحنا متی وغیرہ کی انجیل کی کہیں تصدیق نہیں کی۔ ہاں پطرس کی دعا
کی تصدیق کی ہے۔ اسی طرح کونسی تورات کہیں جس کی تصدیق قرآن نے کی۔ پہلے تورات تو ایک

بتاؤ۔ قرآن تو تمہاری توریت کو خرف بتلاتا ہے اور تم میں خود اختلاف ہے کہ توریت مختلف ہیں۔

تیسرا سوال۔ قرآن نے خود رسول اللہ کو کہا۔ اِنِّیْ اَنْزَلْتُ بِقِیَمَتِیْ۔ فرمایا۔

اول یہ بتلاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو حکم دیا گیا کہ ماں باپ کی عزت کرو۔

اُن کے والدین کہاں تھے۔ ماں یہ شک کا لفظ اول مسیح پر وارد ہو سکتا ہے کیونکہ اگر وہ قرآن

اور مذہب ہونے کے واسطے ہی آیا تھا اور یہ قطعی فیصلہ تھا تو اس نے کیوں کہا کہ اے خدا۔ یہ

پیالہ مجھ سے ٹال۔ اے معلوم ہوا کہ اُسے ضرور شک تھا۔ قرآن میں جہاں شک کا لفظ ہے

ہر ایک مخاطب کی طرف ہے نہ کہ خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف۔ خدا نے ہمیں

قاعدہ بتلایا ہے کہ جو بات قرآن کے مطابق ہو۔ اس پر عمل کرو۔ اور جو مخالف ہو اُسے رد کرو۔

کلمہ والی بات تو ہم تھوڑے دنوں تک خود شائع کرنے والے ہیں۔ یہ تو کلمہ کلمہ لئے

پھرتے ہیں اور یہاں خود میرا الہام ہے۔ انت منی بمنزلہ اولادی۔

جو ماہور ہو کر آتا ہے اس کی ذاتیات سے الہام وابستہ نہیں ہوتے۔ وہ تو شریعت

کا شارح ہوتا ہے جس طرح حضرت مسیح کے وقت شریعت شارح کی محتاج تھی۔ اسی

طرح اس وقت بھی شریعت شارح کی محتاج ہو رہی تھی۔ کیونکہ جس طرح اس وقت یہود کے

۷۲ فرقے تھے اسی طرح اسلام کے ۷۲ فرقے ہو گئے۔ اب خدا ان سب کو ملا کر ایک بنانا

چاہتا ہے۔

الہامات

رات کے تین بجے کے قریب مجھے الہام ہوا۔

وَلَمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعْدُ لَهُمُ لِّلسَّلْسَلَةِ السَّمَادِيَّةِ أَوْ

نَتَوْفِيَنَّكَ جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَاتِنٌ۔ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ

مِثْلَكُمْ يُوْحٰی اِلٰی اِنَّمَا الْهٰكُمُ اللّٰهُ وَاحِدٌ۔ وَالْخَيْرُ عَمَلُهُ بِنِي

القرآن۔ فاتقوا النار التي وقودها الناس والحجارة أُعِدَّتْ
لِالْكَافِرِينَ ۝

دو قسم کے انسان

معلوم ہوتا ہے کہ آدمی دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ کہ جانتے تو نہیں مگر اُن میں ابھی نیتا ہے۔ دوسرے وہ جن کے آنکھ کان فہم وغیرہ سب جاتے رہتے ہیں۔ اور حجارہ میں داخل ہیں وہ بھی جہنم میں داخل ہوں گے جو کہ سمجھے ہوئے تو ہیں مگر بعض تعلقات دنیاوی کی وجہ سے وہ قبول نہیں کرتے معلوم ہوتا ہے اس میں کوئی تجویز ہے اور اس کو ابھی مخفی رکھا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ترقی ہونے والی ہے اور اسد کریم کچھ چشم سنائی کرنے والے ہیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جو کچھ ہمارے ارادہ میں ہے وہ ہو چکا۔ اب ٹل نہیں سکتا۔ لَعَذَابُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُتَعَذِّبِينَ حَتَّى تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝ یہ براہین کا میرا الہام ہے مجھے خدا نے اس لئے بھیجا ہے کہ ان اہل کتاب کو بینہ دکھلا کر دم بخود کیا جاوے عنقریب مجھے یونیکے کہ اُن کو کوئی مفر نہیں مسلمانوں نے تو اقبال کی ڈگری اپنے اوپر عیسائیوں کو دیدی۔ اُوہ فیصلہ ہمارے ساتھ ہی کر دیا جو انبیاء کے ساتھ ہونا چاہیئے تاکہ آسمان سے اس کا فیصلہ ہو۔ تم کہتے ہو مسیح کتنا امد ہے ہم کہتے ہیں میں خط نے اس سے بھی زیادہ درجہ دیا۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ مسلمان تم کو کافر کہتے ہیں تو دیکھو تم کو روٹن کی تھوک کافر کہتے ہیں اور تم اُن کو کافر کہتے ہو اور دوئی سب کو کافر کہتا ہے مگر پاس تو خدا کی گواہی ہے اور اس کے نشانات ہیں نہ کہ تو دشمن تھا۔ نہ جماعت تھی، نہ اس کی ترقی تھی نہ طاعون تھی یہ سب باتیں مجھے قبل از وقت بتلائی گئیں۔ اس ملک پر اٹلانٹک افسوس کا سخت صدمہ آیا اور اس وجہ سے بہت سے بھوکے اور بھیت طبع لوگ جو زبردستی کے طالب تھے۔ اس عیسائی فرقہ میں چند روپیوں کے لالچ سے شامل ہو گئے۔

اب یہ معلوم ہوتا ہے کہ دانیال اور حزقیل نبی کی کتابوں سے یہ پایا جاتا ہے کہ یہ ایک آخری جنگ ہے جو کہ شیطان کی لڑائی کہلاتی ہے اور خود شیطان نے تو لڑائی کرنی نہیں بلکہ انہی لوگوں کے ذریعہ سے ہو رہی ہے۔ پس ایسی لڑائیوں سے یہ ہمارے مخالفین کو غنڈھی بنا دیوں گے

اور آخر بات ہم پر ہی آکر پڑے گی۔ ان ہمارے مخالفوں کا یہ مذہب ہے کہ کلمۃ اللہ اور روح اللہ خالق اور مسیحا شیطان سے بری اور آسمان سے دوبارہ دُنیا میں واپس آنے والا یہ سب صفات حضرت مسیح ہی میں ہیں۔ کبکشت خدا جانے کہاں کے کہاں چلے جاتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

پھر یہ مصرعہ تو حضرت مسیح کے بارہ میں لکھنا چاہیے نہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان لوگوں کے خیال کے موافق آنحضرتؐ تو قتل و جال سے دست بردار ہو گئے کیونکہ مسیحؑ نے آکر قتل ہو کر نہ ہوا۔ اول حصہ بھی مسیحؑ کا ہوا اور آخر حصہ بھی مسیحؑ کا۔

ابتداء میں کلمہ تھا اور کلمہ خدا کا کلام تھا وغیرہ وغیرہ، یہ سب الحاقی عبارتیں ہیں۔ اُن کے پاس الحاقی عبارتیں ہوئیں اور ہمارے پاس اصل۔ ہنر پر اُن کا یہی جواب ہوتا ہے کہ مرزا یوں سے بات نہ کرو۔ ایک درخت کی چھوٹی اور کمزور شاخ تو ایک چڑیا کہ بھی ناز سے اپنے اُوپر بٹھا لیتی ہے۔ لیکن اگر اس کے اُوپر مور بیٹھنا چاہے تو ایک سیکنڈ کیلئے برداشت نہیں کر سکتی۔ زمانہ اور قرآن کے لحاظ سے دیکھو کہ جو باتیں تم مسیحؑ پر چسپاں کرتے ہو۔ وہ پورے طور پر ہم پر چسپاں ہوتی ہیں۔ قیمتی پیشگوئیاں آمد ثانی پر تھیں وہ سارے کا سارا تقیلا ہم نے چھین لیا۔ آمد اول میں تو ساری ذلت اور مار کھانے والی پیشگوئیاں ہیں۔ اور جلال اور عظمت والی تو آمد ثانی پر تھیں جو کہ ہم کو ملیں۔

ساعتہ سے مراد

عندک علم الساعة پر حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ

یہ بات واقعی ہے اور قرآن پاک سے بھی ثابت ہے کہ ساعتہ سے اس جگہ مراد یہودیوں کی تباہی کا زمانہ ہے۔ یہ وہی زمانہ تھا اور جس ساعت کے یہ لوگ منتظر ہیں۔ اس کا تو ابھی کہیں پتہ بھی نہیں ہے۔ ایک پہلو سے اول مسیحؑ کے وقت یہودیوں نے بدبختی لے لی اور دوسرے وقت میں نصاریٰ نے بدبختی کا حصہ لے لیا۔ مسلمانوں نے بھی پوری مشابہت

یہود سے کر لی۔ اگر ان کی سلطنت یا اختیار ہوتا تو ہمارے ساتھ بھی مسیح والا معاملہ کرتے۔

نشانوں کے ظہور کا وقت

جس طرح کھانگو بھینس کا دودھ نکالنا بہت مشکل ہے۔ اسی طرح سے خدا کے نشان بھی سخت تکلیف کی حالت میں اُترا کرتے ہیں۔ جیسے حضرت موسیٰ کو بنی اسرائیل نے کہا تھا "إِنَّا نَحْمَدُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ" وہ ایسا سخت مشکل کا وقت تھا کہ اُگے سے بھی پیچھے سے بھی اُن کو موت ہی موت نظر آتی تھی۔ سامنے سمندر اور پیچھے فرعون کا لشکر۔ اس وقت موسیٰ نے جواب دیا۔ "كَلاَّ إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ" ۱

پس ایسی ضرورتوں اور ابتلا کے اوقات میں نشان ظاہر ہوا کرتے ہیں جبکہ ایک قسم کی جان کنڈنی پیش آجاتی ہے۔ چونکہ خدا کا نام غیب ہے اس لئے جب نہایت ہی اشد ضرورت آتی ہے تو امور غیبیہ ظاہر ہوا کرتے ہیں۔ لیکرام کے قتل کی طرز اور وضع اور قوت اور تالیخ وغیرہ سب کچھ کس صفائی سے بتلایا گیا۔ مگر بے ایمانوں کے واسطے تھوڑا سا شبہ اور ایمان والوں کے واسطے تھوڑی سی بات ایمان کے لئے باقی رکھ لی تھی۔ بے ایمانی کی بات ہی ہوئی جو کہا کہ شائد ان کی جماعت میں سے کسی نے اُس کو قتل کر دیا ہو۔

(بعد از نماز مغرب)

طاعون کا ذکر

بعد اداۓ نماز مغرب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حسب محفل اجلاس فرما ہوئے تو قادیان میں جو چوڑھوں میں چند آدمی مر گئے ہیں۔ یہ ایسے وجہ کہ ان ایام میں انہوں نے کئی چوک شدہ بھینسیں کھائی تھیں۔ اُن کا ذکر کرتے ہوئے انوطحون کا تذکرہ ہو رہا۔ فرمایا:-

ایک بار مجھے یہ الہام ہوا تھا کہ خدا قادیان میں نازل ہوگا اپنے وعدہ کے موافق۔ اور پھر یہ بھی تھا۔ اِلَّا الْغَیْبُ اٰمَنُوْا وَحَمِلُوْا الصَّلٰحٰتِ۔
 قسرایا:-

طاغون کے خوفناک نتائج یہ بھی ہیں کہ آخر کو جنگل بنا دیتی ہے۔

اس پر حکیم نور الدین صاحب نے کہا کہ حضور میں نے پڑھا ہے یہ جو نئی آبادی بار میں ہوئی ہے۔ اس میں پُرانی آبادیوں کے نشانات ملے ہیں اور یہ لکھا ہے کہ یہ قطعاً آباد تھے اور طاغون سے ہلاک ہوئے تھے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ

خواہ موذی طبع لوگ ہزاروں ہی مر جاویں مگر میرا جی یہ چاہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا جلال ظاہر ہو اور دُنیا کو خدا کا پتہ لگے اور ثبوت ملے کہ کوئی قادر خدا بھی موجود ہے۔ اس وقت دہریت اور الحاد بہت پھیلا ہوا ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے بے پردہ ہی ظاہر کی جاتی ہے اور جن لوگوں نے بظاہر خدا تعالیٰ کا اقرار بھی کیا ہے۔ انہوں نے یا تو خطرناک شرک کیا ہے جیسے عیسائی اور دوسرے بُت پرست مُشرک اور پھر جنہوں نے بظاہر توحید کا اقرار بھی کیا ہے جیسے مسلمان انہوں نے بھی دراصل شرک اختیار کر رکھا ہے اور مسیح کو خدا کی صفات سے متصف ٹھہرا رکھا ہے۔ علاوہ بریں خدا تعالیٰ کی حکومت کے نشان اُن کے اعمال سے ثابت نہیں ہوتے۔ اعمال میں سستی اور بیباکی اور گناہوں پر دلیری پائی جاتی ہے۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خدا کا خوف دلوں پر نہیں رہا۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اس بے باکی کے دُور کرنے میں بیشک ہزاروں ظالم طبع لوگ ہلاک ہوں تاکہ وہ دُور کے لئے عبرت ہو۔ اور وہ خدا تعالیٰ کی قدرتوں اور طاقتوں پر ایمان لانے والے ہوں۔

دہرہات کے لوگ تو جنگل کے وحشیوں کی طرح ہیں۔ مگر شہروں میں جو تسلیم یافتہ ہیں۔ اُن کی حالت بہت ہی ناگفتہ بہ ہو رہی ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ مسلمانوں میں بھی اعمال کلمۃ اللہ اور اپنے اعمال کی اصلاح اور تبدیلی کا جوش نہیں ہے۔ باپ دادا سے لڑا لڑا

اَللّٰهُ سُن لیا۔ اسی کو کافی سمجھا۔ اعمال کی پروا نہیں۔

یہ جو الہام ہو چکا ہے اِنَّهُ اَوٰی الْقَرۡیَۃَ۔ اگر منتشر کرنے کا قانون منسوخ نہ ہوتا۔ تو اس منہوم کو اس الہام میں داخل سمجھا جاسکتا۔ مگر اب جبکہ سب جگہ قانون منسوخ ہو گیا ہے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا منشاء یہی ہے جیسا کہ دوسرے الہام لولا الاکرام لہلک المقام سے پایا جاتا ہے۔ اس میں ایک شوکت بھی ہے اور شیم سنائی ہے جیسے ایک مجرم کو بیچ ۲ سال کی سزا دے اور ساتھ ہی کہہ دے کہ اصل میں ۱۴ سال قید کی سزا کے لائق تھا۔ مگر عدالت رحم کر کے ۲ سال سزا دیتی ہے۔ اسی طرح پر یہ الہام ظاہر کرتا ہے کہ دراصل یہ جگہ بھی ایسی ہی تھی کہ ہلاک کی جاتی مگر خدا تعالیٰ اپنے سلسلہ کا اکرام ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ اسی اکرام کی وجہ سے اُسے ہلاکت سے بچا لیا اور اس طرح پر یہ نشان ٹھہرا۔

جماعت کو نصیحت

میری نصیحت اس وقت جماعت کو یہ ہے کہ یہ دن بڑے سخت اور ہولناک ہیں اس لئے جہان تک ہو سکے اپنے دلوں کو اور آنکھوں کو بڑے جذبات سے روکیں اور اپنے اعمال اور چال چلن میں خاص تبدیلی کریں۔ یہ وقت خاص تبدیلی کا ہے اور خدا تعالیٰ سے دعائیں مانگنے کا ہے۔ پس اس وقت خدا تعالیٰ سے سچا تعلق پیدا کرو۔ میں نے سنا ہے کہ ایک شخص عین شادی کے دن طاعون سے مر گیا۔ دنیا کی بے ثباتی کی یہ کیسی عبرت بخش مثال ہے۔ اگر دانشمند فور کرے تو ایک طرح سے یہ دن بڑے عجیب ہیں۔ ان پر نظر کرنے سے موت یاد آتی ہے اور خدا تعالیٰ کی ہستی پر یقین پیدا ہوتا ہے۔ اور یقین ہی ایک ایسی شے ہے جو اعلیٰ درجے کی لذت اور سرور صادق الیقین کو بخشتا ہے جو کسی اور کو میسر نہیں آسکتے خدا شناسی کے مسئلہ پر اس وقت ہزاروں قسم کے حجاب اور گرد و غبار پڑے ہیں۔ اور وہ یقین جو لذت بخش نتائج اپنے ساتھ لکھتا ہے وہ نہیں رہا۔ اور وہ سرور جو دنیا کے تعلقات میں پیدا ہونے والے رنج و غم کو دودھ کرتا ہے اس وقت نہیں بلکہ یہ حالت ہو رہی ہے کہ اکسیر بل

جہاں تو مل جاوے لیکن ایسے آدمی اس زمانہ میں ملنے مشکل ہیں جو خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایسا یقین رکھتے ہوں جس نے اُن کی ساری قوتوں اور جذبات پر ایسا اثر کیا ہو اور ایسی معرفت عطا کی ہو جس سے اُن کے گناہ کی زندگی پر موت وارد ہو چکی ہو۔ میں سچ کہتا ہوں کہ ایسے دلوں کا مذا بہت مشکل ہے جو ایمان اور اس کے لذت بخش نتائج کی معرفت سے بھرے ہوئے ہوں۔

ضرورتیں تو اس وقت بہت سی ہیں جو خدا تعالیٰ اپنی قدرت کا ہاتھ دکھائے اور اپنی چمکار سے دنیا کو روشن کرے مگر سب سے بڑی ضرورت ایسی معرفت اور یقین کا پیدا کرنا ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ طاعون اسی کو پورا کر رہی ہے۔ ٹیکہ کا علاج اس وقت تک آخری علاج سمجھا گیا۔ لیکن اگر یہ علاج ٹھیک نہ ہوا تو پھر مشکل ہوگی۔ ابھی تک اس کا پورا تجربہ بھی نہیں ہوا جب تک ایک عدد کثیر نہ ہو کیا کہہ سکتے ہیں مثلاً لاہور میں ۵۰ یا ۶۰ ہزار آدمی ٹیکہ لگوائے اور پھر ایک دو جاڑے اُن پر امن سے گذر جاویں تو کچھ پتہ ملے لیکن اگر چھ ماہ کے بعد اس کا اثر زائل ہو جاوے اور ہر ششماہی کے بعد یہ نسخہ گلے پڑا تو پھر تو کچھ نہیں اٹھا دیٹ میں جو آیا ہے کہ آخر خدا سے لڑائی کریں گے۔ یہ اُس قسم کی جنگ ہوگی جو خدا تعالیٰ کی قضا و قدر کے مقابلہ کے لئے ہر قسم کی تیاری کی جادے گی میرے الہام میں جو راحی اجہن الجیش آیا ہے۔ اس سے مراد طاعون ہی ہے اور ایسا ہی حضرت مسیحؑ نے اپنی آمد کا زمانہ نوحؑ کے زمانہ کی طرح قرار دیا ہے اور پھر خدا تعالیٰ نے میرا نام بھی نوحؑ رکھا ہے اور واصنع الفلک کا الہام ہوا۔ اور لا تخاطبني في الدين ظلموا انهم مخرقون بھی فرمایا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عظیم الشان طوفان آنے والا ہے اور پھر اس طوفان میں میری بنائی ہوئی کشتی ہی نجات کا ذریعہ ہوگی۔ اب طاعون وہی طوفان ہے اور خدا کا زور آور حملہ اور اُس کی چمکار ہے یہی وہ سیف الہلاک ہے جس کا براہین میں ذکر ہوا ہے۔ طبیبوں اور ڈاکٹروں کو اقرار کرنا پڑا ہے کہ اس

کا کوئی نظام مقرر نہیں ہے کہ گرمی میں کم ہوتی ہے یا سردی میں۔ کیونکہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ بعض جگہوں میں گرمیوں میں بھی اس کی کثرت میں فرق نہیں آیا۔ غرض اس کا علاج بجز استغفار اور دُعا اور اعمال میں پاکیزگی اور طہارت کے اور کیا ہو سکتا ہے۔

(البدر جلد ۱ نمبر ۲ صفحہ ۱۰ تا ۱۲ مورخہ نومبر ۱۹۰۲ء)

نیز (الحکمہ جلد ۶ نمبر ۴ صفحہ ۱ - ۲ مورخہ ۱۰ نومبر ۱۹۰۲ء)

۲۱ اکتوبر ۱۹۰۲ء بروز سہ شنبہ (بوقت سیر)

کوئی منہج کے قریب حضرت اقدس میر کے لئے تشریف لائے۔ پھر رستہ سے چند ایک احباب آئے ہوئے تھے۔ حضرت اقدس نے اُن سے ملاقات کی۔ اور طاعون کا حال اس طرف کا دریافت کیا۔ اس سے پیشتر حضرت اقدس قادیان کے شمال کی طرف تشریف لے جایا کرتے تھے۔ مگر آج آپ نے حکم صادر کیا کہ اس طرف (یعنی مشرقی طرف) چلئے۔ گویا آج اس مشرقی زمین کے بہت بیدار ہوئے۔ جس پر حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک قدم پڑتے تھے۔

عیسائیوں کے اعتراضات کے جوابات

آج بھی وہی مضمون زیر بحث رہا۔ جس پر گذشتہ ایام میں بحث تھی کہ عیسائی جو دوسرے نبیوں کو گناہگار ٹھہرتے ہیں۔ مسیح کے گناہوں کو کیوں چھپاتے ہیں۔ فرمایا کہ ان کو (عیسائیوں کو) بحث میں ذلت اور ندامت کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں۔ دوسرے پر حملہ کرنے سے پیشتر اول اپنے گھر کی صفائی تو کر لیں۔ اگر موئی کے قتل پر اعتراض ہے تو وہ تویریت کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہے مگر مسیح کو کیا برا کہ انجیل نازل ہو رہی ہے۔ اور کنجری سے تیل ملو ارا ہے پھر موئی کا فعل ارادتا نہ تھا۔ نہ اس کو مارنے کا ارادہ تھا اس لئے قتل کا الزام غلط ہے۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص نے ایک میل کو

ڈنڈا مارا اور وہ مر گیا۔ مقدمہ عدالت میں گیا۔ چونکہ یہ ایک اتفاقیہ امر تھا۔ آخر عدالت نے اُسے چھوڑ دیا۔

بَلْعَ اَشْتَدَّ لَہ سے مراد وہ نبوت جلتے ہیں۔ اس سے مراد نبوت نہیں ہے بلکہ یہ مراد ہے کہ جب ہوش میں آیا۔ اَشْتَدَّ بھی دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک وحی کی اَشْتَدَّ اور دوسری جسمانی اَشْتَدَّ۔ مولیٰ نے مُکا مارا۔ اتفاقیہ ایسی جگہ لگ گیا۔ کہ موت واقع ہو گئی۔

مولوی محمد علی صاحب نے کہا کہ الہام کا سلسلہ بعدِ یقینہ لینے کے شروع ہوا۔ اور روح القدس بھی پیچھے ہی اُتر رہا ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا۔

پھر یوں کہو کہ مسیح کے برکات کا سرچشمہ یحییٰ ہی تھا۔ سچی پاکیزگی بلا روح القدس نہیں مل سکتی۔ یحییٰ بھی اس پر ایمان نہیں لایا۔ وہ کہتا تھا کہ میں آنے والے سے اوّل آیا ہوں مگر اُس نے اُن کو مسیح نہیں مانا اور اسی لئے جب اُس سے پوچھا گیا کہ تو ایلیا ہے۔ تو اس نے انکار کر دیا۔ نیک نیتی کے ساتھ اسے (یحییٰ) کو کچھ امور پیش آ گئے۔ اُس نے خیال کیا ہو گا کہ جب اُس نے خود میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے تو یہ مسیح کیسے ہو گا۔ اِن (عیسائیوں) پر سخت مشکلات ہیں۔ بیوقوف ہیں۔ جو اپنی پردہ دری کراتے ہیں۔

پھر حضرت اقدس نے مفتی محمد صادق صاحب کو حکم دیا۔ کہ

ملک صدق کا حال دیکھنا جس نے حضرت ابراہیمؑ کو تحفہ اور سوغات دیئے تھے۔ کیونکہ یہ تین آدمیوں کو مسیح کے علاوہ بیگناہ کہا کرتے ہیں۔ ایک ملک صدق۔ دوسری مریم تیسرے یحییٰ۔ اُن کے نزدیک تو مسیح اور مریم ہی مس شیطان سے پاک ہیں۔ مگر قرآن نے مساوی رکھا ہے کہ ہر ایک راستباز مس شیطان سے پاک ہے۔ کچھ تہمتیں چونکہ حضرت مسیح علیہ السلام پر آ گئی تھیں کہ یہودی لوگ اُن کو مس شیطان سے منسوب کرتے تھے اور طرح طرح کی باتیں کرتے اور الزام لگاتے تھے۔ اس لئے اُن کا ذب ضروری تھا۔ اُن پر سخت الزامات تھے اور اب تک وہی چلے آتے ہیں۔ سو خدا نے وہی (الزام) اُنارے۔

دوسروں (ذبیہوں) پر اس قدر الزام نہ تھے اس لئے اُن کے ایسے ذکر کی ضرورت نہ تھی۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی کا خاصہ ہے کہ جیسے جیسے یہ بہت پیچھے پڑے ہیں۔ اُس طرف سے بہت باتیں نکلتی آتی ہیں۔ لوگ کہہ کرتے ہیں کہ ”فقیراں دمی بد دعا لگ جانتا تھا ہے۔“ اسی طرح عیسیٰ کی بد دعا ان کو لگ گئی جو وہ دیا کرتے تھے کہ تم بے ایمان ہو۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب بات انتہا تک پہنچ جاتی ہے تو بے ایمانوں سے جواب تو بن نہیں آتا۔ اس لئے آخر خاموش ہو کر پیچھا چھوڑاتے ہیں۔

اندرونی مخالفوں کا ذکر

پھر اندرونی مخالفوں کی حالت پر فرمایا کہ

اگر یہ کوئی تحریر نہیں کرتے تو دس بارہ آدمی مل کر آویں کہ ہمیں حق کی طلب ہے اور آدمیت کی بحث کریں جس میں چند ایک منصف مزاج بھی موجود ہوں اور تمام باتوں پر سنجیدگی سے غور کریں کہ حقیقت کھل جاوے۔ مگر یہ لوگ ایسی بات کبھی نہیں چاہتے۔ دراصل یہ لوگ اب سرو ہو گئے ہیں۔ اپنی حفاظتوں کو مقدم رکھ رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ کوئی ان (مرزائیوں) سے نہ ملے۔ ان کو جانے دو۔

پھر مولوی غلام قادر صاحب بھیروی کے ذکر اذکار دیگر احباب کرتے رہے کہ وہ دہلیوں کے سخت دشمن ہیں۔ بلکہ ایک دفعہ میاں نجم الدین نے جب آپ کی بیعت کی۔ تو اس نے طعنہ مارا کہ دیکھو تم نے وہی بات مافی جو ہم منواتے تھے اور اس نے حضور کی مخالفت میں کبھی نہ تسلیم اٹھایا نہ زبان کھولی۔ بلکہ وہ اس سلسلہ کو اس لئے پسند کرتا ہے کہ دہلیوں کی خوب خبر لی۔

پیشہ وروں کی ناز سنائی پر فرمایا کہ

یہ لوگ ناز سنائی بغیر رہ نہیں سکتے۔ ضرور کرتے ہیں۔

(قبل و بعد از نماز مغرب)

مغرب کی اذان سے پیشتر ہی حضرت اقدس بالائی مسجد میں تشریف لے آئے۔ اور
اور جس مکان کی خرید کے متعلق حضور نے کشتی نوح میں اشتہار دیا ہے اُس کا ذکر
کرتے رہے کہ
توسیع مکان کی بہت ضرورت ہے جہاں تک ہو سکے جلدی فیصلہ کرنا چاہیئے۔

ایک خط اور اُس کا جواب

پھر اذان ہوئی اور نماز ادا کر کے حضرت اقدس صلیب معمول شہ نشین پر حبلہ افروز
ہوئے۔ ایک خط اخبار عام کے کارپردازوں کی طرف سے حضرت اقدس کی خدمت
میں آیا تھا جس کا راقم ایک شخص رحمت مسیح نامی بٹالہ سے تھا۔ اس خط میں لکھا
تھا کہ قادیان میں سخت طاعون پھوٹی ہے۔ دھڑا دھڑوگ مَر رہے ہیں۔ مرزا
صاحب کی جماعت بھی بہت طاعون سے تباہ ہو چکی ہے خود مرزا صاحب بھی
مبتلائے طاعون ہیں۔ وغیرہ وغیرہ

اخبار عام نے اس خط کو بجنسہ حضرت اقدس کے پاس تصدیق کے لئے روانہ کر دیا
تھا۔ اس کا ذکر حضرت اقدس نے کیا۔ راقم خط کے متعلق کہا کہ

بعض لوگ شدید فتنہ پرہیزی سے ایسا کرتے ہیں کہ ایک خط لکھ کر دوسرے مخالف
کا نام اس پر لکھ دیا کرتے ہیں۔ اس لئے کیا معلوم کہ کس کا لکھا ہوا ہے۔ میں نے اخبار عام
کو لکھ دیا ہے کہ یہ بالکل غلط ہے صرف چند ایک اموات چوڑھوں میں ہوئی ہیں۔ سو ان کا ہوش
بھی مشکوک ہے کچھ ڈنگر مَرے تھے۔ وہ چوڑھوں نے کھائے۔ پھر جن لوگوں نے ان کو کھایا
وہی مَرے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ طاعون سے مَرے۔

کٹاک کے ایک احمدی ملو اور عورت کا اخلاص

پتھر تین صاحبوں نے حضرت اقدس سے بیعت کی جس میں ایک صاحب سید اختر الدین احمد ساکن کٹاک بنگال بھی تھے۔ مولوی محمد کلیم صاحب نے احمد تین صاحب ائمہ از کٹاک کی طرف سے ایک کرنسی نوٹ اور کچھ زیورات حضرت کی خدمت میں پیش کئے۔ زیورات اُن صاحب کی اہلیہ مرحومہ کی طرف سے تھے جن کی وصیت تھی کہ یہ خاص حضرت اقدس کی خدمت میں دینی خدمت کے لئے دیئے جائیں۔ حضرت اقدس نے ان کے اخلاق کی تعریف کی اور فرمایا کہ

خدا اُن کو اخیرین منہم میں ملا دے *

✽ اہم میں ۲۱ اکتوبر۔ دہار شام کے زیر عنوان اس کی تفصیل یوں درج ہے۔

کٹاک سے دو بھائی آئے ہوئے ہیں۔ اُن میں سے ایک نے نہایت اخلاص سے اپنی مرحومہ بیوی کا زیور صندوق کی خدمت میں پیش کیا کیونکہ مرحومہ اس کی وصیت کر گئی تھی۔

مولوی نور الدین صاحب حکیم الامت نے اس پر عرض کیا کہ بڑے ہی اخلاص اور شہادت کا نشان ہے۔ فرمایا۔

اخیرین منہم کہہ کر جو خدا تعالیٰ اس جماعت کو صحابہ سے ملا ہے تو صحابہ کما سا اخلاص اور وفاداری اور ارادت اُن میں بھی ہونی چاہیئے۔ صحابہؓ نے کیا کیا۔ جس طرح پر انہوں نے خدا تعالیٰ کے جلال کے اظہار کو دیکھا۔ اسی طریق کو انہوں نے اختیار کر لیا یہاں تک کہ اس کی راہ میں جانیں دے دیں۔ وہ جانتے تھے کہ بیویاں بیوہ ہو گئی۔ بچے یتیم رہ جائینگے لوگ ہنسی کریں گے مگر انہوں نے اس امر کی ذمہ پروا نہ کی۔ انہوں نے سب کچھ گوارا کیا مگر اس ایمان کے اظہار سے نہ رُکے جو وہ امداد اور اس کے رسولؐ پر لائے تھے حقیقت میں اُن کا ایمان بڑا قوی تھا۔ اس کی نظیر نہیں ملتی۔

اب دیکھ لو ایک تو وہ گردہ تھا۔ جس نے اپنی جانوں کو خدا کی راہ میں کچھ

(یتیم دیکھ صفحہ ۱۰۳)

صحابہ کا ذکر خیر

صحابہ کرامؓ کے ذکر پر فرمایا کہ۔

شیعہ سب و شتم تو کرتے ہیں مگر اُن کا (صحابہؓ کا) کام دیکھو کہ جیسے خدا کی مرضی تھی ویسے ہی اسلام کو پھیل کر دکھا دیا۔ خوب جانتے تھے کہ بیویاں مریں گی، بچے ذبح ہوں گے اور ہر ایک قسم کی تکلیف شدید ہوگی مگر پھر بھی خدا کے کام سے منہ نہ موڑا۔ یہی فقرہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک جماعت وہ ہے کہ اپنا خوب (ذمہ) ادا کر چکے ہیں جیسے *مِنْهُمْ مَنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ* (پک ۱۹) کیسا سٹریٹیکٹ ہے کہ بعض نے میری راہ میں جان دے دی۔ ایک جان وہ جس پر عیسائی پھر تک رہے ہیں اور نیچے سے معلوم ہوا کہ وہ بھی نہیں دی گئی۔ ہم نے تحقیق کر لی ہے کہ استغفار کے یہ معنی ہیں۔ کہ انسانی قویٰ جو کر توت کر رہے ہیں ان کا افراط و تفریط یعنی بے محل استعمال نافرمانی ہوتا ہے تو خدا کا لطف و کرم مانگنا کہ تو رحم کر اور اُن کے استعمال کی افراط و تفریط سے محفوظ رکھ یعنی اللہ تعالیٰ سے امداد طلب کرنی ہے۔ مسیح بھی خدا تعالیٰ کی مدد کے محتاج تھے۔ اگر کوئی اس طرح نہیں سمجھتا تو وہ مسلمان نہیں۔

بڑا فنانی اللہ وہ ہے جو کہ ہر اُن میں خدا کی امداد چاہتا ہے جیسے *إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ*۔

آنحضرتؐ کے استغفار پر سوال و جواب

پھر مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے نے اپنی فیسی ایک انگریزی عیسائی پرچہ میں سے حضرت اقدس کو ایک مضمون سنایا جو کہ ایک مسلمان کے قلم سے استغفار کے متعلق

چیز نہ سمجھا اور ایک عیسائی ہیں جو مسیح کے کفارہ پر ناز کرتے ہیں اور ایک جان دینے پر گھمنڈ کرتے ہیں حالانکہ وہ بھی غلط بجلی ہے مقابلہ کر کے دیکھو کہ صحابہؓ کی وفاداری اور استقلال جانوں کے دینے میں کیا تھا اور خود مسیح کا کیسا؟ (الحکمہ جلد ۲ نمبر ۲۴ صفحہ ۱۹۰) (نومبر ۱۹۰۲ء)

بکھلا ہوا تھا جس میں اس نے اپنی نادانی سے ایک عیسائی کو یہ جواب دیا تھا۔ کہ
استغفار کا حکم آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف منسوب نہیں ہے بلکہ اس سے
امت مقصود ہے کہ آپ کی امت استغفار کرے۔

اس عیسائی پرچہ کے ایڈیٹر نے اس پر اعتراض کیا ہوا تھا کہ اگر یہ حکم رسول اللہ
(صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس لئے ہوا کہ امت کو تعلیم دیں تو امت کے دوسرے پرچہ کرشنا
دینا کافی تھا۔ مگر ایک دن میں ستر ستر اور سو سو بار استغفار کرنے اور پھر تنہائی میں
کرنے سے کیا فائدہ تھا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ

یہ لوگ نادانی سے نہیں سمجھتے۔ اس مسلمان شخص نے تو خود عیسائیوں کو اعتراض کا موقع
دے دیا ہے اور یہ اس کی کم فہمی ہے۔ کہ اُس نے خود استغفار کا مطلب نہیں سمجھا۔ اس سے
مراد تو ترقی مراتب ہے۔

پھر ایک اور مسلمان کا مضمون اسی پرچہ میں سے سُنا یا جس نے لفظ ذنب کے
متعلق لکھا ہوا تھا اور حضرت اقدس کے مضمون مندرجہ انگریزی میگزین میں سے اس
کا جواب اقتباس شدہ تھا۔ اس شخص نے اپنے جواب میں انگریزی میگزین کا حوالہ بھی
دے دیا تھا۔ اس سے حضرت اقدس بہت خوش ہوئے کیونکہ اس ترتیب سے علاوہ
جواب معقول ہونے کے اس سلسلہ کی یہ تائید ہوئی کہ تیرہ چودہ ہزار آدمیوں میں میگزین
کا اشتہار ہو گیا جن کے پاس یہ عیسائی پرچہ جاتا ہے۔

پہنچنے کے وقت پانی کا استعمال

پھر عیسائیوں کے ہتھ دینے کے وقت جو پانی وغیرہ چھڑکا جاتا ہے اور بعض اُن
کے فرقے اس وقت نئے دیندار کو ایک چھوٹے سے حوض میں دھکا دیدیتے ہیں۔
اس کے ذکر پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ

پانی کا لحاظ تو ہر ایک نے رکھا ہے۔ ان لوگوں نے تالاب وغیرہ رکھا ہے۔ اور قرآن

نے گریہ دیکا کا پانی رکھا ہے وہ ظاہر پر گئے ہیں اور قرآن شریف حقیقت پر گیا ہے۔
جیسے تَرَىٰ اَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ

شرعیت اور عیسائیت

عیسائی پرچہ اپنی فیننی میں قرآن کریم پر شرعیت کے متعلق حملہ کیا ہوا تھا اور اس کے مقابل پر انجیل کو مبدلہ بتلایا ہوا تھا جس نے شرعیت کو لعنت کہا ہے اس پر حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ

جب ان میں شرعیت کوئی نہیں ہے تو اگر ان کو کہا جائے کہ نجاست کھاؤ۔ تو کھا سکتے ہیں اور ماں کے ساتھ زنا کریں تو کر سکتے ہیں۔ پھر تعجب ہے کہ یہ لوگ کپڑا کیوں پہنتے ہیں۔ کیونکہ ان کو مذہب (شرعیت) سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ برائے نام گناہ گناہ کرتے ہیں اور اصل میں چاہتے ہیں کہ ہر ایک گناہ کو چالاکی سے معصم کر لیں جب ہر ایک قسم کی بدکاری کرنے پر وہ تیار ہیں تو پھر گناہ کیا شے ہے۔ اگر باکرہ ہمیشہ یا لڑکی کو نکاح میں لا دیں تو وہ حرام نہیں ہے اگر کہیں کہ سابقہ کتب میں حرام ہے تو وہ ان کے نزدیک منسوخ ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگوں پر فرمایا کہ

وہ تو جائز طہ پر چکو مازنا تھا مار کچے مگر ان لوگوں (عیسائیوں) نے لاکھوں خون ناجائز طور پر کئے (عیسائی مذہبی جنگوں سے پتہ لگتا ہے کہ کس قدر خون ناحق ہوئے ہیں)۔

﴿﴾ اٹھم میں یہ دائمی یوں درج ہے۔

اسلامی جنگیں بالکل دفاعی لڑائیاں تھیں جب کفار کی تکالیف اور شرارتیں حد سے گذر گئیں تو خدا تعالیٰ نے ان کو سزا دینے کے لئے یہ حکم دیا مگر عیسائیوں نے جو مختلف اوقات میں مذہب کے نام سے لڑائیاں کی ہیں۔ ان کے پاس خدا تعالیٰ کی کوئی دستاویز اور حکم تھا۔ جس کی رو سے وہ لڑتے تھے ان کو تو ایک گال پر پٹا بچھ کر دوڑی

پھیر دینے کا حکم تھا (الملک جلد ۹ نمبر ۴ ص ۱۰۷ موضحہ ۱۰ نومبر ۱۹۰۲ء)

اعلیٰ اخلاق اور اُن کے اظہار کا وقت

انسان کا خلق اس کی فتح اور کامیابی کے متعلق ہوتا ہے کہ جو کچھ صبر وغیرہ اخلاق فاضلہ مصیبت اور بلا کے وقت دکھلاتا ہے وہی فتح اور اقبال کے وقت دکھلاوے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں قسم کے وقتوں پر اخلاق دکھلانے کا موقع ملا جو خلقِ عظیم تنگی اور بلا کے وقت آپ نے مکہ میں دکھلائے تھے وہی آپ نے بادشاہ ہو کر دکھلائے حضرت مسیح کا کوئی مشبہ خلق کا دکھلاؤ وہ تو اس سے بالکل فارغ ہیں۔ بلا ثبوت تو جوگی بھی مدعی ہو سکتے ہیں کہ ہم نے نفس کو مارا ہوا ہے۔ ستری بی از بے چادری۔ مسیح نے تو امام حسین علیہ السلام جتنا حوصلہ بھی نہ دکھلایا کیونکہ اُن کو مفر کی گنجائش تھی۔ اگر چاہتے تو جا سکتے تھے مگر جگہ سے نہ ہلے اور سینہ سپر ہو کر جان دی اور مسیح کو تو مفر ہی کوئی نہ تھا۔ یہودیوں کی قید میں تھے۔ جو حوصلہ کیا دکھلاتے۔

(البداء، جلد ۱ نمبر ۲ صفحہ ۱۲ تا ۱۴ موضحہ مرفوعہ ۱۹۰۲ء)

۲۲ اکتوبر ۱۹۰۲ء بروز چہار شنبہ (بوقت سیر)

حضرت اقدس حسب معمول سیر کے لئے تشریف لائے اور مشرقی جانب آپ نے چلنے کا حکم دیا۔ فرمایا کہ

اس طرف جھکی ہے۔ ادھر ہی چلیئے۔ جلد جھکی میں نکل جاتے ہیں۔

نزدک المسیح کے متعلق مفتی محمد صادق صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ

پیشگوئی کا جس قدر تکرار ہوگا وہ ایک نیا نشان ہوگا۔ خدا کا عین علم اس سے ثابت

ہوتا ہے کہ جن باتوں کا وجود بھی نہیں ہوتا۔ ان کی قبل از وقت خبر دے دیتا ہے۔ اس

کا علم غیبیوہیت سے پتہ لگتا ہے۔ جو کہ طاقتوں اور قدرتوں کے ساتھ بھرا ہوا ہوتا ہے۔

اس علم میں غیب بھی ہوتا ہے اور طاقت بھی۔ بخوبی سمجھنا ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ طاقت

نہیں ہوتی۔ مگر انبیاء کی خبروں میں طاقت بھی ہوتی ہے۔ جیسے دشمن کا ادبار اور اپنا اقبال دشمن کو شکست اور اپنی فتح جو اُسے بخوبی کے ساتھ ملاتے ہیں وہ دھوکا کھاتے ہیں۔ کیونکہ اس میں صراحت ہوتی ہے کہ وہ (نبی) ایسا جو وہ ہے کہ دشمن کو پامال کرنا چاہتا ہے یہ چھیڑ چھاڑ جو عیسائیوں (کے اعتراضوں) کی ہوتی ہے آخر کسی حد تک بڑھتی جاوے گی۔ مگر آخر کار فیصلہ ہوگا۔ خدا تو ایک دم میں فیصلہ کر سکتا ہے مگر وہ تماشہ دیکھنا چاہتا ہے۔ زمین میں کشمکش رہتی ہے۔ مگر آخر کار فرشتہ آکر ہاتھ مارتا ہے تو فیصلہ ہو جاتا ہے۔

ڈوٹی اور پگٹ کا ذکر

پھر ڈوٹی کا ذکر ہوا کہ اُسے اس ماہ کے آخر میں ہمارا رسالہ مل جاوے گا۔ فرمایا:-
معلوم نہیں اخبار میں ذکر کرے یا چُپ رہے۔ اس کے چُپ رہنے سے معلوم ہوگا کہ وہ جسے خدا بنا رہا ہے۔ اسے کچھ جُرأت بھی ہے کہ نہیں۔ اگر ذکر نہ کیا تو معلوم ہوگا۔ اس عقیدہ میں اُسے خود کھٹکا ہے جس جگہ اُس نے ہاتھ ڈالا ہے۔ اس کا اُسے خود علم نہیں جو توحید پر نہیں ہوتا۔ اُسے اس کا قلب خود بھوٹا ثابت کرتا ہے۔ ان لوگوں نے ہزاروں بحثیں کیں اور جلسے بھی کئے مگر اب تک کوئی ایسی بات نہ ثابت کر سکے کہ حضرت مسیح کو انسان سے برتر کچھ خصوصیت ہے۔

تھا کہ اس نے یہ بھی مان لیا ہے کہ انجیل کتب سابقہ کا خلاصہ ہے۔ کوئی نئی نہیں ہے۔ مسیح صرف مصلوب ہونے کو آیا تھا۔

الحکم میں یوں مذکور ہے:- فرمایا۔

عیسائیوں کی چھیڑ چھاڑ مذہبی رنگ میں بہت بڑھ گئی ہے۔ اور قرآن شریف سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ فتنہ بہت بڑھے گا۔ آخر خدا تعالیٰ مقابلہ کرے گا اور دکھا دے گا۔ کہ آخری فتح توحید ہی کی ہے۔ (الحکم جلد ۴ نمبر ۴ ص ۱۰ نومبر ۱۹۰۶ء)

دُودنی کے نزدیک انسان حُقد، شراب اور سُور کھانے سے تو کا فر ہو جاتا ہے۔ مگر انسان کو خدا بنانے سے نہیں ہوتا۔ دوسرے مشرک تو مثل چوبوں کے ہیں۔ اُن سے تو وہ نفرت کرتا ہے اور جو بڑا بھاری مشرک ہتھی کی مثل ہے اسے قبول کیا ہوا ہے۔ قوم کو چونکہ اس شرک میں بہت ہی گرفتار دیکھا اس لئے دلیری نہ کر سکا کہ اُن کی مخالفت کرے (مسیح کو خدا ماننے میں)

پگٹ کے ذکر پر فرمایا کہ

یہ لوگ بہت ہی گھبرائے ہوئے ہیں کہ آخر گھبرا گھبرا کر مسیح کو منگوار ہے ہیں۔

دُودنی دِگٹ کے دھاوی کی اشاعت پر فرمایا کہ

اُن کی شہرت کا باعث اخبار ہوتے ہیں اُن کے مقابلہ میں پنجاب کے اخبار تو گویا برائے نام ہیں۔ دہاں تو ایک دن میں لاکھوں کو خبر ہو جاتی ہے۔

دُودنی کی نسبت اگر ہمارے مقابلہ پر پگٹ آئے تو بہت اثر ہوگا۔ دجال ایک گروہ کا نام ہے اور مسیح سیاحت کرنے والے کو کہتے ہیں۔ ان لوگوں نے نبوت کا دعوئے کیا کہ خدا کی کتابوں کو توڑ مروڑ کر اپنے منشا کے مطابق بنا لیا اور پھر فلسفہ کے رنگ میں خدائی کا دعوئی کیا۔ ان کی مثال ایسی ہے کہ ایک شاگرد اُستاد سے پٹھہ راتھا۔ سبق میں مثال آئی خَتَبَ زَيْنْدًا عَمْرًا۔ شاگرد نے اُستاد سے پوچھا کہ زید نے عمرو کو کیوں مارا۔ اُستاد نے کہا۔ صرف ایک مثال ہے۔ شاگرد نے کہا۔ نہیں یہ تو اصل واقعہ ہے۔ سبب بتائیے کہ مار کی نوبت کیوں پہنچی۔ آخر اُستاد نے دیکھا کہ یہ سمجھا نہیں چھوڑتا۔ اُس نے کہا اب مجھے مار کا سبب یاد آ گیا ہے کہ عمر نے د کا حرف چُلا لیا ہے اور اپنے نام کے ساتھ لگا لیا ہے۔ تب شاگرد نے کہا کہ اب ٹھیک ہے۔ باعث تو معلوم ہو گیا۔ فرمایا:-

پگٹ کو ضرور چھی لکھنی چاہیئے۔ اگر مقابلہ کرے تو خوب اثر ہوگا اور لوگ بھی

توجہ کریں گے۔

مشتی صاحب نے کہا کہ چھٹی لکھ دی ہوئی ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ
بہ نسبت امریکہ کے ولایت والوں کو ہم سے بہت واسطہ ہے۔ اس کا اگر مقابلہ ہو
اور وہ مقابلہ لکھا جاوے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کوئی نشان ظاہر کر دے۔ ڈوئی نے تو
کم مرتبہ اختیار کیا ہے مثل غلاموں کے۔ اگر وہ (پگٹ) ذہ دلیر بنے تو یہ (ڈوئی) قابو آیا ہوا ہے
کیونکہ وہ اس کی مقررہ میعاد کے اندر آ گیا ہے۔ کہہ دیوے کہ مسیح پانی کی طرح پگھل کر آسمان سے
آیا ہے اور میرے اندر رچ گیا ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ دجال کے متعلق جب سوال ہوا کہ وہ کیا ایسے اعلیٰ درجہ
والا ہوگا کہ چاند سورج سب پر اختیار پادے گا اور مردے زندہ کرے گا تو آپؐ نے فرمایا۔
کہ یہ جھوٹ ہے اُسے رتی بھر اختیار نہ ہوگا۔ صرف مکر اور حیلہ ہی ہوگا۔
فرمایا:-

ڈوئی نے ایک بات عجیب کی ہے کہ معجزات مسیح کی مٹی پلید کر دی۔ سلب امراض
کے معجزے ہی مسیح کی نسبت ان کے ہاتھ میں تھے۔ ویسے ہی ڈوئی بھی کرتا ہے اور جب
کوئی اعتراض کرے کہ تمہاری لڑکی ابھی نہ ہوئی تو جواب دیتا ہے کہ مسیح سے بھی فُلاں
فُلاں مریض اچھا نہ ہوا۔

کیسے منحوس معجزے تھے کہ جو شخص ان کے نزدیک کافر ہے وہ بھی معجزے دکھلا
سکتا ہے حالانکہ موسیٰؑ کی طرح نہ اس نے سوئے کا سانپ بنایا اور نہ کچھ اور۔

بس یہی استدلال کافی ہے کہ زہے خدائی کہ ایک کافر نے بھی وہی بات کر کے
دکھا دی۔ سلب امراض کوئی شے نہیں ہے۔ یہودی بھی کر سکتے ہیں اور فاسق فاجر جو خدا
کی راہ سے غافل ہیں وہ بھی کر سکتے ہیں۔ ڈوئی سے پوچھا جائے کہ مسیح کے معجزات تو
وہی ہیں جو تو کر رہا ہے اور تو ان لوگوں کے نزدیک کافر ہے اب بتلا کہ مسیح کے

منتر جنتر بھی سلب امراض ہی ہے مگر بڑا خفیث کام ہے اس لئے اسلام میں اس کی بجائے خدا پر توحید کا حکم دیا گیا ہے۔ اور صرف رُوحانی امراض کے لئے سلب رکھا گیا ہے جیسے قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا۔ حضرت مسیح تو رُوحانی امراض کا سلب نہ کر سکے اس لئے گالیاں دیئے چلے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سلب امراض کا نمونہ صحابہ ہیں۔ *

له الروم ٢٢٥

شیعوں کی تردید جو صحابہ پر طعن کرتے ہیں

اسی طرح آزمائش کرو کہ خدا اور رسول کی راہ میں کس نے صدق دکھلایا۔ آپس کی رنجشیں خاگی امور ہوتے ہیں ان کا اثر ان (صحابہ) پر نہیں پڑ سکتا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَ نَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِّنْ خِلٍّ اَوَّلِ عَلٰی سُرٍّ مُّتَقَابِلَيْنِؕ یہ ایک پیشگوئی ہے کہ آئندہ زمانہ میں آپس میں رنجشیں ہوں گی لیکن خِلّ ان کے سینوں میں سے ہم کھینچ لیں گے۔ وہ بھائی بھائی ہوں گے تختوں پر بیٹھنے والے۔ اب شیعوں سے پوچھو کہ اس وقت زمانہ نبوی میں تو کوئی رنجش نہ تھی اور اگر ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت آپس میں صلح کرا دیتے۔ آخر یہ بات آئندہ زمانہ میں ہونے والی تھی ورنہ اس طرح پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حروف آتا ہے کہ انہوں نے صلح کی کوشش تو کی مگر کامیاب نہ ہوئے۔

یہ بات شیعہ پر بڑی دلیل ہے۔ وہ صرف دو آدمیوں کا نام لیتے ہیں جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوئے۔ ہم کہتے ہیں کہ آیت تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر اتنی تھی نہ علیؑ پر اور نہ کسی اور پر۔ اگر کہو کہ اُس وقت ہی غل تھا تو معلوم ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ صحابہ ایسے سخت دل تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار کہا اور سمجھایا مگر کسی نے آپ کا کہنا نہ مانا۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ یہ تو بڑی بے ادبی ہے۔

اس سے پتہ لگتا ہے کہ یہ بعد کی خبر ہے مگر خدا تعالیٰ کے سامنے کوئی شے نہیں

احیائے موتی

سلب اراض سے جن لوگوں کو مسیح نے عیسائیوں کے قول کے موافق زندہ کیا وہ آخر مرنے لگے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قَدْ اَنْشَأْتُمْ مِّنْ ذٰلِكَ مَا كُنْتُمْ لَآ تَعْلَمُوْنَ کیا وہ ابلا بآذانک زندہ رہے۔ صحابہ کا مقابلہ حواریوں سے ہو ہی نہیں سکتا ساری انجیل میں ایک بھی ایسا فقہ نہیں جو صحابہؓ کی اس حالت کا جو قرآن نے بیان کی ہے کہ خدا کی راہ میں انہوں نے جان و مال سے دریغ نہ کیا۔ مقابلہ کر سکے۔ انہوں نے خدا اور رسولؐ کی راہ میں جو صدق دکھلایا وہ لاناظر ہے (الحکمہ جلد ۶ نمبر ۴۰ ص ۴۰ مورخہ ۱۹ نومبر ۱۹۹۱ء)

عاشقِ محمدؐ

ہی لئے فرماتا ہے کہ تم اس پر خیال نہ کرو یہ بشریت کے اختلاف ہیں ہم ان کو بھائی بھائی بنادیں گے۔ خدا تعالیٰ ہی نے یہ پیشگوئی کی کہ ایسا ہوگا۔ بعض آپس میں لڑیں گے پھر سب سے آخر جو لوگ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ فرمایا

وہی گروہ تھے جنہوں نے آپ کی صحبت نہ پائی مگر آپ کو دیکھا۔ ایسے لوگ تمہارے طبقہ میں ہیں اور بعض ان میں مُرتد بھی ہو گئے تھے۔ ان کی نسبت ہے کہ آپ بروز قیامت اخدا تعالیٰ کو کہیں گے کہ یہ تو ایمان لائے تھے۔ خدا تعالیٰ کہیگا لَا تَدْرِیْ یعنی تجھ کو علم نہیں کیونکہ وہ لوگ آپ کی صحبت میں بہت قلیل رہے تھے اور وہی تھے جو پیچھے بعض اُن میں سے مُرتد بھی ہو گئے اور زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے قتل ہوئے تھے۔ اہل اسلام خود اس قسم کے مُرتد مانتے ہیں جو صحابہ کہلاتے تھے۔ مگر یہ تو قرآن ہے جو بتلاتا ہے کہ جو آپس میں موعیدین ہوں گے اُن میں بھی تفرقہ ہوگا۔ ایک وہ موجد تھے جنہوں نے کم وقت پایا۔ اور پھر اُن کی نسبت قرآن شریف نے کہا ہے۔ قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَكِنَّا يَدْخُلِي الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ یعنی (یوں کہو کہ) ہم نے مقابلہ چھوڑ دیا۔ لیکن اُن کے دلوں میں ابھی ایمان داخل نہیں ہوا۔ انہی کی طرف اشارہ ہے وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا۔ کجا صحابہ کی شان اور کجائیہ لوگ۔ ایک گروہ جان دے چکا۔ خدا نے رُوح القدس سے اس کی تائید کی۔

بعض وقت غیر محل پر ذکر کرنے سے ایک عالم بھی گھبرا جاتا ہے جیسے اگر کوئی شیعہ کہے کہ کون ہے تو خدا نے بتلادیا کہ یہ لوگ جو پیچھے آئے تھے اور داخل اسلام ہوئے تھے۔

(مغرب و عشا) الدار کی توسیع کا ارشاد

مجھ سے مکان کی تعمیر کے واسطے میرے صاحب کو ارشاد فرمایا کہ لکڑی کا بندوبست بہت جلد کرنا

چاہیئے اور مولوی عبدالکریم صاحب کو تاکید کی کہ
 اصحاب کی توجہ چندہ کی طرف مبائل کرنی چاہیئے اور تاکید کرنی چاہیئے کیونکہ یہ کام بغیر چندہ
 کے نہیں ہو سکتا۔

اس مکان کے جلد تعمیر کرنے کی علت خالی یہ ہے کہ تو مسیح مکان ہو جائے گی تو زیادہ
 اصحاب اس میں رہ سکیں گے اور خصوصیت کے ساتھ ہواہام الخی احفاظ کل من فی الدار
 ہے وہ تمام اس خاص حفاظت سے حصہ گیر ہو سکیں گے)

مولوی محمد علی صاحب نے ایک خط حلد سنو صاحب (ایک نو مسلم انگریز) کا پڑھ
 کر سنایا۔ اس میں راقم نے اس امر پر تعجب کیا ہوا تھا کہ میگزین کی انگریزی مولوی محمد علی
 صاحب کی جوتی ہے اور نیز راقم نے ایک کتاب تصنیف کی تھی۔ اس کے متعلق بیان ہوا
 کہ اگر اجازت ہو تو وہ حضرت اقدس کے نام مبارک پر طبع کی جاوے۔

حضرت اقدس نے کہا کہ

اول وہ کتاب آجاوے دیکھ کر پھر رائے قائم کی جاوے گی۔

اور اس پر حضرت اقدس نے یہ بھی تجویز فرمایا کہ

اپنے عقائد کی ایک مختصر فہرست چھاپ دی جاوے کہ عقیدہ کے ہر پہلو
 کا اس میں بیان ہو۔ معجزات۔ فرشتے۔ وحی۔ حیات و وفات مسیح وغیرہ تاکہ جب
 کسی کو اپنے عقائد کے متعلق اطلاع دینی ہو تو جھٹ وہ روانہ کر دی جائے۔

میر ناصر نواب صاحب کی تائید پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ

مولوی محمد علی صاحب کا ایسی عمدہ انگریزی لکھنا ایک خارق عادت امر
 ہے چنانچہ انگریزوں نے بھی خیال کیا ہے کہ ہم نے کوئی یورپین لکھا ہوا ہے جو کہ
 انگریزی رسالہ لکھتا ہے۔

مولوی محمد علی صاحب نے بیان کیا کہ یہ خدا کا فضل ہی ہے ورنہ اس سلسلہ سے

پیشتر میرا ایک حرف تک کبھی شائع نہیں ہوا۔

گناہ کی تعریف

مفتی محمد صادق صاحب حسب الارشاد حضرت اقدس ایک عیسائی کتاب سے گناہ کی حقیقت سناتے رہے۔ اس کتاب میں ایک جگہ گناہ کی تعریف یہ لکھی تھی کہ جو امر کا شنس یا شریعت کے خلاف ہو وہ گناہ ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا:-

قرآن شریف میں بھی ہے۔ لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ۔ یعنی اگر ہم شریعت پر چلتے یا کا شنس پر ہی عمل کرتے تو اصحاب السعیر سے نہ ہوتے۔

موسیٰ کا قبلی کو قتل کرنا گناہ نہ تھا

موسیٰ پر الزام مٹا مارنے کا جو عیسائی لگاتے ہیں، اُس کی نسبت فرمایا کہ وہ گناہ نہیں تھا۔ اُن کا ایک اسرائیلی بھائی نیچے دبا ہوا تھا۔ طبعی ہوش سے انہوں نے ایک مٹکا مارا وہ مر گیا۔ جیسے اپنی جان بچانے کے لئے اگر کوئی خون بھی کر دے تو وہ جرم نہیں ہوتا۔ موسیٰ کا قول قرآن شریف میں ہے۔ هَذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ یعنی قبلی نے اس اسرائیلی کو عمل شیطان (فاسد ارادہ) سے دبایا ہوا تھا۔

پھر اس کتاب میں خود غرضی کو گناہ کہا تھا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ ہر ایک خود غرضی گناہ میں داخل نہیں ہے جیسے کھانا پینا وغیرہ جب تک کہ وہ غلط کا شنس یا شریعت نہ ہو۔ جب خدا کے حکم کو توڑ کر کوئی شہوات کی خواہش کرے تو گناہ ہے۔ اور جو (اشارہ مسیح) اپنے نفس کے لئے نجات چاہتا ہے۔ یہ خود غرضی ہے کہ نہیں؟

مسیح کے گناہ اٹھانے پر فرمایا کہ
اُس نے تمام کے گناہ اٹھا کر پھر گناہ کیا کہ اس کو معلوم تھا کہ دُعا قبول نہ
ہوگی۔ مگر پھر بھی کرتا ہی رہا۔

(البتاس، جلد ۱ نمبر ۲ ص ۱۴۵-۱۵۰ موضحہ نمبر ۱۹۰۴)

۲۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء (صبح کی سیر) قرآنی عظمت اور مسلمان

اس سلسلہ مضمون میں فرمایا کہ
مسلمانوں میں قرآن کی عظمت نہیں رہی۔ شیعہ ہیں وہ ائمہ کے اقوال کو مقدم کرتے
ہیں اور دوسرے فریق حدیثوں کے قطعی سلسلہ کو قرآن پر قاضی بناتے ہیں۔
اسی ذکر میں عبداللہ چکڑالوی اور محمد حسین کی بحث کا ذکر آگیا۔ فرمایا۔
چکڑالوی نے تفریط کی ہے اور حدیث کو بالکل لاشے سمجھا اور محمد حسین افراط کی طرف
گیا ہے کہ حدیث کے بغیر قرآن کو لاشے سمجھتا ہے۔

کتاب اللہ سنت اور حدیث

پھر آپ نے واضح اور تین طور پر اس مضمون پر کلام کیا کہ
ہمارے نزدیک تین چیزیں ہیں۔ ایک کتاب اللہ دوسرے سنت یعنی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اور تیسرے حدیث۔ ہمارے مخالفوں نے دھوکہ کھایا ہے کہ سنت
اور حدیث کو باہم ملا یا ہے۔ ہمارا مذہب حدیث کے متعلق یہی ہے کہ جب تک وہ قرآن
اور سنت کے صریح مخالف اور معارض نہ ہو اس کو چھوڑنا نہیں چاہیئے خواہ وہ محدثین کے
نزدیک ضعیف سے ضعیف کیوں نہ ہو۔ جبکہ ہم اپنی زبان میں دعائیں کر لیتے ہیں تو کیوں حدیث
میں آئی ہوئی دعائیں نہ کریں جبکہ وہ قرآن شریف کے مخالف بھی نہیں۔ قرآن شریف پر حدیث

کو قاضی بنانا سخت غلطی ہے اور قرآن شریف کی بے ادبی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک بڑھیا نے حدیث پیش کی تو انہوں نے یہی کہا کہ میں ایک بڑھیا کے لئے قرآن شریف نہیں چھوڑ سکتا۔ ایسا ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے کسی نے کہا کہ حدیث میں آیا ہے۔ ماتم کرنے سے مردہ کو تکلیف ہوتی ہے تو انہوں نے یہی کہا کہ قرآن میں تو آیا ہے لَا تَزِدُّوا زَرْعًا دَرْدَرًا خُرَى۔ پس قرآن پر حدیث کو قاضی بنانے میں اہل حدیث نے سخت غلطی کھائی۔

اصل بات یہ ہے کہ اپنی موٹی عقل کی وجہ سے اگر کوئی چیز قرآن میں نہ ملے تو اس کو سنت میں دیکھو اور پھر تعجب کی بات یہ ہے کہ جن باتوں میں ان لوگوں نے قرآن کی مخالفت کی ہے خود ان میں اختلاف ہے۔ ان کی افراط تفریط نے ہم کو سیدھی اور اصل راہ دکھا دی۔ جیسے یہودیوں اور عیسائیوں کی افراط اور تفریط نے اسلام بھیج دیا۔

پس حق بات یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت کے ذریعہ توازن دکھا دیا ہے اور حدیث ایک تاریخ ہے اس کو عزت دینی چاہیئے۔ سنت کا ائینہ حدیث ہے۔

یقیناً پر ظن کہجبی قاضی نہیں ہوتا کیونکہ ظن میں احتمال کذب کا ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک قابلِ قند ہے۔ انہوں نے قرآن کو مقدم رکھا ہے۔

نزول اور ختم نبوت کے معنی

احادیث میں مسیح موعود کے لئے نزول من السماء نہیں لکھا۔ نزول کا لفظ ہے اور یہ ظنی معنی رکھتا ہے نہ کہ حقیقی۔ نزول لغت میں مسافر کو کہتے ہیں۔ کیا وہ آسمان سے اُتتا ہے۔ ہر حال قرآن ہر میدان میں فتحیاب ہے۔ آپ کو خاتم الانبیاء مقرر کیا۔ اور آخر حشرِ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْعَقُوا اِيهُمْ کہر مسیح موعود کو اپنا موز بتا دیا ہے۔

معراج ایک کشف تھا

بعض لوگ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات اسی جسم کے ساتھ آسمان پر گئے ہیں مگر وہ نہیں دیکھتے کہ قرآن شریف اس کو رد کرتا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی ریا کہتی ہیں۔

حقیقت میں معراج ایک کشف تھا جو بڑا عظیم الشان اور صاف کشف تھا۔ اور اتم اور اکمل تھا۔ کشف میں اس جسم کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کیونکہ کشف میں جو جسم دیا جاتا ہے اس میں کسی قسم کا حجاب نہیں ہوتا بلکہ بڑی بڑی طاقتیں اس کے ساتھ ہوتی ہیں۔ اور آپ کو اسی جسم کے ساتھ جو بڑی طاقتوں والا ہوتا ہے، معراج ہوا۔

پھر آپ نے اس امر کی تائید میں چند آیات سے استدلال کیا کہ جسم آسمان پر نہیں جاتا۔ یہ باتیں قریناً پہلے ہم بار بار درج کر چکے ہیں۔ بخوف طوالت اعادہ نہیں کرتے۔

مسیح کی پیدائش اور خارق عادت اُمور

مسیح کی پیدائش کے ذکر پر فرمایا کہ

خدا کی سنت دو طرح پر ہوتی ہے۔ ایک کثرتی جیسے عموماً عورت سے دودھ نکلتا ہے۔ مگر بعض اوقات نر سے بھی نکلا کرتا ہے۔ ایسے واقعات دنیا میں ہوئے ہیں۔ یہ قلیل الوقوع واقعات خارق عادت کہے جاتے ہیں۔

(الحکمہ جلد ۶ نمبر ۴ صفحہ ۵ مودعہ ۱۰ نومبر ۱۹۰۲ء)

۲۴ اکتوبر ۱۹۰۲ء

دربار شام

برادرِ مکرم محمد یوسف صاحب اپیل نویس نے اپنے گاؤں میں بعض لوگوں کے شکوک

کے رنچ کرنے کے واسطے بعض احباب کو حضرت اقدس کے ایسا سے لے جانا چاہا۔
اس کی تجویز ہوئی کہ مولوی عبدالحق صاحب اور مولوی سرور شاہ صاحب کو بھیجا جاوے
پھر مفتی محمد صادق صاحب نے رسالہ بیگناہی مسیح سنایا۔

اس کے ضمن میں مندرجہ ذیل نکات آپ نے بیان فرمائے۔

۱۔ قرآن شریف میں خدا تعالیٰ کے اسماء مفعول کے لفظ میں نہیں جیسے قُدوس تو
ہے مگر معصوم نہیں لکھا کیونکہ پھر بچانے والا اور ہوگا۔

اس پر حضرت مولوی نور الدین صاحب نے عرض کیا کہ حضور و مژدوں سے جب
کبھی مجھے کلام کرنے کا موقع ملا ہے۔ میں نے یہی کہا ہے۔ خدا کا نام موجود نہیں لکھا
کیونکہ موجود بمعنی مدرک ہے اور خدا تعالیٰ کی شان ہے لَا تُشَدُّ رُكُوتُ الْأَفْصَاحِ
اور پھر یہ لفظ صحابہ میں بھی نہیں بولا گیا۔

فرمایا۔

جیسے مسیح پر کُفر کا فتویٰ لگا کر اُن کو صلیب پر چڑھایا گیا۔ ایسا واقعہ کسی نبی کے
ساتھ نہیں ہوا۔ گناہ کا کمال کُفر یہ جا کر ہوتا ہے۔ اور مسیح پر یہودیوں نے کُفر کا فتوے
لگایا (ہمارا یہ عقیدہ نہیں ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفوں نے برخلاف
اس کے آپ کو الامین اور الامامون کہا۔ مسیح کے مخالفوں کا اُن کی نسبت کُفر کا
فتوے دینا اور آپ کے مخالفوں کا آپ کو الامین کہنا رتہ اور درجہ میں اللہ تعالیٰ کے
نزدیک بڑا فرق بتاتا ہے۔ (الحکمہ جلد ۲۰ نمبر ۲۵ مورخہ ۱۲ فروری ۱۳۴۳ھ)

۲۶ اکتوبر ۱۹۰۲ء

مولوی جمال الدین صاحب ساکن سیّد والدین کے سوال کیا کہ حضرت زکریا علیہ السلام

کی بابت جو آیا ہے کہ **اللاتصلہ الناس ثلثۃ ایامٍ إلا رمزا**۔ کیا اس سے
یہ مراد ہے کہ وہ کلام نہ کریں گے۔ فرمایا:-

اس سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ لا تستطیع نہیں کہا۔

اعجاز کی حقیقت

سلیمان علیہ السلام کے لئے جو آیا ہے کہ **لوا نرم کر دیا**۔ اس سے کیا مراد ہے؟
فرمایا:-

تلاویز مشہورہ سے الگ ہو کر جو فعل ہوتا ہے۔ اس میں اعجازی رنگ ہوتا ہے معجزات
جن باتوں میں صادر ہوتے ہیں۔ ان میں سے بہت سے افعال ایسے ہوتے ہیں۔ کہ دوسرے
لوگ بھی ان میں شریک ہوتے ہیں۔ مگر نبی ان تدابیر اور اسباب سے الگ ہو کر وہی
فعل کرتا ہے۔ اس لئے وہ معجزہ ہوتا ہے اور یہی بات یہاں سلیمان کے قصہ میں ہے۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کیا لوگ قصائد نہ کہتے تھے؟ کہتے تھے مگر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کلام فصیح و بلیغ پیش کیا تو وہ جوڑ توڑ کا نتیجہ نہ تھا بلکہ وحی سے
نہا اس لئے معجزہ تھا کہ درمیان اسباب عادیہ نہ تھے۔ آپ نے کوئی تعلیم نہ پائی تھی
اور بدولت کو شمش کے وہ کلام آپ نے پیش کیا۔ غرض اسی طرح پر لوا نرم کرنے کا معجزہ
ہے کہ اس میں اسباب عادیہ نہ تھے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے اور معنی بھی ہوں
مشکلات صعب سے بھی مراد لوا ہوتا ہے۔ وہ حضرت سلیمانؑ پر آسان ہو گئیں۔ مگر
اصل اعجاز کا کسی حال میں ہم انکار نہیں کرتے۔ ورنہ اگر خدا تعالیٰ کی ان قدرتوں پر ایمان
نہ ہو تو پھر خدا کو کیا مانا؟

ہم اس کو خارق عادت نہیں مان سکتے جو قرآن شریف کے بیان کردہ قانون
قدرت کے خلاف ہو مثلاً ہم احیاء موتی تحقیقی کا کیوں انکار کرتے ہیں۔ اس لئے کہ قرآن

شریف نے یہ فیصلہ کر دیا ہے۔ فی مسك التقي قضای علیہا الموت۔

اسی طرح ہم نہیں مان سکتے کہ خدا اپنے جیسا کوئی اور خدا بھی بنا لیتا ہے کیونکہ یہ اس کی توحید کے خلاف ہے۔ یا یہ کہ وہ خود کشی نہیں کر سکتا کیونکہ اس کی صفت حی و قیوم کے خلاف ہے۔ اسی طرح اگر کوئی کہے کہ دنیا ہمیشہ رہے گی اور یہاں ہی دوزخ بہشت ہوگا، ہم نہیں مان سکتے۔ اس کی صفت مَلِكٌ یُّدْرِیُّ الدِّینَ کے خلاف ہے۔ اور اس کے خلاف جاٹھیرتا ہے فَرِیقٌ فِی الْجَنَّةِ وَ فَرِیقٌ فِی السَّعِیرِ ایسا ہی ہم نہیں مان سکتے کہ اسی جسم کے ساتھ آسمان پر بھی چڑھ سکتا ہے کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار نے کہا کہ تو آسمان پر چڑھ جا، آپ نے یہی فرمایا سُبْحَانَ رَبِّیْ حَسْبُ کُنْتُ اِلَّا بَسَطَ الرَّسُولُ ایسا ہی مُردے اگر واپس آسکتے تو چاہیے تھا کہ قرآن شریف اُن کے لئے کوئی خاص قانونِ وراثت بیان کرتا اور فقہ میں کوئی باب اس کے متعلق بھی ہوتا۔ غرض جو امور قرآن شریف کے بیان کردہ قانون کے خلاف ہیں ہم اُن کو تسلیم نہیں کر سکتے۔

نزولِ قرآن

پوچھا گیا کہ قرآن کا جو نزول ہوا ہے وہ یہی الفاظ ہیں یا کس طرح۔ فرمایا:-

یہی الفاظ ہیں اور یہی خدا کی طرف سے نازل ہوا۔ قرات کا اختلاف الگ امر ہے مَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ وَلَا نَبِیٍّ مِّنْ لَّا یُحَدِّثُ قَرَاتٍ شَافَہَ ہے اور یہ قراتِ مصحح حدیث کا حکم رکھتی ہے جس طرح نبی اور رسول کی وحی محفوظ ہوتی ہے اسی طرح محدث کی وحی بھی محفوظ ہوتی ہے جیسا کہ اس آیت سے پایا جاتا ہے۔

پوچھا گیا۔ جبرائیل کا نزول قلب پر ہوتا تھا یا آواز آتی تھی۔ فرمایا:-

اس میں بحث کی کچھ ضرورت نہیں۔ جبرائیل کا تعلق قلب ہی سے ہوتا ہے اور قرآن

شریف میں یہ لفظ آیا بھی ہے۔ مگر یہ عالم الگ ہی ہوتا ہے۔ قرآن شریف جو تمام کتابوں اور علوم کا خاتمہ کرتا ہے اس لئے وہ بڑی اوقیٰ وحی ہے اور شدت کے ساتھ اس کا نزول تھا۔

اسلام فطرتی مذہب ہے

ایک شخص نے اپنی رؤیا سنائی جس میں یہ آیت تھی۔ فطرت اللہ الٰہی فطر الناس علیہا فربا۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ اسلام فطرتی مذہب ہے۔ انسان کی بناوٹ جس مذہب کو چاہتی ہے وہ اسلام ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ اسلام میں بناوٹ نہیں ہے۔ اس کے تمام اصول فطرت انسانی کے موافق ہیں۔ تثلیث اور کفارہ کی طرح نہیں ہیں۔ جو سمجھ میں نہیں آسکتے عیسائیوں نے خود مانا ہے کہ جہاں تثلیث نہیں گئی وہاں توحید کا مطالبہ ہوگا کیونکہ فطرت کے موافق توحید ہی ہے۔ اگر قرآن شریف نہ بھی ہوتا تب بھی انسانی فطرت توحید ہی کو مانتی۔ کیونکہ وہ باطنی شریعت کے موافق ہے۔ ایسا ہی اسلام کی کل تعلیم باطنی شریعت کے موافق ہے۔ برخلاف عیسائیوں کی تعلیم کے جو مخالف ہے۔ دیکھو۔ حال ہی میں امریکہ میں طلاق کا قانون خلاف انجیل پاس کرنا پڑا۔ یہ دقت کیوں پیش آئی۔ اس لئے کہ انجیل کی تعلیم فطرت کے موافق نہ تھی۔

کیا مسیح کو صلیب پر لٹکایا گیا؟

سوال کیا گیا کہ مسیح کو صلیب پر چڑھانا قرآن میں کہاں سے ثابت ہوتا ہے؟ فرمایا
وَلَكِنْ شَيْئًا لَّهُمْ سِیَءٌ یَوْمَئِذٍ عِیسَیُّوْلَہِ اذِہِ یُہِودِیُّوْلَہِ کے متواترات سے ہے
قرآن شریف اس کا انکار کیوں کرنے لگا تھا۔ قرآن یا حدیث صحیح میں کہیں ذکر نہیں
ہے کہ مسیح چھٹ بھاڑ کے آسمان پر چلا گیا۔ یہ صرف خیالی امر ہے۔ کیونکہ اگر مسیح

صلیب پر چڑھایا نہیں گیا اور وہ کوئی اور شخص تھا۔ تو دو صدقوں سے خالی نہیں یا دوست
 ہرگاہ دشمن پہلی صورت میں مسیح نے اپنے ہاتھ سے ایک دوست کو ملعون بنایا۔ جس
 لعنت سے خود بچنا چاہتا تھا۔ اس کا نشانہ دوست کو بنایا۔ یہ کون شریف پسند کر سکتا ہے
 پس وہ عماری تو ہو نہیں سکتا۔ اگر دشمن تھا تو چاہیئے تھا کہ وہ دہائی دیتا اور شور مچاتا کہ میں
 تو فلاں شخص ہوں مجھے کیوں صلیب دیتے ہو۔ میری بیوی اور رشتہ داروں کو بلاؤ۔ میرے
 فلاں اسرار ان کے ساتھ ہیں۔ تم دریافت کر لو۔

غرض اس تواریک انکار فضول ہے اور قرآن شریف نے ہرگز اس کا انکار نہیں کیا۔
 ہاں یہ سچ ہے کہ قرآن شریف نے تکمیل صلیب کی نفی کی ہے۔ جو لعنت کا موجب ہوتی
 تھی۔ نفس صلیب پر چڑھائے جانے کی نفی نہیں کی۔ اس لئے مَا قَتَلُوْهُ کہہا۔ اگر یہ مطلب
 نہ تھا تو پھر مَا قَتَلُوْهُ کہنا فضول ہو جائے گا۔ یہ ان کے تاثرات میں کہاں تھا؟ یہ اس
 لئے فرمایا کہ صلیب کے ذریعہ قتل نہیں کیا پھر مَا صَلَبُوْهُ ہے اور صراحت کی اور لیکن
 شَیْئَةً لَّهُمْ سے اور واضح کر دیا کہ وہ زندہ ہی تھا۔ یہودیوں نے مُردہ سمجھ لیا۔

اگر آسمان پر اٹھایا جاتا۔ تو خدا تعالیٰ کی قدرت پر ہنسی ہوتی کہ اصل مقصود تو بچانا
 تھا۔ یہ کیا ستاشک کیا کہ دوسرے آسمان سے پہلے بچا ہی نہ سکا۔ چاہیئے تھا کہ ایک یہودی
 کو ساتھ لے جاتے اور آسمان سے گرا دیتے تاکہ اُن کو معلوم ہو جاتا۔ ختم لیا۔

رَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلَیَّائِمًا اُن کو ماننا پڑا ہے کہ ادریسؑ مر گیا۔ صدیق حسن خاں نے لکھا
 ہے کہ اگر حضرت ادریسؑ کو ایسا ماین تو پھر اُن کے بھی واپس آنے کا عقیدہ رکھنا پڑتا ہے
 جو صحیح نہیں۔ تعجب ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے لئے تو فی موجود ہے۔

(الحکمہ جلد ۶ نمبر ۲۰ ص ۱۰ مورخہ ۱۹۰۲ء)

۲۷ اکتوبر ۱۹۰۲ء (ہفت صبح کی سیر) یروشلم اور بیت المقدس

اس تذکرہ پر کہ عیسائیوں اور یہودیوں میں پھر اس امر کی تحریک ہو رہی ہے کہ ارض مقدس کو ترکوں سے خرید کر لیا جاوے مختلف باتوں کے دوران میں فرمایا۔

یروشلم سے مراد دراصل دارالامان ہے۔ یروشلم کے معنی ہیں۔ وہ سلامتی کو دیکھتا ہے۔ یہ سنت الہیہ ہے کہ وہ پیشگوئیوں میں اصل الفاظ استعمال کرتا ہے۔ اور اس سے مراد اس کا مفہوم اور مطلب ہوتا ہے۔

اسی طرح پر بیت المقدس یعنی مسجد اقصیٰ ہے۔ ہماری اس مسجد کا نام بھی اللہ تعالیٰ نے مسجد اقصیٰ رکھا ہے کیونکہ اقصیٰ یا باعتبار بعد زمانہ کے ہوتا ہے اور یا بعد مکان کے لحاظ سے۔ اور اس الہام میں المسجد الاقصیٰ الذی بارکنا حولہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تاثیرات زمانی کو لیا ہے اور اس کی تائید آخرین منہم لکنا یلحقوا بہم سے بھی ہوتی ہے اور بارکنا حولہ کا اس زمانہ کی برکات سے ثبوت ملتا ہے جیسے یل اور جہانزوں کے ذریعہ سفروں کی آسانی اور تار و ڈاک خانہ کے ذریعہ سلسلہ رسل و رسائل کی سہولت اور ہر قسم کے آرام و آسائش قسم قسم کی کلوں کے اجراء سے ہوتے جاتے ہیں۔ اور سلطنت بھی ایک امن کی سلطنت ہے۔

بنی اسرائیل

بنی اسرائیل خدا تعالیٰ کا دیا ہوا لقب ہے۔ اسرائیل کے معنی ہیں جو خدا سے بے وفائی نہیں کرتے۔ اس کی اطاعت اور محبت کے رشتہ میں منسلک قوم حقیقی اور اصلی طور پر اسلام کے یہی معنی ہیں۔ بہت سی پیشگوئیوں میں جو اسرائیل کا نام رکھا ہے۔ یہ قلت فہم کی وجہ سے لوگوں کو سمجھ نہیں آئی ہیں۔ اسرائیل سے مراد اسلام ہی ہے اور وہ پیشگوئیاں اسلام کے حق میں ہیں۔

تفسیر آیت اَنْ اِلَآءِ اَرْضَ یَرْثُهَا عِبَادِی الصّٰلِحُوْنَ

فرمایا۔ اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ الارض سے مراد جو شام کی سرزمین ہے یہ صالحین کا ورثہ ہے اور جو اب تک مسلمانوں کے قبضہ میں ہے۔ خدا تعالیٰ نے یروشما فرمایا یا مملکتا نہیں فرمایا۔ اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ وارث اس کے مسلمان ہی رہیں گے اور اگر یہ کسی اور کے قبضہ میں کسی وقت چلی بھی جاوے تو وہ قبضہ اسی قسم کا ہوگا جیسے راہن اپنی چیز کا قبضہ مرتہن کو دے دیتا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی پیشگوئی کی عظمت ہے۔ ارض شام چونکہ انبیاء کی سرزمین ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اس کی بے حرمتی نہیں کرنا چاہتا کہ وہ غیروں کی میراث ہو۔

یروشما عبادی الصّٰلِحُوْنَ فرمایا۔ صالحین کے معنی یہ ہیں کہ کم از کم صلاحیت کی بنیاد پر قدم ہو۔ مومن کی جو تقسیم قرآن شریف میں کی گئی ہے۔ اس کے تین ہی درجے اللہ تعالیٰ نے رکھے ہیں۔ ظالم۔ مقتصد۔ سابق بالخیرات۔ یہ ان کے مدارج ہیں۔ ورنہ اسلام کے اندر یہ داخل ہیں۔ ظالم وہ ہوتا ہے کہ ابھی اس میں بہت غلطیاں اور کمزوریاں ہیں اور مقتصد وہ ہوتا ہے کہ نفس اور شیطان سے اس کی جنگ ہوتی ہے۔ مگر کبھی یہ غالب آجاتا ہے اور کبھی مغلوب ہوتا ہے۔ کچھ غلطیاں بھی ہوتی ہیں اور صلاحیت بھی۔ اور سابق بالخیرات وہ ہوتا ہے۔ جو ان دونوں درجوں سے نیکی کر مستقل طور پر نیکیاں کرنے میں بہت لے جاوے اور بالکل صلاحیت ہی ہو۔ نفس اور شیطان کو مغلوب کر چکا ہو۔ قرآن شریف ان سب کو مسلمان ہی کہتا ہے۔

بہاری جماعت ہی کو دیکھ لو کہ وہ ایک لاکھ سے زیادہ ہے اور یہ سب کی سب ہمارے مخالفوں ہی سے نیک کر رہی ہے اور ہر روز جو بیعت کرتے ہیں یہ ان میں ہی سے آتے ہیں ان میں صلاحیت اور سعادت نہ ہوتی تو یہ کس طرح نیک کو آتے بہت سے خطوط اس قسم کی بیعت کرنے والوں کے آتے ہیں کہ پہلے میں گالیاں دیا کرتا تھا مگر اب تو یہ کوتاہیوں

مجھے معاف کیا جاوے۔ غرض صلاحیت کی بنیاد پر قدم ہو تو وہ صالحین میں داخل سمجھا جاتا ہے۔

مسیح کا جنازہ

بعد ادا نئے نماز مغرب جب ہمارے سید و مولیٰ شہ نشین پر اجلاس فرما ہوئے تھے تو ڈاکٹر سید عبدالستار صاحب رعیدہ نے عرض کی کہ ایک شخص منشی بہیم بخش عرضی نوپس بڑا سخت مخالف تھا۔ مگر اب تحفہ گوڑویہ پڑھ کر اس نے مسیح کی موت کا تو اعتراف کر لیا ہے اور یہ بھی مجھ سے کہا کہ مسیح کا جنازہ پڑھیں۔ میں نے تو یہی کہا کہ بعد استعواب واستمرا ج حضرت اقدس جواب دوں گا۔ فرمایا: جنازہ میت کے لئے دعا ہی ہے کچھ حرج نہیں۔ وہ پڑھ لیں۔

العاقبۃ للمتقين

ہمارے ناظرین منشی شاہدین صاحب سٹیشن ماسٹر مردان سے خوب واقف ہیں۔ وہ اس سلسلہ میں قابل قدر شخص ہیں۔ تبلیغ اور اشاعت کا سچا شوق رکھتے ہیں جہاں جلتے ہیں ایک جماعت ضرور بنا دیتے ہیں۔ الحکم کے خاص معاونین میں سے ہیں۔ بہر حال ناظرین یہ بھی جانتے ہیں کہ مردان میں بعض شریر انفس لوگوں کی طرف سے اُن کو سخت ایذا میں دی گئیں۔ اور آخر اُن کی شرارت سے اُن کی تبدیلی ہو گئی۔ حضرت اقدس کے حضور جب ان کی نکالیف اور مصائب کا ذکر ہوا تھا تو آپ نے صبر اور استقامت کی تعلیم دی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آخر خدا تعالیٰ نے اظہار حق کیا۔ افسران بلا دست نے بدوں کسی قسم کی تحریک کے جو منشی صاحب کی طرف سے کی تھی۔ از خود اس مقدمہ کی تفتیش کی اور انجام کار منشی شاہدین

صاحب ترقی پر گوجر خاں ایک عمدہ پیشکش پر تبدیل ہوئے اور ان کے متعلق بہت ہی اطمینان بخش ملے افسروں نے قائم کی۔ غرض جب منشی صاحب کی اس کامیابی کا ذکر ہوا۔ فرمایا:-

عاقبت منشی کے لئے ہے

برگردن او بنامد بر ما بگذشت والا معاملہ ہو گیا۔ خدا تعالیٰ نیک نیت حاکم کو اصلیت سمجھا دیتا ہے۔ اگر اصلیت نہ سمجھیں تو پھر اندھیر پیدا ہو۔

تبہا ہی بغیر او کے ذکر پر

بخدا وغیرہ کی تبہا ہی کے ذکر پر جو ہلاک کرنے کی۔ فرمایا کہ

بدکاری حد سے بڑھ گئی تھی۔ آخر خدا تعالیٰ نے اس طرح پر اُن کو تبہا کیا لکھا ہے

کہ آسمان سے آواز آتی تھی۔ اَيُّهَا الْكَفَّارُ اقْتُلُوا الْفُجَّارَ

فرمایا۔ صادق مخالفوں کی شرارت اور ایذا رسانی سے اگر مارا بھی جاتا ہے تو وہ شہید ہوتا ہے مگر وہ عاقبت اندیش طاعون کا شکار ہونے کو باقی رہ جاتے ہیں جو اُن کی شامت اعمال سے آتی ہے۔

اذان ایک عمدہ شہادت ہے

اذان جو یہی تھی۔ آپ نے فرمایا :-

کیسی عمدہ شہادت ہے جب یہ ہوا میں گونجتی ہوئی دلوں تک پہنچتی ہے تو اس کا عجیب اثر پڑتا ہے۔ دوسرے مذاہب کے جس قدر عبادت کیلئے بلانے کے طریق ہیں وہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ انسانی آواز کا مقابلہ دوسری مصنوعی آوازیں کب کر سکتی ہیں؟

جماعت کیلئے غلبہ کا وعدہ

اپنی جماعت کے ذکر پر فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کے لئے وعدہ فرمایا ہے۔ وجاعل الذین اتبعوك فوق الذین كفروا الی یوم القیامة۔ اور خدا کے وعدے سچے ہیں۔ ابھی تو تخم ریزی ہو رہی ہے۔ ہمارے مخالف کیا چاہتے ہیں؟ اور خدا تعالیٰ کا کیا منشاء ہے۔ یہ تو ان کو ابھی معلوم ہو سکتا ہے۔ اگر وہ غور کریں کہ وہ اپنے ہر قسم کے منصویوں اور چالوں میں ناکام اور نامراد رہتے ہیں۔ اسی طرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف کیا چاہتے تھے؟ ان کا تو یہی مدعا اور مقصد تھا کہ اس جماعت کو نابود کر دیں۔ مگر دیکھو انجام کیا ہوا؟ اگر اس اعجاز کامیابی کو جو ہمارے نبی کو حاصل ہوئی۔ اب وہیں اس وقت دیکھئے تو اس کو پتہ لگے۔ کس قدر فوق العادة ترقی مخالفوں کی مخالفت اور شرارت کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ نے کر کے دکھائی۔ یہی معاملہ یہاں ہے اگر یہ مخالفت نہ ہوتے۔ تو ایسی اعجازی ترقی یہاں بھی نہ ہوتی یعنی اس ترقی میں اعجازی رنگ نہ رہتا کیونکہ اعجاز تو مقابلہ اور مخالفت سے ہی چمکتا ہے۔ ایک طرف تو ہمارے مخالفوں کی یہ کوششیں ہیں کہ وہ ہم کو نابود کر دیں۔ ہمارا سلام تک نہیں لیتے اور غائبانہ ذکر بھی نفرت سے کرتے ہیں۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ حیرت انگیز طریق پر اس جماعت کو بظہار رہا ہے یہ معجزہ نہیں تو کیا ہے؟

کیا یہ ہمارا فعل ہے یا ہماری جماعت کا؟ نہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کا ایک فیصل ہے جس کی تہ اور ستر کو کوئی نہیں جان سکتا۔ اب ان کو کس قدر تعجب ہوتا ہوگا کہ چند سال پہلے جس جماعت کو بالکل کمزور اور ذلیل اور ضعیف سمجھتے تھے اور کہتے تھے۔ کہ چند آدمی شامل ہیں۔ اب اس کا شمار ایک لاکھ سے بھی بڑھ گیا ہے۔ اور کوئی (دن) نہیں جانتا کہ بذریعہ خطوط اور خود حاضر ہو کر لوگ اس سلسلہ میں داخل نہیں ہوتے۔ یہ خدا کا کام ہے اور اس کی باتیں عجیب ہوتی ہیں۔

(الحکم جلد ۶ نمبر ۴ ص ۸۰ مورخہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۵۲ء)

۲۸ اکتوبر ۱۹۰۲ء (بوقت صبح کی سیر) رِجْزُ اَمِّنَ السَّمَاءِ

حسب معمول آپ حلقہ خدام میں سیر کو نکلے۔ طاعون کا تذکرہ شروع ہونے پر
نہرایا کہ

قرآن شریف میں اس کو رِجْزُ اَمِّنَ السَّمَاءِ کہا ہے۔ اس سے صاف معلوم
ہوتا ہے کہ اس پر انسانی ہاتھ نہیں پڑ سکتا اور نہ زمینی تدابیر اس کا مقابلہ کر سکتی ہیں۔ ورنہ
یہ عذاب آسمانی نہ رہے۔

طاعون جو اس کا نام رکھا ہے یہ مبالغہ کا صیغہ ہے جیسے فائوق جب طعن
اور تکذیب حد سے گذر جاتی ہے تو پھر اس کی پاداش میں طاعون آتی ہے اور پھر صفائی لگے
ہی قبر الہی بس کرتا ہے۔

دَابَّةُ الْأَرْضِ اور رِجْزُ اَمِّنَ السَّمَاءِ میں تعلق

عرض کیا گیا کہ دابة الارض اور رِجْزُ اَمِّنَ السَّمَاءِ میں کیا تعلق ہے؟ نہر ملایا
امر تو آسمانی ہی ہوتے ہیں یعنی اس طاعون کا امر آسمان سے آتا ہے۔ اور وہ
انسانی ہاتھوں سے بالاتر امر ہوتا ہے اور اس کا معاملہ بھی آسمان ہی سے آتا ہے۔ دابة
الارض طاعون کو کہتے ہیں۔ اس لئے کہ اس کے کیڑے تو زمینی ہی ہوتے ہیں۔

طاعونی موت شہادت ہوتی ہے

عرض کیا گیا کہ طاعون سے مرنا شہادت بتاتے ہیں تو پھر عذاب کیونکر کھایا؟
فرمایا۔ جو لوگ طاعون سے مرنا شہادت بتاتے ہیں اُن کو معلوم نہیں کہ طاعونی
موت تو عذاب الہی ہی ہے لیکن یہ جو کسی حدیث میں آیا ہے کہ اگر مومن ہو کہ طاعون میں
مر جاوے تو شہادت ہے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ نے گویا مومن کی ہمدہ پوشی کی ہے کثرت سے
اگر مرنے لگیں تو شہادت نہ رہے گی۔ پھر عذاب جو جلے گا۔ شہادت کا حکم شاذ کے اندر

ہے۔ کثرت ہمیشہ کافروں پر ہوتی ہے۔

اکثر یہ ایسی ہی شہادت اور برکت والی بات تھی تو اس کا نام رِخْوَمِنَ الشَّكَلِ
نہ رکھا جاتا اور پھر کثرت سے مومن مرتے اور انبیاء مبتلا ہوتے مگر کیا کوئی کسی نبی کا نام
لے سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پس یاد رکھو کہ اگر کوئی شاذ مومن اس سے مر جاوے تو اللہ
تعالیٰ اپنی ستاری سے اس کی پردہ پوشی فرماتا ہے۔ اور اس کے لئے کہا گیا کہ وہ شہادت
کی موت مرتا ہے۔ ماسوا اس کے میں نے بارہا کہا ہے کہ اگر کوئی حدیث قرآن شریف کے
متعارض ہو۔ اور اس کی تاویل قرآن شریف کے موافق نہ ہو تو اسے چھوڑ دینا چاہیئے۔
حکم ہمیشہ کثرت پر ہوتا ہے۔ شاذ تو معدوم کا حکم رکھتا ہے۔

دربار شام

بیعت

بعد ادا ئے نماز مغرب اول چند آدمیوں نے بیعت کی۔ پھر مفتی محمد صادق صاحب
نے ڈوئی کے اخبار سے چند پریگرات سُنائے۔ فرمایا:-
یہ لغو اور کفر تو ہوتا ہے۔ مگر اس سے تحریک ہو جاتی ہے اور تحریک بچہ کے بازیچہ
سے بھی ہو جاتی ہے۔

دو سوال اور ان کا جواب

ڈاکٹر عبدالستار شاہ صاحب نے منشی رحیم بخش عرضی نویس کا خط پیش کیا۔
جس میں دو سوال لکھے تھے۔ پہلا سوال یہ تھا کہ بلائین میں مسیح کی آمد ثانی کا اقرار
تھا کہ وہی مسیح آئے گا۔ پھر اس کے خلاف دعویٰ کیا گیا۔ یہ تزلزل بیانی قابل
اعتبار نہیں ہوگی فرمایا:-

ہمیں اس سے انکار نہیں کہ ہم نے ایسا لکھا ہے اور ہمیں یہ بھی دعویٰ نہیں ہے
کہ ہم عالم الغیب ہیں۔ ایسا دعویٰ کرنا ہمارے نزدیک کفر ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب

تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت نہ آوے۔ ہم کسی امر کو جو مسلمانوں میں مروج ہو چھوڑ نہیں سکتے۔

برائین احمدیہ کے وقت اس مسئلہ کی طرف اللہ تعالیٰ نے ہمیں توجہ نہیں دلائی۔ پھر جبکہ ایک چرچہ کاتنے والی بڑھیا بھی یہی عقیدہ رکھتی تھی اور جانتی تھی کہ مسیح دوبارہ آئیگا تو ہم اس کو کیسے چھوڑ سکتے تھے جب تک خدا کی طرف سے صریح حکم نہ آجاتا۔ اس لئے ہمارا بھی یہی خیال تھا۔ مخالفوں کی بے ایمانی ہے کہ ایک خیال کو الہام یا وحی بنا کر پیش کرتے ہیں۔ براہین میں یہ بات عامیاناہ امتقاد کے رنگ میں ہے نہ یہ کہ اس کی نسبت وحی کا دعویٰ کیا گیا ہو۔ مگر جب خدا تعالیٰ نے ہم پر بذریعہ وحی اس راز کو کھول دیا اور ہم کو سمجھایا اور یہ وحی تو اتر تک پہنچ گئی تو ہم نے اس کو شائع کر دیا۔ انبیاء علیہم السلام کی بھی یہی حالت ہوتی ہے۔ جب خدا تعالیٰ کسی امر پر اطلاع دیتا ہے تو وہ اس سے ہٹ جاتے ہیں یا اختیار کرتے ہیں۔ دیکھو۔ اِنْفَکْ عائشہ رضی اللہ عنہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اول کوئی اطلاع نہ ہوئی۔ یہاں تک نوبت پہنچی کہ حضرت عائشہؓ اپنے والد کے گھر چلی گئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی کہا کہ اگر از کتاب کیا ہے تو توبہ کرے۔ ان واقعات کو دیکھ کر صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو کس قدر اضطراب تھا۔ مگر یہ راز ایک وقت تک آپ پر نہ کھلا۔ لیکن جب خدا تعالیٰ نے اپنی وحی سے تمہرہ کیا اور فرمایا۔ اَلْحَقُّ يَشِثُ لِلْغَيْبِ غَيْبٌ... اَوَّلَ الْبَيِّنَاتِ لِلطَّيِّبِينَؑ تو آپ کو اس انفک کی حقیقت معلوم ہوئی۔ اس سے کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی فرق آتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ وہ شخص ظالم اور نا خدا ترس ہے جو اس قسم کا وہم بھی کرے اور یہ کفر تک پہنچتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء علیہم السلام نے کبھی دعویٰ نہیں کیا کہ وہ عالم الغیب ہیں۔ عالم الغیب ہونا خدا کی شان ہے۔ یہ لوگ سنت انبیاء علیہم السلام سے اگر واقف اور آگاہ ہوں تو اس قسم کے اعتراض ہرگز نہ کریں۔ افسوس ہے کہ ان کو گستاخان بھی یاد نہیں۔ جہاں حضرت یعقوبؑ

کی حکایت لکھی ہے۔

یکے پُرسید زان گم کردہ فرزند
کہ اسے روشن گہر پر خسر و مند
زمصرش بُوئے پیرا بن شمیدی
چرا در چاہ کنعانش نہ دیدی
بگفت احوال ما برق جهان است
دے پیدا و دیگر دم نہاں است
گہے بر طارم اعلیٰ نشینم
گہے بر پُشت پائے خود نہ بینم
اگر درویش بر یک حال مانمے
سر دست از دو عالم بر فشانمے

یہ سچی بات ہے اور ہمیں اس کا اعتراف ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کے دکھائے بغیر نہیں دیکھتے اور اس کے سُنائے بغیر نہیں سُنتے اور اُس کے سمجھائے بغیر نہیں سمجھتے۔ اس اعتراف میں ہمارا فخر ہے۔ ہم نے کبھی دعویٰ نہیں کیا کہ ہم عالم الغیب ہیں۔ ہم نے انہیں خیالات کے مسلمانوں میں نشو و نما پایا تھا ایسا ہی مہدی و مسیح کے متعلق ہمارا علم تھا۔ مگر جب خدا تعالیٰ نے اصل راز ہم پر کھولا اور حقیقت بتادی تو ہم نے اس کو چھوڑ دیا اور نہ خود چھوڑا بلکہ دوسروں کو بھی اس کی طرف اُسی کے حکم سے دعوت دی اور اس کو چھڑایا۔ اور تعجب کی بات یہ ہے کہ جس امر کو نادان اعتراض کے رنگ میں پیش کرتا ہے اسی میں ہمارا فائدہ اور ہمساری قائم ہوتی ہے۔ دیکھو براہین میں ایک طرف مجھے مسیح موعود ٹھہرایا ہے اور وہ تمام وعدے پورے والے مسیح موعود کے حق میں ہیں میرے ساتھ کئے اور دوسری طرف ہم اپنے

اسی قلم سے مسیح کے دوبارہ آنے کا اقرار کرتے ہیں۔ اب ایک دانشمند اور خدا ترس مسلمان اس معاملہ میں غور کرے اور دیکھے کہ اگر یہ دعویٰ ہمارا افتراء ہوتا۔ اور ہم نے از خود بنایا ہوتا یا منصوبہ بازی ہوتی تو اس قسم کا اقرار ہم اس میں کیوں کرتے۔ یہ سادگی صاف بتاتی ہے کہ جو کچھ خدا تعالیٰ نے ہم کو علم دیا اسے ہم نے ظاہر کیا۔ بظاہر یہ کارروائی متناقض ہے مگر ایک سعید الفطرت انسان کے لئے ایک روشن تردیل ہے۔ کیونکہ جب تک خدا تعالیٰ نے ہم پر نہیں کھولا باوجودیکہ ہمارے ساتھ وہی وعدے جو مسیح موعود کے ساتھ تھے کئے جاتے اور اسی براہین میں میرا نام مسیح رکھا جاتا ہے اور هُوَ الَّذِي اَرْسَلَ رَسُولَهُ الْاَيُّهَا الْهَام ہوتا ہے مگر اسی قلم سے میں لکھتا ہوں کہ مسیح موعود دوبارہ آئے گا۔ ہم نے قیام فی ماقام اللہ کو نہیں چھوڑا۔ جب تک کہ آفتاب کی طرح کھل نہیں گیا۔ یہی اعتراض ہماری سچائی کا گواہ ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب پہلے پہل وحی آئی تو آپ نے یہی فرمایا خشیت علی نفسی۔ بیوی کہتی ہے کلا لا دا للہ اور پھر بیوی نے کہا کہ آپ ضعیف کے مددگار ہیں آپ کو خدا ضائع نہیں کرے گا۔ پھر خدا تعالیٰ نے جب آپ پر امر نبوت کو واضح طور پر کھول دیا تو آپ نے تبلیغ اور اشاعت میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا۔ مومن اس مقام کو جہاں ہوتا ہے نہیں چھوڑتا جب تک خدا نہ چھڑائے۔

مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے ضمتا عرض کیا کہ تعجب کی بات ہے ایک قوم اور بھی تو ہے جس نے خدا کے اس راستہ باز اور صادق مسیح موعود کو تسلیم کیا ہے اور وہ اس پر ایمان لائی ہے۔ اس کے سامنے کیا یہ باتیں نہیں ہیں؟ ہیں مگر ان کو ان پر کوئی اعتراض نہیں معلوم ہوتا۔ بلکہ ایمان بڑھتا اور اس کی سچائی پر ایک عرفانی رنگ کی دلیل پیدا ہوتی ہے۔ حضرت اقدس نے سُن کر فرمایا بیشک یہ تو سچائی کی دلیل ہے نہ اعتراض۔ کیونکہ ماننا پڑے گا کہ تصنیع سے یہ دعویٰ

نہیں کیا گیا بلکہ خدا کے حکم اور وحی سے کیا گیا کیونکہ حضرت عیسیٰ کی آمد کے واقعات کو ہی تو اس میں بیان کیا۔ بلکہ میرا نام عیسیٰ رکھا اور لکھا کہ لِيُظْهَرُ عَلَى الْمَدِينِ عِلْمَهُ میرے حق میں ہے اور ادھر کوئی توجہ نہیں پس اس سے صاف ثابت ہے کہ اگر میرا یہ کام ہوتا تو اس میں دوبارہ آنے کا اقرار نہ ہوتا۔ یہ اقرار ہی بتاتا ہے کہ یہ خدا کا کام ہے۔ اس پر مولانا مولوی عبد الکریم صاحب نے اس نمکتہ سے خاص ذوق اٹھا کر عرض کیا۔ کہ یہ بعینہ وہی بات ہے جو قرآن شریف کی حقانیت پر پیش کی جاتی ہے۔ کہ اگر یہ انحضرتؐ کا کلام ہوتا تو اس میں نہ نب کا قصہ نہ ہوتا۔

حضرت اقدسؒ نے پھر اسی سلسلہ کلام میں فرمایا کہ

اب کونسی نئی بات ہے جس کا ذکر ہمارے میں نہیں ہے۔ براہین کو طبع ہوئے ۲۵ برس کے قریب ہو گئے ہیں اور اس وقت کے پیدا ہوئے بچے بھی اب بچوں کے باپ ہیں۔ اس میں ساری باتیں درج ہیں۔ بناوٹ کا مقابلہ اس طرح پر ہو سکتا ہے دیکھتے ہیں پہلے ایک شخص ایسا منصوبہ کر سکتا ہے ؟ جبکہ اسے اتنا بھی یقین نہیں کہ وہ اس قدر عرصہ تک زندہ رہے گا۔ پھر کیونکر میں اپنا نام اتنے سال پہلے از خود عیسیٰ رکھ سکتا تھا۔ اور ان کاموں کو جو اس کے ساتھ منسوب تھے اپنے ساتھ منسوب کرتا۔ ہاں اس سے منصوبہ بیشک پایا جاتا اگر میں اس وقت کہ

دیتا کہ آنے والا میں ہی ہوں مگر اس وقت نہیں کہا باوجودیکہ ہوا الذی ارسل رسولہ بالہدیٰ کا اعتراف کیا ہے کہ میرے حق میں ہے۔ یہ خدا کا کام تھا کہ مسیح کا دعویٰ تو اس میں بیان کیا مگر اس کو چھپایا اور زبان سے نکلا دیا کہ وہ آئے گا۔ میں حلفاً کہتا ہوں کہ آج جو دعویٰ کیا گیا ہے۔ براہین میں سارا موجود ہے۔ ایک لفظ بھی کم و بیش نہیں ہوا۔ اگر اس میں الہامات نہ ہوتے تو اعتراض کی گنجائش ہوتی گو اس وقت بھی اعتراض فصول ہوتا کیونکہ وہ دعویٰ وحی سے نہیں تھا۔ بلکہ اپنی ذاتی رائے تھی۔ خدا تعالیٰ نے یہ اس لئے کیا تا

فنون اور مجلسازی کے دہم دور ہوں۔ مسیح موعود اور قریشی خلیفہ

دوسرا سوال اُن کا اس امر پر تھا کہ آپ نے مسیح موعود کو لکھا ہے کہ وہ قریش میں سے نہیں اور پھر بعض جگہ یہ بھی لکھا ہے کہ وہ قریشی ہے اس کی مطابقت کیونکر ہو؟ فرمایا :-

مسیح موعود کو جس طرز پر ہم کہتے ہیں کہ وہ قریش میں سے نہیں وہ اس اعتبار سے نہیں جیسے قریش ہیں۔ اہل فارس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش میں سے ٹھیرایا ہے اور میرا الہام بھی ہے سلمان مٹا اہل البیت۔ اسی نام سے مجھے اہلبیت میں داخل کیا ہے۔ داخل کرنا اور بات ہے اور ہونا اور۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اختیار ہے۔ اہل فارس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلبیت اور قریش سے ٹھیرایا ہے۔ اس لئے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلام سے قریش اور اہلبیت میں ہوں۔

اس پر حضرت حکیم الامتہ نے یسئلب الملک من قریش کا ذکر کر کے عرض کیا کہ حضور ہم قریشیوں سے ملک چھینا گیا مگر کسی نے ہماری قوم سے غور نہیں کی کہ کیوں ایسا ہوا؟ نگہ کا اتنا بڑا خطرناک مرض ہماری قوم میں ہے کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ سید کی لڑکی کسی دوسرے کے گھر میں دینا کفر سمجھا گیا ہے۔ اس پر میر صاحب نے کہا کہ ہم سے کوئی پوچھا کرتا ہے تو اس کو یہی جواب دیا کرتے ہیں کہ حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کی ایک بہن تھی۔ کوئی ہمیں بتائے کہ وہ کس سید کو دی گئی تھی۔

بروز

پھر بروز کے متعلق سلسلہ کلام یوں شروع ہوا۔ فرمایا :-

نیکیوں اور بدوں کے بروز ہوتے ہیں۔ نیکیوں کے بروز میں جو موعود ہے وہ ایک ہی ہے یعنی مسیح موعود۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم۔ صراط الّٰذین انعمت علیہم سے نیکیوں کا بروز اور ضالین سے عیسائیوں کا بروز اور مغمضوب سے یہودیوں کا بروز مراد ہے۔ اور یہ عالم بروزی صفت میں پیدا کیا گیا ہے۔ جیسے پہلے نیک یا بد گزرے ہیں ان کے رنگ اور صفات کے لوگ اب بھی ہیں۔ خدا تعالیٰ ان اخلاق اور صفات کو ضائع نہیں کرتا۔ ان کے رنگ میں اور آجاتے ہیں۔ جب یہ امر ہے تو ہمیں اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ اہلار اور اختیار اپنے اپنے وقت پر ہوتے رہیں گے اور یہ سلسلہ قیامت تک چلا جاوے گا۔ جب یہ سلسلہ ختم ہو جاوے گا۔ تو دنیا کا بھی خاتمہ ہے۔ لیکن وہ موعود جس کے سپرد عظیم الشان کام ہے وہ ایک ہی ہے کیونکہ جس کا وہ بروز ہے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ بھی ایک ہی ہے۔

أَحْصَنْتَ فَرْجَهَا

حضرت حکیم الامتہ نے مولوی ابورحمت حسن صاحب کا ذکر سنایا کہ وہ بڑے اخلاص سے خط لکھتے ہیں اور انہوں نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ اس اثبت پر مخالف اعتراض کرتے ہیں کہ یہ تہذیب کے خلاف ہے۔ فرمایا کہ

جو خدا تعالیٰ کو خالق سمجھتے ہیں۔ تو کیا اس خلق کو لغو اور باطل قرار دیتے ہیں۔ جب اس نے ان اعضاء کو خلق کیا اس وقت تہذیب نہ تھی۔ خالق مانتے ہیں اور خلق پر اعتراض نہیں کرتے ہیں تو پھر اس ارشاد پر اعتراض کیوں؟ دیکھنا یہ ہے۔ کہ زبان عرب میں اس لفظ کا استعمال ان کے عرف کے نزدیک کوئی خلاف تہذیب امر ہے جب نہیں تو دوسری زبان والوں کا حق نہیں کہ اپنے عرف کے لحاظ سے اسے خلاف تہذیب ٹھہرائیں۔ ہر سوسائٹی کے عرفی الفاظ اور مصطلحات الگ الگ ہیں۔ الحکم سورہ ۱۰۹

۲۹ اکتوبر ۱۹۰۲ء (صبح کی سیر)
دُر حکمت

۱۔ طاعون کے ذکر پر ضمناً فرمایا۔

خدا کے کام عجیب ہوتے ہیں۔ لوگ مغرور ہو کر مطمئن ہو جاتے ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ پھر پکڑتا ہے۔

۲۔ نادان انسان ذرا سی خوشی پر تکبر سے باتیں کرتا ہے مگر آخر فتح اسی کی ہوتی ہے۔ جس کے ساتھ خدا ہو۔

۳۔ اسلام نے ہمیشہ نصرانیت کی سرکوبی کی ہے اور اب وہ وقت ہے۔ کہ اُن کے عقائد کی پردہ دری ہو گئی ہے اور اس کے بعد کسی کو حوصلہ نہ ہوگا کہ انسان کے بچہ کو خدا بنائے۔

صحابہ کے فضائل

صحابہ رسول الصلے اللہ علیہ وسلم کے ایسے وفادار اور مطیع فرمان تھے کہ کسی نبی کے شاگردوں میں ایسی نظیر نہیں ملتی اور خدا کے احکام پر ایسے قائم تھے کہ قرآن شریف ان کی تعریفوں سے بھرا پڑا ہے۔ لکھا ہے کہ جب شراب کی حرمت کا حکم نافذ ہوا تو جس قدر شراب برتنوں میں تھی وہ گرا دی گئی اور کہتے ہیں اس قدر شراب بھی۔ کہ نالیاں نہ نکلیں۔ اور پھر کسی سے ایسا فعل شنیع سرزد نہ ہوا۔ اور وہ شراب کے پکے دشمن ہو گئے۔ دیکھو یہ کیسا ثبات اور استقلال علی الطاعت تھا۔ رسول الصلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت جس وفاداری۔ محبت اور ارادت اور جوش سے انہوں نے کی۔ کبھی کسی نے نہیں کی۔ موسیٰ علیہ السلام کی جماعت کے حالات پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ وہ کئی بار پتھر اُڑ کر نچا ہتی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری تو ایسے کمزور اور ضعیف لاعتماد تھے

کہ خود عیسائیوں کو تسلیم کرنا پڑا ہے۔ اور حضرت مسیح آپ انجیل میں مسحت اعتقاد اُن کا نام رکھتے ہیں۔ انہوں نے اپنے اُستاد کے ساتھ سخت غداری کی اور بے وفائی کا نمونہ دکھایا کہ اس مصیبت کی گھڑی میں الگ ہو گئے۔ ایک نے گرفتار کر دیا۔ دوسرے نے لخت بھیج کر انکار کر دیا۔

مگر صحابہؓ ایسے ارادتمند اور جان نثار تھے کہ خود خدا تعالیٰ نے ان کی شہادت دی کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کی راہ میں جانوں تک دینے میں دریغ نہیں کیا۔ اور ہر صفت ایمان کی اُن میں پائی جاتی ہے۔ عابد، زاہد، سخی، بہادر اور وفادار، یہ شرائط ایمان کی کسی دوسری قوم میں نہیں پائی جاتیں۔

ابستدائی مصائب | جس قدر مصائب اور تکالیف صحابہؓ کو ابتدائے اسلام میں اٹھانی پڑیں۔ اُن کی نظیر بھی کسی اور قوم میں نہیں ملتی۔ اس بہادر قوم نے ان مصیبتوں کو برداشت کرنا گوارا کیا۔ لیکن اسلام کو نہیں چھوڑا۔ ان مصیبتوں کی انتہا آخر اس پر ہوئی کہ ان کو وطن چھوٹا پڑا اور نبی کریمؐ کے ساتھ ہجرت کرنی پڑی۔ اور جب خدا تعالیٰ کی نظر میں کفار کی شرارتیں حد سے تجاوز کر گئیں اور وہ قابلِ سزا ٹھہر گئیں تو خدا تعالیٰ نے انہیں صحابہؓ کو مامور کیا کہ اس سرکش قوم کو سزا دیں۔ چنانچہ اس قوم کو جو مسجدوں میں دن رات اپنے خدایک عبادت کرتی تھی اور جس کی تعداد بہت نفوذی تھی۔ جس کے پاس کوئی سامان جنگ نہ تھا۔ مخالفوں کے حملوں کے روکنے کے واسطے میدانِ جنگ میں آنا پڑا۔ اسلامی جنگیں دفاعی تھیں۔

میدانِ جنگ | پھر ان جنگوں میں یہ چند سو کی جماعت کئی کئی ہزار کے مقابلہ میں آئی اور ایسی بہادری اور وفاداری سے لڑی۔ اگر حواریوں کو اس قسم کا موقع پیش آتا۔ تو اُن میں سے ایک بھی آگے نہ ہوتا۔ ایک ذرا سے ابتلا پر وہ اپنے آقا کو چھوڑ کر الگ ہو گئے تو ایسے معرکوں میں ان کا ٹھہرنا ایک ناممکن بات ہے۔ مگر اس ایمان دار اور وفادار قوم نے اپنی

شجاعت اور وفاداری کا پورا نمونہ دکھایا۔ اور جو کچھ جوہر انہوں نے دکھائے وہ سچے ایمان اور یقین کے نتائج تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو کہا کہ بڑھ کر دشمن پر حملہ کر دو۔ تو انہوں نے کیا شرمناک جواب دیا۔ فَآذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ تو اور تیرا رب جاؤ اور لڑو ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔ صحابہ کی لاکھ میں ایسا کوئی موقع نہیں آیا۔ بلکہ انہوں نے کہا کہ ہم اُن میں سے نہیں ہیں جنہوں نے یہ کہا فَآذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ۔ ایسی قوت اور شجاعت اور وفاداری کا جوش کیونکر پیدا ہو گیا تھا؟ یہ سب ایمان اور یقین کا نتیجہ تھا جو آپ کی قوت قدسی اور تاثیر کا اثر تھا۔ آپ نے اُن کو ایمان سے بھر دیا تھا۔

حواری اور معجزات مسیح | مسیح کے حواریوں میں جو یہ ایمانی قوت پیدا نہیں ہوئی اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کو ان کے معجزات پر کوئی قوی ایمان اور بھروسہ نہ تھا۔ بلکہ اصل بات یہی ہے جیسا کہ بعض عیسائی مصنفوں نے بھی تسلیم کر لیا ہے۔ کہ حواری دُشیا دار اور سطحی خیال کے آدمی تھے۔ انہیں یہ خیال تھا کہ یہ بادشاہ ہو جائے گا۔ تو ہم کو ٹھہرے ملیں گے۔ اُن کا تعلق ایک لالچ کے رنگ میں مسیح کے ساتھ تھا۔ اس لئے وہ ایمانی قوت اور عرفانی مذاق ان میں پیدا نہ ہوا۔ اگر وہ معجزات مسیح کو دیکھتے۔ کہ مُردوں کو زندہ کرتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ ایسے عجوبے دیکھ کر بھی ایمان میں قوت نہ آئے۔ حقیقت یہی ہے کہ مسیح سے سلب امراض و غیروہ کے نشانات جو دیکھتے تھے وہ ایسے عام تھے کہ یہودی بھی کرتے تھے۔ اور ایک تالاب پر بھی مریض جا کر اچھے ہو جایا کرتے تھے۔ اس لئے ان باتوں نے معجزات مسیح کی کوئی عظمت دل میں پیدا نہ کی۔ اور وہ نورِ یقین و معرفت جو گناہوں کو زائل کرتا ہے۔ اُن میں پیدا نہیں ہوا۔ اس لئے یہود اسکر یوطی جو مسیح کا خواہی تھا اور جس کے پاس ایک ہزار روپیہ کی تھیلی رہتی تھی اس میں سے چُرا لیا کرتا تھا۔ اور اسی لالچ نے اس کو تیس درہم لے کر گرفتار کرانے پر آمادہ کیا۔

مسیح اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

مسیح کے پاس تو ایک ہزار کی تعمیلی رہتی تھی اور تعجب ہے کہ باوجود کہ ایک ہزار روپیہ پاس رہتا تھا۔ پھر بھی کہتے ہیں کہ ابن آدم کو سر رکھنے کو جگہ نہیں۔ آنحضرت کی یہ حالت تھی کہ آپ کے پاس جو کچھ ہوتا وہ سخاوت کر دیا کرتے تھے۔ ایک بار آپ کے گھر میں ایک ہر تھی۔ آپ نے اس کو لے کر تقسیم کر دیا۔

مسیح کا شوق جہاد

پادری جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑائیوں پر اعتراض کرتے ہیں۔ اپنے گھر میں بیگاہ نہیں کرتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑائیاں بالکل دفاعی تھیں مگر مسیح کو اس قدر شوق تھا کہ اس نے شاگردوں کو کہا کہ کپڑے بیچ کر بھی ہتھیار خریدو۔ اصل میں مسیح کا لڑائیاں نہ کرنا "ستر بی بی از بے چادری" کا مصداق ہے۔ اگر انہیں موقع ملتا۔ تو وہ ہرگز تامل نہ کرتے۔ بلکہ اس قسم کی تعلیم سے جو انہوں نے ہتھیاروں کے خریدنے کی دی۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ انہیں کس قدر شوق تھا اور داؤد کے تخت کی وراثت کا خیال لگا ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ فتح کیا تو آپ نے ان مخالفوں سے جنہوں نے سخت ایذائیں دی ہوئی تھیں اور جو آب واجب القتل ٹھہر چکے تھے۔ پوچھا۔ تمہارا میری نسبت کیا خیال ہے۔ انہوں نے کہا کہ تو کریم ابن کریم ہے تو آپ نے فرمایا: اچھا میں نے تم سب کو بخش دیا۔ آپ کے اس رحم اور کرم نے ان پر ایسا اثر کیا کہ وہ سب مسلمان ہو گئے۔ حضرت مسیح کو اپنے ایسے اخلاق کے اظہار کا موقع ہی نصیب نہیں ہوا۔ اور حواریوں کے لئے تو مسیح کا آنا ایک قسم کا ابتلا تھا۔ کیونکہ ان کو کوئی فائدہ نہ ہوا۔ اور انہوں نے کچھ نہ سیکھا۔

مسیح ابن مریم اور مسیح موعود علیہما السلام

فرمایا۔ جو کامیابی اور اثر مسیح ابن مریم کا ہوا۔ وہ تو صاف ظاہر ہے اور جس کمزوری اور

نکاحی کے ساتھ انہوں نے زندگی بسر کی وہ انجیل کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتی ہے مگر مسیح موعود جیسے اپنے زبردست اور قوت قدسیر کے کامل اثر والے متبع کا پیرو ہے۔ اسی طرح پر اس کی عظمت اور بزرگی کی شان اُس سے بڑھی ہوئی ہے جو کامیابیاں اور نصرتیں اس جگہ خدا نے ظاہر کی ہیں۔ مسیح کی زندگی میں ان کا نشان نہیں۔ نہ معجزات میں نہ پیشگوئیوں میں نہ تعلیم میں۔ غرض جیسے آنحضرتؐ اپنے مثیل مونی سے ہر پہلو میں بڑھے ہوئے تھے اور گویا آپ اصل اور مونی آپ کا غلط تھے۔ اسی طرح مسیح موعود مونی مسیح سے نسبت رکھتا ہے۔

نصرانیت کا اثر

نصرانیت کا اثر آج کل عام ہو رہا ہے۔ بعض تو بالکل مرتد ہو گئے ہیں اور بعض نے اور نہیں توفیق میں ہی اُن کا تتبع کر لیا ہے۔

نیکی اور بدی کی کشش

فرمایا۔ انسان کے اندر نیکی اور بدی کی ایک کشش ہے۔ آدمی نیکی کرتا ہے مگر نہیں سمجھ سکتا کہ کیوں نیکی کرتا ہے۔ اسی طرح ایک شخص بدی کی طرف جاتا ہے۔ لیکن اگر اُس سے پوچھا جاوے تو کہہ جاتا ہے تو وہ نہیں بتا سکتا۔ مثنوی مثنوی میں ایک حکایت اس کشش پر لکھی ہے کہ ایک فاسق آقا کا ایک نیک غلام تھا۔ صبح کو جو مالک نوکر کو لے کر بازار سودا خریدنے کو نکلا۔ تو راستہ میں اذان کی آواز سن کر نوکر اجازت لے کر مسجد میں نماز کو گیا اور وہاں جو اُسے ذوق اور لذت پیدا ہوا تو بعد نماز ذکر میں مشغول ہو گیا۔ آخر آقا نے انتظار کر کے اس کو آواز دی اور کہا کہ تجھے اندکس نے پکڑ لیا۔ نوکر نے کہا کہ جس نے تجھے اندا آنے سے باہر پکڑ لیا۔ غرض ایک کشش لگی ہوئی ہے۔ اسی کی طرف خدا نے اشارہ فرمایا ہے۔ مَحَلُّ يَخْتَمِلُ عَلَى شَاكِحَتِهِ ۱۰

(الحکم جلد ۶ نمبر ۴۰ مسئلہ ۱۰ نومبر ۱۹۶۳ء)

۳۱ اکتوبر ۱۹۰۲ء (صبح کی سیر)

الہام

نتیجہ خلافت امید ہے۔ اس کی کوئی تصریح نہیں فرمائی گئی۔

آج کی سیر میں متفرق مقامی اور آبی امور پر سلسلہ گفتگو کا شروع رہا اور ختم ہوا۔

دربار شام

عمل کی ضرورت ہے

۱۔ میاں نبی بخش نمبردار پنڈوری نے عرض کی کہ حضور میں کچھ لکھا پڑھا آدمی نہیں

ہوں نہ فرمایا۔

علم کیا اصل ضرورت عمل کی ہے۔

قیام فی ما اقام اللہ

۲۔ ایک شخص نے ملازمت چھوڑ کر تجارت کے متعلق مشورہ پوچھا۔ فرمایا۔

نوکری چھوڑنی نہیں چاہیئے۔ قیام فی ما اقام اللہ بھی ضروری ہے۔ بلا وجہ ملازمت

چھوڑنا اچھا نہیں ہے۔

ایک طالب حق

۳۔ ایک ہندو نوجوان نے (جو طالب حق اپنا نام رکھتا تھا) عرض کی کہ میں ایک عرصہ

سے طلب حق چاہتا ہوں مگر مجھے ابھی تک وہ راہ نہیں ملی۔ فرمایا۔

طلب حق کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ اول عقل سلیم چاہیئے بعض لوگ

طلب حق تو چاہتے ہیں۔ مگر غبی اور بلید طبع ہوتے ہیں۔ اور قوت فیصلہ نہیں رکھتے۔ اس

لئے جو کچھ سمجھایا جاوے اس کو سمجھ نہیں سکتے اور کل مذاہب ان کے سامنے پیش کئے جاویں

تو وہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ ان میں سے حق کس کے ساتھ ہے۔ یہ بیماری ہے۔ طیبوں نے اس کو سوفسطائی عقل لکھا ہے۔ ان پر وہم غالب ہوتا ہے اس لئے اول طالب حق کے واسطے ضروری ہے کہ وہم غالب نہ ہو۔

دوم۔ قبول حق کے لئے جرات رکھنا ہو۔ بہت لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ حق کو سمجھ تو لیتے ہیں مگر برادری کے تعلقات نہیں ٹوٹتے۔ ایسے لوگ بزدل ہوتے ہیں۔ یہ بزدلی بھی فائدہ نہیں پہنچاتی۔

پہلے پہل جو بچہ مدرسے میں بھیجا جاتا ہے۔ اس کے سامنے تو ابجد ہی پیش کی جاتی ہے کوئی بڑی کتاب نہیں رکھی جاتی۔ اسی طرح مذہب کی پرکھ میں پہلے نسبتاً موٹے موٹے اصولوں میں مقابلہ . . . کر کے دیکھ لینا چاہیئے کہ مذہب حق کو نسا ہے۔ مجھے تعجب آتا ہے کہ اس وقت مذاہب کا مقابلہ ہو رہا ہے اور امر حق صاف طور پر معلوم ہو سکتا ہے اور اس ہند ہی میں سب مذاہب موجود ہیں۔ ستان، عیسائی، آریہ، مسلمان وغیرہ بڑے بڑے مذہب ہیں۔ مذہب کی پہلی جڑ اور جڑا خدا شناسی ہے جس کا پہلا قدم ہی غلط اور بے ٹھکانے ہے۔ دوسرا قدم اس کا کب ٹھکانے پر پڑے گا۔

اب اس اصل پر مذاہب کی شناخت کرو۔

خدا شناسی اور ستان دھرم

ستان دھرم کو لو انہوں نے کوئی جڑی بوٹی پتھر درخت چاند سورج غرض مخلوق میں کوئی چیز نہیں چھوڑی جس کی پرستش نہیں کی اور جس کو خدا نہیں بنایا۔ اب جس مذہب کا خدا شناسی کے متعلق یہ عقیدہ ہو۔ اس کو علوم حقہ سے کب حصہ مل سکتا ہے۔ اس کی اخلاقی حالتیں کیونکر درست ہو سکتی ہیں۔ وہ تو ریل کو بھی دیکھیں تو اسے بھی سجدہ کرنے کو تیار ہیں۔ اور اسے خدا ماننے لگتے ہیں۔ پھر ان لوگوں میں سے ایک اور فرقہ ہے۔ جو

اپنے آپ کو اصلاح یافتہ فرقہ سمجھتا ہے اور اس کو آریہ کہتے ہیں۔

آریہ

آریہ کی خدا شناسی کا یہ حال ہے کہ انہوں نے برخلاف وید کے خدا کی توجہ دینا فی اقرار تو کیا ہے گو وید اگنی وایو وغیرہ کی پرستش کی گئی ہے لیکن یہ لوگ اپنی زبان سے اقرار کرتے ہیں کہ ہم بتوں کی پوجا نہیں کرتے۔ مگر خدا شناسی میں باوجود اس اقرار کے سخت ٹھوکر کھائی ہے۔ اور وہ یہ کہ وہ خدا کو کسی چیز کا خالق نہیں مانتے۔ اور صرف جوڑنے جاڑنے والا مانتے ہیں۔ جب خدا کی اس عظیم الشان صفت سے انکار کیا گیا تو ایسا ناقص اور ادھور خدا کب کسی کے ماننے میں آسکتا ہے۔ پھر انہوں نے خدا کی دوسری صفتوں کا بھی انکار کیا۔ مثلاً وہ مانتے ہیں کہ وہ کسی انسان کو کوئی چیز عطا نہیں کر سکتا۔ جو کچھ کسی کو ملتا ہے اس کے عملوں کی ہی پاداش ملتی ہے۔ پھر انہیں یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ اگر گناہ نہ ہوتا تو دنیا کا کام نہ چل سکتا۔ کیونکہ گائے، بکری، بھینس اور دوسری آرام دہ مخلوق نہ ہو سکتی۔ اس قسم کا خدا انہوں نے مانا ہے۔ گویا خدا شناسی کے مقام سے یہ مذہب بھی گرا ہوا ہے۔

عیسائی

پھر ایک اور مذہب ہے جس کی اشاعت کے لئے کروڑا روپیہ خرچ کیا جاتا ہے اور وہ عیسائی مذہب ہے۔ اس میں خدا شناسی کی اور بھی رذی حالت ہے۔ وہ اول تو سرے سے خدا ہی کو تین مانتے ہیں۔ اور یہ ایسا مسئلہ ان کے نزدیک ہے۔ کہ وہ سمجھ میں آ ہی نہیں سکتا اور پھر ان تین میں سے ایک عاجز انسان بھی ہے۔ جو مریم کے بیٹ سے پیدا ہوا۔ اور جس کی ساری عمر یہاں کہ انجیل سے معلوم ہوتا ہے۔ ایک کرب اور اضطراب میں گزری۔ ساریں کھانا دیا۔ اور آخر یہودیوں نے اس کو پکڑ کر صلیب پر چڑھا دیا۔ اب اگر خدا کا یہی نمونہ ہے تو کون اس پر ایمان لا سکتا ہے؟

اسلام

مگر اسی خدا شناسی کے متعلق جو تعلیم اسلام نے دی ہے وہ ایسی صاف ہے کہ ہر عقلمند کو اس کے ماننے پر مجبور ہونا پڑتا ہے۔ اسلام بتاتا ہے کہ اللہ وہ ہے جو تمام صفات حمیدہ سے موصوف اور تمام نقصوں سے متبرک ہے۔ وہ تمام اشیاء کا خالق اور مالک ہے وہ رحمن اور رحیم ہے۔ اسلام کسی مخلوق کو خدا یا خدا کا ہمسر نہیں بناتا۔ وہ خالق اور مخلوق میں فرق بتاتا ہے۔

اب اس اصل میں جب مقابلہ کیا جاوے تو کیسے صاف اور واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ کوئی مذہب اس اصل میں اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور اسلام ہی سچا مذہب ہے

دوسرا اصل

پھر مذہب کی دوسری جزویا اصل یہ ہے کہ وہ مخلوق کے حقوق کیسے قائم کرتا ہے۔ اس اصل میں بھی دوسرے مذاہب کا مقابلہ کر کے دیکھ لو۔ آریہ مذہب نے تو ایسا فلسفہ کیا ہے کہ بچہ بچے غیرتی کے اور معلوم نہیں ہوتا۔ اس نے نیوگ کی تعلیم دی ہے کہ جس شخص کے گھر میں اولاد نہ ہو تو وہ اپنی عورت کو دوسرے شخص سے ہمبستر کر اے اور اولاد حاصل کر لے۔ اب اس سے بڑھ کر پاکیزگی اور غیرت کا خون کیا ہوگا کہ ایک شخص کو جس کی بدقسمتی سے دو چار سال تک اولاد نہیں ہوئی، کہہ دیا جاوے۔ تو اپنی بیوی کو دوسرے آدمی سے اولاد لینے کی خاطر ہمبستر کر لے۔ یہ کیسی شرمناک بات ہے۔ یہاں قادیان میں ایک شخص موجود ہے۔ اس سے جب اس نیوگ کی بابت پوچھا گیا تو اس نے ہی کہا کیا مضائقہ ہے۔ اب کوئی عقلمند اس تعلیم کو کب گوارہ کر سکتا ہے۔ میں نے پڑھا تھا۔ ایک بنگالی آریہ ہو گیا۔ ایک برہمن نے جب اس پر نیوگ کی حقیقت کھولی۔ تو اس نے ستیا رتھ پر کاش کو پھینکا کر مارا۔ اور کہا کہ یہ مذہب قبول کرنے کے لائق نہیں۔

عیسائیوں نے مخلوق پر یہ ظلم کیا کہ کفارہ کی تعلیم دے کر اور شریعت کو لغت کہہ کر

یہی کاروازہ ہی بند کر دیا اور قوائے انسانی کی بیخبرستی کی۔ جب کہہ دیا کہ کوئی نیکی کر ہی نہیں سکتا۔ مگر اسلام مخلوق کے حقوق کو جائز اور مناسب مقام پر قائم کرتا ہے۔ وہ ایسی تعلیم نہیں دیتا۔ جو نیوگ کے پیرایہ میں دی گئی۔ وہ انسانی قویٰ کی بیخبرستی نہیں کرتا۔ اور انسان کو کفارہ کی تعلیم دے کر مسست نہیں بنانا چاہتا۔ اس نے شریعت کو لغت نہیں بنایا بلکہ انسانی طاقتوں کے اندر اُسے رکھا۔ اس طرح معاملہ تو بالکل صاف ہے اگر وہم نہ ہو۔ اور قبولِ حق میں کوئی روک نہیں ہو سکتی اگر بُزدلی نہ ہو۔

مسائل۔ ان مذاہب کی بابت تو مجھے پہلے سے اعتراض ہیں۔ مگر اسلام کی کتابیں میں نے نہیں پڑھی ہیں۔ فرمایا۔

آپ قرآن شریف کو پڑھیں۔ اس سے معلوم ہو جائے گا کہ وہ خدا کی نسبت کیا تعلیم دیتا ہے اور مخلوق کی نسبت کیا؟ ان دونوں تعلیموں کو اگر اُدھی غور سے دیکھ لے تو حق کھل جاتا ہے۔

پھر مفتی صاحب نے میور کی ایک تصنیف سنائی جو اُس نے مسلمانوں سے مناظرہ کرنے کے متعلق ہدایات پر لکھی ہے۔ پھر چند لوگوں نے بیعت کی۔ پھر طالبِ حق نے عرض کیا کہ مجھے خواب آیا تھا کہ تو مسیح کے پاس جا اور اس سے پوچھ۔ اگر وہ کہے کہ میں مسیح ہوں تو پھر وہ جو کہے مان لے۔ فرمایا۔

ہم تو ساہا سال سے اس دعویٰ کی اشاعت کر رہے ہیں۔ اور خدا نے صدا نشان اس کی تائید میں دکھائے ہیں جن کو خدا نے سعادت اور فہم دیا ہے۔ وہ سمجھ لیتے ہیں جس کو اُن سے حصہ نہیں۔ وہ محروم رہ جاتا ہے۔ فرمایا۔

حق شناسی کی راہ میں اگر وہم اور بُزدلی نہ ہو۔ تو کوئی مشکل نہیں۔ مشرق اور مغرب میں تلاش کرو۔ اسلام کے سوا حق نہیں ملے گا۔ مجھے تعجب ہے کہ لوگ ایک پیسہ کی چیز لیتے ہیں۔ تو اسے خوب دیکھ بھال کر لیتے ہیں۔ مگر مذہب کے معاملہ میں تو جہ نہیں کرتے۔

اگر انسان توہمات میں گرفتار نہ ہو تو اسکل مذہب کے مفسرین قبح معلوم کرنے میں کوئی مشکل نہیں، مقابلہ کے دیکھ لو۔ اگر سچا مسلمان انسان ہو جائے تو پاک ہو جاتا ہے۔ دوسرے مذہب میں یہ نہیں کیا ایک عیسائی پاک ہو سکتا ہے؟ جس کو کفارہ پر ایمان لاتے ہی مشابہ ربانی میں شراب استعمال کرنی پڑتی ہے یا انجیل پر عمل کر کے وہ پاکیزگی میں ترقی کر سکتا ہے جس کی رو سے منع نہیں کہ غیر مردوں کے ساتھ عورتیں بڑے بڑے جلسوں میں جیسا کہ باپتی میں نہ ناپیں۔ یہ تو قرآن ہی تعلیم دیتا ہے کہ تو نامحرم کو مت دیکھ۔ مجھے تعجب ہے کہ وہ کیا عقل ہے جو تبارکی کو روشنی سمجھتی ہے۔ یہ امر دیگر ہے کہ کوئی سچا متبع نہ ہو۔ لیکن جو دید یا انجیل کا سچا متبع ہے۔ اس کو اس کی تعلیم پر عمل کر کے پورا نمونہ دکھانا ہوگا۔ اب وید کے سچے متبع کی اگر تصویر کھینچیں۔ تو ضروری ہوگا کہ وہ والیو اور آگنی کو خدا کہے اور اولاد نہ ہوتی ہو۔ تو نیوگ کرائے مگر جو قرآن پر عمل کرتا ہے اسے لازم ہے کہ وہ وحدا (اشریک خدا کو مانے اور ہر قسم کی بے حیائی اور ناپاکی سے دور رہے اور فسق و فجور سے بچے عورتیں پاکدامن ہوں۔ اب ان دونوں تصویروں پر غور کرو۔ سائل میں ایک شخص جس دین کی طرف منسوب ہوتا ہے وہ حقیقی نام اس وقت حاصل کرتا ہے جب اس کا سچا متبع ہو۔ اور پابند مذہب ہو۔ آپ قرآن کا ایک جُز بھی پڑھیں گے۔ تو معلوم ہو جائے گا۔

(الحکم جلد ۶ نمبر ۴ ص ۱۱-۱۲ مورخہ ۱۰ نومبر ۱۹۰۲ء)

۱۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء

دربار شام

بعد اداۓ نماز مغرب اولاً چند آدمیوں نے بیعت کی۔ پھر میں نبی بخش صاحب
نمبردار چمک مہلا نے دعا کی درخواست کی کہ حضور کی محبت ہمارے دل میں بڑھے۔
فرمایا:-

خدا تعالیٰ نے جو اخلاص اور توجہ عطا کی ہے۔ خود اس نے ابتدا کی ہے۔ اس لئے
 شکر کرو کہ وہ اور بھی بڑھا دے۔ یہ محض اسی کا فضل ہے جو اس نے حق شناسی
 کی توفیق دی۔ ورنہ اگر دل سخت کر دے تو انسان رجوع نہیں کر سکتا۔ یہ اسی کے فضل
 سے ہوتا ہے جو یقین اور اخلاص عطا کرتا ہے۔ اور اس کے شکر پر اس کو بڑھاتا ہے۔
 پس شکر کرو کہ اُس کا فضل اور بھی ترقی کرے۔ نمازوں میں ایاک نعبد و ایاک نستعین
 کا نثار بہت کرو۔ ایاک نستعین خدا کے فضل اور گم شدہ متاع کو واپس لاتا ہے۔
 (الحکم جلد ۶ نمبر ۴۴ ص ۱۰۲ مؤرخہ ۱۰ نومبر ۱۹۳۴ء)

یکم نومبر ۱۹۰۲ء بروز شنبہ (بوقت سیر) قرآن کریم مقدم ہے

حضرت اقدس حسب دستور سیر کے لئے نکلے۔ تمام راہ مولوی فتح دین صاحب حضرت
 اقدس کے مخاطب رہے۔ حضرت اقدس بار بار اُن کے ذہن نشین یہ امر کراتے
 رہے کہ مباحثات میں ہمیشہ دیگر طریق استدلال چھوڑ کر اس طریق کو اختیار کرنا چاہئے
 کہ قرآن شریف مقدم ہے اور احادیث ظن کے مرتبہ پر ہیں۔ قرآن شریف سے جو امر
 ثابت ہو اس کو کوئی حدیث خواہ پچاس کر ڈھوں۔ ہرگز رد نہیں کر سکتیں۔ چونکہ اس
 گفتگو میں میاں فتح دین صاحب بھی بعض اوقات احادیث سے اپنے استنباط جو کہ
 انہوں نے اپنی منگولم کتب میں درج کئے ہیں مفصل حضرت اقدس کو سناتے رہے
 اور حضرت اقدس مختلف طور پر اُن کو سمجھاتے رہے۔ اس لئے ہم حضرت اقدس کے
 کلمات کو مختصراً درج کرتے ہیں :-

ان لوگوں سے پوچھنا چاہیئے کہ تم خود قائل ہو کہ اس کتاب قرآن شریف ہے۔ ص ۱۵۰ برس بعد جمع ہوئیں۔ پھر ان میں باہم تناقض ہے۔ ایک میں ہمدی کا ذکر ہے۔ ایک میں ہے لا مہدی الا عیسیٰ۔ ایک طرف ہمدی کی حدیث ضعیف لکھی ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ مسیح اُدپنسے اُترے گا تو ایک طرح سے ایک ٹانگ ٹوٹ گئی۔ جب قرآن شریف بار بار اُدپر کے آنے سے منع کرتا ہے تو حدیث جو کسی طرح سے خواہ مخبتاً خواہ استعارہ کے طور پر قرآن شریف کے برابر نہ آسکے تو وہ ہر حال میں ناقابل اعتبار ٹھہرے گی۔ لہذا اس طرح اسلام درہم برہم ہو جائے گا۔ تمام ستون اور مدار اسلام کا قرآن شریف پر ہے۔ جب قرآن شریف میں ہے کہ عیسیٰ فوت ہو گئے تو پھر انکار کیسا؟

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كَيْفَ كُنْتُ فِيهَا أُمَمٌ مِّنْ ذُرِّيَّتِكِ أَمْ كُنْتُ مِنَ الْغَابِطِينَ

احادیث کے بیان کی طرف رجوع کر کے فرمایا۔

اگر ان کا حدیث پر اس قدر اعتبار ہے تو فتح یدین کی جو ۱۴۰۰ احادیث آئی ہیں۔ اس پر کیوں نہیں عمل کرتے۔ ہمارا مسئلہ خدا تعالیٰ کی سُنَّتِ قدیمہ کے مطابق ہے۔ جیسے یہ آمد مسیح کے منتظر ہیں۔ ویسے ہی یہودی الیاس کے منتظر تھے۔ پیغمبر کے لئے ضروری نہیں ہے کہ اس کا علم اتنا وسیع ہو جیسے خدا کا ہے۔ یہ پیغمبر پر جاؤ ہے کہ بعض امور کی تفصیل اس پر نہ کھل سکے۔ جیسے کہ بہت سے آخرت کے امور ہیں کہ انسان کو مرنے کے بعد معلوم ہوتے ہیں تو پھر یہ لوگ اپنے علم پر کیوں اس قدر باتیں کرتے ہیں۔ یہودیوں کو الیاس کی انتظار تھی۔ مسیح نے کہا کہ بھئی الیاس ہے خواہ قبول کو خواہ نہ کر دے۔ پھر اُسی وقت جا کر بھئی سے دریافت کیا اور دریافت بھی ایسے الفاظ سے کیا ہو کہ اُسے ہی جواب دینا پڑا کہ میں وہ الیاس نہیں۔

ہم نے دیکھا ہے کہ بار بار احادیث پیش کرتے ہیں اور ان میں سے نزول کو لیتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر اسی مسیح نے آنا تھا۔ تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والا کا علم

کیوں الگ بتلایا۔ اور کہا کہ آنے والے مسیح کو تم اس طرح پہچانو۔ اس کی کیا ضرورت تھی؟
مباحثہ میں بھی یہی اصول دکھا جائے کہ قرآن شریف مقدم ہے۔ یہ منوا کر اُن سے
کہا جائے کہ تقدم قرآن تو اب مقبولہ فریقین ہے۔ باقی امور اسی سے فیصلہ کرو۔ اگر حدیثوں
پر سارا مدار ہے تو قرآن شریف کی کیا ضرورت ہے جو کہتا ہے اَلْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ
دِينَكُمْ۔ جمعوٹے دھوکے ہیں۔

اِنَّهُ لَعَلَّمَ الْاَشْجَارَ مَا يَسْمَعْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَوْمَ تَبْعَثُهُمْ فِي الْاَشْجَارِ اَمْ لَا تَعْلَمُونَ
مسیح کے آنے کا وقت تھا اور جَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِّمَنْ يَرْجُو اِسْرَآئِيلَ بھی اسی کی تصدیق
کرتا ہے۔ ساعة کے معنی آخرت کے بھی ہیں۔ اِنْ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ
بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهِنَّ کے معنی یہ کرتے ہیں کہ وہ (مسیح) اب تک زندہ موجود ہیں۔ جب
آویں گے تو کل اہل کتاب ایمان لادیں گے۔ اس کے متعلق ابو ہریرہؓ کی حدیث پیش
کرتے ہیں حالانکہ تفسیر مظہری میں اس کے اوپر کس قدر مطاعن ہیں۔ یہ کہنا کہ کل اہل کتاب
اس وقت ایمان لادیں گے، غلط ہے۔ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ قیامت تک کا فرمودہ
رہیں گے۔ قرآن شریف کو ہر حالت میں مقدم رکھنا چاہیے۔ قرآن کے فصوص قطعیہ بالکل
فیصلہ کر دیتے ہیں۔

سورة تحریم میں ہے کہ مسیح بن مریم اسی امت میں سے ہوگا۔ سورة النور میں ہے
کہ تمام خلیفے اسی امت میں سے ہوں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے مسیح
کا نام حکم رکھا ہے۔ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ بہت فرقے ہوں گے جس سے ثابت ہوتا
ہے کہ غلطیاں کثرت سے ہوں گی۔ قرآن مجید میں نزول کے معنی مختلف مقامات پر مختلف
ہیں۔ اگر اعتراض ہو کہ پھر نزول کا لفظ استعمال ہی کیوں ہوا۔ کوئی اور لفظ حدیث میں کیوں آیا۔
تو جواب یہ ہے کہ مسلم کی ایک حدیث میں مبعوث کا لفظ بھی آیا ہے۔ نزول کا لفظ اس لئے
استعمال ہوا کہ اس وقت کل برکات اور فیوض اٹھ جاویں گے اور پھر آسمان سے نازل ہونگے

قرآن شریف میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہے کہ ہم نے آپ کو آسمان سے نازل کیا اور آسمان ہی سے پانی بھی اُترتا ہے۔ اگر آسمان سے بارش نہ ہو تو کونو میں بھی پانی نہیں دیتے۔ لمبے قطعوں میں اکثر ایسا ہوتا ہے۔

کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان لوگوں کو وصیت تھی کہ میرے بعد بخدا کی کو ماننا؟ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت تو یہ تھی کہ کتاب اللہ کافی ہے۔ ہم قرآن کے بارے میں پوچھے جائیں گے نہ کہ زید اور بکر کے جمع کردہ سرمایہ کے بارے میں۔ یہ سوال ہم سے نہ ہوگا کہ تم صحاح ستہ وغیرہ پر ایمان کیوں نہ لائے۔ پوچھا تو یہ جملے لگا کر قرآن پر ایمان کیوں نہ لائے؟

بحث کے قواعد ہمیشہ یاد رکھو۔ اول قواعد مرتب ہوں۔ پھر سوال مرتب ہوں کتاب اللہ کو مقدم رکھا جائے۔ احادیث ان کے اقرار کے بموجب خود ظنیات ہیں۔ یعنی صدق اور کذب کا اُن میں احتمال ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ ممکن ہے کہ سچ ہو اور ممکن ہے کہ جھوٹ ہو۔ لیکن قرآن شریف ایسے احتمالات سے پاک ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی قرآن شریف تک ہی ہے۔ پھر آپ فوت ہو گئے۔ اگر یہ احادیث صحیح ہوتیں۔ اور مدار اُن پر ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرما جاتے کہ میں نے احادیث صحیح نہیں کیں۔ فلاں فلاں آدے گا تو جمع کرے گا تم اُن کو ماننا۔

پس اقل قرآن کو مقدم کیا جاوے۔ اس کے بعد سنت۔ سنت یہ ہے کہ قرآن شریف میں جو احکام آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو خود کر کے اُن کو دکھلایا جیسے نماز پڑھ کر بتادی کہ صبح کی یوں ہوتی ہے شام کی یوں۔ جیسے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف سے استنباط کئے۔ ویسے ویسے آپ بتلاتے رہے اور جو آپ کے اقوال تھے ان کا نام حدیث ہے۔ ایک سنت یہ بھی تھی کہ آپ فوت ہو گئے۔ قرآن شریف میں ہے وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ یعنی سب رسول

فوت ہو گئے آپ بھی فوت ہوں گے۔ چنانچہ خدا کی بات پوری ہو گئی اور آپ فوت ہو گئے۔
 ہمارے ہاتھ میں تو ایک نظیر ہے۔ اگر یہ پوچھیں کہ جو تادیل (نزدل مسیح کی) تم پیش
 کرتے ہو کسی نے اگے بھی کی ہے تو ہم جواب دیتے ہیں کہ جس کے بارے میں تم کو مصیبت
 پڑی ہے (یعنی مسیح کے) اس نے خود یہ تادیل کی ہے۔ اس کو بھی اس وقت مصیبت پڑی
 تھی تو ہماری جماعت میں داخل ہو کر انفراس کی رہائی ہوئی۔ نظیر بھی کوئی شے ہوتی ہے
 خدا تعالیٰ بھی اپنی سُنّت کو بطور نظیر کے پیش کیا کرتا ہے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 دوبارہ آجاتے تو کوئی ہرج نہ تھا۔ آپ نے کوئی خدائی کا دعویٰ تو نہیں کیا۔ نہ آپ
 خدا بنائے گئے۔ مگر خدا نے مسیح کے منہ سے بھگوا کر اقرار کروالیا کہ دوبارہ آنے کے
 یہ معنی ہوتے ہیں۔ کوئی بادشاہ وہ طریق اختیار نہیں کرتا جس سے اس کی بادشاہی میں
 خلل آوے۔ پھر خدا کیوں ایسا طریق اختیار کرے۔ جس سے اس کی خدائی میں بٹہ لگے۔
 پھر مولوی فتح دین صاحب نے کہا کہ ہم لوگ بڑے خطاکار ہیں۔ کئی فاسد خیال
 آتے رہتے ہیں اور طاعون کا زور ہو رہا ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ

۱۵۔ حاشیہ۔ الحکم میں لکھا ہے۔ اپنی سُنّت سے ثابت کر دیا کہ باقی نبی بھی فوت
 ہو گئے۔ (الحکم جلد ۶ نمبر ۱۶ ص ۳۲ کالم اول مورخہ ۱۷ نومبر ۱۹۰۲ء)

۱۶۔ الحکم میں اس کی تفصیل یوں لکھی ہے۔

ہمارا آنا اللہ تعالیٰ کی سُنّت قدیمہ کے موافق ہے اور اس کی نظیر موجود ہے۔ یہودی
 الیاس کے آنے کے منتظر تھے۔ مگر جب انہوں نے مسیح کے سامنے یہ سوال کیا کہ ایلیاہ
 کہاں ہے تو اس نے اس کا آنا بروزی رنگ ہی میں بتایا۔ اور یوحنا کی نسبت کہا کہ
 آنیلا ایلیا ہی ہے چاہو تو قبول کرو۔ یہودیوں نے اس کو تسلیم نہ کیا کیونکہ ان کے اس
 پہلے کوئی نظیر نہ تھی۔ اب فیصلہ تو خود مسیح ہی کا کیا ہوا ہے۔ جس کے لئے اب یہ اس
 قدر محرب مارتے ہیں۔ (الحکم جلد ۶ نمبر ۱۶ ص ۳۲ کالم اول مورخہ ۱۷ نومبر ۱۹۰۲ء)

میں یہ یقیناً جانتا ہوں کہ جس کو دل سے خدا تعالیٰ سے تعلق ہے اسے وہ رسوائی کی موت نہیں دیتا۔ ایک بزرگ کا قصہ کتب میں لکھا ہے کہ ان کی بڑی دماغی کہ وہ طوس کے مقام میں فوت ہوں۔ ایک کشف میں بھی انہوں نے دیکھا کہ میں طوس میں ہی مروں گا۔ پھر وہ کسی دوسرے مقام میں سخت بیمار ہوئے اور زندگی کی کوئی امید نہ رہی تو اپنے شاگردوں کو وصیت کی کہ اگر میں مر گیا تو مجھے یہودیوں کے قبرستان میں دفن کرنا۔ انہوں نے وجہ پوچھی تو بتلایا کہ میری بڑی دماغی کہ میں طوس میں مروں مگر اب پتہ لگتا ہے کہ وہ قبول نہیں ہوئی۔ اس لئے میں مسلمانوں کو دھوکا نہیں دینا چاہتا۔ اس کے بعد وہ رفتہ رفتہ اچھے ہو گئے اور پھر طوس گئے وہاں بیمار ہو کر مرے اور وہیں دفن ہوئے۔ اس لئے مومن بننا چاہئے مومن ہو تو خدا رسوائی کی موت نہیں دیتا اور دل کے خیالات پر مؤاخذہ نہیں ہوتا۔ جب تک کہ انسان عزم نہ کر لے ایک چوراہے پر جانا ہو ایک صراف کی دوکان پر روپوں کا ڈھیر دیکھے اور اسے خیال آئے کہ میرے پاس بھی اس قدر روپیہ ہو اور پھر اسے چرانے کا ارادہ کرے مگر قلب اسے لعنت کرے اور وہ باز رہے تو گنہگار نہ ہوگا اور اگر پختہ ارادہ کر لے کہ اگر موقع ملا تو ضرور چرائوں گا تو گنہگار ہوگا۔ آدمؑ کے قصہ میں بھی خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَكَذَلِكَ نَجْزِي لَكُمُ عَزْمًا یعنی ہم نے اس کی عزیمت نہیں پائی عَصٰی اَحْمَد کے معنی ہیں کہ صورت عصیان کی ہے۔ مثلاً آقا ایک غلام کو کہے کہ فلاں رستے جا کر فلاں کام کر آؤ وہ اگر اجتہاد کرے اور دوسرے راہ سے جاوے تو عصیان تو ضرور ہے مگر وہ نافرمان نہ ہوگا۔ صرف اجتہادی غلطی ہوگی جس پر مؤاخذہ نہیں۔

خرگوش کا کھانا حلال ہے

پھر کسی نے خرگوش کے حلال ہونے پر حضرت اقدس سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اصل اشیاء میں حلت ہے جو موت جب تک نص قطعی سے ثابت نہ ہو، تب

مک نہیں ہوتی۔

حدیث کے متعلق ہمارا مذہب ہے کہ ادنیٰ سے ادنیٰ ابھی ہو تو اس پر عمل کر لیا جائے
جب تک وہ مخالف قرآن نہ ہو۔

پھر سنت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

امام اعظم علیہ الرحمۃ نے رفع یدین پر کیوں عمل نہ کیا۔ کیا اس وقت حدیث کے
راوی نہ تھے۔ راوی تو تھے۔ مگر چونکہ یہ سنت اُس وقت ان کو نظر نہ آئی۔ اس لئے انہوں
نے عمل نہیں کیا۔ مولویوں کی بد قسمتی ہے کہ یہود و نصاریٰ محرف و مبذل تو ہریت کو لئے
پھرتے ہیں اور یہ بجائے قرآن کے حدیثوں کو لئے پھرتے ہیں۔

غیر از جماعت کی نماز جنازہ

نماز جنازہ کا ذکر ہونے پر آپ نے فرمایا کہ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ایک منافق کو کڑتہ دیا اور اس کے جنازہ کی نماز پڑھی
ممکن ہے اس نے غرغره کے وقت توبہ کر لی ہو۔ مؤن کا کام ہے کہ حسن ظن رکھے۔ اسی
لئے نماز جنازہ کا ہزار رکھا ہے کہ ہر ایک کی پڑھ لی جائے۔ ہاں اگر کوئی سخت معاند ہو۔
یا فساد کا اندیشہ ہو تو پھر نہ پڑھنی چاہیئے۔ ہماری جماعت کے سر پر فرضیت نہیں ہے بطور
احسان کے ہماری جماعت دوسرے غیر از جماعت کا جنازہ پڑھ سکتی ہے۔

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ۔ اس میں صلوة سے مراد جنازہ کی
نماز ہے اور سَكَنٌ لَهُمْ دلالت کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا گنہ گار کو
سکینت اور ٹھنڈک بخشی ہے۔

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي سے دو قائلے ہماری جماعت کو اٹھانے چاہئیں۔

ایک تو یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس میں کہتے ہیں کہ میری وفات کے بعد میری امت بگڑی ہے جس کی مجھ کو خبر نہیں ہے پس اگر عیسیٰ علیہ السلام ابھی تک نہیں فوت ہوئے۔ تو پھر یہ بھی مان لینا چاہیئے کہ ابھی تک عیسائی مضبوط مستقیم پر ہیں اور لمحات دین کے ان میں کوئی فساد نہیں۔ دوسری بات یہ کہ اگر اس آیت کا اطلاق ان پر ان کے دوبارہ آنے کے بعد ہے تو اس صورت میں مسیح علیہ السلام (نعوذ باللہ) بہت کذاب ٹھہرتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ وہ دوبارہ دنیا میں آکر چالیس سال رہنے اور اپنی قوم کی بد اعتقاد کی حالت دیکھ کر انہوں نے اس کی اصلاح کی اور صلیب کو توڑا اور خنزیروں کو قتل کیا اور پھر باوجود کامل علم کے خدا تعالیٰ کے سامنے جھوٹ بولتے ہیں کہ مجھ کو خبر نہیں ہے۔

مباحثہ مد کی روئداد

عصر کی نماز سے پیشتر حضرت اقدس نے مجلس فرمائی سید مرور شاہ صاحب اور عبد اللہ صاحب کشمیری جو کہ موضع مد میں تبلیغ کے لئے تشریف لے گئے تھے بخیر و عافیت واپس آئے اور حضرت اقدس سے نیاز حاصل کیا اور واپس کے سلسلہ مباحثہ کی تفصیل سننے لگے حضرت اقدس نے اختصاراً ان تمام باتوں کا احوال فرمایا جو کہ آپ نے سیر میں فرمائی تھیں کہ مباحثہ میں ہماری جماعت کو کیا پہلو اختیار کرنا چاہیئے۔ اور پھر تمام کیفیت مباحثہ سننے کے لئے شام کا وقت مقرر ہوا۔

نماز مغرب کے بعد حضرت اقدس نے جلوس فرماتے ہی حکم صادر فرمایا کہ مباحثہ موضع مد کی کارروائی سُنائی جائے چنانچہ عبد اللہ کشمیری صاحب سُننے لگے۔ سب سے اول حضرت اقدس کو اس پر کمال انوس ہوا کہ فریقین نے صرف بیس بیس منٹ اپنے اپنے دعاوی کے متعلق دلائل لکھنے کے لئے قبول کئے حضرت اقدس نے فرمایا کہ ایسی صورت میں ہرگز مباحثہ قبول نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ یہ تو ایک قسم کا خون کرنا ہے۔

جب ہم مدعی ہیں تو ہمیں اپنے دعاوی کے دلائل کے واسطے تفصیل کی ضرورت ہے۔ جو کہ وقت چاہتی ہے اور جب دلائل لکھے جاتے ہیں تو توجہ ہوتی ہے۔ اس میں فیضانِ الہی ہوتا ہے، اس کا ہم کیا وقت مقرر کر سکتے ہیں کہ کب تک ہو۔

غرضیکہ حضرت اقدس نے اس بات کو بالکل ناپسند فرمایا کہ وقت میں کیوں تنگی اختیار کی گئی۔ پھر عبداللہ صاحب کشمیری نے وہ تمام تحریریں پڑھ کر سنائیں۔ رویداد سننے کے بعد حضرت اقدس پھر انہیں امور کا بار بار عادیہ فرماتے رہے جو کہ سیر میں مناظرہ اور مباحثہ کے متعلق فرمائے تھے۔ تاکہ سامعین کے ذہن نشین وہ باتیں ہو جائیں۔

(البتدار جلد ۱ نمبر ۳ ص ۱۵۰-۱۵۱ مورخہ ۱۴ نومبر ۱۹۰۲ء)

۲ نومبر ۱۹۰۲ء بروز یکشنبہ

(بوقت سیر)

مد کے حالات مباحثہ پر تبصرو

حضرت اقدس حسب معمول سیر کے لئے تشریف لائے اور آتے ہی پھر اس مناظرہ کے متعلق حضور نے گفتگو شروع فرمائی جس کی کا دروائی گذشتہ شب درج ہو چکی ہے۔

آپ نے فرمایا کہ

آج کل ان مولویوں کا دستور ہے کہ چالیس پچاس جھوٹ ایک دفعہ ہی بیان کر دیتے ہیں اب ان کا فیصلہ تین چار منٹ میں دوسرا فریق کس طرح کرے۔ پادریوں کا بھی یہی طریق ہے۔ کہ ایک دم اعتراض کرتے چلے جاتے ہیں۔ ایسے وقت میں یہ طریق اختیار کرنا چاہیئے۔ کہ ایک اعتراض چُن لیوں اور اول اس پر فیصلہ کر کے پھر آگے چلیں اور دوسرا اعتراض لے لیں اول قواعد مقرر کئے جائیں۔ یہ امر بھی دیکھا جائے کہ منہاج نبوت کو (دوسرا فریق) مانتا ہے یا نہیں۔ اس نے (مولوی شاد اللہ) بار بار عبداللہ مہتمم کی پیشگوئی کا بخوار کیا کہ وہ پوری نہ ہوئی۔

اگر منہاج نبوت کا فیصلہ اولاً کر لیا جاتا تو اس طرح کا دھوکا وہ کب دے سکتا تھا۔ یونسؑ نبی کی پیشگوئی موجود تھی۔ اس میں کوئی شرط بھی نہ تھی اور درمنثور میں بھی حدیث ہے کہ یونسؑ نے کہا لن ارجع کذاباً یعنی میں جھوٹا کہلا کر واپس نہ جاؤں گا۔ دیکھو۔ اس میں کوئی شرط نہ تھی۔ وعید میں خدا تعالیٰ کو حق لازم نہیں آتا کہ ضرور عذاب نازل کرے۔

دیکھا جاتا ہے کہ جب بلا آتی ہے تو صدقہ خیرات کرنے سے ٹل جاتی ہے۔ صرف فرق یہ ہوتا ہے کہ ایسی بلا کا قبل از وقت بیان نہیں ہوتا نہ اس کی پیش گوئی ہوتی ہے اور پیش گوئی میں بلا کا قبل از وقت بیان کر دیا جاتا ہے۔ بہر حال وہ بھی خدا تعالیٰ کے علم میں تو قبل از وقت ہی ہوتی ہے۔ قرآن شریف میں بار بار ذکر ہے کہ ہم نے فلاں قوم کی ہلاکت کا ارادہ کیا۔ مگر جب انہوں نے توبہ کی تو پھر عذاب ہلاکت ٹل گیا۔ توریت میں بھی ذکر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے بار بار عذاب ٹلتا رہا۔ وعید میں تخلف جائز ہے۔ اہل کتاب کا کوئی ایسا فرقہ نہیں کہ جو اسے نہ مانتا ہو۔ ہندو بھی مانتے ہیں کہ صدقہ سے بلا ٹل جاتی ہے۔ جب ٹل گئی تو پیشگوئی بدل گئی۔ قرآن مجید میں بھی ہے۔ يُعْصِبُكُمْ بَعْضُ الَّذِي يَعْصِيكُمْ یعنی عذابی پیشگوئیوں کا بعض حصہ تو پورا ہوگا اور بعض بوجہ توبہ استغفار ٹل جائے گا منہاج نبوت کو دیکھا جائے تو صریح نظر آتا ہے کہ انبیاء سے اجتہادوں میں غلطیاں ہوتی ہیں جیسے عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تم ابھی نہیں مرو گے کہ میں واپس آ جاؤں گا۔ توبہ ان کا اجتہاد تھا۔ مگر خدا تعالیٰ کے نزدیک ان کے اُنے سے یہ مراد نہ تھی بلکہ دوسرے کا اُن مراد تھا۔ اور ممکن ہے کہ الیاسؑ کا بھی یہ خیال ہو کہ میں ہی واپس آؤں گا۔ اسی طرح پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کا سفر کیا تو حضرت عمرؓ کو بتلایا۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اجتہاد اس طرف ولالت کرتا تھا کہ ہم فتح کر لیں گے مگر وہ اجتہاد صحیح نہ نکلا۔ اسی طرح ایک دفعہ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے سمجھا تھا کہ ہجرت یامہ کی طرف ہوگی۔ مگر یہ بات درست نہ نکلی کیونکہ یہ آپؐ کا اپنا اجتہاد تھا۔ خدا تعالیٰ پر لازم نہ تھا کہ ہر ایک باریک

امرائیپ کو بتلا دے۔ پس بحث مباحثہ میں اول مخالف سے منہاج نبوت کو قبول کروا کر اس کے دستخط کروا لینے چاہئیں۔

پھر اتسم مالی پیشگوئی کی تفصیل کرتے ہوئے فرمایا کہ

وہاں تو یہ لکھا ہوا ہے کہ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ یہ تو نہیں لکھا کہ بشرطیکہ مسلمان ہو جاوے۔ اس سے پہلے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دجال لکھ چکا تھا اور یہی وجہ مباحثہ کی تھی۔ پھر جب میں نے پیشگوئی سنائی تو اس نے اسی وقت کانوں پر ہاتھ دھرے اور کہا کہ تو بہ تو بہ میں تو دجال نہیں کہتا۔ یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ صرف عیسائی ہونا یا بت پرست ہونا اس امر کا موجب نہیں ہوتا کہ دنیا میں عذاب آوے۔ ایسے عذابوں کے لئے تو قیامت کا دن مقرر ہے۔ عذاب ہمیشہ شوخیوں پر آتا ہے اگر ابوجہل وغیرہ شرارتیں نہ کرتے تو عذاب نازل نہ ہوتا۔ زرا باطل مذہب پر پابند ہونے پر نہ کوئی عذاب آتا ہے نہ کوئی پیشگوئی۔ ہمیشہ زیادہ شوخیوں پر پیشگوئیاں ہوتی ہیں۔ یہود کو مغضوب علیہم اسی لئے کہا کہ انہوں نے شوخیاں کیں گستاخیاں کیں اور اُن پر غضب وارد ہوئے لیکن ضالین کو مغضوب علیہم نہ کہا حالانکہ آخرت میں تو عذاب یہود کو بھی ہونا ہے اور نصاریٰ کو بھی۔ مگر چونکہ انہوں نے شوخی نہ کی۔ اس لئے دُنیا میں ان پر غضب نازل نہیں ہوا۔ انسان کیسے ہی بت پرست یا انسان پرست کیوں نہ ہو۔ مگر جب تک شرارت نہ کرے۔ عذاب نہیں آتا۔ اگر ان باتوں پر بھی عذاب دُنیا ہی میں آجائے تو پھر قیامت کو کیا ہوگا۔ یہودیوں پر عذاب اسی لئے آئے کہ انہوں نے یہیغبروں کو دکھ دیئے۔ اُن کے قتل کے منصوبے کئے۔ اُن کی گستاخیاں کیں۔ کافروں کے لئے اصل زندان تو قیامت ہی ہے۔ اس پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر دُنیا میں کیوں عذاب آتا ہے تو جواب یہی ہے کہ شوخیوں کی وجہ سے آتا ہے۔

ختم فرمایا۔ عوام الناس سے ہمیشہ موٹی موٹی باتیں کرنی چاہئیں۔ خدا تعالیٰ نے جو معجزات

نبوت کی جڑ دیکھے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عوام فائدہ اٹھائیں کیونکہ خواص کے لئے معجزات کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اُن کے لئے تو حقائق اور معارف ہی کافی ہیں۔ عوام کو چونکہ یہ معرفت نہیں ہوتی۔ اس لئے اُن کے خوش کرنے کو معجزات رکھے گئے ہیں۔

ایڈیٹر الحکم اور البدر کو محتاط رہنے کی ہدایت

نماز عصر کے بعد حضرت اقدس نے الحکم اور البدر کے ایڈیٹروں کو بلا کر تاکید فرمائی کہ وہ مضامین کے قلمبند کرنے میں ہمیشہ محتاط رہا کریں۔ ایسا نہ ہو کہ غلطی سے کوئی بات غلط پیرایہ میں درج ہو جاوے۔ یا کسی البام کے الفاظ غلط شائع ہوں تو اس سے معترض لوگ دلیل پکڑیں۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایسے مضامین مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے کو دکھا لیا کریں۔ اس میں آپ کو بھی فائدہ ہے اور تمام لوگ بھی غلطیوں سے بچتے ہیں۔

نماز مغرب کے بعد حسب دستور جلوس فرما کر مباحثہ موضع مذکور کے حسن و قبح پر تذکرہ فرمایا کہ

یہ مولوی نوگ عوام کو بھڑکانے کے واسطے عجیب عجیب جیلے گھڑتے ہیں اور حق رسی سے ان کو کوئی کام نہیں ہوتا۔

فسطیہ۔ ولدا الزنا میں حیا کا مادہ نہیں ہوتا۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے نکاح کی بہت تاکید فرمائی ہے۔

(البدر جلد ۲ نمبر ۲ ص ۲۰۱۹ مورخہ ۱۷ نومبر ۱۹۰۲ء)

۱۵۔ الحکم میں ۲ نومبر ۱۹۰۲ء کی ڈائری میں ایک مزید بات دُور درج ہے۔

صبح کی سیر | اس امر کا تذکرہ تھا کہ بعض نادان ملاں جب ہر طرح مقابلہ سے عاجز آتے ہیں تو کہتے ہیں

۳ نومبر ۱۹۰۲ء بروز دوشنبہ

(وقت سیر)

طریق بحث

حضرت اقدس حسب معمول سیر کے لئے تشریف لائے اور سیر کے دوران اس امر پر تذکرہ فرمایا کہ مباحثات میں ہمیشہ یہ امر مد نظر رکھنا چاہیے کہ فریق مخالف اپنی روایہ بازی سے سامعین کو دھوکا نہ دے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ سامعین کے باطل عقائد کے موافق یہ لوگ ہماری طرف سے ایسی باتیں ان کو سناتے ہیں کہ جن سے وہ لوگ متاثر ہو کر جادیں اور برا نگینہ ہو جاویں۔ ایسی صورت میں پھر خواہ ان کے آگے کچھ ہی کہو وہ لوگ ایک نہیں سنتے جیسے مولوی صاحب نے کل اپنا ذکر سنایا تھا۔

پھر طریق بحث کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

بلاغت کا کمال یہ بھی ہے کہ ایک بات دوسرے کے دل تک پہنچائی جائے ورنہ اگر کوئی کلام اس قابل ہو کہ اب زر سے لکھا جائے۔ مگر مشکل اسے سمجھ نہیں سکتا تو پھر وہ فصیح نہیں کہلانے گا۔ اس لئے کلام کرنے والے کو یہ تمام پہلو مد نظر رکھنے چاہئیں۔

جاتے ہیں۔ اعلان پر اتمام حجت کے لئے کہا جاتا ہے کہ فصیح بلغ عربی نویسی میں مقابلہ کرلو تو یہ کہہ کر سمجھا چھوڑتے ہیں کہ ان کتابوں میں غلطیاں ہیں۔ حضور نے فرمایا۔

غلطیاں نکالنے کا جو دعویٰ کرتے ہیں۔ اس میں تو یہ امر بجائے خود متفق طلب ہے کہ جو غلطی انہوں نے نکالی ہے خود ان کی اپنی ہی غلطی تو نہیں۔ مولوی محمد حسین صاحب نے جب عجبت (ہجری پر اعتراض کیا تھا۔ کہ صلہ لام نہیں بلکہ من آتا ہے تو اسے کیسا شرمندہ ہونا پڑا۔ بالمقابل لکھ کر کہ تو بتائیں دعوت تو بالمقابل کھسنے کی ہے نہ غلطیاں نکالنے کی۔ اور پھر ایسی حالت میں یہ بہانہ کب چل سکتا ہے جب نکالی ہوئی غلطیوں میں خود ان کی ہی غلطیاں

ہوں۔ (الحکم جلد ۶ نمبر ۴ ص ۳ مورخہ ۱۹۰۲ء)

کافروں اور متقیوں کی خوشی میں فرق

فرمایا۔

کافروں کے لئے درمیانی خوشی ہوتی ہے اور انجام کی خوشی متقیوں کے لئے ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ اگر چاہے تو ایک دم میں سب کا خاتمہ کر سکتا ہے۔ مگر وہ رونق چاہتا ہے جب تک مکذب نہ ہوں تو پھر مصدق کی حقیقت کیا معلوم ہو سکتی ہے۔ مکذموں کے ذریعہ ہی حقائق و معارف کھلتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی محبت اور نصرت کا پتہ ملتا ہے۔ اگر ایک شخص کے دل میں ماں کی محبت ہے تو اس کا کسی کو علم نہ ہو گا۔ مگر جب کوئی اُسے ماں کی گالی دے تو جھٹ اُسے غصہ آجائے گا اور معلوم ہو جائے گا کہ ماں کی محبت اس کے دل میں ہے۔

مخالفوں کو غلطیاں نکالنے کا حق نہیں

فرمایا۔

ان ہمارے مخالفوں کو غلطیاں نکالنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔ جب تک وہ اپنا منصب عربی وانی کا ثابت نہ کریں۔ تب تک اُن کو غلطی نکالنے کا حق نہیں ہے۔ اعتراض کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اول زبان پر پورا احاطہ ہو۔ اگر ان لوگوں کو عربی زبان کا علم ہے تو ہم جو دس سال سے رسالے لکھ لکھ کر مقابلہ پر بُلا رہے ہیں۔ انہوں نے آج تک دس سطریں ہی دکھائی ہوئیں۔ ورنہ جہالت سے تکذیب کرنے سے کیا بنتا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی قدرت ہے کہ یہ لوگ بالمقابل کچھ نہیں سکتے۔ ورنہ اظہار کیا مشکل امر ہے۔ مگر ہمارے مقابلہ میں خدا تعالیٰ نے اُن کی نیاؤں کو بند کر دیا ہے۔

فرمایا۔

دل میں بات بھٹانے کے واسطے بھی ایک ڈھب ہوتا ہے کیونکہ اب تلوار کی لڑائی

تو ہے نہیں۔ زبانوں کی ہے۔ اس لئے زبان کی تلوار جب مارے تو اوجھی نہ مارے یا یہی خوب مارے کہ دو ٹکڑے ہو جائیں۔ میں نے بار بار ارادہ کیا ہے کہ یہ لوگ میرے زانو بہ زانو بیٹھ کر عربی لکھیں مگر دل فتویٰ دیتا ہے کہ یہ لوگ کبھی مقابلہ پر نہیں آئیں گے۔ کیونکہ اُن کے دلوں پر زعم پڑ گیا ہے۔ تو اب جبکہ شکار ہمارے نزدیک نہیں آتا۔ تو ہمیں چاہیے کہ دُور سے بندھیہ ہندوق کے نشانہ بنائیں۔

مباحثہ مد میں ہماری فتح ہوئی

ظہر کے وقت حضرت اقدس تشریف لائے اور تقوڑی دیر مجلس فرمائی۔ مد کے مباحثہ کا ذکر ہونا رہا۔ فرمایا کہ

در حقیقت تو ہم نے فتح پالی ہے۔ صرف اتنی بات ہے کہ وہ دیہات کے لوگ تھے۔ اُن کو ان باریک باتوں کی سمجھ نہیں آئی۔ مجھے خوشبو آتی ہے کہ آخر کار فتح ہماری ہے۔ دسمبر کے آخر تک جو نشان ظاہر ہونے والے ہیں شاید یہ بھی اُن میں سے ایک عظیم نشان نشان ہو جائے۔ یہ امدت لائے کی عادت ہے جیسا کہ فرمایا والعاقبة للمتقين۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تیرہ برس تک مکہ روکات ہی پہنچتے رہے۔ عصر کی نماز کے لئے حضور تشریف لائے تو اس وقت بھی مباحثہ مد کے متعلق ہی

ذکر فرماتے رہے۔ حضور نے فرمایا کہ

خدا تعالیٰ کے برگزیدوں کی یہ عجیب حالت ہوتی ہے کہ جب ایک بات کی طرف توجہ ہو جائے تو پھر رات دن اسی کی طرف توجہ رہتی ہے گویا کہ بالکل اس میں مستغرق ہیں۔ اور دنیا و مافیہا کی خبر نہیں۔

دوستوں کو بے تکلف ہونے کی نصیحت

بعد نماز مغرب حضرت اقدس حسب معمول جلوس فرما ہوئے تو میر صاحب نے عبد الصمد

صاحب آمدہ از کشمیر کو آگے بٹا کر حضور کے قدموں کے نزدیک جگہ دی۔ اور حضرت اقدس سے عرض کی کہ ان کو یہاں ایک تکلیف ہے کہ یہ چاولوں کے عادی ہیں اور یہاں روٹی ملتی ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا آتَاكُمُ اللَّهُ فَخُذُوهُ۔ ہمارے یہاں میں سے جو مختلف کتاب ہے اُسے تکلیف ہوتی ہے۔ اس لئے ضرورت ہو کہہ دیا کرو۔ پھر آپ نے حکم دیا کہ ان کے لئے چاول پکوا دیا کرو۔
مباحثہ مذکور کا ذکر

پھر حضرت اقدس مباحثہ مذکور فرماتے رہے۔ حضور نے فرمایا کہ اس دن ہم نے مناسب سمجھا تھا کہ یہ مباحثہ کی کارروائی الحکم وغیرہ میں نہ چھپے مگر خدا کو یہ منظور نہ تھا۔

سرسید کا یورپ کی طرف میلان

سید احمد صاحب کے یورپ کی طرف میلان پر فرمایا کہ انسان جس شے کی طرف پوری رغبت کرتا ہے تو پھر اسی کی طرف اُس کا میلان طبعی ہو جاتا ہے اور انحراف کا وہ مجبور ہوتا ہے۔

ڈوٹی کا ذکر

پھر ڈوٹی کا اخبار مفتی محمد صادق صاحب سناتے رہے حضرت اقدس نے فرمایا کہ اس لئے سُننے ہیں کہ کہیں غیرت آجاتی ہے۔ اور بعض اوقات کوئی عجیب حرکت ہو جاتی ہے۔

تحریر بتائیں الہی

اس کے بعد ذکر چل پڑا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل سے حضرت اقدسؑ کو تمام قلوب کی قیروں میں مدد دیتا رہا ہے کہ اکثر اوقات حضرت اقدسؑ بیمار تھے اور مبعاد مقابلہ نزدیک آگئی تو پھر اسی حالت میں بڑی سختیوں سے راتوں کو بیٹھ بیٹھ کر کتابیں لکھیں۔ حضور نے فرمایا کہ

میں تو ایک حرف بھی نہیں لکھ سکتا۔ اگر خدا تعالیٰ کی طاقت میرے ساتھ نہ ہو۔ ہمارا لکھتے لکھتے دیکھا ہے کہ ایک خدا کی روح ہے جو شیر رہی ہے۔ قلم خشک جایا کرتی ہے مگر اندر جوش نہیں تھکتا۔ طبیعت محسوس کیا کرتی ہے کہ ایک ایک حرف خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔

ڈوئی کا ذکر

پھر ڈوئی کی کسی بات پر فرمایا کہ
اس کے دھود سے شیطان کا وجود ثابت ہوتا ہے وہ بھی انسان کو اسی طرح فریفتہ کرتا ہے۔

(البدار جلد ۱ نمبر ۳ ص ۲۱۰ مورخہ ۱۲ نومبر ۱۹۰۲ء)

۴ نومبر ۱۹۰۲ء بروز سنہ شنبہ

(بوقت سیر)

علاقہ جہلم سے دو شخص بہت ضعیف العمر حضرت اقدسؑ کی زیارت کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے۔ بہر ضعیف العمری کے وہ چل نہیں سکتے تھے۔ حضرت اقدسؑ ان کی خاطر ٹھہر گئے اور ان کے حالات دریافت فرماتے رہے۔

آیت مَاذَا أُجِبْتُمْ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا بِهَا تفسیر

پھر حضور مشرق کی طرف رخ کر چلے رسید سرور شاہ صاحب نے حضرت اقدس سے سوال کیا کہ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن ہر ایک رسول اپنی امت کے حالات سے لاعلمی ظاہر کرے گا۔ جیسے قرآن شریف میں ہے یَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا۔ تو پھر اس آیت کے منہوم کے مطابق اگر مسیح بھی اپنی امت کے حالات سے لاعلمی ظاہر کریں اگرچہ وہ آخر زمانہ میں پھر آکر چالیس برس ان لوگوں میں گذار بھی جائیں تو آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كَلِمَاتٍ سے وہ امدت والے کے روبرو کاذب کیسے ٹھہر سکتے ہیں؟ حضرت اقدس نے فرمایا کہ

یہ لاعلمی انبیاء کی ان کی اس امت کے بارے میں ہوتی ہے جو ان کی وفات کے بعد ہوتی ہے۔ مسیح بھی کہتا ہے۔ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ۔ تو پھر اگر ان کو علم نہیں تو وہ شہید کس طرح ہوئے اور کس بات کے ہوئے۔ اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے حالات سے تو لاعلمی ظاہر کر سکتے ہیں مگر صحابہ کرام کی نسبت نہیں کر سکتے کیونکہ آپ کو ان کے حالات معلوم تھے اور آپ ان میں رہتے تھے۔ اس قسم کی لاعلمی سے وہی لاعلمی مراد ہے یعنی اُس امت کا ذکر جو کہ نبی کے بعد آیا کرتی ہے یا بہت اُخری وقت پر آتی ہے کہ اُسے نبی کی صحبت سے کچھ حلقہ نہیں ملتا۔

خواب میں ہاتھی دیکھنا اور تیل لگانا اچھا ہے

پھر ایک صاحب نے خواب سُنایا کہ میں نے رات کو ہاتھی خواب میں دیکھا۔ اور یہ کہ حضرت اقدس اُس کے سر کو تیل لگا رہے ہیں۔ حضرت اقدس نے تعبیر فرمائی کہ رات کے وقت ہاتھی دیکھنا عمدہ ہوتا ہے اور تیل لگانا بھی زینت ہے۔ یہ بھی اچھا ہے۔

عربی پرچہ جاری کرنے کی خواہش

حضرت اقدس کے گذشتہ ایما پر عبداللہ عرب صاحب نے کشتی فوج کے چند ورق کا جو ترجمہ عربی زبان میں کیا تھا وہ حضرت اقدس کو سناتے رہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا۔

اگر یہ مشق کر لیں کہ اُردو سے عربی اور عربی سے اُردو ترجمہ کر لیا کریں تو ہم ایک عربی پرچہ یہاں سے جاری کر دیں۔

شرم کا نفع و نقصان

پہر شرم کے ذکر پر فرمایا کہ

ایک شرم انسان کو دوزخ میں لے جاتی ہے اور ایک شرم جنت میں لے جاتی ہے جو شخص شرم کی وجہ سے اپنے علم سے فائدہ نہیں اُٹھاتا اس کے لئے شرم دوزخ ہے

مولوی عیسائیوں کے قدم پر

پہر آج کل کے معترض مولویوں کی حالت پر فرمایا کہ

ان لوگوں نے بالکل پادریوں کا ڈھنگ اختیار کیا ہوا ہے۔ جیسے وہ جب ملتے ہیں تو سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سب و شتم شروع کر دیتے ہیں۔ اسی طرح یہ لوگ ہمارے معاملہ میں کرتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ بھی تماشہ دیکھ رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی کفار کیا کچھ نہ کرتے تھے۔ اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو اسی وقت کفار کو تباہ کر دیتا۔ مگر اس نے ایسا نہ کیا۔ کچھ عرصہ اُن کی ناز برداری کرتا رہا۔

مسیح موعودؑ کے انعامات قبول نہ کرنیے آنحضرتؐ کی پیشگوئی کا پورا ہونا

پھر سید سرور شاہ صاحب سے حضرت اقدسؑ کچھ گفتگو اُن کے سفر اترتے کے
متعلق کرتے رہے۔ ایک مقام پر فرمایا کہ

ہم نے مالی انعامات دے دے کر ان لوگوں کو اپنے مقابلہ پر بلایا مگر یہ لوگ اُنے
مگر ہم دینے سے تنکے نہیں۔ ابھی اُردیں گے اور اگر وہ اسے قبول نہ کریں گے تو گویا اپنے
ہاتھوں سے ایک اُرد پیشگوئی ہمارے حق میں پوری کر دیں گے۔ وہ یہ کہ حدیث شریف
میں ہے کہ مسیح موعود مال دے گا اور لوگ نہ لیں گے تو اگر انکار کرتے ہیں تو اپنے ہاتھ
سے اس پیشگوئی کو پورا کرتے ہیں۔

گفتگو کہاں اور کیسے ہونی چاہیے

فرمایا :-

گفتگو میں ایسے مقامات پر ہونی چاہئیں جہاں رؤسا بھی جلسہ میں ہوں۔ اور
تہذیب اور نرم زبانی سے ہر ایک بات کریں کیونکہ دشمن جب جانتا ہے کہ محاصرہ میں
آگیا تو وہ گالی اور درشت زبانی سے پیچھا چھوڑنا چاہتا ہے۔ طالب حق بن کر ہر
ایک کو بات کرنی چاہیئے۔ اور یہ امر سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا تَخْلِقْ بَيْنَ آتَا دِ
رُسُلِي۔ اگر ہم حق پر نہیں ہیں تو ہم غالب نہ ہوں گے۔ ہم نے اُن کو کئی بار لکھا ہے کہ
سب متفق ہو جائیں۔ کوئی عیب نہیں ہے۔ ہماری طرف سے ان کو اجازت ہے۔ ان
تمام مولویوں میں سے بہت ایسے ہیں کہ عربی لکھتے ہیں۔ بلکہ اشعار بھی کہتے ہیں۔ مگر ہمارے
مقابل پر خدا تعالیٰ اُن کی زبان بند کر دیتا ہے اور ان کو ایسا امر پیش آتا ہے۔ کہ چُپ

لے جاتے ہیں •

وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ كَمَا تَشْتَرِ

مغرب کی نماز کے بعد حضرت اقدس حسب دستور شہ نشین پر جلوہ گر ہوئے سید عبدالہ
عرب صاحب نے ایک رسالہ ایک شیعہ علی سائری کے رد میں عربی زبان میں لکھا تھا۔
جس کا نام سبیل الرشاد رکھا تھا۔ حضرت اقدس کو سناتے رہے حضرت اقدس نے فرمایا کہ
ساتھ ساتھ اردو ترجمہ بھی کرتے جاؤ تاکہ تم کو مشق ہو مگر عرب صاحب کو جرات نہ ہوئی۔
کہ اتنی مجلس میں ترجمہ ٹھٹھے پھوٹے اردو میں سنا دیں۔ اس رسالہ کے ایک مقام پر
حضرت اقدس نے فرمایا کہ

مجھے اس جگہ ان کے الفاظ سے یہ شریک ہوئی ہے کہ یہود لوگ حضرت مسیح علیہ السلام
کو دو جہ سے ملعون ٹھہرتے تھے ایک اُن کو ولد الزنا کہہ کر۔ دوسرا مصلوب کرنے کے لحاظ
سے جب خدا تعالیٰ نے ان کے ولد الزنا ہونے کا دُبت کیا ہے تو چاہیے تھا کہ اُن کے
مصلوب ہونے کا بھی دُبت کرتا۔ جسم کے ساتھ آسمان پر جانا تو ایک الگ تھلگ امر ہے۔
اقل دُبت دلائل کرتا ہے کہ دوسرا بھی دُبت ہو۔

پھر یہ بات بیان ہوئی کہ اہل شیعہ کا یہ اعتقاد ہے کہ ولد الزنا کی توبہ ہرگز قبول نہیں

ہوتی اگرچہ وہ حسینؑ اور بارہ اماموں کی بھی محبت رکھتا ہو حضرت اقدس نے فرمایا کہ

تویرت میں بھی ایسے ہی لکھا ہے اور اسی لئے وہ مسیح علیہ السلام کو ملعون کہتے تھے
اس بات کی اصل قرآن شریف میں بھی ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس میں تخصیص کی ہے کہ ایک
اولاد الرحمن اور ایک اولاد الشیطان۔ کیونکہ جب شیطان نطفہ میں شریک ہو گیا۔ تو پھر اس کے
قویٰ میں یہ بات بطور جزو کے آگئی۔

ایک مقام پر ہے بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيْمٌ یعنی یہ ولد الزنا ہے اور تجربہ بتلاتا ہے کہ ولد الزنا

شرارت سے باز نہیں کیا کرتے۔

پھر اس رسالہ میں مَا قَتَلْنَاهُ کے لفظ پر حضرت اقدس کو یہ تحریک ہوئی۔ کہ مَا قَتَلْنَاهُ پر سوال ہوتا ہے کہ یہودیوں قتل کرتے تھے۔ اُن کی کیا غرض تھی جس کے جواب میں خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ۔ یعنی قَتَلْنَا شَيْءَ اُن کی مَرْ لَعَنَّا تھی۔

اہل عرب کے ہزار سے آگے گنتی نہ جاننے کی لطیف استدلال

اہل عرب میں چونکہ ایک ہزار سے آگے شمار نہیں ہے حضرت اقدس نے اس پر فرمایا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا میلان دنیا کی طرف نہ تھا۔ ورنہ دوسری دنیا دار قوموں کی طرح لاکھوں کروڑوں تک گنتی وہ بھی رکھتے۔

وہ رسالہ شکر حضرت اقدس نے تعریف کی کہ

عمدہ لکھا ہے اور معقول جواب دیئے ہیں۔

(البدیع جلد نمبر ۳ صفحہ ۲۲، ۲۱ مرقہ ۴) (نمبر ۱۹۰۲)

۱۹۰۲ء بروز چہار شنبہ

(بوقت سیر)

خاتمہ بالآخر چاہیے

حضرت اقدس حسب معمول سیر کے لئے تشریف لائے۔ آتے ہی قاضی میر حسین صاحب مدرس عربی مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان کے والد ماجد مسمیٰ غلام شاہ صاحب تاجرا سپاہ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے حضرت اقدس کے دست مبارک کو بوسہ دیا اور تفتیش کی حضرت اقدس ان کے حالات دریافت فرماتے رہے۔ معلوم ہوا کہ آپ کی ۸۰ سال سے

زیادہ عمر ہے۔ انہوں نے درخواست کی میرے خاتمہ بالخیر کی دعا فرمائی جاوے۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ

بس یہی بڑی بات ہے کہ خاتمہ بالخیر ہو۔ کسی نے نوح علیہ السلام سے دریافت کیا تھا کہ آپ تو قریب ایک ہزار سال کے دنیا میں رہ کے آئے ہیں۔ بتلائیے کیا کچھ دیکھا فوج نے جواب دیا کہ یہ حال معلوم ہوا ہے جیسے ایک دروازے سے آئے اور دوسرے سے چلے گئے۔ تو عمر کا کیا ہے لمبی ہوئی تو کیا تھوڑی ہوئی تو کیا۔ خاتمہ بالخیر چاہیئے۔

پھر ایک بڑے درخت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ

ہم سے تو یہ درخت ہی اچھا ہے۔ ہم چھوٹے ہوتے تھے تو اس کے تلے ہم کھیل کرتے تھے یہ اسی طرح ہے اور ہم بڑے ہو گئے ہیں۔ یہ سال بہ سال پھل بھی دیتا ہے۔

مباحثہ مذکور

عمیدوسف صاحب اپیل نویس نے عرض کیا کہ حضور موضوع مذکور کے مباحثہ میں ایک اعتراض یہ بھی کیا گیا تھا کہ مرزا صاحب تنہا ہی آنکھ کیوں نہیں اچھی کر دیتے۔ حضرت اقدس نے فرمایا:-

جواب دینا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اندھا تھا۔ جیسے قرآن مجید میں لکھا ہے۔ عَبَسَ وَتَوَلَّى ۚ اَنْ جَاءَكَ الْاَعْمٰی ۚ وہ کیوں نہ اچھا ہوا حالانکہ آپ تو افضل الرسل تھے۔ اور بھی اندھے تھے۔ ایک دفعہ سب نے کہا کہ یا حضرت ہمیں جماعت میں شامل ہونے کی بہت تکلیف ہوتی ہے۔ آپ نے حکم دیا کہ جہاں تک اذان کی آواز پہنچتی ہے وہاں تک کے لوگوں کو ضرور آنا چاہیئے۔

فرمایا۔ شریہ آدمیوں کا کام ہے کہ آنکھ، کان، ٹانگ وغیرہ کاٹ کر پھر کلام کو ایک مسخ شدہ صورت میں پیش کرتے ہیں۔ یہ مباحثہ بھی ہمارے لئے ایک فتح حیدرہ کی صلح

کی طرح کسی فتح کی بنیاد ہی نظر آتا ہے۔
جماعت کی مالی قسطنی کا ذکر

پھر فرمایا کہ

ہماری جماعت جان و مال سے قربان ہے۔ اگر ہمیں ایک لاکھ کی ضرورت ہو تو وہ جیتا کر سکتے ہیں۔ اول بار عوام الناس نے علمی باتوں کو نہ سمجھا۔ اس لئے اب اللہ تعالیٰ نشانوں سے سمجھاتا ہے۔

مولویوں کی بُری حالت

زمانہ کے مولویوں کی حالت پر فرمایا کہ

ایسے مولویوں کے ہوتے ہوئے دین کے استیصال کے پادریوں کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

اجتہاد اور وحی میں فرق

پھر اعتراضوں پر فرمایا:-

کیا دھہ ہے کہ یہ لوگ ہم پر وہ ٹیکس لگاتے ہیں جو اہل انبیاء کو معاف کرتے ہیں۔ اُن سے بھی اجتہادی غلطیاں ہوتی رہیں۔ ہاں وحی میں غلطی نہیں ہوتی۔ پھر اگر اجتہاد کو بھی غلطی سے مبرا خیال کرتے ہیں تو وہ اجتہاد کیوں نام رکھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ صحابہؓ کو کھجوروں کے درختوں کے متعلق کچھ ہدایات دیں۔ پھر جب نتیجہ وہ نہ نکلا تو آپؐ نے فرمایا انتہا اعلیٰ بامورد دنیا کہہ دو کیا اس سے آپ کی نبوت میں کوئی فرق آگیا ہے؟ اول ان سے پوچھا جائے کہ وہ کہاں تک اجتہاد میں معصومیت روا رکھتے ہیں۔

متفرق امور سے متعلق گفتگو

ظہر کے وقت حضرت اقدس تشریف لائے تو عربی زبان کی فصاحت اور بلاغت پڑ کر بہت راجا۔ اصل یہ تھا کہ عربی زبان کا ترجمہ کرتا بھی کوئی آسان کام نہیں ہے بعض وقت ایک لفظ

کے معنے ایک ایک سطر میں جا کر پُورے ہوتے ہیں۔ اور اس کا ترجمہ کرنا بھی ایک معجزہ ہوتا ہے۔

عصر کے وقت حضرت اقدس نے تشریف لا کر خبر سنانی کہ گوجرانوالہ سے ایک کارڈ آیا ہے جس میں خبر ہے کہ ٹیکہ کا عمل گورنمنٹ نے بند کر دیا ہے اس خبر کی تصدیق یہاں بھی ہوئی ہے۔ لالہ شریعت میرے پاس آئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ گورداسپور میں بھی ٹیکہ کے جلسے بند ہو گئے ہیں اور دوائی ٹیکہ تمام واپس منگوائی گئی ہے۔ بعد ناز مغرب مولوی محمد علی صاحب سیالکوٹی نے ایک پنجابی نظم سننے کی درخواست کی جس میں انہوں نے الفاظ بیعت اور شرائط بیعت کو منظم کیا ہوا تھا۔ جب وہ سنا چکے تو حضرت یحییٰ محمد علیؒ نے فرمایا کہ

پنجابی نظموں کا ایک مجموعہ تیار کر کے چھاپا جاوے اور یہ گاؤں بے گاؤں لوگوں کو سناتے چریں تاکہ خلق خدا کو ہدایت ہو تو یہ بہت مفید ہو۔

کشتی نوح اور اخبارات

پیر کشتی نوح پر اخباروں کے برابر کی نسبت فرمایا کہ

اول اخباروں نے کیسی مخالفت کی کہ گویا ہم نے گورنمنٹ کی راہ میں پتھر ڈال دیئے ہیں لیکن سول ملٹری گزٹ کی تعریف کی کہ اُس نے کوئی چنداں مخالفت ہماری اس امر میں نہیں کی اور نہ بے ادبی کا طریق اختیار کیا۔ معلوم ہوتا ہے یہ لوگ گورنمنٹ کے بڑے مزاج دان ہوتے ہیں۔ گورنمنٹ کے لئے رعایا مثل بچوں کے ہے۔ ایک ماں کی طرح حد انسانیت تک خبر گیری ضروری ہے۔ اگر یہ بات ثابت ہو گئی کہ ٹیکہ سے کوئی مفید تجربہ حاصل نہیں ہوا تو پھر طعون کا کوئی علاج نہیں۔ آخر نظر آسمان کی طرف ہونی چاہیئے۔ خدا نے قوموں کو مزا دینے کے لئے اسے دکھا ہے۔ توہریت میں بھی اس کا ذکر ہے۔ قرآن مجید میں بھی ہے بلکہ قرآن مجید میں تو چوبہا

کا بھی ذکر ہے۔ خدا کی عجیب قدرتوں کے دن ہیں جو قسمت دلے ہوں گے۔ وہ خدا پر ایمان لادیں گے۔

صحابہ کا زہد

پھر عبداللہ عرب صاحب اپنی تصنیف رد شیعہ میں سنلتے رہے۔ ایک مقام پر

حضرت اقدس نے فرمایا کہ

صحابہ کرامؓ کو جو برابر بھی دُنیا کی خواہش نہ تھی۔ اُن کا مدعا یہ تھا کہ خُون بہا کر بھی رسول اللہ

کے پیروں جاویں۔

پھر ایک مقام پر فرمایا کہ

بہتر الشہادتین (کتاب) میں میں نے ایک دفعہ پڑھا کہ جب مسلمؓ (امام حسینؓ) دروانہ

کے افند داخل ہوئے تو انہوں نے یہ آیت پڑھی رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَؑ اور اسی وقت اُن کا سر کاٹا گیا۔ یہ بات مجھ کو بڑی بے محل معلوم ہوئی۔

پھر عبداللہ عرب صاحب اپنے تقیہ کے حالات سنلتے رہے۔ پھر انہوں نے خدا

تعالیٰ کا شکر ادا کیا جس نے اس گندے اُن کو نعمات دی حضرت اقدس نے فرمایا کہ

خدا تعالیٰ کا بڑا فضل ہے جیسا کہ آنکھ نہ کھلے انسان کیا کر سکتا ہے۔

(البدار جلد ۲ نمبر ۲ صفحہ ۲۲-۲۳ مورخہ ۱۲ نومبر ۱۹۰۲ء)

۹ نومبر ۱۹۰۲ء بروز پنجشنبہ دُنیا کی بے شباتی

بعد نماز مغرب حضرت اقدس علیہ السلام شہ نشین پر جلوہ گر ہوئے۔ فرمایا۔

۱۔ نقل مطابق اصل۔ رتب

آج میں نے کام میں بہت توجہ کی۔ سر میں درد تھا۔ ریش بھی ہے اور گلا بھی پکا ہوا ہے جیسے کسی نے چیرا ہوا ہو۔ اور مریض بھی بہت آئے۔ اگرچہ حکیم نور الدین صاحب کو علاج کے لئے مقرر کیا ہوا ہے۔ مگر بعض اپنے اعتقاد کے خیال سے عہدے ہی علاج کرتے ہیں۔ پھر دنیا کی بے ثباتی پر فرمایا کہ

چند روزہ زندگی ہے اس کا نظارہ کیا ہے کون ہے جو اپنے خویش و اقارب کی موت کا نظارہ نہیں دیکھتا۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو بے ثبات کر رکھا ہے۔ جو آیا ہے اُس کے اوپر جانا سوار ہے۔ ہزار دو ہزار برس کی عمر ہوتی تب بھی کیا ہوتا۔ مگر انسان کی عمر تو چیل اور گدہ جتنی بھی نہیں ہے۔ اگر یہ مضمون دل کے اندر چلا جائے تو اُس کا اثر ہوتا ہے۔ جیسا کہ ابراہیم ادم اور شاہ شجاع وغیرہ پر ایسا اثر پڑا کہ اپنے اپنے تختوں سے نیچے اتر پڑے۔

(البتدر جلد ۳ نمبر ۳ صفحہ ۲۳ مورخہ ۱۴ نومبر ۱۹۱۲ء)

۱۹۰۲ء بٹالہ میں شہادت دینے کیلئے سفر

بعد نماز فجر حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام بٹالہ جانے کے لئے تیار ہوئے۔ ہر ایک شخص حضور کے ہمراہ جانے کے لئے بیقرار تھا۔ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ

چونکہ آج ہی واپس آ جانا ہے۔ اس لئے کچھ ضرور نہیں کہ سب لوگ ساتھ جاویں۔

۱۔ (البتدر سے) ”آپ نے ایک اور طالب علم کو جو پیادہ ہمراہ تھا فرمایا:-

”تم کو تو کوئی نہی تکلیف ہوئی۔ تھوڑی دیر شاید ٹھہرنا ہوگا۔ سفر کی کوفت میں تم خواہ مخواہ ہمارے

شریک ہو گئے۔“ (البتدر جلد ۳ نمبر ۳ صفحہ ۲۳ مورخہ ۱۴ نومبر ۱۹۱۲ء)

شیخ عبدالرحمن صاحب کو مخاطب کر کے اُن کے والد صاحب کے (جو ہندو ہیں) حالات دریافت فرماتے رہے۔ اور فرمایا کہ

اُن کی خدمت اچھی طرح کرو اور خدا تعالیٰ سے امید رکھو کہ اُن کو بھی ہدایت دے۔ اپنے اخلاق کا عمدہ نمونہ دکھاؤ اور اسلامی احکام کا عمدہ نمونہ بناؤ۔
بٹالہ پہنچ کر اس باغ میں جو پکھری کے سامنے ہے۔ ڈوبا کیا اور حواچ ضروریہ کے بعد کافد

۷۔ (الہدیر سے) ”بٹالہ کے سفر کے دوران حضرت اقدس شیخ عبدالرحمن صاحب قادری

سے ان کے والد صاحب کے حالات دریافت فرماتے رہے اور نصیحت فرمائی کہ اُن کے حق میں دعا کیا کرو۔ ہر طرح اور حتی الوسع والدین کی دلجوئی کرنی چاہیے اور اُن کو پہلے سے ہزار چند زیادہ اخلاق اور اپنا پاکیزہ نمونہ دکھلا کر اسلام کی صداقت کا قائل کروا دینا۔ نمونہ ایسا معجزہ ہے کہ جس کی دوسرے معجزے برابری نہیں کر سکتے سچے اسلام کا یہ معیار ہے کہ اُس سے انسان اعلیٰ درجہ کے اخلاق پر ہو جاتا ہے اور وہ ایک متمیز شخص ہوتا ہے شاید خدا تعالیٰ تمہارے ذریعہ اُن کے دل میں اسلام کی محبت ڈال دے۔ اسلام والدین کی خدمت سے نہیں روکتا۔ ذیوی امور میں جن سے دین کا ہرج نہیں ہوتا۔ اُن کی ہر طرح سے پوری فرماں برداری کرنی چاہیے۔ دل و جان سے اُن کی خدمت بجالاؤ۔ (الہدیر جلد ۲ ص ۳۳۱ مورخہ ۱۴ نومبر ۱۹۲۲ء)

۸۔ (الہدیر میں دوران سفر کا ایک اور واقعہ یوں مذکور ہے:-

”راستہ میں مولوی قطب الدین صاحب سے ملاقات ہوئی جو کہ شاہ پور کی طرف ایک مریض کے علاج کے لئے گئے تھے مگر وہ مریض اُن کے پہنچنے پر فوت ہو گیا۔ یہ سن کر حضرت اقدس نے فرمایا۔ انسان کا کیا ہے۔ زندگی کا بھروسہ نہیں۔ جہاں تک ہو سکے۔ آنے والے سفر کی تیاری میں مصروف ہونا چاہیئے۔ ساری بیماریوں کا علاج ہے۔ مگر یہ موت ایسی بیماری ہے۔ جس کا کوئی علاج نہیں۔“

(الہدیر جلد ۲ نمبر ۳ ص ۳۳۱ مورخہ ۲۴ نومبر ۱۹۲۲ء)

ناواقف مسلمانوں نے ان کی بنا رکھی ہے۔ اگر وہ مسیح کو اسی شان سے مانتے کہ وہ حقیقی
مردے زندہ کرتے تھے اور سچی و قیوم تھے تو ایک بھی مسلمان نہ ہوتا۔ اور اگر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے بڑھ کر ان کی صفات کو یقین کرتے تو وہ اخلاص اور وفاداری اُن میں پیدا نہ ہوتی
نہتایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا احسان
ہے کہ آپ نے اُن کا تبریہ کیا اور ان الزاموں سے پاک کیا جو اُن پر ناپاک یہودی لگاتے
تھے۔ جو یہودی مسلمان ہوتا تھا کتنی بڑی بات ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت
کا اُسے پہلے اقرار کرنا پڑتا۔

نہتایا عیسائی مذہب ایسا ہے کہ اس کو پیدا ہوتے ہی صدمہ پہنچا جیسے کوئی لڑکی
پیدا ہوتے ہی اندھی ہو۔ ایسا ہی اس مذہب کا حال ہے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
اس پر احسان کیا اور اس کو پاک کیا۔

۱۰۔ (اتبدر سے) ”مسیح حلیہ التلام کے ذکر پر فرمایا کہ

اُن پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے احسانات ہیں کہ آپ نے ہر طرح کے
الزامات سے اُن کو بری کیا جو کہ یہودی لوگ ان پر لگاتے تھے۔ ورنہ وہ تو میاں سے جس
دن سے پیدا ہوئے اسی دن سے لوگوں کی لعنت کے مورد ہوئے۔ کیا یہودیوں نے
اُن کے ساتھ تھوڑی کی ہے۔ ابتدا بھی اُن کی لعنت سے ہے اور انتہا بھی لعنت سے
ہے۔ دراصل تو اُن کا مصدق کوئی نظر نہیں آتا۔ یہود تو لعنت کرتے ہی تھے جو حواری
تھے وہ بھی لعنت کرتے تھے۔ ایک نے اُن میں سے تین بار لعنت کی۔ پھر چھوڑ کر چلے
گئے۔ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی اُن کے مصدق بنے کہ ہر ایک عیب سے
اُن کی بریت کی۔ بھلا اس سے بڑھ کر کیا احسان ہو سکتا ہے کہ بجائے لعنت کے رحمت
کا خطاب اُن کو دلایا۔ اب کہو مصل مسلمان رحمۃ اللہ کا لفظ اُن کے لئے بولتے ہیں۔“

(السنن و جلد انبرم صفحہ ۷۰ کلام اول مورخہ ۲۱ نومبر ۱۹۰۶ء)

بٹالہ آنے کا تذکرہ ہوا تو فرمایا کہ

ہمارا یہاں آنا تو کوئی اور ہی حکمت رکھتا ہے ورنہ یہ شہادت کیا اور شہادت
سبھی لاعلمی کی۔

اس پر آپ نے فرمایا کہ

دو بزرگ ابوالقاسم اور ابوسعید نام تھے۔ اتفاق سے دو نو ایک جگہ اکٹھے ہو گئے۔ ان
کے ایک مُرید نے کہا کہ میرے دل میں ایک سوال ہے اتفاق سے دو نوجو جمع ہو گئے ہیں۔ میں
پوچھنا چاہتا ہوں اور وہ سوال یہ پیش کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو مدینہ میں آئے تھے۔
اس کی وجہ کیا تھی؟ ابوالقاسم نے کہا کہ بات اصل میں یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے بعض کالائت مخفی تھے۔ ان کا ہدف اور ظہور وہاں آنے سے ہوا۔

ابوسعید نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے آئے تھے کہ بعض ناقص ابھی موجود
تھے۔ ان کی تکمیل کے لئے آئے۔

گویا دو نو نے اپنے اپنے رنگ پر اپنی انکساری کا اظہار کیا اور ایک دوسرے کی
حکیم کی۔ اسی طرح ہمارے یہاں آنے کی غرض تو یہی معلوم ہوتی ہے کہ میاں نبی بخش سے ملاقات
ہو گئی۔ کچھ تبلیغ ہو جائے گی بہت لوگوں کو فائدہ پہنچ جائے گا۔

۱۷۔ (البدر سے) ”ہمارا اس جگہ آنا بھی حکمت الہی پر مبنی ہے ورنہ یہ شہادت
ایک ایسا معاملہ ہے جس کا جواب ہمارے پاس سوالنے لاعلمی کے اور کچھ نہیں۔“
(البدر جلد ۴ نمبر ۴ ص ۲۲۲ کا م اول مورخہ ۲۱ نومبر ۱۹۰۲ء)

۱۸۔ (البدر سے) ”کہ بعض لوگ مدینہ میں ناقص تھے اور معرفت حکمہ بیا سے تھے۔ ان کو کابل کرنے
اور ان کے دلوں کی پیاس بجھانے کے لئے آپ مکہ سے مدینہ تشریف لے گئے۔“
(البدر جلد ۴ نمبر ۴ ص ۲۲۲ کا م اول مورخہ ۲۱ نومبر ۱۹۰۲ء)

شہادت کا چھپانا گناہ ہے

شہادت کے تذکرہ پر فرمایا کہ

شہادت کا چھپانا گناہ ہے اور جب سرکار بھائے تو ضرور حاضر ہونا چاہیے۔ شہادت سے جب کسی کی بھلائی ہو اور حق کھل جائے تو کیوں ادا نہ کرے۔

ہر جگہ جو انسان قدم رکھتا ہے اس میں خدا کی حکمت ہوتی ہے زمین پر کچھ نہیں ہوتا جب تک آسمان پر تحریک اور مقدمہ نہ ہو۔

ایک سائل نے اگر کچھ مانگا۔ آپ نے میرے صاحب کو حکم دیا کہ

اس کو کچھ دے دیں اور جو آجائیں ان کو بھی کچھ نہ کچھ دے دو۔

عیسائیوں کے سوالات اور مسلمانوں کے عقائد

منشی نبی بخش صاحب نے ایک عیسائی کا سوال پیش کیا کہ وہ مَلَجَعْنَا لَإِیْسَیٰ مَیْنِ

قَتْلِکَ الْخُلْدَ سے مسیح کی الوہیت ثابت کرتے ہیں

۱۔ (البدع سے) ”شہادت تو ایک بہانہ تھا۔ ورنہ اصل غرض اللہ تعالیٰ کی بعض لوگوں کو فائدہ پہنچانا تھا۔ سو وہ پہنچ گیا۔“ (البدع جلد نمبر ۱ ص ۱۷۱ کا لم اول صفحہ ۱۱ نومبر ۱۹۰۲ء)

۲۔ (البدع میں منشی نبی بخش صاحب کے سوال پیش کرنے سے پہلے ایک اور واقعہ لکھا۔) ”ایک مولوی صاحب جو عیسائیوں سے مباحثات کے بہت شائق تھے انہوں نے حضور کا نیاز حاصل کیا حضرت اقدس نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ لوگوں کے وہ پُرانے ہتھیار کلام نہیں دیتے۔ وہ گند ہو گئے ہیں اور ان سے اسلام کو اتنا ضرر پہنچتا ہے۔ ۲۹ لاکھ کے قریب مسلمان مرتد ہو چکے ہیں۔“

فرمایا۔ مباحثات کا اثر بحیثیت مجموعی دیکھنا چاہیے۔ فرداً فرداً کچھ پتہ نہیں لگا کرتا۔

(البدع جلد نمبر ۱ ص ۱۷۱ کا لم ۲ صفحہ ۱۱ نومبر ۱۹۰۲ء)

۳۔ حاشیہ۔ البدع میں یہ سوال یوں مفصل درج ہے۔ (البدع جلد نمبر ۱ ص ۱۷۱)

نہ مایا کہ

بیشک ان لوگوں پر جو مسیح کو زندہ آسمان پر بٹھاتے ہیں یہ سوال معقول ہے انسان اپنے اقرار سے بچنا جانتا ہے۔ ان مسلمانوں نے خود اقرار کر لیا ہے کہ مسیح زندہ ہے اور آسمان پر بیٹھا ہے اور ایسا ہی اس کے معجزات اور اس کا خالق طیور ہونا بہت سی باتیں ہیں۔ جن سے عیسائیوں کو مدد ملی ہے۔ ہم عیسائیوں کو کیا روئیں۔ ہمارے گھر میں خود یہ مسلمان اسلام پر چھری چلا رہے ہیں۔

عیسائی لوگ اس آیت سے استدلال کر کے ان لوگوں کے سامنے الوہیت مسیح ثابت کرتے ہیں۔ جس کا ان لوگوں سے کچھ جواب بن نہیں آتا۔ عیسائی اس آیت سے مسیح علیہ السلام کو بشریت سے الگ کر کے ان کو قائل کرتے ہیں کہ جب وہ زندہ آسمان پر ہیں تو ہر حال الوہیت کے رنگ میں ہیں۔ اگر مسیح علیہ السلام بشر ہوتے تو فوت ہو گئے ہوتے۔“ (البدرد جلد نمبر ۴ صفحہ ۲۶ کالم ۲ مورخہ ۲۱ نومبر ۱۹۰۲ء)

۱۔ آبدرد میں ہے :-

”یہ سوال تو ان کا بڑا معقول ہے۔ ان مولویوں کو چاہیئے کہ اس کا جواب دیں۔ اب دیکھئے کہ مسلمانوں کے دو چار جلسوں میں یہ سوال پیش ہوا اور مولوی اس کے جواب میں ساکت رہیں اور قاصر رہیں تو پھر اسلام کی ذہنیت پر کیا اثر پڑ سکتا ہے۔ ایسے ایسے سوالوں کے بعد اگر مسلمان مرتد نہ ہوں تو کیا کریں؟“ (البدرد جلد نمبر ۴ صفحہ ۲۶ مورخہ ۲۱ نومبر ۱۹۰۲ء)

۲۔ آبدرد میں مزید یوں لکھا ہے :-

”اس کے علاوہ ان لوگوں کے ایسے عقیدے ہیں کہ اگر ان کا عیسائیت کو پتہ لگ جائے تو بحث کرنے کو ڈنکے کی چوٹ بٹائیں۔ یہ لوگ تو خطرناک ہیں ان لوگوں نے اگر مسیح کو خدا نہیں بنایا تو خدا بنانے میں کوئی کسر بھی نہیں چھوڑی۔ ان لوگوں کا تو وہی حال ہے جس طرح کوئی کہے کہ فلاں شخص مرا تو نہیں مگر ہاں اس کی (بقیہ حاشیہ ۲۱ اگلے صفحہ پر)۔

اَنْتَ مَسِيْحِيْ وَ اَنَا مِنْكَ كِي تشریح

لادکہ میں چند صاحب محتاد عدالت بٹالہ (جو توحید پسند ہندو ہیں) نے آپ سے

الہام آفت مسیحی و انا منک کی تشریح و تفسیر کے متعلق سوال کیا۔ فرمایا

اس کا پہلا حصہ تو بالکل صاف ہے کہ تو جو خدا ہر ہوا۔ یہ میرے فضل اور کرم کا نتیجہ ہے جس انسان کو خدا تعالیٰ مانور کر کے دنیا میں بھیجتا ہے۔ اس کو اپنی مرضی اور حکم سے مانور کر کے بھیجتا ہے۔ جیسے حکام کا بھی یہ دستور اور قاعدہ ہے۔

اب اس الہام میں جو خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ انا منک۔ اس کا یہ مطلب اور منشا ہے کہ میری توحید۔ میرا جلال اور میری عزت کا ظہور تیرے ذریعہ سے ہوگا۔ ایک وقت آتا ہے کہ زمین فسق و فجور اور شر و فساد سے بھر جاتی ہے۔ تو گناہوں کی سبب پرستی میں ایسے لٹا اور منہک ہوتے ہیں کہ گویا خدا کا نام و نشان بھی نہیں ہوتا۔

ایسے وقتوں میں خدا تعالیٰ اپنے اظہار کے واسطے ایک بندہ اپنی طرف سے بھیج دیتا ہے۔ ہندوؤں نے جو اوتار کا مسئلہ مانا ہے یہ بھی اسی کا ہرنگ ہے گویا خدا تعالیٰ ان کے اندر مجازی طور پر بولتا ہے۔

اس زمانہ میں اسباب پرستی اور دنیا پرستی اس طرح پھیل گئی ہے کہ خدا تعالیٰ پر بھروسہ اور ایمان نہیں رہا۔ دہریت اور ا لحاد کا زور ہے۔ جو کچھ حالت اس وقت زمانے کی ہو رہی ہے۔ اس پر نظر کر کے کہنا پڑتا ہے کہ زمانہ زبان حال سے پکار رہا ہے کہ کوئی خدا نہیں

نہیں بھی نہیں چلتی۔ سانس بھی نہیں لیتا۔ پیٹ بھی پھول گیا ہے۔ حرکت بھی نہیں کرتا۔ غرض ساری علامات مردوں کی ہیں مگر مر نہیں۔ یہی ان لوگوں کا حال ہے کہ مسیح کو خدا نہیں کہتے۔ مگر خدا کی ساری صفات کو ان میں جمع کر دیتے ہیں۔ ان عیسائیوں کا ہم کیا ہو کیا ہو کریں۔ ہمارے تو یہ اندرونی عیسائی ہی اُمت پر پھری چلا رہے ہیں۔

(اللمبدا نمبر ۲۷ صفحہ ۲۶ مورخہ ۲۱ نومبر ۱۹۲۸ء)

عملی حالت ایسی کمزور ہو گئی ہے کہ کھلی بے حیائی اور فسق و فجور بٹھ گیا ہے۔ یہ ساری باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ دلوں سے خدا تعالیٰ پر ایمان اور اُس کی ہیبت اُٹھ گئی ہے اور کوئی یقین اس ذات پر نہیں۔ ورنہ یہ کیا بات ہے کہ انسان کو اگر معلوم ہو جاوے کہ اس سُورخ میں سانپ ہے تو وہ کبھی اس میں اپنا ماتھہ نہیں ڈالتا۔ پھر یہ بے حیائی اور فسق و فجور۔ اتلافِ حقوق جو بطعہ گیا ہے کیا اس سے صاف معلوم نہیں ہوتا کہ خدا تعالیٰ پر ایمان نہیں رہا۔ یا یہ کہو کہ خدا مُنم ہو گیا ہے۔ اس وقت خدا تعالیٰ نے اپنے ظہور کا ارادہ فرمایا اور مجھے مبعوث کیا۔ اس لئے مجھے کہا۔ **اَنْتَ مَسِيْحٌ وَاَنَا مِنْكَ**۔

اور اس کے ہی معنی ہیں کہ میرا جلال اور میری توحید و عظمت کا ظہور تیرے ذریعہ ہو گا۔ چنانچہ وہ نصرتیں اور تائیدیں جو اس نے اس سلسلہ کی ہیں اور جو نشانات ظاہر ہوئے ہیں وہ خدا تعالیٰ کی ہستی اس کی توحید اور عظمت کے اظہار کے ذریعے ہیں۔

یہ امر کوئی ایسا امر نہیں کہ مشتبہ یا مشکوک ہو بلکہ تمام مذاہب میں مشترک طور پر پایا جاتا ہے کہ ایک وقت خدا تعالیٰ کے ظہور کا آنا ہے اور ایک وقت ہوتا ہے کہ خدا اُس وقت مُنم ہوا ہوا سمجھا جاتا ہے۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے جب اس کی ہستی اور توحید اور صفات پر ایمان نہیں رہتا اور عملی رنگ میں دُنیا دہریہ ہو جاتی ہے۔ اس وقت جس شخص کو خدا تعالیٰ اپنی تجلیات کا مظہر قرار دیتا ہے۔ وہ اس کی ہستی، توحید اور جلال کے اظہار کا باعث ٹھہرتا ہے اور وہ **اَنَا مِنْكَ** کا مصداق ہوتا ہے۔

اگر کوئی کہے کہ خدا تعالیٰ کو کسی ذریعہ کی کیا ضرورت ہے؟ تو ہم کہیں گے کہ یہ سچ ہے اس کو کوئی ضرورت نہیں ہے مگر اس نے اس عالم اسباب میں ایسا ہی پسند فرمایا ہے۔ دیکھو۔ پیاس لگتی ہے یا بھوک لگتی ہے مگر یہ پیاس اور بھوک پانی اور کھانے کے بغیر فرو نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح جس قدر قوتیں اور طاقتیں ہیں اور اُن کے تقاضے ہیں وہ اسی طرح پورے ہوتے ہیں دُنیا کی تمدنی زندگی کی اصلاح اور انتظام

کے لئے اُس نے بادشاہوں اور حکومت کے سلسلہ کا نظام رکھا ہے جو شریروں کو سزا دیتے اور مخلوق کے حقوق اُن کے جان و مال اور آبرو کی حفاظت کرتے ہیں۔ خدا خود اُتر کر تو نہیں آتا۔ حالانکہ یہ سچ ہے کہ وہی حفاظت کرتا ہے اور شریروں کی شرارت سے بچاتا اور محفوظ رکھتا ہے۔

اسی طرح روحانی نظام کے لئے بھی اس کا ایسا ہی قانون ہے۔ سچی پاکیزگی اور طہارت اور وہ ایمان جس سے معرفت، بصیرت اور یقین پیدا ہو، خدا ہی کی طرف سے آتا ہے اور اس کا مامور لے کر آتا ہے۔ اور وہ ذریعہ ظہرتا ہے خدا کے جلال اور عظمت کا۔ اور وہ اس وقت آتا ہے جب دُنیا میں سچی پاکیزگی نہیں رہتی اور خدا تعالیٰ سے دُوری اور بُعْد ایسا ہوتا ہے کہ گویا خدا ہے ہی نہیں اور جب دُنیا کے ہاتھ میں صرف پوست رہ جاتا ہے اور مغر نہیں رہتا تب خدا تعالیٰ اپنے کسی بندے کے ذریعہ اپنا ظہور فرماتا ہے۔ چونکہ اس زمانہ میں اُس نے مجھے بھیجا ہے اس لئے مجھے مخاطب کر کے فرمایا

أَنْتَ مَسِيحِي وَأَنَا مِنْكَ

بالو کاہن چند۔ آپ نے رسالہ میں اور معنے کئے ہیں۔

فہرمایا۔ ہم نے اور معنے کبھی نہیں کئے۔ ہم تو ہمیشہ ہی معنے کرتے ہیں۔ اہم نے بھی یہ سوال ہم سے کیا تھا۔ اور اس کو یہی جواب دیا گیا تھا۔ انسان کو چاہیے کہ انصاف ہاتھ سے نہ دے۔ یہ تو محاورات کی بات ہے۔ انسان اس سے اپنا ایمان بڑھاتا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہو تو پھر یہ سلسلہ ہی ختم ہو جاتا۔ آج کل لوگ خدا تعالیٰ کے قائل نہیں رہے بلکہ دہریہ ہیں۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے اپنے جلال کو ظاہر کرنے کے واسطے ایک انسان کو دُنیا میں بھیجا ہے

تَفْسِيرُ آيَةِ كُنْتُمْ أَمْوَانًا فَآخِيَا كُمْ ۝

پنڈت صاحب کے جانے کے بعد ایک شخص نے آیت کُنْتُمْ أَمْوَانًا فَآخِيَا كُمْ ۝

یُمِیْتُتُکُمْ کے معنی پُوچھے۔

فرمایا:۔۔۔ انسان پر ایک زمانہ آتا ہے کہ وہ لُطفہ ہوتا ہے اور اُس کا کوئی وجوہ نہیں ہوتا۔ پھر مدارجِ بستہ سے گنہگار پر ایک موت آتی ہے اور پھر اُسے ایک احیاء دیا جاتا ہے۔ یہ ایک مسلم مسئلہ ہے کہ ہر حیات سے پہلے ایک موت ضرور آتی ہے۔ اس آیت میں صحابہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ ایک زمانہ اُن پر ایسا گذرے گا کہ وہ بالکل مُردہ تھے یعنی ہر قسم کی ضلالت اور ظلمت میں مبتلا تھے۔ پھر ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ زندگی عطا ہوئی اور پھر ان کی تکمیل اور ایک موت ان پر وارد ہوئی جو فنا فی اللہ کی موت تھی۔ اس کے بعد ان کو بقا ہمسہ کا درجہ ملا اور ہمیشہ کے لئے زندگی پائی۔

ایک حدیث کا ذکر

ایک حدیث مولوی فتح الدین صاحب نے پیش کی۔ جس کی تاویل کر کے اُسے صبح موجود کے وجود پر چسپاں کیا جاتا تھا۔ فرمایا:۔

کیا ضرورت ہے اس بات کی۔ خدا تعالیٰ نے کھلی کھلی تائیدیں ہمارے لئے رکھ دی ہیں۔ کیا مناکم ثلاثہ ہمارے مخالفوں کے لئے کافی نہیں۔ ایک بخاری کا منکم (امامکم منکم) مُسلم کا منکم (اتکم منکم) اور سب سے بڑھ کر قرآن کا منکم (وعد اللہ الذین آمنوا منکم) ^{لہ}

تکلف نہیں کرنا چاہیے

منشی نعت علی صاحب نے کھانے کے لئے عرض کیا۔ فرمایا:۔

تکلف کی کیا ضرورت ہے۔ ہم کھانا کھا چکے ہیں۔ جب تم لوگوں نے بیعت کر لی تو گویا ہمارے بدن کے جزو ہو گئے پھر الگ کیا رہ گیا۔ یہ باتیں تو اجنبی کے لئے ہوتی ہیں۔

جماعت کی اعجازی ترقی

جماعت کی اعجازی ترقی کے ذکر پر فرمایا کہ ہماری طرف سے کوئی سعی نہیں کی جاتی۔ ہمارے واعظ نہیں۔ بایں ہمہ اس قدر ترقی ہو رہی ہے کہ عقل حیران ہے اور اصل یہ ہے کہ اگر ہماری سعی اور کوشش سے کچھ ہوتا تو شاید شرک ہوتا۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے خود جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ ممالک مغربی و شمالی میں جہاں ہم کو تین آدمیوں کا بھی علم نہیں۔ مردم شماری کے نوے سے نو سو سے زائد آدمی ہیں۔ اور یہ جماعت اب ایک لاکھ سے بھی بڑھ گئی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کے کام ہیں۔ خود مخالف محرک ہو رہے ہیں۔ بعض لوگوں کے خطوط آئے ہیں کہ محمد حسین کے رسالوں میں کوئی مضمون دیکھتے تھے تو ان سے معلوم ہوا کہ آپ حق پر ہیں۔ اور بعض ایسے خطوط بھی آئے ہیں کہ کوئی فقیر ایک کتاب لایا تھا۔ وہ کتاب چھوڑ گیا اور اس کا پتہ نہیں۔

۱۔ البتہ دریں یہ مضمون یوں لکھا ہے۔

”مضمون علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ حق کی یہ بھی ایک پہچان ہے اور اس کی شناخت کا یہ ایک عمدہ معیار ہے کہ دنیا اپنے سارے ہمتیاروں سے اس کی مخالفت پر ٹوٹ پڑے جان سے، مال سے، اعضا سے، عزت سے اور اندرونی اور بیرونی لوگ اور اپنے اور پرانے گویا سب ہی اس کی مخالفت پر کھڑے ہو جائیں اور پھر بھی وہ حق آگے ہی آگے قدم رکھتا جائے اور کوئی روک اس کی ترقی کو روک نہ سکے چنانچہ قرآن شریف میں ہے فَاِذَا دُفِعَ جَمِيعًا شَتَّى لَا تُنْفِطِرُ دُفْعًا وَلَا يَئِسَ مِنَ الْاٰمَانِ مَعْيَارٌ سِوَاكَ سَلَسَلَهُمْ لَوْ كَانُوا يَفْقَهُوْنَ۔ نہ لیکچرار، اور دشمن کیا بیرونی اور کیا اندرونی سب اکٹھے ہو کر ہمارے تباہ کرنے کی کوشش میں لگے رہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ہر میدان میں ہمیں کامیاب کیا اور دشمن ذلیل ہوئے کفر کے فتوے

غرض اس پر ذکر فرماتے رہے کہ
مخالفوں نے ہر طرح مخالفت کی مگر خدا نے ترقی کی۔ یہ سچائی کی دلیل ہے کہ دنیا
ٹوٹ کر زور لگا دے اور حق پھیل جاوے۔ اب ہمارے مقابل کو نسا دقتیہ مخالفت کا چھوڑا
گیا مگر آخر ان کو ناکامی ہی ہوئی ہے۔ یہ خدا کا نشان ہے۔ اس میں دو چیزوں نے بڑی
مدد دی۔ ظالموں نے بیعت کرنے والوں کو بڑھایا اور مردم شناری نے تصدیق کی۔
مختلف باتوں کے دوران فرمایا:-

قبول حق کے لئے قوت اور توفیق اللہ ہی کی طرف سے آتی ہے۔ اس کی توفیق
کے سوا کوئی چارہ نہیں۔
فرمایا:-

انبیاء نے کبھی تماشے نہیں دکھائے۔ البتہ جب ان پر شداہد اور مصائب آتے تھے
تو اللہ تعالیٰ ان کی طرف تماشہ دکھایا کرتا ہے جیسے قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا
عَلَىٰ اٰبِیْنَاهُمْ سے معلوم ہوتا ہے۔ ایسا ہی ہم پر قتل کا مقدمہ بھی ایک نار تھا جس سے
اللہ تعالیٰ نے نجات دی۔

لگا ئے قتل کا مقدمہ کیا۔ غرضیکہ انہوں نے کوئی دقیقہ ہماری بربادی کا اٹھا نہ رکھا۔
مگر کیا خدا تعالیٰ سے کوئی جنگ کر سکتا ہے؟ ہماری ترقی کے خود مخالف ہی
باعث اور محرک ہیں۔ بہت لوگوں نے انہیں کے رسائل سے اطلاع پا کر ہماری
بیعت کی۔ اگر داعیہ وغیرہ ہماری طرف سے ہوتے تو ہمیں ان کا بھی مشکور ہونا پڑتا۔
اور یہ بھی ایک شعبہ شرک کا ہو جاتا مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے بچایا۔ ایک آپاشی
اور تخمریزی تو کسان کرتا ہے اور ایک خود خدا کرتا ہے۔ ہم اور ہماری جماعت خدا تعالیٰ
کی تخمریزی اور آپاشی سے ہیں۔ خدا کے لگا ئے ہوئے پودا کو کون اٹھاڑ سکتا ہے۔“

(البدار جلد ۱ نمبر ۱ ص ۲۷ مورخہ ۱۲ نومبر ۱۹۰۲ء)

ایک خواب کی تعبیر میں فرمایا کہ
انبیاء بھی قیچی کا کام کرتے ہیں۔ ایک طرف سے قطع کرتے ہیں اور دوسری طرف
پیوست کرتے ہیں۔
کسی شخص نے کہا کہ صحابہؓ کے کپڑے میلہ کھیلے ہوتے تھے۔ پیوند لگے ہوئے ہوتے
تھے۔ فرمایا:-

یہ جھوٹ ہے۔ میلہ کھیلے ہونا اور بات ہے اور پیوند بھونے اور بات ہے۔ قرآن
شریف میں آیا ہے وَاللُّحْزَ فَاخْجُرْ پس پاک صاف رہنا ضروری ہے۔ ایسا ہی قرآن
شریف میں فرمایا۔ لَا يَحْسَبُهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ۝

(الحکمہ جلد ۶ نمبر ۴۰ صفحہ ۱۶ تا ۱۷ مودعہ ۱۰ نومبر ۱۹۷۲ء)

۸ نومبر ۱۹۰۲ء بمقامِ شنبہ کتبِ مسیح موعود کو پڑھتے رہو

نوجھیر سے محمد رفیق صاحب بی۔ اے اور محمد کریم صاحب تشریف لائے ہوئے
تھے۔ دونوں نے نماز فجر کے وقت حضرت اقدس سے بیعت کی۔ بیعت کر چکے۔ تو حضور
نے فرمایا کہ

ہماری کتابوں کو خوب پڑھتے رہو تاکہ واقفیت ہو اور کشتی نوح کی تعلیم پر ہمیشہ عمل
کرتے رہا کرو اور ہمیشہ خطا میجھتے رہو۔

مخالف باپ کے لئے دُعا کی نصیحت

ظہر کے وقت حضور نے ایک نووارد صاحب سے ملاقات کی اور ان کو تاکید کی کہ وہ
اپنے والد کے حق میں جو سخت مخالفت ہیں دُعا کیا کریں۔ انہوں نے عرض کی کہ حضور میں

دُعا کیا کرتا ہوں اور حضور کی خدمت میں بھی دُعا کے لئے ہمیشہ لکھا کرتا ہوں۔ حضرت
اقدس نے فرمایا کہ

تو جہ سے دُعا کرو۔ باپ کی دُعا بیٹے کے واسطے اور بیٹے کی باپ کے واسطے قبول
ہوا کرتی ہے۔ اگر آپ بھی تو جہ سے دُعا کریں تو اس وقت ہماری دُعا کا بھی اثر ہوگا۔

مسیح موعودؑ کی صداقت کے متعلق خواتین

ہو رہے ایک شخص کا خط آیا کہ اُسے خواب میں حضرت اقدس کی نسبت بتلایا گیا ہے
کہ آپ سچے ہیں۔ اُس شخص کی ارادت ایک فقیر کے ساتھ تھی جو کہ دانا گنج بخش کے
مقبورے کے پاس راکھتا ہے۔ اُس شخص نے اس فقیر سے ذکر کیا تو اس نے کہا کہ مرزا
صاحب کی اتنے عرصہ سے ترقی ہوئی ان کی سچائی کی دلیل ہے۔ پھر ایک اور مست
فقیر وہاں تھا۔ اُس نے کہا کہ بابا ہمیں بھی پوچھ لینے دو۔ دوسرے دن اُس نے بتلایا کہ
خدا نے کہا ہے کہ مرزا مولا ہے۔ پہلے فقیر نے کہہ لیا مولا کہا ہوگا کہ وہ تیرا اور
میرا اور ہم جیسے سب کا مولا ہے۔

حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ

ابھل خواب اور رویا بہت ہوتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ کہ
لوگوں کو خوابوں کے ذریعہ اطلاع دے۔ خدا تعالیٰ کے فرشتے اس طرح پھرتے ہیں۔ جیسے
آسمان میں ٹڈی ہوتی ہے۔ وہ دلوں میں ڈالتے پھرتے ہیں کہ مان لو مان لو۔

پھر ایک اور شخص کا حال بیان کیا جس نے حضور کے رد میں کتاب لکھنے کا ارادہ کیا۔
تو خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے فرمایا کہ تُو تو رد لکھتا ہے۔ اور
اصل میں مرزا صاحب سچے ہیں۔

ساعت کا علم کسی کو نہیں

بعد نماز مغرب حضرت اقدس حسب معمول شہ نشین پر جلوہ گر ہوئے اور ایک شخص کے

سوال کے جواب میں فرمایا کہ

اصل قیامت کا علم تو سوائے خدا تعالیٰ کے اور کسی کو بھی نہیں حتیٰ کہ فرشتوں کو بھی نہیں اور وہاں بساعت کا لفظ ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے کہ عورتوں کے محل کی میعاد نو ماہ دس دن ہوتی ہے جب نو ماہ پورے ہو جائیں تو اب باقی دس دنوں میں کسی کو خبر نہیں ہوتی کہ کونسے دن وضع حمل ہوگا۔ گھر کا ہر ایک فرد بچہ جننے کی گھڑی کا منتظر رہتا ہے اسی لئے قیامت کا نام ساعت رکھا ہے کہ اس گھڑی کی کسی کو خبر نہیں۔ خدا تعالیٰ کی کتابوں میں اس کی جو علامات ہیں ممکن ہے کہ اُن سے کوئی آدمی قریب قریب اس زمانہ کا پتہ بھی دیدے مگر اس ساعت کی کسی کو خبر نہیں ہے جیسے وضع حمل کی ساعت کی کسی کو خبر نہیں۔ ایک ڈاکٹر سے بھی پوچھو تو وہ بھی کہیگا نو ماہ اور دس دن۔ مگر جو نبی ہوا گزریں پھر فکر رہتی ہے کہ دیکھیں کون سے دن اور کونسی گھڑی ہو۔ کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ چھ ہزار سال کے بعد قیامت قریب ہے۔ اب چھ ہزار سال تو گزر گئے ہیں۔ قیامت تو قریب ہوگی۔ مگر اس گھڑی کی کسی کو خبر نہیں۔

کشمیر سے ایک پُرانا صحیفہ

اس کے بعد مولوی محمد علی صاحب نے ایک خط سنایا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ کشمیر سے

ایک پُرانا صحیفہ ایک پادری نے حاصل کیا ہے جو کہ دو ہزار سال کا ہے۔ اس میں مسیح

کی آمد احساس کے منجی ہونے کی پیشگوئی ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ

بعض وقت پادری لوگ عیسوی مذہب کی عظمت دل نشین کرانے کے واسطے ایسی مصنوعات

سے کام لیتے ہیں ہمارے نزدیک اس کا معیار یہ ہے کہ اگر اس صحیفہ میں تثلیث کا ذکر ہو تو سمجھنا

چاہیے کہ مصنوعی ہے کیونکہ خود عیسویت کی ابتدا میں تبلیث کا عقیدہ نہ تھا بلکہ بعد میں وضع ہوا ہے۔

عیسیٰ اصل ہے یا یسوع

پھر اس امر پر تذکرہ ہوتا رہا کہ قدیم اور اصل لفظ عیسیٰ ہے یا یسوع۔ حضور نے فرمایا کہ پُرانا نام عیسیٰ ہی ہے۔ تمام عرب میں عیسیٰ کا لفظ ہے۔ یسوع کا ذکر پُرانے عرب اشعار میں بھی نہیں پایا جاتا۔ چونکہ عیسیٰ نبی تھے اس لئے مصلحتاً انہوں نے کسی موقع پر عیسیٰ کو بدل کر یسوع بنالیا ہو۔ یہ بھی تعجب ہے کہ آج تک کسی اور نبی کا نام نہیں اُٹھا۔ صرف انہی کا اُٹھا اور مذہب انہیں کا اُٹھا۔ ایسا ہی کسی کا شعر ہے سہ

نہو کیونکر مہار کام اُٹھا ہم اُٹھے ہات اُٹھی یار اُٹھا

اس کے بعد حکیم نور الدین صاحب نے عرض کیا کہ ساری اندجیل میں کہیں عیسیٰ کا نام نہیں آیا۔ یسوع کا آیا ہے۔ (المہر المذہبی ص ۲۱۱ بابت ۳۱ نومبر ۱۹۰۲ء)

۹ نومبر ۱۹۰۲ء بروز یکشنبہ

اعجاز احمدی

حسب معمول نماز مغرب کے بعد حضور شہ نشین پر جلوہ افروز ہوئے اور جو مضمون مثنوی قصائد عربی آج کل زیرِ تحریر ہے اس کے متعلق زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ اس کی نسبت دل گواہی دیتا ہے کہ یہ بالکل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے (مولوی عبد الکریم صاحب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا) آپ بھی دیکھیں گے تو پتہ لگ جائیگا۔ جس طرح کلمہ کی گواہی دی جاتی ہے۔ اسی طرح اس کی بھی گواہی دی جاتی ہے کہ یہ منجانب اللہ ہے۔ یہ حالت بھی ہوتی رہی ہے کہ ذرا اونگھ آئی اور ایک شعر الہام ہو گیا۔ اسی طرح کئی اشعار

لے ملا اعجاز احمدی۔ (مرتب)

اس میں الہامی ہیں۔ وحی جلی بھی ہوتی ہے اور خفی بھی۔ یہی معلوم ہوتا تھا کہ دل میں مضمون پڑ جاتا ہے اور میں لکھتا جاتا ہوں۔ گویا یہ میری طرف سے نہیں ہے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے) خدا تعالیٰ کی مدد سے اس قدر یقین ہے کہ یہ کاروبار ایک دن میں ہو سکتا تھا۔ دیر تو اس لئے لگتی ہے کہ دوبارہ دیکھنا پڑتا ہے۔ کاپی وغیرہ بھی صحیح کرنا فرض ہے۔ ہر ایک بات میں دیکھا گیا ہے کہ سب سامان خدا تعالیٰ نے اقل سے ہی کئے ہوئے ہیں قصیدوں میں واقعات کا نچھانا مشکل امر ہوا کرتا ہے۔ شاعر ایسا نہیں کر سکتے۔ اُن کو قافیہ اور ردیف کے لئے بالکل بے جوڑ باتیں اور الفاظ لانے پڑتے ہیں (اس مقام پر عربی کے دو فقرے مقامات حریری کے پڑھے۔ جن میں محض تلازم شعر کے لئے باطل بے تعلق باتیں ذکر کی جاتی تھیں) اس کے مقابل پر تُوئی هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ + اللّٰهُ الصَّمَدُ کو دیکھو۔

نومبائعین اور احمدیوں کیلئے منجوقہ دعا کرنا

آج کے مبائعین میں سے ایک نے کچھ اظہار محبت کے کلمات کہے جنہیں حضرت

قدس نے فرمایا کہ

آپ بڑے خوش قسمت ہیں کہ جو بڑے بڑے مولوی تھے اُن کے لئے خدا نے دروازے بند کر دیئے اور آپ کے لئے کھول دیئے۔ خدا تعالیٰ کا آپ لوگوں پر بہت

سلحہ۔ الحکم میں اس کی تفصیل یوں لکھی ہے۔

قرآن شریف کی فصاحت و بلاغت کے دعویٰ پر بعض نادان اور یہ اور عیسائی کہہ دیتے ہیں کہ مقامات حریری وغیرہ بھی فصیح و بلیغ ہیں مگر وہ یہ نہیں بتا سکتے کہ ان میں یہ دعویٰ کہاں کیا گیا ہے اور ان کتابوں میں کہاں پر یہ تبصرہ توجہ لکھا گیا ہے کہ قرآن مجید کی تحدی کے مقابلہ میں ہیں اور علاوہ ازیں ان کو قرآن کے مقابلہ میں پیش کرنا بالکل لغو ہے۔ کیونکہ قرآن شریف میں محتاج و معارف کو بیان کیا گیا ہے۔ اور ان کتابوں میں صرف لفظوں کا اتہار کیا گیا ہے واقعات سے کوئی غرض ہی نہیں رکھی گئی (ملاحظہ فرمادہ ذریعہ)

بڑا احسان ہے۔ دعا کی درخواست پر فرمایا کہ
میں اپنے دوستوں کیلئے پنجوقتہ نمازوں میں دعا کرتا ہوں اور میں تو سب کو ایک سمجھتا ہوں۔

ایک پنجابی نظم

اس کے بعد ایک امرتسری دوست نے اپنی پنجابی نظم سنائی جس میں انہوں نے
اپنے ایک خواب کا ذکر اور حضرت اقدس کی لیارت کا شوق اور بیعت کی کیفیت اور
حضرت اقدس کے فیوض و برکات کا ذکر دردِ دل اور دلکش پیرایہ میں کیا ہوا تھا۔ حضرت
اقدس خود بار بار زبانِ مہادک سے فرماتے تھے کہ
درد اور رقت سے لکھا ہوا ہے۔

سید احمد صاحب کے شروع کردہ کام کا اتمام

ایک مقام پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ
ہند میں دو واقعہ ہونے لگے ہیں۔ ایک سید احمد صاحب کا اور دوسرا ہمارا۔ ان کا کام
طاہری کرنا تھا انہوں نے شروع کر دی مگر اس کا اتمام ہمارے ہاتھوں مقدر تھا جو کہ اب
اس زمانہ میں بذریعہ قلم ہو رہا ہے۔ اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کے وقت جو نامراد ہی تھے۔
وہ چھ سو برس بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے رفع ہوئی۔ خدا تعالیٰ ابھی فرماتا
ہے کہ وہ کامیابی اب ہوئی۔

دجال کا ایک چشم ہونا

دجال کے ایک چشم ہونے پر فرمایا کہ
میں نے اس کی نسبت یہ بھی سنایا دیکھا ہے کہ اس کی دو آنکھیں ہی عیب دار

ہوں گی۔ جیسے کہا کرتے ہیں کہ ایک چشم گل اور دیگر بالکل۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ انہوں نے دو کتابوں پر غور کرتی تھی ایک تورات، دوسرے قرآن مجید۔ سو قرآن مجید کے متعلق تو آنکھ رہی نہیں اور وہ کچھ بھی نہیں دیکھتے اور تورات پر بھی کچھ دھندلی سی نظر ہے کہ اُسے اپنی تائید میں برائے نام رکھتے ہیں۔

(البسدر جلد ۱ نمبر ۲ صفحہ ۲۷-۲۸ موزع ۱۹ نومبر ۱۹۰۲ء)

۱۹ نومبر ۱۹۰۲ء بموز دو شنبہ

اعجاز احمدی

فجر کے وقت مولوی محمد علی صاحب شاہ سیالکوٹی سے فرمایا کہ
آپ کو مختلف مقامات دیہات میں تبلیغ کے لئے پھرنا ہوگا۔
جسے مولوی صاحب موصوف نے لطیف خاطر منظور کیا۔

فجر کی نماز سے پیشتر حضرت اقدس نے مضمون زیرِ قلم پر فرمایا کہ
کلام کا معجزہ آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک چار
ہزار برس ہوئے ہیں۔ سوائے قرآن مجید کے اور کسی نے نہیں دکھایا اور نہ کسی نے دیکھا چونکہ
یہ معجزہ ایک ہی کتاب کے متعلق ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس پر زور دالا جائے
کہ لوگ غیب سمجھ لیں کیا ان مخالف لوگوں کے پاس قلم نہیں؟ وقت نہیں یا الفاظ نہیں؟ ہیرا
تو ایمان ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کا نشان ہے اور ایک آفتاب کی طرح نظر آتا ہے میں اُسے
بیان نہیں کر سکتا۔ خدا تعالیٰ ہی نے سب کچھ کروایا۔ ورنہ ہم تو سب کچھ چھوڑ بیٹھے تھے۔
مَا آمَنَتْ بِإِذْنِهِمْ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْكَافِرِينَ ۝ اللَّهُ رَحِيمٌ

۱۷۰۔ مراد احمدی (مترجم)

مخالفین کے مخالفانہ اشتہارات ترقی میں مانع نہیں کشتی نوح کی اشاعت کثرت سے کی جائے

خواجہ کمال الدین صاحب نے نماز مغرب سے پیشتر حضرت اقدس کا نیاز حاصل کیا اور پشاور اور کوٹاکا ذکر سنایا کہ وہاں پر اکثر اشتہارات جو کہ ضمیمہ شمعہ ہند میرٹھ میں حضور کی مخالفت میں شائع ہوئے ہیں۔ اس نظر سے پڑھے جاتے ہیں کہ گویا وہ حضور کے اشتہارات ہیں۔ اسی مغالطہ سے سرحد کے لوگوں کے دلوں میں آپ کے متعلق یہ خیالات ذہن نشین ہیں کہ نعوذ باللہ جناب نے روزے اپنے خدام کو معاف کر دیئے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کی ہے اور کہا ہے کہ نعوذ باللہ وہ ایک جھوٹے نبی تھے میں اُن سے افضل ہوں۔ غرض یہ اشتہار اس وضع اور عنوان سے لکھے گئے ہیں کہ عوام الناس کو دھوکا لگتا ہے اور یہی خیال کیا جاتا ہے کہ آپ کا مضمون اور آپ کی تقریر ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ

کشتی نوح وہاں کثرت سے تقسیم کر دی جائے یہی کافی ہے۔

خواجہ صاحب نے کہا کہ ایک ذی دہمت شخص کو میں نے دیکھا ہے کہ اس نے اُسے پڑھ کر کہا کہ کتاب (کشتی نوح) تو عمدہ ہے اگر انہیں مکان کے چندہ کا ذکر نہ ہوتا۔ میں نے اُسے جواب دیا کہ کیا تم سے بھی ایک پیسہ مرزا صاحب نے مانگا ہے یا تم نے دیا ہے حضرت مرزا صاحب نے تو اُن لوگوں کو مخاطب کیا ہے جو اُن سے تعلق وایت کا رکھتے ہیں کیا اگر ایک باپ اپنے بیٹوں سے دو ہزار اس لئے طلب کرے کہ اُسے ایک مکان بنانا ہے۔ تو کیا یہ فعل اس کا قبول اعتراض ہوگا اس پر وہ خاموش ہو گیا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ

یہ سب باتیں تو ہیں لیکن اندر ہی اندر ترقی ہو رہی ہے۔ خدا تعالیٰ کا فضل ہے اس

طرح کے اشتہارات جو مخالفین کی طرف سے شائع ہوتے ہیں یہ خدا تعالیٰ کی کارروائی میں مضر معلوم نہیں ہوتے کیونکہ جب تک تپش نہ جو۔ بادش نہیں ہوتی۔ ہم سب پر بدظنی نہیں کرتے انہیں میں سے لوگ بھگنے شروع ہو جاتے ہیں۔ کئی خط اس طرح کے آتے ہیں کہ ہم پہلے مخالف تھے۔ گالیاں دیتے تھے مگر اب ایک راہ چلتے سے اشتہار دیکھ کر معیت کرتے ہیں۔ اس سے بیشتر بھی یہ کارروائیاں چُپ چاپ نہیں ہوئیں۔ مگر میں کیا ہوتا رہا۔ خدا تعالیٰ تماشا دیکھتا ہے۔ کیا کفار امن سے رہتے تھے۔ وہ بھی ہمیشہ ہر وقت لڑائیوں اور فسادوں میں رہتے تھے۔ البتہ ہم ہی کو دیکھو کہ بدر کی جنگ میں مبالغہ بھی کر لیا۔ اللہم من کان متنا اقطع للرحم الفساد فی الارض فاحسنہ الیوم۔ یعنی ہم دونوں سے جو زیادہ قطع رحم کرتا ہے اور زمین میں فساد ڈالتا ہے اس کو آج ہی ہلاک کر۔ پھر اسی دن وہ قتل ہو گیا۔ اس کو تو یہی خیال تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فساد برپا کر دیا ہے۔ بھائی کو بھائی سے جدا کر دیا ہے اور ہر روز کا فتنہ برپا ہے۔ لوگ آرام سے زندگی بسر کر رہے تھے ناہی اُن کو بھڑکا دیا ہے۔ ان کا اسی بنا پر یہ خیال تھا کہ یہ ضرور مفسد ہے۔ ایک فتنہ لعنت ہوتا ہے اور ایک فتنہ رحمت ہوتا ہے۔ کوئی نبی نہیں آیا جس نے فتنہ نہیں ڈالا۔ ہمیشہ نوبت جدائی اور فساد کی پہنچتی رہی۔ پھر آخر انہیں میں سے جو نیک تھے۔ اللہ تعالیٰ اُن کو لے آتا رہا۔ دنیا میں ہمارے اس سلسلہ کے متعلق گھر گھر شور ہے۔ بعض آدمی رافضیوں سے بڑھ گئے ہیں۔ لعنت کی تیسرا رات دن پھیرتے ہیں اور اپنی مخالفوں میں سے بعض ایسے بھگے ہیں کہ جان قربان کرنے کو تیار ہیں۔ ہم تو اللہ تعالیٰ سے شرمندہ ہیں۔ ہماری طرف سے کوشش ہی کیا ہوئی ہے۔ آسمان پر ایک جوش ہے وہی کشاں کشاں لوگوں کو لاسا ہے۔

عیسائیوں کا مذہب کچھ نہیں

اس کے بعد ایک شخص فہم سُٹاتے رہے ایک مقام پر عیسائیوں کے ذکر پر حضرت

تھم نے فرمایا کہ

یہ لوگ اتنا فلسفہ اور ہیئت پڑھ کر ڈوبے ہوئے ہیں۔ چڑھوں کا بھی کچھ مذہب ہوتا ہے کہ کچھ بات پیش کرتے ہیں مگر یہ تو بالکل ہی ڈوبے ہوئے ہیں۔

خواب میں گالیاں دینے کی تعبیر مغلوہیت ہے

پھر ایک صاحب نے ایک خواب سنایا۔ ایک شخص اُسے گالیاں دے رہا ہے حضور

نے تعبیر فرمائی کہ

خواب میں جو شخص گالیاں دینے والا ہوتا ہے وہ مغلوب ہوتا ہے اور جس کو گالی دی جاتی ہے وہ غالب ہوتا ہے۔

(المبداء جلد ۲ نمبر ۲ صفحہ ۲۸ مودعہ ۱۱ نومبر ۱۹۰۲ء)

۱۱ نومبر ۱۹۰۲ء بروز شنبہ

دینی کاموں کے لئے دن رات ایک کرو

ظہر کے وقت حضور تشریف لائے اور احباب کو فرمایا کہ

یہ وقت بھی ایک قسم کے جہاد کا ہے۔ میں رات کے تین تین بجے تک جاگتا ہوں اس لئے ہر ایک کو چاہیے کہ اس میں حصہ لے اور دینی ضرورتوں اور دینی کاموں میں دن رات ایک کر دے۔

کلام کا نشان دائمی ہوتا ہے

کلام کی فصاحت اور بلاغت پر فرمایا کہ

دوسری قسم کے جس قدر نشانات ہوتے ہیں وہ تو غائب ہو جاتے ہیں۔ مگر اس طرح کا نشان ہمیشہ قائم رہتا ہے۔ بھلا اب موسیٰ کے سانپ کو کوئی دکھا سکتا ہے مگر کلام

کا معجزہ اور نشان ایسا ہوتا ہے کہ آئندہ آنے والے ہمیشہ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور نتیجہ نکالتے ہیں کہ فلاں شخص (مردِ خدا) نے یہ کلام بطور نشان کے پیش کیا۔ اور مخالفت کچھ نظیر نہ لاسکے اور کچھ جواب نہ بن آیا۔

حافظ محمد یوسف کی نیش زنی

نماز مغرب سے پیشتر میر ناصر نواب صاحب نے امرتسر سے آکر بیان کیا کہ حافظ محمد یوسف صاحب ملے تھے اور اُن سے باتیں ہوئیں آخروہ نیش زنی پر اُتر آئے حضرت اقدس نے فرمایا۔

اگر ہم کاذب ہیں تو ہم ادنیٰ سے ادنیٰ ہو آدمی ہے اُس سے بھی بدتر ہیں۔ کاذب کی حقیقت ہی کیا ہوتی ہے۔

فارقلیط اور احمد

نماز کے بعد مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے نے بیان کیا کہ ایک شخص نے فارقلیط کے بارے میں یہ اعتراض کیا ہے کہ اس کے معنی میگنیزین میں حق و باطل میں تمیز کرنے والا کے کئے گئے ہیں۔ پھر یہ معنی لفظ احمد پر کیسے چسپان ہو سکتے ہیں اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ فارقلیط سے مراد احمد ہے لفظ احمد کی پیشگوئی کا ذکر کتب سابقہ میں کہاں ہے ؟

خدا تعالیٰ کے برگزیدہ نے فرمایا کہ

ہمارے ذمہ ضروری نہیں ہے کہ موجودہ کتب توہرت وغیرہ سے یہ لفظ نکال کر دکھائیں جب قرآن مجید نے ان کتب کو محرف و مبدل قرار دیا ہے تو ہم کہاں سے نکالیں ؟ جب فارقلیط ہی محرف ہے تو ممکن ہے کوئی اور بھی لفظ ہو جس کے معنی احمد کے ہوں۔

لسان العرب میں لکھا ہے کہ فارقلیط لفظ فارق اور لیط کا مرکب ہے۔ فارق بمعنی فرق کرنے والا اور لیط بمعنی شیطان۔ یعنی شیطان کو الگ کر دینے والا۔ دوسری یہ بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام فارقلیط بھی ہے کیونکہ آپ صاحب فرقان ہیں۔ اور فرقان کے معنی فرق کرنے والا کے ہیں۔ اور احوذ باللہ من الشیطن الرجیم میں لفظ شیطان ہے جو لیط کا معنی ہے۔ اس طرح آپ کا نام فارقلیط بھی ہو گیا۔ اور احمد کے معنی بہت تعریف کرنے والا کے ہیں تو آپ سے بڑھ کر اور کون ہو گا۔ جو توحید کے ذریعہ سے ہر ایک قسم کی شیطنیت کو دور کرے۔ فارقلیط بننے کے واسطے احمد ہونا ضروری ہے۔ احمد وہ ہے جو دنیا میں سے شیطان کا حصہ نکال کر خدا تعالیٰ کی عظمت اور جلال کو قائم کرنے والا ہو۔ فارقلیط کا عشر دوسرے الفاظ میں احمد ہے۔

کرشن اور راجندر کے بتوں کی پرستش

مداس سے ایک ہندو عقیدت مند اُسے حضور نے اُن سے دریافت فرمایا کہ آپ کے شہر میں کرشن اور راجندر اور پتھر کے بتوں وغیرہ کی بھی پرستش ہوتی ہے؟
لاہ صاحب نے جواب دیا کہ ہاں لوگ کرتے ہیں مگر میں نہیں کرتا۔

مداس سے ہندو کا آنا بھی نشان ہے

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ

اب ان کا دُور دراز مقام سے آنا بھی یا تون من کل فجہ عمیق کا مصداق ہو
اگر ایسے نشانوں کو ہم جمع کریں تو دس ہزار سے بھی زیادہ نکلتے ہیں اور گواہ بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کافی ہے۔

آہتمم کا رب ہُو

آہتمم کے تذکرہ پر فرمایا:-

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ میں نے اسی وقت مباشرہ میں سُنا دیا تھا کہ اس مباشرہ اور پیشگوئی کی بنیاد یہ ہے کہ آتقم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام دجال رکھا۔ تو اسی وقت آتقم نے توبہ توہر کے کے کانوں پر ہاتھ رکھے اور کہا کہ مرنا صاحب مجھے ناحق مارتے ہیں۔ میں نے تو دجال نہیں کہا (مولوی عبدالکریم صاحب نے کہا مجھے یہ الفاظ خوب یاد ہیں) کیا یہ اس کا عمل رجوع تھا یا نہیں؟

لندن میں جھوٹے مسیح پگٹ کے مسیح کا قدم ہوگا

مفتی محمد صادق صاحب نے ایک خط سٹرپٹ ملکی مسیح کو لندن میں لکھ کر زبردستی اس کے دعویٰ کے دریافت کئے تھے جس کے جواب میں اس کے سرکاری نے دو اشتہا اور ایک خط روانہ کیا تھا وہ حضرت اقدس کو سُنائے۔ پگٹ کے اشتہار کا جو عنوان انگریزی نظموں میں تھا۔ اس کے مضیٰ کشتی نوح۔ حضرت اقدس نے فرمایا۔

اب ہماری سچی کشتی نوح جھوٹی پر غالب آجائے گی۔ یورپ والے کہا کرتے تھے کہ جھوٹے مسیح آنے والے ہیں۔ سو اول لندن میں جھوٹا مسیح آگیا۔ اس کا قدم اس زمین میں اول ہے بعد ازاں ہمارا ہوگا جو کہ سچا مسیح ہے۔ اور یہ جو حدیثوں میں ہے کہ دجال خدائی اور نبوت کا دعویٰ کرے گا تو موٹے رنگ میں اب اس قوم نے وہ بھی کر دکھایا۔ ڈوئی ہر کے میں نبوت

۱۔ اہل علم کے الفاظ یہ ہیں۔

پگٹ نے مفتی محمد صادق صاحب کو ان کے خط کے جواب میں دو نوٹس بھیجے۔ جو چڑھ کر سُنائے حضرت اقدس نے فرمایا۔

معقول باتوں کی قدر ہوتی ہے اور وہ رہ جاتی ہیں۔ لیکن جاہلانہ باتوں کی رونق دو تین سطروں میں جاتی رہتی ہے۔ جھوٹے نبیوں اور مسیحوں کا قدم پہلے لندن میں رکھا گیا اور پھر مسیح کی آواز اس کے بعد لندن میں پہنچے گی۔ (المکملہ ماہ نومبر ۱۹۵۷ء)

کا دعویٰ کر رہا ہے اور پگٹ لندن میں خدائی کا دعویٰ کر رہا ہے اور اپنے آپ کو خدا کہتا ہے۔ پگٹ کا خدا ہونا دوسرے نفلوں میں یہ گویا انجیل کی شرح آئی ہے۔ اسے ایک فائدہ ہوا ہے کہ مسیح کو خدا ماننے سے چھوٹ گیا۔ کیونکہ آپ جو ساری عمر کے لئے خود خدا ہو گیا۔

(البتد جلد ۱ نمبر ۶ صفحہ ۷۸-۷۹ موزہ ۲۱ نومبر ۱۹۰۲ء)

۱۲ نومبر ۱۹۰۲ء بروز چہار شنبہ آخری زمانہ کی علامات کثرت زلازل بھی ہے

بعد از مغرب مفتی محمد صادق صاحب نے سنایا کہ ایک انگریزی رسالہ میں لکھا ہے کہ ان ایام میں دنیا میں مختلف مقامات پر بڑی کثرت سے زلزلے آرہے ہیں اور آتشین ماسے زمین سے نکل رہے ہیں اور زمین اونچی ہوتی جا رہی ہے۔ فرانس کے محققین نے لکھا ہے کہ دنیا کی قدیم سے قدیم تواریخ میں زمین کے اس عظیم تغیر کی کہیں خبر نہیں ملتی۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ

یوں تو زمین سے ہمیشہ کانیں نکلتی رہتی ہیں اور آتش فشاں پہاڑ پھٹتے رہتے ہیں مگر اب خصوصیت سے ان زلزلوں کا آنا اور زمین کا اٹھنا یہ آخری زمانہ کی علامتوں میں سے ہے اور اخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَنْفَعَالَهَا اُسی کی طرف اشارہ ہے۔ زمانہ بتلا رہا ہے کہ وہ ایک نئی صورت اختیار کر رہا ہے اور اُسے تعلقے خاص تصرفات زمین پر کرنا چاہتا ہے۔

اَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ ۴

حکیم ذوالدین صاحب نے عرض کی کہ لوہا آج تک اس کثرت سے زمین سے نکلا ہے کہ اگر ایک جگہ جمع کیا جائے تو ایک آدھ ہالہ پہاڑ بن جائے۔ لوہے کی کانوں کی آج تک تہہ نہیں ملی کہ کہاں تک نیچے ہی نیچے نکلتا آتا ہے۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ

خدا تعالیٰ نے بھی سونا اور چاندی کو چھوڑ کر اَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ ﷺ ہی فرمایا ہے۔ (یعنی یہی نئی نوع انسان کے لئے زیادہ نفع رساں ہے)

اعجازی کلام کا نشان

پھر کلام کے معجزہ کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ

صفہ روزگار میں یاد رکھنے کے لئے جیسے یہ نشان ہوتا ہے اور کوئی نہیں۔ یہ بھی ایک ختم نبوت کا نشان تھا۔ اب بھی قرآن شریف کو جو کوئی دیکھے گا تو اسے معجزہ ہی نظر آئے گا۔ اگر موسیٰ علیہ السلام کا سونٹا بھی اسی شان کا ہوتا تو چاہیئے تھا کہ وہ بھی کسی صندوق میں آج تک محفوظ چلا آتا اور یہودی لوگ اس کی زیارت کر داتے کہ یہ موسیٰ کا سونٹا ہے جسے انہوں نے سانپ بنایا تھا۔ یہی حال مسیح کے مرعیوں کی صحت کا ہے۔ اب تو عیسائی لوگ پھتلتے ہوں گے کہ کاش عیسیٰ علیہ السلام کوئی کتاب ہی بنا کر چھوڑ جاتے۔ مگر یہ خاصہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور کسی نبی کا نہیں۔

نیت پر ثواب

ملاس سے جلا وطن صاحب آئے ہوئے تھے ان کی نسبت حضرت اقدس اور حکیم منا اور مولوی صاحب یہ تذکرہ کرتے رہے کہ اس شخص کے دل میں کیا شوق ہے کہ اتنی دور دراز مسافت طے کر کے زیارت کے لئے آیا ہے۔ حالانکہ یہ شخص نہ ہماری باتیں سمجھ سکتا ہے نہ انگریزی جانتا ہے۔ حضور نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ہر ایک کی نیت پر ثواب دے دیتا ہے۔

(البتداء جلد نمبر ۴ صفحہ ۳۰ مورخہ ۲۱ نومبر ۱۹۰۲ء)

۳۱ نومبر ۱۹۰۲ء بروز پنجشنبہ

تو تعلیم یافتہ ملحدین خدا سے بے تعلق ہیں

بعد نماز مغرب نئی روشنی کے تعلیم یافتہ جو کہ خدا اور اس کے رسول اور اس کے احکام کو جواب دیئے بیٹھے ہیں۔ ان کے ذکر پر حضور نے فرمایا کہ

وہ خدا جس میں ساری راحتیں مخفی ہیں وہ اُن سے بالکل دُور ہو گیا ہے جیسے کہ رُڈا کو س دُور ہے۔ اس صورت میں اُن کا پھر خدا تعالیٰ سے کیا تعلق ہے اور جن کو یہ مہذب کہتے ہیں اُن کو کیا سمجھے بیٹھے ہیں۔ (گویا خدا کی کا منصب و قالب سب اُن کو دے دیا ہے اُحِبّ دنیا اور اُحِبّ جاہ نے اُن کو اندھا کر دیا ہے۔

ایک شخص نے ذکر کیا کہ علی گڑھ کے ایک طالب علم نے اپنی فنی میں ایک مضمون لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی گناہ سے خالی نہ تھے۔ اگرچہ اور انبیاء سے بزرگ تر ہیں۔ جن کے گناہ اُن سے زیادہ تھے۔ حضرت اقدس نے فرمایا۔

اصل میں یہ لوگ مذہب سے خارج ہیں۔ خدا تعالیٰ کا خوف مطلق نہیں۔ صرف کُتبہ کا ہے۔

وہابی حضرت مسیح موعودؑ کی نظر میں

اس کے بعد حضرت اقدس نے وہابیوں کے اخلاق اور ادب رسول پر اپنا ایک ذکر کیا کہ ایک دفعہ جب آپ اہل بیت میں تھے تو غزنوی گروہ کے چند مولویوں نے آپ کو چٹائی دی۔ چونکہ حضرت اقدس کے دائیں ہاتھ میں پچپن سے ضرب آئی ہوئی ہے اور ہڈی کو صدمہ پہنچا ہوا ہے۔ آپ نے بائیں ہاتھ سے بیالی لی۔ تو اس پر غزنوی صاحبان نے فوراً بلا وجہ دریافت کئے کہ ہنا شروع کیا کہ یہ خلاف سنت ہے۔ آپ نے اُن کو سمجھایا کہ آداب

اور روحانیت بھی سنت ہے۔ پھر ان کو اصل وجہ بتلا دی گئی۔ اس کے بعد ان لوگوں نے آپ ربیہ اعتراض کیا کہ آپ نے اپنی تصنیفات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت تعریف کی ہے اس قدر نہ چاہیے تھی۔ ہم تو ان کو اسی قدر مانتے ہیں جس قدر حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ یونس بن مثنیٰ سے بھی زیادہ نہیں ہے۔ فرمایا۔

جسمانی طور پر جس قدر ترقیات بہت تک ہوئی ہیں کیا وہ پہلے زمانوں میں تھیں؟ اسی طرح روحانی ترقیات کا سلسلہ ہے کہ ہوتے ہوتے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوا خاتم النبیین کے بھی معنی ہیں۔ جب ان (دابیوں) کی یہ حالت ہے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کونسی سچی محبت کر سکتے ہیں اور کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں؟

فرمایا کہ

میرا دل ان لوگوں سے کبھی راضی نہیں ہوا۔ اور مجھے یہ خواہش کبھی نہیں ہوتی کہ مجھے دابی کہا جائے اور میرا نام کسی کتاب میں دابی نہ لکھیں گے۔ میں ان کی مجلسوں میں بیٹھتا رہا ہوں۔ ہمیشہ لفظی کی بو آتی رہی ہے۔ یہی معلوم ہوا کہ ان میں دلا چھلکا ہے۔ مغز بالکل نہیں ہے۔ مولوی محمد حسین صاحب نے خود حدیث کی نسبت اپنے اشاعت السنۃ میں یہ بات لکھی ہے کہ ایک صاحب الہام یا اہل کشف صحیح حدیث کو ضعیف یا ضعیف کو صحیح قرار دے سکتا ہے کیونکہ وہ کشفی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی تصحیح کرا لیتا ہے۔ مگر تاہم میں نے یہ التزام لکھا ہے کہ میں اپنے کشف یا الہامات پر تحمل نہیں کرتا۔ جب تک قرآن اور سنت اور صحیح حدیث اس کے ساتھ نہ ہو۔ محمد حسین صاحب سے پوچھا جائے کہ جب عبد اللہ صاحب غزنوی احادیث میں اس طرح دخل دے سکتے ہیں تو پھر حکم نے کیا گناہ کیا ہے کہ اُسے ہر ایک رطب و یابس ماننے پر مجبور کیا جاتا ہے؟

خدا کے واسطے دوستی دیرپا ہوتی ہے

شخص ہند نے جو مخالفت مولوی محمد حسین صاحب کی کی ہے۔ اس پر فرمایا کہ جو لوگ اپنی نفسانی اغراض کے پرستار ہوتے ہیں ان میں دوستی نہیں ہوتی۔ اگر ہو تو جلد جاتی رہتی ہے۔ خدا کے واسطے دوستی ہو تو وہ باقی رہتی ہے۔ وہ ذات پاک قدوس ہے۔ وہی دلوں میں پاکیزگی بھرتا ہے اور سینوں کو کدورتوں سے صاف کرتا ہے۔

تقویٰ اور استقامت اختیار کرو

شیخ فضل حق صاحب فاضل پشاور سے آئے تھے۔ اُن کی موجودہ حالت پر فرمایا کہ ادائیں میں جو سچا مسلمان ہوتا ہے اُسے صبر کرنا پڑتا ہے۔ صحابہؓ پر بھی ایسے زمانے آئے ہیں کہ پتے کھا کھا کر گزارہ کیا۔ بعض وقت روٹی کا ٹکڑا بھی میسر نہیں آتا تھا۔ کوئی انسان کسی کے ساتھ بھلائی نہیں کر سکتا جب تک خدا تعالیٰ بھلائی نہ کرے جب انسان تقویٰ اختیار کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کے واسطے دروازہ کھول دیتا ہے۔ مَن یَتَّقِ اللہَ یَجْعَلْ لَہٗ مَخْرَجًا و یرزقہ من حیث ُلا یَحْتَسِبُ۔ خدا تعالیٰ پر سچا ایمان لاؤ۔ اس سے سب کچھ حاصل ہوگا۔ استقامت چاہیے۔ انبیاء کو جس قدر درجات ملے ہیں۔ استقامت سے ملے ہیں۔ خالی خشک نمازوں اور روزوں سے کیا ہو سکتا ہے؟

اس کے بعد تین احباب نے بیعت کی۔ حضرت اقدس نے اُن کو فرمایا:-
جو بیعت کی ہے اس پر اُخودم تک قائم رہو۔ تب خدا تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔

طاہون کے ذکر پر فرمایا کہ

ہم کسی کے ذمہ دار نہیں ہو سکتے۔ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو شخص تقویٰ اختیار کریگا۔

وہ اس کو نجات دے گا۔ اس لئے تقویٰ اختیار کرو۔

فرمایا۔

ہماری جماعت دماصل مطعون تو ہو چکی ہے کہ مخالفین کا نشانہ بنی ہوئی ہے۔ اس طرح سے طاعون اپنا کام اس میں کر چکی ہے۔

سمجھانے کیلئے فرضی مثال

ایک صاحب نے حکیم صاحب کی معرفت کہا کہ اگر بعض واقعات حقہ کو ناول کے پیلوے میں بیان کیا جائے تو یہ امر مستحب تو نہیں۔ فرمایا۔

اس میں معصیت نہیں ہے۔ مطالب کو سمجھانے کے واسطے ہمیشہ زبید و بکر کا ذکر فرضی طور پر رکھ لیتے ہیں۔ خود تعریضات ہند میں مثالیں موجود ہیں۔

(البدار جلد ۱ نمبر ۴ صفحہ ۳۰ مورخہ ۲۱ نومبر ۱۹۰۲ء)

۱۲ نومبر ۱۹۰۲ء بروز جمعہ

اس زمانہ کا جہاد

بعد نماز مغرب حضرت اقدس حسب معمول شہ نشین پر جلوہ گر ہوئے مولوی محمد علی صاحب سیالکوٹی نے رخصت طلب کی اور عرض کیا کہ میں جا کر صرف چند روز گھر پر ہوں گا پھر وہ بہ وہ پھر کہ پنجابی نظم کے پہلوئے میں حضور کے سلسلہ کی تبلیغ اور اتمام حجت کو خدا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ

یہ بہت عمدہ کام ہے اور اس زمانہ کا یہی جہاد ہے جو لوگ پنجابی سمجھتے ہیں۔ آپ

شہ۔ مراد حضرت خلیفۃ المسیح اعلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مرتب)

اُن کے لئے بہت مفید کام کرتے ہیں۔

نجات کا مستحق

سید سرور شاہ صاحب نے مدراس سے آنے والے ہندو لالہ بڑیاپا کی طرف سے یہ عرض کی کہ لات کو انہوں نے ایک سوال کیا کہ اسلام کے سوا غیر مذاہب کے لوگ جو نیکی کرتے ہیں کیا اُن کو نجات ہے کہ نہیں؟ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ نجات اپنی کوشش سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہوا کرتی ہے۔ اس فضل کے حصول کے لئے خدا تعالیٰ نے اپنا جو قانون بٹھرایا ہوا ہے وہ اسے کبھی باطل نہیں کرتا۔ وہ قانون یہ ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُخْبِتْ لَكُمْ اللّٰهُ وَ مِّنْ يَّدْبِغْ هٰذَا الْاِسْلَامَ وَ جِئْنَا لَكُمْ يُقْبَلُ مِنْهُ۔ اگر اس پر دلیل چوہچو تو یہ ہے کہ نجات ایسی شئی نہیں ہے کہ اس کے برکات اور ثمرات کا پتہ انسان کو مرنے کے بعد ملے۔ بلکہ نجات تو وہ امر ہے کہ جس کے آثار اسی دنیا میں ظاہر ہوتے ہیں کہ نجات یافتہ آدمی کو ایک بہشتی زندگی اسی دنیا میں مل جاتی ہے۔ دوسرے مذاہب کے پابند بجلی اس سے محروم ہیں اگر کوئی کہے کہ اہل اسلام کی بھی یہی حالت ہے تو ہم کہتے ہیں کہ وہ اسی لئے اس سے بے نصیب ہیں کہ کتاب اللہ کی پابندی نہیں کرتے۔ اگر ایک شخص کے پاس دوا ہو اور وہ اُسے استعمال نہ کرے اور لا پرواہی دکھائے تو وہ بہر حال اس کے فوائد سے محروم رہیگا یہی حال مسلمانوں کا ہے کہ اُن کے پاس قرآن مجید عیسیٰ پاک کتاب موجود ہے مگر وہ اس کے پابند نہیں ہیں۔ مگر جو لوگ خدا تعالیٰ کے کلام سے اعراض کرتے ہیں۔ وہ ہمیشہ انوار و برکات سے محروم رہتے ہیں۔ پھر اعراض بھی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک صوری، ایک معنوی۔ یعنی ایک تو یہ ہے کہ ظاہری اعمال میں اعراض ہو۔ اور دوسرے یہ کہ اعتقاد میں اعراض ہو۔ اور انسان کو انوار و برکات سے حقہ نہیں مل سکتا جب تک وہ اسی طرح

عمل نہ کرے جس طرح خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ کُونُوا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔ بات یہی
ہے کہ خمیر سے خمیر لگتا ہے اور یہی قاعدہ ابتداء سے چلا آتا ہے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم
آئے تو آپ کے ساتھ افوار و برکات تھے جن میں سے صحابہ نے بھی حصہ لیا۔ پھر اسی طرح
خمیر کی لاگ کی طرح آہستہ آہستہ ایک لاکھ تک ان کی فوجت پہنچی۔ اور اس سے بڑھ کر
دلیل یہ ہے کہ سوائے اسلام کے اور کسی مذہب میں برکات نہیں ہیں اور اسلام کے سوا
اور کسی مذہب میں رکھا ہوا کیا ہے ہندوؤں کو دیکھو وہ بُت پرست ہیں۔ عیسائیوں
نے ایک عاجز انسان کو خدا بنا رکھا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ ہم بُت پرست نہیں ہیں تو جب
ہم اس کی تفتیش کریں گے تو ثابت کر دیں گے۔ اریہ لوگ غیر اللہ کی پرستش کرتے ہیں۔
خود کلام خدا کا متبع نہ ہونا اور یہ دعویٰ کرنا کہ میں خدا سے مل جاؤں گا۔ یہ بھی گمراہی ہے۔
جیسے حدیث میں ہے کہ اے لوگو تم سب اندھے ہو۔ مگر جسے میں آنکھیں دوں۔ جو شخص
دعویٰ کرتا ہے کہ میں خدا کے کلام کے سوا نجات پاؤں گا۔ وہ بھی مُشرک ہے۔ نجات کی
کنجی تو خدا کے ہاتھ میں ہے۔ وہی جس کے لئے چاہے۔ اس کے دروازے کھول دے
خدا تعالیٰ بار بار یہی فرماتا ہے کہ رسول کی پیروی کرو۔ اگر ایک باغ ہو اور اس میں لاکھوں
پھل ہوں۔ مگر جب تک باغبان اجازت نہ دے تو کوئی اس میں سے ایک پھل بھی نہیں
کھا سکتا۔ اسی طرح بازاروں میں کئی قسم کی اشیاء ہوتی ہیں اور ہزاروں ہوتی ہیں مگر
مالک کی اجازت کے بغیر کوئی نہیں لے سکتا۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو حاصل کرنے
کا یہی ایک طریق ہے اور یہ آدم علیہ السلام سے اسی طرح چلا آتا ہے۔ اس میں بحث کی بھی
ضرورت نہیں ہے کیونکہ ہر ایک نور اور معرفت کی نظیر اور جگہ مل ہی نہیں سکتی۔

پاک دل ہونا بھی معجزہ ہے

فرمایا۔ انسان کا سب سے پہلا معجزہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اُسے تقویٰ بخشے
جو دل پلید ہوتے ہیں۔ اُن کا بیان کرنا ہی بے فائدہ ہے۔ اگر کوئی ہمارے پاس آکر ایک

کاغذ کا کبوتر بنا کر دکھا دے تو کیا اُسے ہم کرامت سمجھ لیں گے؟ بات یہی ہے کہ انسان کی زندگی پاک ہو۔ فرست ہو اور تقویٰ ہو۔

(البتدرجلد ۴ نمبر ۴ صفحہ ۳۱ مورخہ ۲۱ نومبر ۱۹۰۲ء)

۱۵ نومبر ۱۹۰۲ء بروز شنبہ تائیدات الہیہ کا ذکر

ظہر کے وقت حضرت اقدس ان تائیدات الہی کا ذکر فرماتے رہے جو ان ایام میں حضور کے شامل حال ہوتی جاتی ہیں اور باعث فتح نصرت و اقبال بن رہی ہیں (یعنی مجاز احمدی کی معجزانہ تصنیف اور اس کے بالمقابل مخالفوں کی شرمساری) بعد ازلے نماز

۱۔ اہلہ کی باقی دائری الحکم کی نسبت مفصل ہے۔ لیکن مضمون کا یہ معجزہ والا حصہ الحکم میں مفصل یوں درج ہے:-

دوسرا سوال یہ تھا کہ معجزہ کی قسم کے بعض امور اور لوگ بھی دکھاتے ہیں۔ فرمایا:-
میں قصوں کو نہیں سُنتا۔ یہ جو فرانس یا کسی اور جگہ کے قصے سنائے جاتے ہیں یہ کافی نہیں سب سے پہلا معجزہ تو یہ ہے کہ انسان پاک دل ہو۔ بھلا پلید دل کیا معجزہ دکھا سکتا ہے جب تک خدا تعالیٰ سے ڈرنے والا دل نہ ہو تو کیا ہے؟ ضروری ہے کہ متقی ہو اور اس میں دیانت ہو اگر یہ نہیں تو پھر کیا ہے؟ تماشے دکھانے والے کیا کچھ نہیں کرتے جانندھر میں ایک شخص نے بعض شعبہ دے دکھائے اور اس نے کہا کہ میں مولویوں سے اُن کی بابت کرامت کا فتویٰ لے سکتا ہوں مگر وہ خود جانتا تھا کہ اُن کی اصلیت کیا ہے۔ بعد میں وہ اس سلسلہ میں داخل ہو گیا۔ اس نے توبہ کی۔

جن ملکوں کے قصے بیان کئے جاتے ہیں۔ وہاں اگر معجزے دکھانے والے ہوتے۔ تو یہ فسق و فجور کے دیبا ویاں نہ ہوتے۔ خدا تعالیٰ کے نشانات دل پر ایک دھپ لگے مگر یہ

مغرب حضور نشین پر جلوہ افروز ہوئے میگنیشیا اور طاعون

اور بعض مریضوں کے حالات اور ان میں فوری تیز جلاؤں سے جو عمدہ نتائج پیدا ہوئے تھے اُن کا ذکر حکیم نور الدین صاحب کرتے رہے حضرت اقدس نے اس کی تائید میں فرمایا کہ

جب ممبئی میں طاعون کثرت سے پھیلی تو وہاں سے زین الدین محمد ابراہیم صاحب انجینئر نے مجھے لکھا تھا کہ یہ ایک بار تجربہ شدہ اور مفید علاج دیکھا گیا ہے کہ طاعون کے آثار نمودار ہوتے ہی ۵ یا ۶ تولہ کے قریب میگنیشیا سالٹ مریض کو پلا دیا گیا ہے تو اسے پھر نقصانِ خدا ضرور آرام آ گیا ہے۔

(البتدر جلد ۱ نمبر ۴ صفحہ ۳۱ مورخہ ۲۱ نومبر ۱۹۰۲ء)

۲۱ نومبر ۱۹۰۲ء بروز یکشنبہ

کتاب اعجاز احمدی کا ذکر

ظہر کے وقت حضرت اقدس نے کچھ عرصہ مجلسِ فرائی۔ مولوی محمد احسن صاحب امروہی ایک نظر اعجاز احمدی پر کر رہے تھے۔ چونکہ یہ کتاب رات کو چھپی تھی۔ اس لئے بعض جگہ سہو کتاب سے غلطی نہ گئی تھی اور بعض جگہ نقطہ وغیر لگانا یا دور کرنا رات کو اندھیرے

پاک اثر ڈالتے ہیں احساس کی ہستی کا یقین دلاتے ہیں مگر یہ شہید سے انسان کو گھڑا کرتے ہیں۔ ان کا خدا شناسی اور معرفت سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی یہ کوئی پاک تبدیلی پیدا کر سکتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوتے۔

(الحکم جلد ۱ نمبر ۴ صفحہ ۷ مورخہ ۲۱ نومبر ۱۹۰۲ء)

میں رہ گیا تھا اس کا ذکر ہوا تو حضرت اقدس نے فرمایا کہ
یہ کوئی غلطی نہیں ہوا کرتی کیونکہ ساتھ ہی ترجمہ ہے۔ اگر کوئی لفظ عربی ہے اور نقطہ
وغیرہ کی غلطی ہے تو نیچے دیا ہوا ترجمہ اُس کی صحت کرتا ہے اور اگر ترجمہ میں کوئی غلطی رہ گئی
ہے تو پھر اصل عبارت عربی موجود ہے۔ اس سے اس کی صحت ہو جاتی ہے۔

طاہون سے متقی محفوظ رہیں گے

نماز مغرب کے بعد اعجاز احمدی کے بارے میں اور اس کے اثر کے متعلق مختلف
احباب ذکر کرتے رہے۔ پھر سید عبداللہ صاحب عرب نے حضرت اقدس سے
عرض کیا کہ میرے اطراف میں درد ہوتا رہتا ہے۔ طاہون کا خطرہ ہے۔ اگر حضور اپنا
کرتہ عطا فرمائیں تو میں اُسے پہننے لہوں۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ
ہم کرتہ تو دے دیں گے مگر بات یہ ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل کا کرتہ
نہ ہو تو پھر کوئی شے کام نہیں آتی۔ دیکھو میں جانتا ہوں کہ گو بار بار اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا
ہے کہ وہ میری اور میری جماعت کی اس ذلت کی موت سے حفاظت فرمائے گا مگر میری مسلمان
یا کسی بیعت والے کا کوئی ذمہ دار نہیں ہے جیسا کہ ہمارے ساتھ والے کو حقیقی تقویٰ
نصیب نہ ہو ایک مسلمان نے ایک دفعہ ایک یہودی کو کہا کہ تو مسلمان ہو جا۔ اس یہودی
نے کہا کہ تو اگرچہ مسلمان ہے مگر تو کوئی عمدہ آدمی نہیں ہے۔ اس لئے تم صرف صورت پر نماز
نہ کرو بلکہ حقیقت کام آتی ہے۔ سنو۔ ہمارے ہاں ایک دفعہ ایک لڑکا پیدا ہوا اور اس کا نام
خالد رکھا گیا جس کے معنی ہیں ہمیشہ رہنے والا اور پھر اسی دن اسے دفن کر آئے۔ وہ مر
گیا اور خالد کا لفظ اس لڑکے کے کوئی کام نہیں آیا۔ اسی طرح ہمیشہ انسان کے کام میں حقیقت
اور رُوحانیت ہی کام دے گی۔

میرا دل ہرگز یہ قبول نہیں کرتا کہ ہندوی جماعت میں جو سچا تقویٰ اور طہارت بھی رکھتے

ہو اور جسے خدا تعالیٰ سے سچا تعلق بھی ہو تو پھر خدا اُسے ذلت کی موت مارے۔ اگرچہ
 طاعون مختلف وقتوں میں آتی رہی ہے مگر ہر زمانہ کا حکم الگ الگ ہے۔ بعض وقتوں میں
 ایسا کوئی آدمی نہ تھا جو اس وقت تم میں لہلہ رہا ہے۔ پس ایسے وقت خدا تعالیٰ
 فرق کرنا چاہتا ہے اور وہی شخص فائدہ اٹھائے گا جو خدا تعالیٰ کے منشاء کو سمجھ کر سچا
 تقویٰ اختیار کرے گا اور خدا سے کوئی فرق نہ رکھے گا۔ خدا تعالیٰ نے ہمیں خوب سمجھا دیا ہے
 کہ ہر دل سچی اور فرق کرنے والے ہیں۔ ان سے یہ عذاب خدا تعالیٰ نے پھیر دیا ہے۔ اس
 لئے ایک متقی کپ اس میں شریک ہو سکتا ہے۔ اگر ہماری جماعت میں کوئی موت طاعون
 کی ہو تو ہمیں ماننا پڑے گا کہ اس میں کوئی نوع غفلت کی تھی۔ میرے وہم اور خیال میں
 بھی کبھی یہ بات نہیں آئی کہ خدا تعالیٰ پر بدظنی کی جہلئے کہ وہ مختلف الہود ہو۔

پس راتوں کو اُٹھ کر دو۔ دعائیں مانگو اور اس طرح سے اپنے ارد گرد ایک دیوار
 رحمت بنالو۔ خدا تعالیٰ رحیم کریم ہے وہ اپنے خاص بندہ کو ذلت کی موت کبھی نہیں مانتا
 (اگر خدا غفلتہ ہماری جماعت میں سے کسی کو ذلت کی موت آئی تو لوگ اعتراض کریں گے
 کیونکہ اگر ہم اشتہار نہ دیتے تو کسی کو اعتراض کا موقع نہ ملتا مگر اب تو ہم نے خود مشہور
 کیا ہے اس لئے لوگ ضرور اعتراض کریں گے)۔ پس تم کو چاہیئے کہ اپنے اندر تبدیلی پیدا
 کرو۔ مجھے امید ہے کہ جو پورے درد والا ہوگا اور جس کا دل شرارت سے دُور نکل گیا ہے
 خدا اُسے ضرور بچائے گا۔ توبہ کرو۔ توبہ کرو۔ مجھے یاد ہے۔ ایک مرتبہ مجھے الہام ہوا تھا۔
 ”اگ سے ہمیں مت ڈراؤ۔ اگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے“

حقیقت یہ ہے کہ جو خدا کا بندہ ہوگا اسے طاعون نہیں ہوگی اور جو شخص طرر اٹھائے گا۔
 اپنے نفس سے اٹھائے گا۔ اگر تم خدا سے صفائی نہیں کرتے تو کوئی طبیب تمہارا علاج نہیں
 کر سکتا اور نہ کوئی دعا فائدہ بخش سکتی ہے۔ یہ ذمہ داری صرف خدا کا فعل ہے۔ دل کا پاک
 صاف کرنا بھی ایک موت ہوتی ہے جب تک انسان محسوس نہ کرے کہ میں اب وہ نہیں ہوں

جو پہلے تھا تب تک اُسے سمجھنا چاہیئے کہ میں نے کوئی تبدیلی نہیں کی۔ جب اُسے معلوم ہو کہ میں اب گندی زندگی۔ بھالت اور طول امل سے بہت دُور آگیا ہوں۔ تو سمجھے کہ اب میں نے تقویٰ پر قدم رکھا ہوا ہے۔ نفس بہت دھوکے دیتا ہے۔ ریگانے مال کی خواہش رکھتا ہے جس سے دوسرے کے مال کا زوال اور نقصان چاہتا ہے تو یہ باتیں آخری اور نفس سے نکلنے کی ہوتی ہیں۔ اور یہ وہی آخری وقت ہے۔ خدا کا خوف ایسی شے ہے کہ انسان کو خستی کر دیتا ہے۔

ایک رویا اور طاعون

نماز عشاء کے بعد حضور پیر تقویٰ دیر کے لئے شہ نشین پر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ مجھے رویا ہوا ہے کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی سر سے ننگا میلے کھیلے کپڑے پہنے ہوئے میرے پاس آیا ہے اس سے مجھے سخت بدبو آتی ہے۔ میرے پاس آکر کہتا ہے کہ میرے کان کے نیچے طاعون کی لگٹی نکلی ہوئی ہے میں اُسے کہتا ہوں کہ پیچھے ہٹ جا۔ پیچھے ہٹ جا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کے ساتھ تفہیم اُٹھی کوئی نہیں ہوئی۔

(المہل دجلد نمبر ۶، صفحہ ۳۴، مؤرخہ ۲۸ نومبر ۵۹ دسمبر ۱۹۰۲ء)

۱۷ نومبر ۱۹۰۲ء بروز دوشنبہ

اعجاز احمدی اور مخالفین

حضرت اقدسؒ بچہ کتریب میر کے لئے تشریف لائے اور قادیان کی مشرقی طرف چلے۔ اعجاز احمدی کا ذکر ہوتا رہا کہ یہ مخالفت اب اس کا کیا جواب دے سکتے ہیں۔ ہاں بعض یہ کہیں گے کہ اگر ہم چاہیں تو اس کا جواب کہہ سکتے ہیں اس پر نواب محمد علی خاں صاحب

نے ایک ڈاکٹر صاحب کا ذکر سنایا کہ دہلی میں ایک مولوی نے اعجاز المسیم کو دیکھ کر کہا تھا کہ اگر چاہیں تو ہم اس کا جواب لکھ سکتے ہیں مگر کن وقت ضائع کے حضرت اقدس نے فرمایا کہ

یہ وہی مثال ہے کہ ایک شخص نے مشتبہ کیا کہ میرے پاس ایک بکری ہے خوشیر کو مار لیتی ہے بشرطیکہ وہ چاہے۔ فرمایا یہی حیلہ کریں گے اگر ہم چاہتے تو جواب لکھ سکتے ہیں۔ اسی طرح یہ لوگ الادہ نہیں کرتے۔ یہی ان کا حیلہ ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ

اعجاز احمدی کا اردو حصہ بھی ہمارے تمام رسالوں کا پھوڑ ہے۔ پھر فرمایا کہ ابھی کیا خبر ہے کہ ہماری جماعت کے کون کون پوشیدہ لوگ ان کے درمیان ہیں۔ وقت آئے گا۔ تو سب آجائیں گے۔ اس کی مثال ایک شرابی کی مثال ہے کہ وہ جب تک یہ ہوش ہوتا ہے تو سب کچھ کہتا رہتا ہے پھر جب ہوش آئے تو سنبھل جاتا ہے اسی طرح ان لوگوں کو بھی حسد اور تعصب کی شراب کی یہ ہوشی ہے۔

مولوی محمد حسین بٹالوی اور اس کی ذلت

ایک شخص نے ذکر کیا کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اگر آؤ گا رہاری جماعت میں داخل ہوں تو ان تعانیت ادوگر تحریروں میں اُن کی جو گت بن چکی ہے وہ صفحہ دوڑگا رہیادگا رہے گی حضور نے فرمایا کہ

الحکم میں یہ عبارت یوں ہے۔

”فرمایا۔ اُن کی مثال تو اس شخص کی سی ہے جس نے مشتبہ کیا کہ میری بکری شیر کو مارتی ہے اور جب لوگوں نے اس کو دیکھنا چاہا تو کہہ دیا کہ جب اس کا الادہ ہو اس وقت مارتی ہے۔ اس وقت اس کا الادہ نہیں۔ پس اس قسم کے حیلہ حوالے کرینگے

(الحکم جلد ۶ نمبر ۴۲ ص ۲۲ مورخہ ۲۴ نومبر ۱۹۰۲ء)

یہ تمام ان کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔ خدا کی شان ہے کہ اس کے ہوا دادے
ہیں ذلت پہنچانے کے تھے وہ تمام اس پر اکٹ پڑے خود اس کی اپنی جماعت میں اس
کی عزت نہ ہوئی۔

فرمایا۔ خدا کی قدرتیں عجیب ہیں جس کو چاہے عزت عنایت کرے۔ یہ تمام اس
کی لہریں ہیں۔ انسان کی غلطی ہے کہ ادھر ادھر ہاتھ پیر مارتا ہے۔ جس قدر وہ لذات چاہتا
ہے خدا تعالیٰ قادر ہے کہ حلال ذریعہ سے پہنچا دے۔ کوئی دوست کسی کی ایسی پاسداری
نہیں کرتا جیسے وہ کرتا ہے۔ اُس کے خلق اسباب میں عجیب مزا آتا ہے۔ قتل کے مقدمہ پر
نظر ڈالو کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے سب میں بھوٹ ڈال دی۔ میرا تو یہ خیال ہے۔ کہ اگر
حاکم کے سامنے بھی آدمی جاوے تو اُسے ہرگز نہ کو سے کیونکہ اگر خدا کو یہ راضی کرتا ہے تو
خدا خود اس حاکم کے دل کو اس کی طرف پھیر دے گا۔ سب کچھ اسی کے پنجہ میں ہے جسے
جس طرف چاہے پھیر دے۔ اس رنگ میں ایک مزا وجودی مذہب کا آجاتا ہے مگر
اُن کا قدم ذرا اُگے پھسلا ہوا ہے لیکن اگر یہاں تک قدم نہ پڑے تو پھر توحید کا بھی
مزا نہیں آتا۔

طاغون ٹیکہ اور خدا پر مہر و سہ

فرمایا۔ دراصل لوگوں کو شبہات پڑ گئے ہیں۔ اس لئے وہ گناہ سے پرہیز نہیں کرتے
ہر ایک میں کچھ نہ کچھ غفلت کا حصہ رہ جاتا ہے۔ خدا اب چاہتا ہے کہ یہ لوگ سمجھ لیں
جس طرح توح کے زمانہ میں اُن کے بیٹے نے کہا تھا کہ میں پہاڑ کی پناہ لے لوں گا۔ اسی
طرح یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم طاغون سے بچنے کے لئے ٹیکہ کی پناہ میں آجائیں گے مگر نہیں
جانتے کہ سب سے زیادہ ضروری شے خدا کی ہستی پر یقین ہے۔ بغیر اس یقین
کے اعمال میں برکات ہرگز پیدا نہیں ہوتیں۔

خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ چلو ذرا ہم بھی چلتے چلیں۔ اگر لوگ آج ہی توحید پر قائم ہو

جائیں تو آج ہی یہ بلا (طاعون) جاتی رہتی ہے۔ خدا تعالیٰ انسان کے اعمال کو دیکھتا ہے کہ وہ
توحید پر قائم ہیں کہ نہیں۔ بہت سے عمل توکل کے برخلاف اور توحید کے برخلاف ہوتے ہیں۔
خواہ وہ کسی طرح سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہے مگر وہ اس میں جھوٹا ہوتا ہے۔ اور یہی فسق ہے آج
کل جس قدر اسباب پر بھروسہ کیا جاتا ہے۔ اس کی نظیر زمانہ سابق میں نہیں ملتی۔ اگرچہ ان وقتوں
میں بھی فسق و فجور ہوتا تھا مگر خدا کا خوف بھی دلوں میں ہوتا تھا۔ ایک وقت آتا ہے کہ لوگ کیا
مسیح الخلق حد وانا کہیں گے مگر اس وقت وہ سب ناس ہی رہ جائیں گے جیسے
روایت الناس پیدا خلون فی دین اللہ اخواناً۔ مگر ایسے وقت پر ان لوگوں کو ایمان
چندان فائدہ نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلْ يَوْمَ الْقِيَامِ لَا يَنْفَعُ الَّذِينَ كَفَرُوا
إِيمَانُهُمْ۔ اس سے طلوع الشمس من مغربہا کی حقیقت بھی معلوم ہوتی ہے اس
کے یہ معنی نہیں ہیں کہ توبہ قبول نہ ہوگی۔ بلکہ یہ مراد ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے فضل سے بخشے
تو بچنے۔ ان کی توبہ کوئی حقیقت نہ رکھے گی۔ یہ امر خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہوگا۔ جیسے
فرمایا۔ إِلَّا مَا شَكَرْنَاكَ۔ مگر مومنوں کے حق میں فرمایا۔ عَطَاكَ غَيْرَ مَحْدُودٍ۔
طاعون مأمور اور لوگوں کو سیدھا کرنے کیلئے ایک تازیانہ ہے
فرمایا۔ طاعون بھی مامور ہے۔ اس کا کیا تصور ہے۔ جیسے اگر ایک شخص سپاہی ہو
تو خواہ اُسے اپنے حقیقی بھائی کے نام وارنٹ ملے۔ اُسے اس کو گرفتار ہی کرنا پڑے گا کیونکہ
فرض منصبی ہے۔ میں تو خدا تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں کہ لوگوں کو سیدھا کرنے کا اب وقت آ
گیا ہے۔ خدا کی رحمت عظیم ہے کہ اپنی طرف سے خود ہی ایک تازیانہ مقرر کر دیا۔ کہ یہ لوگ
خالف نہ رہیں۔ اب یہ لوگ سالک نہ ہوئے بلکہ مجذوب ہوئے کیونکہ خدا تعالیٰ نے خود دگرگیزی
کی۔ پہلی صفت میں بہاری طرف سے نصائح کا سلسلہ تو جاری تھا مگر اس کا اثر کچھ کم ہی
ہوتا تھا۔ اب اس نے طاعون کا تازیانہ چلایا کیونکہ طاعون کو دیکھ کر ان لوگوں کے دل متاثر ہونگے
اور ان نصائح کو خوب سمجھیں گے۔ اب ان لوگوں کے لئے ایک عمدہ موقعہ اولیاء اور اصغیاء

بننے کا ہے ورنہ آرام کے زمانہ میں ان فصلی کا کیا اثر ہوتا۔ بعض وقت انسان طائفہ کھانے سے درست ہوتا ہے اور بعض وقت ملو دیکھنے سے۔ زنا کی سزا کے لئے بھی خدا نے کہا ہے کہ لوگوں کو دکھا کر دی جائے۔ اسی طرح دوسروں کو تازیانہ پڑ رہا ہے اور ہماری جماعت دیکھ رہی ہے۔ بہت سے آدمی تھے جنہوں نے ہمارے منشاء اور ارادہ کو آج تک نہیں سمجھا تھا مگر اب خدا دوسروں کو تازیانہ لگا کر ان کو سمجھا رہا ہے۔ طائفۃ من المؤمنین سے معلوم ہوتا ہے کہ اس طائفہ میں کوئی کسر ہوگی۔ اس کی اصلاح اس طرح سے ہو جائیگی کہ وہ دوسرے کو سزا عطا کر دیکھ کر اپنی اصلاح کریں گے اور اس میں کل مومنوں کو بھی نہیں کہا بلکہ ایک طائفہ کو کہا ہے۔

ایک خواب

اس کے بعد فرمایا:-

رات میں نے خواب میں کچھ بارش ہوتی دیکھی ہے۔ یہ نہی تشریح سا ہے اور قطرات پڑ رہے ہیں مگر بڑے آرام اور سکون سے۔

ایمان کی حفاظت سرگرمی سے ہوتی ہے

فرمایا:-

سرگرمی انسان کے اندر ہو تو ایمان رہتا ہے ورنہ نہیں۔ کافور کے ساتھ کالی مرچ اس لئے رکھتے ہیں کہ کافور نہ اڑے۔ اس کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ کالی مرچ میں تیزی ہوتی ہے وہ اُسے اڑنے سے بچائے رکھتی ہے۔

(البدیع جلد نمبر ۶۰ صفحہ ۳۴-۳۵ مریض ۲۸ نومبر ۵۵ دسمبر ۱۹۵۶ء)

۱۸ نومبر ۱۹۰۲ء بروز شنبہ

بہشتی مقبرہ کے متعلق روایا

فجر کی نماز کے بعد فرمایا کہ

نماز فجر سے کوئی ۲۰ یا ۲۵ منٹ پیشتر میں نے خواب دیکھا کہ گویا ایک زمین خرید لی ہے کہ اپنی جماعت کی میتیں وہاں دفن کیا کریں تو کہا گیا کہ اس کا نام بہشتی مقبرہ ہے۔ جو اس میں دفن ہوگا بہشتی ہوگا۔

کشمیر سے کسر صلیب سے متعلق روایا

پھر اس کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ کشمیر میں کسر صلیب کے لئے یہ سامان ہوا ہے کہ کچھ پُرانی انجیلیں وہاں سے نکلی ہیں۔ میں نے تجویز کی کہ کچھ آدمی وہاں جائیں اور وہ انجیلیں لائیں تو ایک کتاب اُن پر لکھی جائے۔ یہ سن کر مولوی مبارک علی صاحب تیار ہوئے کہ میں جاتا ہوں۔ مگراں مقبرہ بہشتی میں میرے لئے جگہ رکھی جائے۔ میں نے کہا کہ خلیفہ نور الدین کو بھی ساتھ بھیج دو۔

یہ خواب حضرت اقدس نے سنایا اور فرمایا کہ

اس سے پیشتر میں نے تجویز کی تھی کہ ہماری جماعت کی میتوں کے لئے ایک الگ قبرستان یہاں ہو سو خدا تعالیٰ نے آج اس کی تائید کر دی اور انجیل کے معنی بشارت کے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے کہ وہاں سے کوئی بڑی بشارت ظاہر کرے اور جو شخص وہ کام کر کے لائے گا وہ قطعی بہشتی ہوگا۔

(پخت ظہر و عصر)

ایک نشان

چند ایک اہلب مع مولوی عبدالستار صاحب برآج تشریف لائے تھے اُن سے حضور

ہے۔ یہ خواب بالکل سچا ہے اور اس کے ساتھ کسی طرح کی آمیزش نہیں ہے۔ مجھے اُس وقت خواب میں معلوم ہوتا تھا کہ کوئی بڑا عظیم الشان کام ہے جیسے کسی کو لڑائی پر جانا ہوتا ہے۔ اس سے یہ بات تو ثابت ہو گئی کہ ہماری فراست نے خطا نہیں کی۔ یہ عقدہ اللہ تعالیٰ حل کر دے تو صد ابرسوں کا کام ایک ساعت میں ہو جائے اور عیسائیوں اور ان مولویوں کے گھروں میں ماتم پڑ جائے۔

ایک صحابی نے عرض کی کہ حضور پھر تو سارے انگریز رجوع باسلام ہو جائیں۔ قرطبا۔ دُنیا میں ایک حرکت ہے۔ اس کی مثال تو یہ ہے کہ جیسے تسبیح کا دوہا گاؤٹ کس ایک دانہ نکل جائے تو باقی بھی نہیں ٹھہرتے۔ خواہ پادری پیٹتے ہی رہ جائیں۔ تمام انگریز ٹوٹ پڑیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے دادا ایسے ہی ہوتے ہیں۔ مکروا و مکرا اللہ واللہ خیر الساکرین۔

پھر ڈوئی کا اخبار آپ نے سنا اور فرمایا کہ

پگٹ کی شہرت ڈوئی سے بہت زیادہ ہے

(البتدر جلد نمبر ۶۵ صفحہ ۳۵ موزہ ۸ موزہ ۵ دسمبر ۱۹۰۲ء)

۱۹ نومبر ۱۹۰۲ء بروز چہار شنبہ

دو وقت سیر

يَوْمَ امُوتُ وَيَوْمَ ابْعَثُ حَيًّا۔ اس آیت پر فرمایا کہ

ان مولویوں کو حسرت ہی ہوگی کہ اُبْعَثُ کا لفظ کیوں آیا کاش اَنْزِلُ کا لفظ ہوتا۔

پگٹ منظر شیطان

اس کے بعد پگٹ کا ذکر ہوا کہ

ان لوگوں کو اس لئے دعویٰ کرنے کی جرأت ہو جاتی ہے کہ قوم نے مان لیا ہے کہ وہ

وقت قریب ہے کہ مسیح آئے ورنہ اگر قوم کی کثرت رائے اس طرف ہوتی کہ وہ وقت دور ہے تو یہ دعویٰ نہ کرتا۔ شیطان کے بھی منظر ہوتے ہیں۔ شیطان نے اس زمانہ میں اپنے منظر کے لئے پگٹ کو ہی پسند کیا ہے۔

تصویر یعنی فوٹو کا جواز اور اس کی ضرورت

نمایا۔

فی زمانہ تصویر کی ان لوگوں کے بالمقابل کس قدر حاجت ہے۔ ہر ایک رزم رزم میں آج کل تصویر سے اثر ڈالا جاتا ہے۔ پگٹ کی بھی تصویر شائع ہوئی ہے۔ فوٹو کے بغیر اسکل جنگ (روحانی) ناقص ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس طرح کے ہتھیار مخالف تیار کریں۔ تم بھی ویسے ہی تیار کرو۔ اس سے فوٹو کا جواز ثابت ہے۔ بندوقوں اور توپوں سے جنگ کرنے کا جواز بھی اسی طرح کیا گیا ہے ورنہ آگ سے مارنا تو حرام ہے۔ جہاں ضرورت تھو محرم اور مستدعی ہوتی ہے یا اس کے متعلق الہام ہوتا ہے اس مقام پر تصویر کی حرمت کی سند پیش کرنا حماقت ہے۔ جبریل نے خود حضرت عائشہؓ کی تصویر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائی۔

مولوی محمد آسن صاحب نے عرض کیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے وقت میں بھی ایسی

ہی ضرورت پیش آئی ہوگی۔ حضرت اقدس نے فرمایا۔

ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ پھر فرمایا۔

ایک حرمت حقیقی ہوتی ہے ایک غیر حقیقی۔ جو غیر حقیقی ہوتی ہے وہ اسبابِ داعیہ

سے اٹھ جاتی ہے۔

ایک سائل

نمیر کے دولان راستہ میں ایک سائل بنک بنک کر سوال کر رہا تھا۔ فرمایا۔

ایک یہ بھی انسان ہے اور ہم بھی ایک انسان ہیں۔ کس طرح یہ ہر ایک دروانہ پر
گر تارا اور سوال کرتا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا تو ایسا کبھی نہ رہتا۔ ۷

مے تواند شد میجامے تواند شد یہود

پگٹ کے نام کا مہتر

پہر فرمایا۔

پگٹ کے نام کا جو سر ہے اس میں خنزیر کے معنی پائے جلتے ہیں۔ اب
دیکھیں کہ یہ عیسائیوں کا خدا آسمان پر جاتا ہے کہ زمین میں دفن ہوتا ہے۔ دراصل خدا
تعالیٰ کو ان لوگوں پر سخت غیرت ہے جو خدائی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس کی غیرت
تقاضا نہیں کرتی کہ ایسے لوگ ہوں۔ اس حساب سے تو موسیٰ اور دوسرے کل نبی معاذ اللہ
اس (پگٹ) کے بندے ہوئے اور یہ بھی عجیب بات ہے کہ نایک ہی سلطنت کے نیچے
دو مدعی۔ ایک جھوٹا ایک سچا۔ جیسے طاعون ہمارے لئے مفید پڑی ہے۔ ویسے ہی پگٹ
نے گردن نکالی ہے۔ جو کچھ اہل مقرر ہو چکا ہے ضرور ہے کہ وہ تمام ظاہر ہو جاوے۔

ڈوٹی کے ذکر پر فرمایا۔

جو دولت کی مشکلات میں پھنسا ہے۔ اسے دین میں کب لہلہ مل سکتی ہے۔

نندوں کا توسل جائز ہے

بعد نماز مغرب حضرت اقدس مسجد کے گوشہ میں تشریف فرما ہوئے۔ ایک سوال

پوچھا گیا کہ کیا دعا کے بعد یہ کلمات کہنے کر یا الہی تو میری دعا کو بظیفیل حضرت مسیح

محمود علیہ السلام قبول فرما۔ جائز ہے یا نہیں۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ

شریعت میں توسل احیاء کا جواز ثابت ہوتا ہے بظاہر اس میں شریک نہیں ہے۔

ایک حدیث میں بھی ہے۔

لفظ اُوی کی حقیقت

نستایا۔

قرآنی آیات سے پتہ چلتا ہے کہ اُوی کا لفظ یہ چاہتا ہے کہ اول کوئی مصیبت واقع ہو۔ اسی طرح الہام آئے اُوی القریۃ چاہتا ہے کہ ابتداء میں خوفناک صورتیں ہوں۔ اصحاب کہف کی نسبت بھی یہی فافا الی الکھف اور وادینہما الی ریکوۃ ان تمام مقامات سے یہی مطلب ہے کہ قبل اس کے کہ خدا تعالیٰ آرام دے۔ مصیبت اور خوف کا نظارہ پیدا ہوگا اور لولا الاکرام لہلک المقام بھی اسی کے ساتھ ملتا ہے۔

ادائل عمر کی بیعت

ایک لڑکے کی بیعت کے ذکر پر فرمایا کہ

ادائل عمر کے لوگوں کی بیعت میں مجھے تردد ہوتا ہے۔ جب تک انسان کی عمر چالیس برس کی نہ ہو تب تک ٹھیک انسان نہیں ہوتا۔ ادائل عمر میں تکتوں ضرور آتا ہے میرا ارادہ نہیں ہوتا کہ ایسی حالت میں بیعت لوں مگر ہر خیال کہ دل آزاری نہ ہو بیعت لے لیتا ہوں۔ انسان جب چالیس برس کا ہوتا ہے تو اسے موت کا نظارہ یاد آ جاتا ہے اور جس کے قریب ابھی موت کا خوف ہی نہیں اس کا کیا اعتبار۔

مسلمان بادشاہوں نے عربی زبان کی ترویج نہ کی

اس کے بعد یہ ذکر ہوتا رہا کہ آج تک بہت حقوڑے ایسے گندے ہیں جنہوں نے

الحکم میں لیں ہے کہ

فرمایا۔ احیاء کا توسل جائز ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے ذریعہ ہاشم کی دعا کی گئی تھی۔ (الحکم جلد ۲ نمبر ۲۴ صفحہ ۲۴ نومبر ۱۹۰۵ء)

اس امر کو محسوس کیا اور حسرت کی کہ کیوں ہندوستان کے شاہان اسلام نے اس ملک میں سوائے عربی کے دوسری زبانوں کو رواج دیا حالانکہ عربی ایک بڑی وسیع زبان تھی جس میں ہر ایک مطلب مکمل طور پر بیان ہو سکتا ہے۔ اگر وہ ایسا کرتے تو یہ اسلام کی ایک بڑی امداد ہوتی مگر نہ معلوم کہ کیوں کسی کو خیال نہ آیا۔ اس سے ایک نقص یہ بھی پیدا ہوا کہ ہندوستان کی اسلامی ذریت کو اس وجہ سے کہ ان کو اپنی مذہبی زبان کا علم نہیں۔ قرآن شریف اور دیگر علوم عربیہ سے بہت کم متس ہے۔

حضرت اقدس علیہ السلام بھی ان باتوں کی تائید فرماتے رہے اور فرمایا کہ یہ اُن سے ایک مصیبت ہوئی۔

رسالت اور نبوت پر تقریر

اس کے بعد رسالت اور نبوت کے مضمون پر حضرت اقدس علیہ السلام فارسی میں تقریر فرماتے رہے جو ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِهِمْ وَلَكِنَّ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ۔ لیکن دنیا بھر کے استاد اک ائمہ ست چوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھیج کس را پدر نیست۔ پس ہاں اعتراض کہ براہ دشمنان کردہ شدہ و گفتہ کہ اِنَّ شَائِنَكَ حُوَالَا بَتَرَبِّرَ آنحضرت لازم ہے آید گویا کہ خدا تعالیٰ تصدیق معترض سے کند بلے ازالہ ایں وہم فرمودہ است۔ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ یعنی بھیج اہل قطب و اولیا و بچہ ختم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نخواہد شد۔ حکام و امین حالت است کہ اگر ہر کاغذ ہر سرکاری نشود صحیح نماند۔ ہر کسے را کہ الہام و مکالمہ الہی سے شود از ہر رسول سے شود و ازین معنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ را پدر است۔ دریک معنی نفی نبوت سے شود و دریک معنی اثبات نبوت سے شود اگر گوئیم کہ سلسلہ افادات نبوی منقطع

نشہ و اکنوں کسے را الہام و مکالمہ و مخاطبہ الہی نے شود ہمہ اسلام تباہ مے شود۔ سلسلہ مارا
 ایں مثال است کہ اگر کسے در آئینہ صورت مے بیند آنچه در شیشہ نظر مے آید چیزے دیگر نیست
 بہاں است کہ پیش شیشہ ہست۔ ایں مردماں دریں آیت کریمہ غور مے کنند و من خوب مے دانم
 کہ ایں ہمہ عقیدہ مے دارو کہ سلسلہ مکالمات الہیہ منقطع شدہ است۔ کلام بمعنی وحی است در
 قرآن ہم ذکر الہام نامہ بلکہ ذکر وحی آمدہ و قطعیت الہام و وحی یک معنی دارد و مے پندارند
 کہ اگر ایں سلسلہ منقطع شود باقی از برکات اسلام چہ مے ماند۔ پس یہیں معنی است کہ گفتہ در
 مثال آئینہ و فل کہ ظل ہمہ نقوش اصل در خود دارد و ظل نبوت یہیں طور است البتہ اں نبوت
 منقطع است کہ بلا توسل و سلسلہ رسول اللہ آید و ہر کسے کہ ازیں انکار مے کند کافر میشود و
 از دین خارج مے شود اگر دین بایں طور مردہ است کلام تو قیح نجات باید داشت اگر انسان
 اندیش عالم تکمیل معرفت نمکند چہ دلیل دارد کہ در روز آخرہ خواہد کرد بجز ایں صورت کہ ما پیش
 مے کنیم دیگر صورت نیست من کان فی ہذا فی اعلیٰ و فی الآخرۃ اعلیٰ۔ از بسیار
 مقامات قرآن معلوم مے شود کہ ایں امت خیر امت ہست پس کلام خیر است کہ در امت
 موسوی الہام مکالمہ و غیرہ مے شدی و در ایں امت نے شود و کلام مشابہت ایناں را
 بامت موسوی خواہد بود۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تکمیل کنندہ ایں عالم اند یعنی کمال ایں
 عالم بر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ختم شدہ و ایں معنی ختم نبوت است کہ کسے دیگر نبی نے
 شود حتی کہ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بر نبوت او نشود چنانچہ مثال اں دریں دنیا و
 بود کہ یہیچ پروانہ سرکاری تصدیق مے شود حتی کہ ہر سرکاری بر او نبود۔ پس ازیں آیت معلوم
 مے شود کہ اللہ تعالیٰ بطور جسمانی نفی البت مے فرماید و بطور روحانی اثبات ثبوت میکند
 بہر حال ایمان باید آورد کہ برکات و افادات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاری است۔ ان
 کُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِیْ یُحِبِّبْکُمُ اللّٰهُ دریں آیت معنی محبت چہیست ایں
 معنی ہرگز نیست کہ خدا بر کسے را کہ محبت میکند دریں عالم اورا کو مے دارو۔ اگر ایں دعویٰ

را عقل بودے میدانندے۔ انسان ہمہ باشد کہ طالب مغر شود نہ کہ پوست ہمہ ابل طالب مغر شدہ اندایان ہمیں است کہ ایشان نخواهند کہ چشم آنها بینا شود نہ کور۔ باعث مغضوب نشدن اہل اسلام چیست ہمیں کہ از زبان میگویند کہ ایمان آوردیم و در دل بیچ شیش نیست و ہمیں معنی این آیت است ما قدر و الله حق قدرہ و ہمیں نابینائی کہ ذکر کردیم موجب فسق و فجور است و برائے ہمیں بینائی خداوند تعالیٰ این سلسلہ را قائم کردہ است کہ باز آن بینائی کہ رفتہ ہست پیدا شود خدا مے خواہد۔ . . . کہ ثابت کند آن نبی صلی اللہ علیہ وسلم زندہ است و افادہ آن ہم زندہ است اگر این نبود کدام فرق در نصاریٰ و اسلام است، آل مرده و این مرده۔ آل قصہ و حکایت است این ہم قصہ و حکایت است اندریں صورت فیصلہ چگونہ شود خدا تعالیٰ ارادہ فرماید کہ آل برکات سماویہ بنمائند و اگر مردے مثل آل (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) نئے آید چگونہ بنمائند این ہمہ کار خدا است ما بند گانیم و بیچ امید فتح و شکست نداریم او خوب مے داند کہ کدام شوریدہ است بہر مصلحتی کہ خواہد خواہد کرد۔

(البداد جلد ۱ نمبر ۶ صفحہ ۳۶ مورخہ ۲۸ نومبر ۱۹۰۲ء)

۲۰ نومبر ۱۹۰۲ء بروز پنجشنبہ پگٹ کے متعلق دعا۔ رویا۔ الہام

فترمایا۔

رات کو میں نے پگٹ کے متعلق دعا کی اور صبح بھی کی۔ مجھے یہ دکھایا گیا کہ کسی نے مجھے چار پانچ کتابیں دی ہیں جن پر لکھا ہوا تھا۔ تسبیح تسبیح تسبیح۔ بعد اس کے الہام ہوا۔ اللہ شدید العقاب انہم لا یحسنون۔ اس الہام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی موجودہ حالت خراب ہے اور یا یہ کہ آئندہ توبہ نہ کریں گے۔ اور یہ معنی بھی اس

کے ہیں لایڈمنون باللہ اور یہ مطلب بھی اس سے ہے کہ اس نے یہ کام اچھا نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ پر یہ افتراء اور منصوبہ باندھا اور اللہ شہید العقاب ظاہر کرتا ہے کہ اس کا انجام اچھا نہ ہوگا اور عذاب الہی میں گرفتار ہوگا حقیقت میں یہ بڑی شوخی ہے کہ خدائی کا دعویٰ کیا جائے۔

چکڑالوی

چکڑالوی کا ذکر آنے پر معلوم ہوا کہ اُس نے نماز میں بھی کچھ رد و بدل کی ہے۔ التحیات اور دو و شریف کو نکال دیا ہے اور بھی بعض تبدیلیاں کی ہیں۔ حضرت اقدس نے چکڑالوی کے فتنہ کو خطرناک قرار دیا اور آپ کی رحمت اور رحیمیت اسلامی نے تقاضا کیا کہ اس کے متعلق ایک اشتہار بطور محاکمہ کے لکھا جاوے جس میں یہ دکھایا جائے کہ اس نے اور مولوی محمد حسین نے افراط اور تفریط کی راہ اختیار کی ہے اور یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ہم کو صراط مستقیم پر دکھا ہے۔
نہ پایا۔

نبی ہمیشہ دو چیزیں لے کر آتے ہیں۔ کتاب اور سنت۔ ایک خدا کا کام ہوتا ہے اور دوسرے سنت۔ یعنی اس کتاب پر خود عمل کر کے دکھا دیتے ہیں۔ دنیا کے کام بھی بغیر اس کے نہیں چل سکتے۔ دقیق مسائل جو استاد بتاتا ہے۔ پھر اس کو حل کر کے بھی دکھا دیتا ہے۔ پس جیسے کام اللہ یقینی ہے۔ سنت بھی یقینی ہے۔

خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ اُس نے ہمیں صراط مستقیم پر کھڑا رکھا ہے۔ وہابیوں نے افراط کی اور قرآن پر حدیث کو قاضی ٹھہرایا اور قرآن کو اس کے آگے مستفیث کی طرح کھڑا کر دیا اور چکڑالوی نے تفریط کی کہ بالکل ہی حدیث کا انکار کر دیا۔ اس سے فتنے کا اندیشہ ہے اس کی اصلاح ضروری ہے۔ ہم کو خدا تعالیٰ نے حکم ٹھہرایا ہے۔ اس لئے ہم ایک اشتہار کے ذریعہ اس غلطی کو ظاہر کریں گے اور مضمون پیچھے لکھیں گے۔ اول خویش بعد درویش

جس ماہ پر خدا تعالیٰ نے ہم کو چلایا ہے اس پر اگر غور کیا جائے تو ایک لذت آتی ہے قرآن شریف نے کیا ٹھیک فیصلہ فرمایا۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ دِينَهُ يُؤْمِنُ بِهِ** یہ ایک قسم کی پیشگوئی ہے جو ان دہائیوں کے متعلق ہے اور سنت کی نفی کرنے والوں کے لئے فرمایا **إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ** ۲

(البدر جلد نمبر ۶۵ صفحہ ۴۳ مورخہ ۲۸ نومبر ۱۹۷۹ء)

۲۱ نومبر ۱۹۰۲ء بروز جمعہ

لندن میں اول ولد الاسلام

حضرت اقدس اول شیخ رحمت اللہ صاحب سے ان کے حالات سفر دریافت ملتا ہے پھر حضور نے دریافت فرمایا کہ کیا آپ پگٹ سے ملنے گئے تھے۔ شیخ صاحب نے سنایا کہ ہم نے بہت کوشش کی مگر وہ ہم سے ملے نہیں۔ شیخ صاحب کو ایک اور فرزند ان کی یورپین منکوحہ سے جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے اور جس کا نام حضرت اقدس کے ارشاد کے مطابق عبداللہ رکھا گیا ہے۔ اس کے حالات دریافت فرماتے کے بعد فرمایا کہ

لندن میں وہ اول ولدا اسلام ہے۔

بعض ازاں طاعون اور ٹیکہ کا ذکر ہوتا رہا۔ حضور نے فرمایا۔

۲ آخر کار آسمانی ٹیکہ ہی رہ جائے گا۔

(البدر جلد نمبر ۶۵ صفحہ ۴۳ مورخہ ۲۸ نومبر ۱۹۷۹ء)

جمعہ ۲۱ نومبر ۱۹۰۲ء کی ڈائری الہکم نے بہت ہی مختصر لکھی ہے مگر جو مضمون اس میں لکھا ہے۔

اس کا البدر میں کوئی ذکر نہیں لہذا وہ الہکم سے یہاں درج کیا جاتا ہے۔

رقیبہ حاشیہ لکھے منظر ہر

جمعہ پڑھ کر فرمایا کہ

۲۵ نومبر ۱۹۰۲ء بروز سہ شنبہ

بعد ازلے نماز مغرب لوگوں کا دستور ہے کہ وہ پروانہ وار گرتے ہیں اور ہر ایک کی کوشش ہوتی ہے کہ ایک قدم آگے ہو جاؤں تاکہ حضرت اقدس کے دہن مبارک سے جو کلمات طیبات نکلنے میں وہ اچھی طرح سُن سکوں۔ یہ کوشش دیکھ کر حضور نے فرمایا کہ آپس میں بل جل کر بیٹھ جاؤ جس قدر تم آپس میں محبت کرو گے اسی قدر احد قاتلے تم سے محبت کرے گا۔

مضمون زیرِ قلم کی نسبت ایک استفسار پُرسرایا کہ یونہی امتحان میں نے دیکھنا سچا تھا کہ کچھ لکھ سکتا ہوں کہ نہیں مگر چند ہی حرف لکھنے کے بعد مر کر چکر آگیا اور میں گرنے کے قریب ہو گیا۔

مصری اخبار اللواء کے اعتراض کا جواب

مصر کے اخبار اللواء نے کشتی نورۃ میں مندرجہ آیت کا ذکر کر کے اعتراض کیا تھا کہ یہ لوگ قرآن کو نہیں سمجھتے اور ان کو پتہ نہیں کہ مامن دایر الاولیاء دعاء حدیث میں ہے اس پر ایمان نہیں لاتے۔ حضور نے فرمایا کہ

اس نے ہمارے مطلب کو نہیں سمجھا اور پہلی آیت کو دیکھ کر صرف اپنے اندر نفی بغض کی وجہ سے ایک شاعرانہ مذاق میں مضمون لکھنا شروع کر دیا۔ ہم دواؤں سے

رات میں نے محمد حسین چکراوالوی کے متعلق جو مضمون لکھا تھا تو میں نے دیکھا کہ یہ دونوں یعنی چکراوالوی اور مولوی محمد حسین میرے سامنے موجود ہیں تو میں نے ان کو کہا کہ خست القمر والشمس فی رمضان فبای الہ دیکھا تکذیب۔ اور الہ صحرا میں خود ہوں۔ (الحکم جلد ۶ نمبر ۴ ص ۷ مورخ ۲۴ نومبر ۱۹۰۲ء)

لے۔ لن یمیبنا الا انکب الله لنا هو مولنا وعلی الله فلیتوکل المؤمن (ترجمہ)

کب انکار کرتے ہیں۔ ہم تو قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک شے میں فوائد رکھے ہیں۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس (طاعون) کے متعلق ہمیں قیل از وقت سمجھا دیا ہے کہ یہ اس کا حقیقی علاج ہے اور یہ امر اس نے ہمیں بطور نشان کے دیا ہے تو اب ہم نشان کو کیسے مشتبہ کریں جب اللہ تعالیٰ کوئی نشان دے تو اس کی بے قدری کرنا صرف معصیت ہی نہیں بلکہ کفر تک ذمت پہنچا دیتا ہے۔

گر حفظ مراتب نہ کئی زندگی

حفظ مراتب کا لحاظ ان لوگوں کے وہم و گمان میں بھی کبھی نہیں آتا یا افراط ہے یا تفريط۔ خیر اب اس کے مقابلہ میں بھی لکھنے کا عمدہ موقع مل گیا ہے۔ بہتر ہے کہ ایک اشتہاد میں مختصر اپنے دعاوی اور دلائل لکھ دیئے جائیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اب بہانے ڈھونڈتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں جب تبلیغ کا کوئی عمدہ ذریعہ نہ تھا تو اللہ تعالیٰ اسی طرح دشمنوں کے ہاتھوں سے تبلیغ کراتا تھا۔ کوئی شاعر آتا تو شعر کہہ جاتا لوگ بُرے بُرے پیراؤں میں آپ کا ذکر کرتے مگر سعید و حسنین انہیں کے الفاظ سے آپ کی طرف کبھی چلی آتیں۔ یہ ہمیشہ سنت اللہ ہے۔

عذاب سے حفاظت

بٹالہ میں طاعون کا ذکر سُکر فرمایا کہ

یہ سرزمین بہت گندی ہے خوف ہے کہیں تباہ نہ ہو جائے۔ اللہ کا رحم ہے اس شخص پر جو امن کی حالت میں اسی طرح ڈرتا ہے جس طرح کسی مصیبت کے وارد ہونے پر ڈرتا ہے جو امن کے وقت خدا تعالیٰ کو نہیں بھلاتا۔ خدا تعالیٰ اُسے مصیبت کے وقت نہیں بھلاتا اور جو امن کے زمانہ کو عیش میں بسر کرتا ہے اور مصیبت کے وقت دعائیں کرنے لگتا ہے تو اس کی دعائیں بھی قبول نہیں ہوتیں۔ جب عذاب الہی کا نزول ہوتا ہے تو قیہ

کا دروازہ بند ہو جاتا ہے پس کیا ہی سعید وہ ہے جو عذاب الہی کے نزول سے پیشتر دُعا میں مصروف رہتا ہے۔ صدقات دیتا ہے اور امر الہی کی تعظیم اور خلقِ اسد پر شفقت کرتا ہے۔ اپنے اعمال کو سنوار کر بجالاتا ہے یہی سعادت کے نشان ہیں۔ درخت اپنے پھولوں سے پہچانا جاتا ہے اسی طرح سعید اور شقی کی شناخت بھی آسان ہوتی ہے۔
فرمایا:-

اصل میں انسان جوں جوں اپنے ایمان کو کامل کرتا ہے اور یقین میں پکا ہوتا جاتا ہے توں توں اسدِ تعالیٰ اس کے واسطے خود علاج کرتا ہے۔ اس کو ضرورت نہیں رہتی کہ دوائیں تلاش کرتا پھرے وہ خدا تعالیٰ کی دوائیں کھاتا ہے اور خدا تعالیٰ خود اس کا علاج کرتا ہے بھلا کوئی دعویٰ سے کہہ سکتا ہے کہ فلاں دوا سے فلاں مریض ضرور ہی شفا پا جائے گا۔ ہرگز نہیں بلکہ بعض اوقات دیکھا جاتا ہے کہ دوا اُلٹا ہلاکت کا موجب ہو جاتی ہے بعض وقت تشخیص میں غلطی ہوتی ہے بعض وقت دواؤں کے اجزاء میں غلطی ہو جاتی ہے۔ غرض حتمی علاج نہیں ہو سکتا۔ ہاں خدا تعالیٰ جو علاج فرماتا ہے وہ حتمی ہوتا ہے۔ اس سے نقصان نہیں ہوتا۔ مگر یہ بات ذرا مشکل ہے۔ کامل ایمان کو چاہتی ہے اور یقین کے پہاڑ سے پیدا ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کا اسد تعالیٰ خود معالج ہوتا ہے مجھے یاد ہے ایک دفعہ دانت میں سخت درد تھا۔ میں نے کسی سے دریافت کیا کہ اس کا کیا علاج ہے۔ اس نے کہا کہ موٹا علاج مشہور ہے علاجِ دندانِ اخراجِ دندان۔ اس کا یہ فقرہ میرے دل پر بہت لگاں گذرا کیونکہ دانت بھی ایک نعمتِ الہی ہے۔ اسے نکال دینا ایک نعمت سے محروم ہونا ہے اسی فکر میں تھا کہ غنودگی آئی اور زبان پر جاری ہوا۔ واذا مرضت فهو لشفیع۔ اس کے ساتھ ہی معاً درد ٹھہر گیا۔ اور پھر نہیں ہوا۔ غرضیکہ لوگ اعتراض کے واسطے دوڑتے ہیں حقیقت کے واسطے نہیں دوڑتے اور نہ اسے دیکھتے ہیں۔ اعتراض کی صورت کوئی نظر آجائے تو اس کے واسطے عید ہو جاتی ہے۔ ہم نے کشتی نوح میں کہاں لکھا ہے

کہ دو ایسے انوحض ہیں۔ ٹیکہ نہ کروانے کی صاف وجہ لکھی ہے کہ چونکہ ہمیں آسمانی ٹیکہ لگایا گیا ہے جو کہ ایک نشان ہے اس لئے اس مادی علاج کو خدا تعالیٰ کے نشان میں مشترک کر کے ہم شرک کے ترکب ہونا نہیں چاہتے۔ متقانی اپنے اپنے عمل پر ہی چسپاں ہو سکتے ہیں۔ دیکھئے روزہ کیسے خدا تعالیٰ کی رضا اور ثواب کا موجب ہے لیکن اگر کوئی عید کے دن روزہ رکھے تو کیا وہ ثواب کا مستحق ہوگا یا کسی عذاب کا؟ ان لوگوں نے ہمارے متعلق ذرا سوچ سے کام نہیں لیا اگر تقویٰ اور نیک نیتی سے کام لیتے اور سوچتے تو اتنا غوغا نہ کرتے بلکہ ان کو حتیٰ سمجھ آ جاتا۔ اور وہ ہلاک نہ ہوتے۔ خدا تعالیٰ نیک نیت کو ضائع نہیں کرتا۔

موضع مد میں میاں محمد یوسف صاحب کا بائیکاٹ

حضرت اقدس کی خدمت میں کسی نے عرض کیا کہ موضع مد میں محمد یوسف صاحب کا پانی بند کرنے اور تعلقات لین دین، گفتگو، سلام پیام سب ترک کرنے کی تحریک چلا رہی ہے۔ اس لئے اُن کے گھرانے کو سخت تکلیف ہے۔ فرمایا کہ خدا تعالیٰ آسمان پر دیکھتا ہے اُن کو اس کا اجر دے گا اور تکلیف دینے والوں کو سزا دے گا۔ یونہی ان کو چھوڑتا نہیں۔

جنوں کے متعلق جواب

جنت کے وجود اور اُن کی معرفت اشیاء منکوانے اور کھانے کا سوال ہوا حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ۔
اس پر ہمارا ایمان ہے۔ عرفان نہیں۔ نیز جنت کی ہمیں اپنی عبادت۔ معاشرت۔ تمدن اور سیاست وغیرہ امور میں ضرورت ہی کیا ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا عمدہ فرمایا ہے۔ من حسن اسلام السمیع

تو کہ مالا یعنی یہ۔ انسانی عمر بہت مختصر ہے۔ سفر بڑا کٹا اور لمبا ہے۔ اس واسطے
 زاد راہ لینے کی تیاری کرنی چاہیئے۔ یہودہ محض اور لغو کاموں میں پڑے رہنا مومن کی شان
 سے بعید ہے۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہی صلح کرو۔ اور اسی پر بھروسہ کرو۔ اس سے بڑھ کر کوئی
 قادر نہیں۔ اس سے بڑھ کر کوئی طاقتور نہیں۔ بات یہ ہے کہ نرے الفاظ اور باتوں سے کچھ
 نہیں بنتا۔ جیتک خدا تعالیٰ اپنے فضل سے دلوں میں نہ گاڑ دے خدا تعالیٰ پر بھروسہ
 کرنا ہی ہر مرض کا علاج ہوتا ہے۔ میرے نزدیک یہ عالمگیر موت جو آتی ہے۔ اس کا علاج
 بجز ایمان کے صیقل کرنے اور یقین کی جلا کے ہرگز ممکن نہیں۔

متقی طاعون سے محفوظ رہے گا

یہ (طاعون) زمینی چیز نہیں ہے کہ زمین اس کا علاج کر سکے۔ یہ آسمان سے آتی ہے۔
 اور اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ یہ رجز من السماء ہے۔ سابقہ انبیاء کے وقت بھی
 یہ بطور عذاب کے ایک نشان ہوتا رہا ہے۔ پس اس کا علاج یہی ہے کہ اپنے ایمان کو اس
 کی انتہائی غایت تک پہنچا دو۔ اس کے آنے سے پیشتر خدا تعالیٰ سے صلح کرو۔ استغفار کرو۔ توبہ
 کرو۔ دعاؤں میں لگو۔ اس (مرض طاعون) کی کوئی دوائی نہیں ہے۔ مرض ہو تو دوا ہو۔ یہ تو
 ایک عذاب الہی اور تہر ایزدی ہے۔ بجز تقویٰ کے اس کا اور کیا علاج ہے؟ یاد رکھو کہ اگر گھر
 بھر میں ایک بھی متقی ہو گا تو خدا تعالیٰ اس کے سارے گھر کو بچائے گا۔ بلکہ اگر اس کا تقویٰ
 کامل ہے تو وہ اپنے محلے کا بھی شفیع ہو سکتا ہے۔ اگرچہ متقی مر بھی جائے تو وہ سیدھا جنت
 میں جاتا ہے مگر ایسے وقت میں جبکہ یہ موت ایک تہر الہی کا نمونہ ہے اور بطور نشان کے
 دنیا پر آئی ہے۔ میرا دل ہرگز شہادت نہیں دیتا کہ کوئی متقی اس ذلت کی موت سے مرے
 متقی ضرور بچا یا جائے گا۔

جماعت کو ہستی نوح میں مذکور تعلیم پر عمل کر نیکی نصیحت

میں نے بار بار اپنی جماعت کو کہا ہے کہ تم نرے اس بیعت پر ہی بھروسہ نہ کرنا۔ اس کی

حقیقت تک جب تک نہ پہنچ گئے تب تک نجات نہیں۔ قشر پر صبر کرنے والا مغز سے محروم ہوتا ہے اگر مُردِ خود عامل نہیں تو پیر کی زندگی اُسے کچھ فائدہ نہیں دیتی۔ جب کوئی طیب کسی کو نسخہ دے اور وہ نسخہ لے کر طاق میں لکھ دے تو اُسے ہرگز فائدہ نہ ہوگا کیونکہ فائدہ تو اس پر لکھے ہوئے عمل کا نتیجہ تھا۔ جس سے وہ خود محروم ہے۔ کشتی ٹوٹ کا بار بار مطالعہ کرو اور اس کے مطابق اپنے آپ کو بناؤ۔ تَذَآخَلَمَ مَن ذَکَّهَآ یوں تو ہزاروں چور زانی بدکار۔ شرابی۔ بدعاش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر کیا وہ درحقیقت ایسے ہیں وہ ہرگز نہیں۔ امتی وہی ہے جو آپ کی تعلیمات پر پورا کاربند ہے۔ یہ طاعون کوئی مرض نہیں ہے۔ صرف لوگوں کو سیدھا کرنے کے لئے آئی ہے۔ تم اس کے سیدھا کرنے سے سیدھے نہ بنو بلکہ خدا تعالیٰ کے واسطے سیدھے ہو جاؤ تاکہ شرک سے بری رہو۔ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ اس سے صرف غریب لوگ ہی مرنے ہیں۔ یہ ایک اور بد قسمتی ہے۔ بجائے عبرت پکڑنے کے اُلٹا اعتراض کرتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ یہ صرف بیماری ہے اس کو نماز، روزے اور نیکی بدی سے کیا تعلق ہے؟ اگر آپ سے علاج کروانا چاہیے۔ غرضیکہ بے باکی کی یہاں تک نوبت پہنچی ہوئی ہے اور طاعون تو خدا کا ایک اُتار ہے جس میں خدا اپنا چہرہ دکھائے گا۔ یاد رکھو کہ طاعون کا نام خدا نے رحمت نہیں رکھا کہ اس سے مرنے والا شہید ہو۔ یہ تو زمانہ تحدی کا ہے۔ بطور نشان کے آئی ہے۔ مومن اور غیر مومن میں فرق کر کے جلے گی۔ اس کا نام (حز) ہے اور میرے الہام میں بھی اسے غضب کہا گیا ہے۔ آج سے تیس سو برس پیشتر قرآن مجید میں اس کی خبر ہے

اُخْرِجْنَاهُمْ دَابَّةَ مِنَ الْاَمْرِ تَعْلَمُهُمْ اَلْیٰ یعنی جب گمراہی اور ضلالت کا زمانہ ہوگا۔ ایسے وقت میں لوگوں کا ایمان خدا پر صرف بچوں کے کھیل کی طرح ہوگا۔ تب ہم اُن میں ایک کیڑا نکالیں گے جو اُن کو کاٹے گا۔ غرض یہ (طاعون) خدا تعالیٰ کا ایک تہرہ ہے جس سے بچے کیواسطے ہر ایک کو لازم ہے کہ اپنی نجات کا آپ سامان کرے۔ (الہد جلد نمبر ۵ صفحہ ۳۸-۳۹ سورہ ۲۸ سورہ ۵۵ سورہ ۵۶ سورہ ۵۷ سورہ ۵۸ سورہ ۵۹ سورہ ۶۰ سورہ ۶۱ سورہ ۶۲ سورہ ۶۳ سورہ ۶۴ سورہ ۶۵ سورہ ۶۶ سورہ ۶۷ سورہ ۶۸ سورہ ۶۹ سورہ ۷۰ سورہ ۷۱ سورہ ۷۲ سورہ ۷۳ سورہ ۷۴ سورہ ۷۵ سورہ ۷۶ سورہ ۷۷ سورہ ۷۸ سورہ ۷۹ سورہ ۸۰ سورہ ۸۱ سورہ ۸۲ سورہ ۸۳ سورہ ۸۴ سورہ ۸۵ سورہ ۸۶ سورہ ۸۷ سورہ ۸۸ سورہ ۸۹ سورہ ۹۰ سورہ ۹۱ سورہ ۹۲ سورہ ۹۳ سورہ ۹۴ سورہ ۹۵ سورہ ۹۶ سورہ ۹۷ سورہ ۹۸ سورہ ۹۹ سورہ ۱۰۰)

۲۶ نومبر ۱۹۰۲ء بروز چہار شنبہ طاہون کا ذکر

بعد نماز مغرب حضرت اقدس مسجد کے گوشہ میں جلوہ افروز ہوئے۔ چند ایک نو وارد احباب نے بیعت کی۔ اس کے بعد طاہون کے ذکر پڑھرایا۔

جو خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے خدا تعالیٰ اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور جو لاپرواہ ہے۔ خدا تعالیٰ اُس سے لاپرواہ ہے۔ اب اس وقت بھی جو نہ سمجھے تو اس کی قسمت ہی بد ہے۔

بیعت میں تین فوجان ایسے بھی شامل تھے جو کہ صرف ایک دن کی رخصت پڑ گئے تھے۔ عصر کے وقت قایمان پہنچے اور اگلے روز انہوں نے کیمپ میں حاضر ہونا تھا اُن کے اس اخلاص اور محبت پڑھرایا کہ

باد جو ویکہ فوجی نوکر ہیں مگر خدا تعالیٰ نے دین کی محبت دل میں ڈال دی ہے۔ صدق اور اخلاص لے کر آئے ہیں۔ خدا تعالیٰ ہر ایک کو یہ نصیب کرے۔

ایک صاحب نے عرض کی کہ میرے سر میں درد رہتا ہے۔ گرمی کے وقت سخت تکلیف رہتی ہے۔ دعا فرمائی جائے۔ حضرت اقدس نے فرمایا۔ علاج بھی کیا ہے؟ اس نے عرض کی۔ ہاں کیا ہے مگر فائدہ نہیں ہوا۔ فرمایا کہ

ہڈیوں کا شور بہ بیا کرو۔ ہڈیاں ایسی ہیں جن میں کچھ گوشت چمٹا ہوا ہو۔ ان کو اُبال کر شور بہ ٹھنڈا کرو کہ چربی جم جائے۔ اس چربی کو نکال دو۔ بائیک رومال پانی میں تر کر کے شور بہ اس میں چھانوکہ چربی اس میں لگ جائے اور خالص شور بہ رہ جائے وہ بیا کرو۔ ہم دعا بھی کریں گے۔

مخالفت پر صبر کرنے کی تلقین

پھر اُس شخص نے عرض کی کہ میرے گاؤں میں ایک مولوی جو مدد میں ملازم ہے سخت مخالف ہے اور مجھے بہت تکلیف دیتا ہے حضور دعا کریں کہ خدا تعالیٰ اس کی تبدیلی

دہاں سے کر دے۔ حضرت اقدس نے اس موقع پر تبسم فرمایا اور پھر اسے اس طرح سمجھایا کہ اس جماعت میں جب داخل ہوئے ہو تو اس کی تعلیم پر عمل کرو۔ اگر تکالیف نہ پہنچیں تو پھر ثواب کیونکر ہو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں تیور برس دکھ اٹھائے۔ تم لوگوں کو اس زمانے کی تکالیف کی خبر نہیں اور نہ وہ تم کو پہنچیں ہیں مگر آپ نے صحابہ کو صبر ہی کی تعلیم دی۔ آخر کار سب دشمن فنا ہو گئے۔ ایک زمانہ قریب ہے کہ تم دیکھو گے کہ یہ شریروں کی نظر نہ اُٹیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے کہ اس پاک جماعت کو دنیا میں پھیلائے۔ اب اس وقت یہ لوگ تمہیں تھوڑے دیکھ کر دکھ دیتے ہیں مگر جب یہ جماعت کثیر ہو جائے گی تو یہ سب خود ہی چُپ ہو جائیں گے۔ اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو یہ لوگ دکھ نہ دیتے اور دکھ دینے والے پیدا نہ ہوتے مگر خدا تعالیٰ اُن کے ذریعہ سے صبر کی تعلیم دینا چاہتا ہے۔ تھوڑی مدت صبر کے بعد دیکھو گے کہ کچھ بھی نہیں ہے۔ جو شخص دکھ دیتا ہے یا تو توبہ کر لیتا ہے یا فنا ہو جاتا ہے۔ کئی خطا اس طرح کے آتے ہیں کہ ہم گالیاں دیتے تھے اور ثواب جانتے تھے لیکن اب توبہ کرتے ہیں اور بیعت کرتے ہیں۔ صبر بھی ایک عبادت ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ صبر والوں کو وہ بدلے ملیں گے جن کا کوئی حساب نہیں ہے یعنی ان پر بے حساب انعام ہوں گے۔ یہ اجر صرف صابروں کے واسطے ہے۔ دوسری عبادت کے واسطے اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ نہیں ہے جب ایک شخص ایک حمایت میں زندگی بسر کرتا ہے تو جب اُسے دکھ پڑدکھ پہنچتا ہے تو آخر حائل کرنے والے کو غیرت آتی ہے اور وہ دکھ دینے والے کو تباہ کر دیتا ہے۔ اسی طرح ہماری جماعت خدا تعالیٰ کی حمایت میں ہے اور دکھ اٹھانے سے ایمان قوی ہو جاتا ہے۔ صبر جیسی کوئی شے نہیں ہے۔

یہ زمانہ مامور من اللہ کے آئینکا ہے

زمانے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

عجیب بات ہے کہ ہندو بھی کہتے ہیں کہ یہ زمانہ ایک بڑے اوتار کا ہے۔ نواب

صدیق حسن خاں نے لکھا ہے کہ نزولِ مسیح میں کوئی شخص چودھویں صدی سے آگے نہیں
 بڑھتا (یعنی جس قدر مکاشفات اور اخبار ہیں وہ تمام چودھویں صدی تک کی خبر دیتی ہیں)
 ترقی قمر بھی ۱۷ تک ہی معلوم ہوتی ہے جیسے قرآن شریف میں ہے قَدْ زَانَا مُنَازِلَ
 حَاشَى عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَتِيْبِ ۝

ایک حافظ نے درخواست کی کہ میں کوشش کرتا ہوں کہ قرآن کی میری منزل ٹھہ جائے
 مگر ناکامیاب ہی رہتا ہوں۔ دعا فرمائیے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ
 قرآن خود یہ خاصیت رکھتا ہے کہ اس نقص کو رفع کر دے۔ محبت سے پڑھتے رہو
 ہم بھی دعا کریں گے۔

(البدن جلد ۱ نمبر ۵۶ صفحہ ۳۹ موزعہ ۲۸ نومبر ۱۹۰۲ء)

۲۸ نومبر ۱۹۰۲ء بروز جمعہ

اعجاز احمدی کے متعلق جعفر زٹلی کے اعتراض کا جواب

بعد نماز مغرب حضرت اقدس مسجد کے گوشہ میں تشریف فرما ہوئے جعفر زٹلی نے
 اپنے اخبار میں لکھا تھا کہ یہ بیان غلط ہے کہ اعجاز احمدی ۵ دن میں تیار ہوئی بلکہ
 اس کا مسودہ ایک عرصہ سے تیار ہو رہا تھا۔ صرف مُد کے واقعات کا تھوڑا سا
 مضمون ان ایام میں بنا لیا ہے۔ اس سفید جھوٹ پر حضرت تبتم فرماتے رہے۔
 اور تعجب کرتے رہے کہ ان لوگوں کو اس قدر جھوٹ پر جھوٹ کی کس طرح جرأت
 ہوتی ہے۔ پھر فرمایا کہ

ہر ایک بات کے واسطے فیصلہ ہوتا ہے جب تک خدا تعالیٰ ان لوگوں پر اول
 سبقت نہ کرے ہم بھی نہیں کرتے۔

لے یس: ۱۰

تین چیزوں پر دلائل کی بنیاد

اس کے بعد حضرت اقدس نے ارادہ ظاہر فرمایا کہ اگر طبیعت درست ہو جائے تو نزول مسیح کو مکمل کر کے ایک رسالہ بزبان فارسی تحریر کیا جائے جس میں دلائل کی بنیاد تین چیزوں پر رکھی جائے جن کو ہر ایک نبی پیش کرتا رہا ہے اوّل نصوص۔ دومرے معجزات۔ تیسرے عقل۔

پھر فرمایا:- مشکل یہ ہے کہ عادت بھی ایک رنگ ہے۔ جب دل پر بیٹھ جائے۔ تو ہزار دلائل ہوں ان کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ جیسے ایک ہندو کے دل میں گنگا کی جو عظمت بیٹھی ہے اس سے دلائل پوچھو تو کچھ نہ دے گا صرف عادت کے طور پر اس کی بزرگی ہی مانتا جائے گا۔ اسی طرح نزول مسیح کے بارے میں ان لوگوں کی عادت ہو گئی ہے کہ وہ یہی مانتے ہیں کہ اسی جسم کے ساتھ آسمان سے اُتے گا۔ یہ مرض بھی دق کی طرح لگا ہے۔ لیکن میں اس پر خوش ہوں کہ میرا خدا ہر ایک شے پر قادر ہے وہ اس مرض کے دفیہ کے ہزارا سامان پیدا کرے گا۔

جمعہ کی تعطیل کے لئے ایک میموریل دربار دہلی کی تقریب پر گورنمنٹ ہند کی خدمت میں پیش کرنے کی تجویز حضرت اقدس نے کی ہے جو کہ عنقریب شائع ہوگا۔

اس کے بعد ترقی جماعت کا ذکر ہوا کہ

یہ ایک عظیم الشان امر ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے ان تین سالوں میں ظاہر کیا ہے۔ ان تین سالوں سے بیشتر ہماری جماعت صرف کئی سو متقی اوداب ان تین سالوں میں ایک لاکھ سے زیادہ ہو گئی۔ باوجودیکہ ہر طرف سے مزاحمت ہوتی رہی۔ مخالفت میں

کوئی فرق نہیں رکھا اور ناخنوں تک زور لگایا۔

(البدن رجلد ۱ نمبر ۶۵ صفحہ ۳۹ مورخہ ۲۸ نومبر و دسمبر ۱۹۰۲ء)

۲۹ نومبر ۱۹۰۲ء بروز شنبہ

(بوقت سیر) ٹیکہ طاعون کے خطرناک نتائج

۸ بجے کے قریب حضرت اقدس تشریف لائے اور احباب کے ہمراہ سیر کو چلے۔

گذشتہ شب سول ملٹری گزٹ اور پائونیئر کے حوالہ سے ٹیکہ طاعون کے خطرناک

نتائج جو حضرت اقدس کو سنائے گئے تھے کہ ملکوال میں ۱۹ موتیں ٹیکہ لگنے کے باوجود

ہوئیں اس پر فرمایا کہ

یہ بھی خدا تعالیٰ کی کتنی رحمت ہے۔ ہماری کشتی نوح میں صاف لکھا ہوا ہے۔

کہ اگر آسمانی ٹیکہ کے علاوہ اور اس کے مقابلہ پر کسی اور طرح سے زیادہ فائدہ ہو سکتا ہے

تو ہمارا دعویٰ جھوٹا۔

اس ٹیکہ کے انتظام پر گورنمنٹ کا لاکھوں روپیہ صرف ہوتا ہے (مگر نتیجہ ظاہر ہے)

اس میں بھی خدا تعالیٰ کی حکمت ہے کہ ہماری کشتی نوح پر بڑے بڑے متعصب

اخباروں نے حتیٰ کہ مصر کے اللواء نے بھی مخالفت میں مضمون درج کیا۔ کیا ان کی رُوسا ہی

ہوئی یا نہیں؟ حتیٰ کہ رعب ایسا ہوتا ہے کہ منہ بند ہو جاتے ہیں۔ اب دیکھیں کہ اللواء

کیا لکھے گا اور اب بھی شرمندہ ہوگا یا نہیں؟ ایک دو دن اور ٹھہر جائیں اور دیکھ لیں۔

ذرا طبیعت ٹھیک ہو جائے تو ان موتوں کے مفصل حالات دریافت کر کے پھر اللواء

کو پیش کئے جائیں۔ یہ اس کے لئے ایک بڑا تازیانہ ہوگا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طاقتیں ہیں اور

اسی کا کام ہے تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ حتیٰ کے چمکانے اور ہمارے اس سلسلہ کی تائید

میں اس قدر کثرت کے ساتھ زور دے رہا ہے۔ پھر بھی ان لوگوں کی آنکھیں نہیں کھلتیں یہ بھی ایک عادتِ السد ہے کہ مکذہبن کی تکذیبِ خدا تعالیٰ کے نشانات کو کھینچتی ہے جب اُن کی تکذیب ٹھنڈی ہو جائے گی تو یہ نشانات بھی ٹھنڈے پڑ جائیں گے۔ برسات میں جس قدر گرمی زیادہ ہوتی ہے اسی قدر بارش زور سے ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے منہاجِ نبوت کا نظارہ دکھلا دیا ہے۔ اُس نے کیا کیا کچھ کیا ہے۔ ہماری تائید میں آسمان کو چھوٹا کر زمین کو، مگر ان لوگوں نے کسی سے فائدہ نہ اٹھایا۔ ہمیشہ سے ان لوگوں کا خیال تھا کہ صدی کے سر پر کوئی آیا کرتا ہے۔ اس صدی میں سے بیس سال گزر گئے مگر جنگِ ان کی سمجھ میں نہ آیا۔ اب تو قیامت کا سامنا باقی ہے اور تو کوئی کسریٰ باقی نہیں۔ ایک مخالف نے ایک دفعہ مجھے خط لکھا کہ آپ کی مخالفت میں لوگوں نے کچھ کمی نہیں کی مگر ایک بات کا جواب ہمیں نہیں آتا کہ باوجود اس مخالفت کے آپ ہر بات میں کامیاب ہی ہوتے جاتے ہیں۔ یہ تائید کیوں ہوتی ہے؟ ایمان کی لذت بھی یہی ہے کہ خدا کی نصرتوں کو انسان آنکھوں سے دیکھ لے تب آنکھیں کھلتی ہیں۔ جب انسان سمجھ لیتا ہے کہ سچ یہی ہے تو پھر اس پر مرنے کے لئے بھی تیار ہو جاتا ہے۔ جب تک خدا تعالیٰ کی نصرتیں چمک کر نظر نہیں ہوتیں اس وقت تک تو تذبذب میں رہتا ہے مگر جب اُن کی چمکارِ نظراتی ہے تو سینہ کی غلاظتیں دُور ہو جاتی ہیں۔ یہ کتنی خوشی کی بات ہے۔ معلوم ہوتا ہے اب اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کا تزکیہ نفس کرنے لگا ہے۔ اولیاءِ خدا تعالیٰ کے دُعا دار بندے ہی ہوا کرتے ہیں اور کون ہوتے ہیں۔

الحکم میں اس جگہ مزید مضمون بیان ہوا ہے جو البتہ در میں نہیں۔ البتہ کی باقی ڈامی الحکم کی نسبت زیادہ مفصل ہے مگر ذیل کا مضمون اس میں نہیں۔ الحکم میں لکھا ہے کہ حضور نے فرمایا: ”دو پہلو غور کے لائق ہیں اول یہ کہ بیس سال ہوئے جبکہ ہمارے پاس ایک بھی شخص نہ تھا اور اس وقت پیشگوئی ہو رہی تھی کہ تیرے ساتھ ایک جماعت کثیر ہوگی (متن پر)“

فرمایا۔ یہ بھی ایک الہام ہے کہ
 آگ سے ہیں مت ڈرو! آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے۔
 طائون بھی ایک آگ ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ بہشتی ایک دفعہ دوزخ کی سیر کو
 جائیں گے اور ایک پیر آگ پر کھیں گے کہ آگ کس طرح جلاتی ہے تو آگ کہیگی۔ اے مومن
 ذریعہ بھٹ جاؤ تو مجھے ٹھکانا ہے۔

ایک روایہ

عمر کی نماز سے پیشتر آپ نے تھوڑی دیر مجلس فرمائی اور ایک خواب بیان فرمایا۔ جو
 حضور نے قریباً دو ہفتے قبل دیکھا تھا۔ وہ خواب یہ ہے۔ حضور فرماتے ہیں۔

میں ایک مقام پر کھڑا ہوں۔ ایک شخص آ کر چیل کی طرح چھٹا مار کر میرے سر سے ٹوپی
 لے گیا۔ پھر دوسری بار حملہ کر کے آیا کہ میرا علامہ لے جائے مگر میں اپنے دل میں مطمئن ہوں کہ
 نہیں لے جاسکتا۔ اتنے میں ایک نخیف الوجود شخص نے اُسے پکڑ لیا۔ مگر میرا قلب شہادت دیتا
 ہے کہ یہ شخص دل کا صاف نہیں ہے۔ اتنے میں ایک اور شخص آ گیا۔ جو قادیان کا رہنے والا
 تھا۔ اس نے بھی اُسے پکڑ لیا۔ میں جانتا تھا کہ موخر الذکر ایک مومن متقی ہے پھر اسے عدالت
 میں لے گئے تو حاکم نے اسے جلتے ہی ۴ یا ۶ یا ۹ ماہ کی قید کا حکم دیا۔

غیر احمدی امام کتنے پیچھے نماز پڑھنے کی ممانعت

ایک شخص نے بعد نماز مغرب بیعت کی اور عرض کیا کہ الحکم میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ

روم مخالفوں کو بار بار کہا جاتا ہے کہ جس قدر شہزادے اور مکر و فریب تم کر سکتے ہو کرو،
 پھر ہم اس کو بڑھا کر دکھا دیں گے۔ جیسے فرمایا۔ اذ لجا نصر اللہ والفتح وانت علی
 امر الزمان۔ الیس هذا بالحق۔ یعنی اس وقت ہم لوگوں سے پوچھیں گے کہ کیا یہ
 ہماری جماعت اور ہمارا سلسلہ سچا نہ تھا۔ (الحکم جلد ۴ نمبر ۴ صفحہ ۶ مورخہ ۱۰ ارب ستمبر ۱۹۵۲ء)

غیر از جماعت کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔ فرمایا
ٹھیک ہے۔ اگر مسجد غیروں کی ہے تو گھر میں اکیلے پڑھ لو۔ کوئی حرج نہیں۔ اور
تھوڑی سی صبر کی بات ہے۔ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی مسجدیں برباد کر کے ہمارے
حوالہ کر دے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی کچھ عرصہ صبر کرنا پڑا تھا۔

ہندوؤں کا طاعون سے زیادہ مرنا

موجودہ حالت میں ہندوؤں کے طاعون سے زیادہ مرنے پر فرمایا کہ
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَدَّ كُمْ يَوْمًا اَنَّا نَكْفِي الْاَكْمَنَ مِنْ نَشَقِّهَا مِنْ اَطْرَافِهَا الْعِزِّي
ہم دُور دُور سے زمین کو گھٹاتے چلے آتے ہیں۔ یہ عادت اللہ ہے کہ اول عذاب ایسے لوگوں
سے شروع ہوتا ہے جو دُور دُور ہوتے ہیں اور ضعیف اور کمزور ہوتے ہیں۔ یہ یوقوف یہ خیال
کرتے ہیں کہ یہ صرف انہیں کے لئے ہے ہمارے لئے نہیں مگر عذاب لپک کر اُن تک
پہنچتا ہے جن کو خبر نہیں ہوتی اور بے پروا ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی اس میں حکمتیں ہوتی
ہیں۔ وہ چاہتا ہے کہ یہ لوگ اور شوخی کر لیں لوگوں کو اس طاعون کی خبر نہیں ہے۔ وہ مجھے
لکھتے ہیں اور اشتہاروں میں شائع کرتے ہیں کہ یہ بھی ایک مرض ہے جس کا علاج ہو سکتا
ہے۔ اب ان پر لازم ہے کہ ڈاکٹروں سے علاج کروائیں۔ ہنر سول نے لکھ دیا کہ ہم کہا تک
اس پر پردہ ڈالیں خود گورنمنٹ کو بھی اس ٹیکہ سے تکلیف پہنچی ہے۔

طاعون کی اقسام

نہ آیا۔

طاعون تین قسم کی ہے ایک خفیف جس میں صرف گلٹی نکلتی ہے اور تپ نہیں ہوتا۔
دوسری اس سے تیز کہ اس میں گلٹی کے ساتھ تپ بھی ہوتا ہے۔ تیسری سب سے تیز اس
میں تپ نہ گلٹی۔ بس آدمی سویا اور مر گیا۔ ہندوستان کے بعض دیہات میں ایسا ہی ہوا ہے

کہ دس آدمی رات کو سوئے تو صبح کو مَرے ہوئے پائے گئے۔ اس کا اصل باعث طعن ہے۔ یہ لوگ ٹھٹھہ کرتے ہیں مگر ان کو پتہ لگ جائے گا۔ جو مخالف بلکہ اس کیا کرتے ہیں ان پر ایک سخت پتھر نہیں پڑا کرتے اول ان کو دُور سے آگ دکھائی جاتی ہے تاکہ وہ توبہ کریں

مخالفوں کا کہنا کہ ہمیں طاعون کیوں نہیں ہوتی

شیخ نور احمد صاحب نے عرض کی حضور اب بھی مخالف کہتے ہیں کہ ہمیں طاعون کیوں

نہیں ہوتی۔ فرمایا۔

قرآن میں بھی یہی لکھا ہے کہ وہ لوگ خود عذاب طلب کرتے تھے۔ کج بخت یہ نہیں کہتے کہ دُعا کہہ کہ ہمیں ہدایت ہو جلدے طاعون ہی مانگتے ہیں۔ دراصل یہ لوگ دہر یہ ہیں۔ خدا پرمان لوگوں کو ایمان نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ اس وقت اپنا چہرہ دکھانا چاہتا ہے۔ اس وقت جس قدر عیاشی و فسق و فجور حقوق العباد میں ختم و غیرہ ہو رہے ہیں کیا اس کی کوئی حد ہے۔ ہمیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ دکانداروں کی طرح ایک دکاندار ہے۔ مگر غنقریب خدا تعالیٰ اُن کو بتلا دے گا کہ دکان تو ہے مگر خدا تعالیٰ کی دکان ہے ایک مرتج کشمکش آسمان سے ہے اور مرتج خدا تعالیٰ کے ارادے معلوم ہیں کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے۔

میرا ایک پُرانا الہام ہے۔ اَخْلَايْتَ دَبْرُونَ اَمْرَكَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ
اللّٰهِ لَوَجَدُوا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا۔ براہین کے وقت سے اسے دیکھو کہ کیسا برابر
ایک سلسلہ چلا آ رہا ہے۔ میں اس امر پر ایک دفعہ غور کرتا رہا کہ يَا تَوْنُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ
عَمِيْنٌ دِيَايَتِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ عَمِيْنٌ۔ ان دونوں الہاموں میں کیا مناسبت ہے تو معلوم
ہوا کہ يَا تَوْنُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ عَمِيْنٌ سے یہ خیال پیدا ہوا کہ جب اس قدر لوگ آئیں گے تو
اُن کے کھانے وغیرہ کا انتظام بھی چاہیئے تو آگے بتلایا کہ يَا تَوْنُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ عَمِيْنٌ۔ یعنی
وہ کھانے والے بھی اپنے ہمراہ لائیں گے۔ قادیان کے لوگ خوب واقف ہیں کہ اس وقت
کیا حالت تھی کیا یہ انسان کا کام ہے کہ مدت دراز کے بعد جو بات ہونے والی تھی وہ اس

قد میسر بتلائی گئی۔ اس لئے جو شخص آتا ہے اور جو تحفہ اور نذر وہ لاتا ہے ہر ایک کی کٹنگ
ہوتا ہے اور اگر اس طرح سے ہم حساب کریں تو نشانات بچاؤں کو تک پہنچتے ہیں۔

ایک شخص نے اپنی خانی حکایت کا ذکر کیا۔ فرمایا کہ
پورے طوطہ پر خدا تعالیٰ پر توکل یقین اور امید رکھو تو سب کچھ ہو جائے گا۔ اور ہمیں
خطوط سے ہمیشہ یاد کراتے رہا کرو۔ ہم دعا کریں گے۔

(البداء جلد ۱ نمبر ۶ ص ۲۷ مورخہ ۸ نومبر ۱۹۰۲ء)

۳۱ نومبر ۱۹۰۲ء بروز یکشنبہ

(وقت سیر)
تقویٰ

ہم کے قریب حضرت اقدس میر کے لئے تشریف لائے۔ طاعون کے ذکر پر فرمایا کہ
خدا تعالیٰ کا دھند ثابت ہو رہا ہے۔ مجھے تو اسی میں مزا آتا ہے۔ ساری جملہ تقویٰ
اور طہارت ہے۔ اسی سے ایمان شروع ہوتا ہے اور اسی سے اس کی لپٹا شئی ہوتی ہے
اور نفسانی جذبات دبتے ہیں۔

سلسلہ کی ترقی

پیر مجاز احمدی اور اپنے سلسلہ کی بے نظیر ترقی پر فرمایا کہ
اگر کتاب کا یہ سال ہے تو پھر صدق کی مٹی پلید ہے۔ ان لوگوں میں ایسی مٹی نہیں
ہے جو پر ایک سخت انقلاب آئے گا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بلاشبہ
ایک بڑا ضعیف القلب اور کم قراست ملا آدمی تھا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ

پر فتح پائی تو اسے کہا کہ تجھ پر وادیا۔*

اس نے جواب میں کہا کہ اب سمجھ آگئی ہے کہ تیرا خدا سچا ہے۔ اگر ان موتوں میں کچھ ہوتا تو یہ ہماری اس وقت مدد کرتے۔ پھر جب اسے کہا گیا کہ تو میری نبوت پر ایمان لاتا ہے۔ تو اس نے تردد ظاہر کیا اور اس کی سمجھ میں توحید آئی نبوت نہ آئی۔ بعض مادے ہی ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں فراست کم ہوتی ہے۔ جو توحید کی دلیل مٹتی رہی نبوت کی دلیل مٹتی۔ مگر ابوسفیان اس میں تفریق کرتا رہا۔ اسی طرح سعید لوگوں کے دلوں میں اثر پڑ جائیگا سب ایک طبقہ کے انسان نہیں ہوتے۔ کوئی اول جیسے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کوئی اوسط درجہ کے کوئی آخر درجہ کے۔

میری ایک پرانی دھی ہے۔ یختر دن علی الاذقان سجدہ ادرتنا اغفر لنا انا کتا خاطئین۔ یعنی پیچھے آنے والے یہ کہیں گے۔ ان کے لئے آگے خوشخبری بھی ہے لا تشریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم دھوار حمد الراحمین۔ محمد حسین کو فرعون کہا گیا ہے اور نذیر حسین کو یامان۔ صامان کو ایمان نصیب نہ ہوا۔ اسی طرح نذیر حسین بے نصیب گیا۔ اور میرا استنباط ہے کہ جس طرح فرعون نے اَمَسْتُ اَنَّهُ تَوَالَهُ اِلَّا الَّذِیْ اَعَدْتُ رِبَہُ بَنُوْا اِسْرَآئِیْلَ کہا تھا ویسے ہی یہ (محمد حسین) ابھی کہیگا۔ محی الدین صاحب ابن عربی نے لکھا ہے کہ قرآن مجید سے یہ ثابت نہیں کہ فرعون جہنم میں جائیگا یہ ہے کہ اس نے اپنی قوم کو جہنم میں ڈالا۔ شاید یہ رعایت اس کے ساتھ اس لئے ہو کہ

✽۔ حکم سے :-

”معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں ابھی ایسی رُوحیں بھی ہیں کہ جب ان کی آنکھیں کھلیں گی جب ایک انقلاب نظر آئے گا۔ جیسے ابوسفیان میں فراست کم تھی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو کہا کیا تو اب بھی نہیں سمجھتا؟ تجھ پر وادیا۔ تجھے اب تک پتہ نہیں لگا کہ یہ انسانی اتحاد کا کام نہیں۔“ (المجلد ۶ نمبر ۲ ص ۲۰ مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۷۹ء)

اس نے مولیٰ علیہ السلام کو پالا۔ پرورش کیا۔ تعلیم دلوائی، تربیت کی۔ مگر ہمارے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے کی تربیت کا ذریعہ نہیں ملا۔ صرف خدا تعالیٰ نے ہی کی۔

نماز اور استغفار غفلت دل کا علاج ہیں

میرے واپس ہوتے ہوئے ایک حافظ صاحب نے آپ سے مصافحہ کیا۔ اور عرض
کی کہ میں نابینا ہوں۔ ذرا کھڑے ہو کر میری عرض سُن لیں۔ حضور کھڑے ہو گئے۔ اُس
نے کہا میں آپ کا عاشق ہوں اور چاہتا ہوں کہ غفلت دور ہو۔ حضرت اقدس نے
فساد یا کیا

نماز اور استغفار دل کی غفلت کے عمدہ علاج ہیں۔ نماز میں دعا کرنی چاہیئے کہ اے
اللہ مجھ میں اور میرے گناہوں میں دوری ڈال۔ صدق سے انسان دعا کرتا رہے۔ تو یہ
یقینی بات ہے کہ کسی وقت منظور ہو جائے۔ جلدی کرنی بھی نہیں ہوتی۔ زمیندار ایک کھیت
بوتا ہے تو اسی وقت نہیں کاٹ لیتا۔ بے صبری کرنے والا بے نصیب ہوتا ہے۔ نیک
انسان کی یہ علامت ہے کہ وہ بے صبری نہیں کرتا۔ بے صبری کرنے والے بڑے بڑے
بے نصیب دیکھے گئے ہیں۔ اگر ایک انسان کنواں کھودے اور بیس ہاتھ کھودے۔ اور
ایک ہاتھ رہ جائے تو اس وقت بے صبری سے چھوڑ دے تو اپنی ساری محنت کو بہاد
کرتا ہے اور اگر صبر سے ایک ہاتھ اور بھی کھودے تو گوہر مقصود ہالے۔ یہ خدا تعالیٰ کی
عادت ہے کہ ذوق اور شوق اور معرفت کی نعمت ہمیشہ دکھ کے بعد دیا کرتا ہے۔ اگر ہر
ایک نعمت آسانی سے مل جائے تو اس کی قدر نہیں ہوا کرتی۔ سعدی نے کیا عمدہ کہا ہے۔

گر نباشد بد دست راہ مردن

شرط عشق است در طلب مردن

۴ ۴ ۴

مخالفت نفس بھی عبادت ہے

مخالفت نفس بھی ایک عبادت ہے۔ انسان سویا ہوا ہوتا ہے۔ جی چاہتا ہے کہ اور سولے مگر وہ مخالفت نفس کر کے مسجد چلا جاتا ہے۔ تو اس مخالفت کا بھی ایک ثواب ہے اور ثواب نفس کی مخالفت تک ہی محدود ہوتا ہے۔ ورنہ جب انسان عارف ہو جاتا ہے تو پھر ثواب نہیں۔ عبادلہ القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب آدمی عارف ہو جاتا ہے تو اس کی عبادت کا ثواب ضائع ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جب نفس مطمئنہ ہو گیا تو ثواب کیسے رہا؟ نفس کی مخالفت کرنے سے ثواب نفا۔ وہ اب رہی نہیں۔

قرآن شریف میں ہے۔ وَلَمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٍ ۖ يَدْخُلُهَا ۖ يَدْخُلُهَا ۖ يَدْخُلُهَا ۖ یعنی وہ جنت میں داخل ہو گیا اور اس کا درجہ ثواب کا نہ رہا تو یہ بات بے صبری سے نہیں ملتی۔ انسان کو یہاں تک صبر کرنا چاہیئے کہ اس کا دل یقین کر لے کہ میرے جیسا کوئی صابر نہیں۔ آخر خدا تعالیٰ مہربان ہو کر دروازہ کھول دیتا ہے۔ اسی طرح ایک اور بزرگ کا قول ہے کہ جب انسان عارف ہو جاتا ہے تو تمام عبادتیں ساقط ہو جاتی ہیں۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ عبادات ترک کر دیتا ہے بلکہ یہ معنی ہیں۔ کہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عبادات کی بجائے آدمی میں اُسے بڑی تکلیف ہوتی تھی وہ ساقط ہو جاتی ہے۔ اب عبادات محبوبات نفس میں شامل ہو گئیں۔ جیسے کھانا پینا وغیرہ اس کی محبوبات نفس تھیں۔ ایسا بچہ نماز روزہ ہو گیا۔ خدا تعالیٰ جیسا وفادار اور کوئی نہیں۔ دوستی اور اخلاص کا حق جیسے وہ ادا کر سکتا ہے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ انسان بڑے جوش والا ہے۔ وہ صبر سے حقوق ادا نہیں کر سکتا۔ جلدی بے صبر نہیں ہونا چاہیئے۔

صحبت کا اثر

فرمایا۔ ہماری جماعت کو بچا ہیئے کہ وقتاً فوقتاً ہمارے پاس آتے رہیں اور کچھ دن یہاں

را کریں۔ انسان کا دماغ جیسے خوشبو سے حصہ لیتا ہے ویسے ہی بدبو سے بھی حصہ لیتا ہے۔ اسی طرح ذہنی صحبت کا اثر اس پر ہوتا ہے۔

عاطفیت کی موجودہ حالت پر فرمایا کہ:

مکہ معظمہ کی حالت کا تو کسی نے معائنہ نہیں کیا مگر اب اس وقت کی حالت دیکھ کر پتہ لگتا ہے کہ ایسا ہی حال اس وقت تھا۔

مکہ کے دو عمر

ابوہل کو فرعون کہا گیا ہے مگر میرے نزدیک وہ تو فرعون سے بڑھ کر ہے۔ فرعون نے تو آخر کہا۔ اَمَنْتُ اَنْتَ لَدَالَةٍ اِلَّا الَّذِيْ اَمَنْتُ بِهٖ بَشَرًا اَسْرَآئِيْلَ ۙ ﴿۱۰﴾ مگر یہ آخر تک ایمان نہ لایا۔ مکہ میں سارا فساد اسی کا تھا اور بڑا متکبر اور خود پسند عظمت اور شرف کو چاہنے والا تھا۔ اس کا اصل نام بھی عمرو تھا۔ اور یہ دو نو عمر مکہ میں تھے۔ خدا کی حکمت کہ ایک عمر کو کھینچ لیا اور ایک بے نصیب رہا۔ اس کی روح تو دوزخ میں ملتی ہوگی اور حضرت عمرؓ نے ضد چھوڑ دی تو بادشاہ ہو گئے۔

فَاحْشَرُكَ حَكْمُكَ مَطْلَب

فرمایا:-

جیسے اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الَّذِي تُؤْتِيهِ الْمَغْنَمَ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے ایسا ہی میل بھی الہام ہے۔

یہ کم بخت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جسمانی اور روحانی طور پر ہر دو طرح ابتر

﴿الحکمہ سے:-﴾ ”(مرتے وقت) سر کاٹنے والے کو کہا کہ ذرا گردن لمبی

﴿ذکر کے کاٹنا تاکہ دوسروں سے یہ سر بڑا دکھائی دے۔ گویا مرتے دم تک تکبر نہ

چھوڑا۔“ (الحکم جلد ۲ نمبر ۴ ص ۷۷ مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۷۷ء)

قرار دیتے ہیں حالانکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے **وَإِنَّا آعْطَيْنَاكَ الْكِتَابَ** یہاں کوثر کا قسمرینہ **فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ** ہے۔ نحر اولاد کے لئے ہوتا ہے کہ جب عقیقہ ہوتا ہے تو قرابانیاں دیتے ہیں۔ پس اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد نہ رُو حافی ہوئی نہ جسمانی تو نحر کس کے لئے آیا؟

عبدالسدغزوی کا الہام

اس وقت قرآن کی عظمت بالکل دلوں میں نہیں رہی۔ عبدالسدغزوی صاحب کا بھی ایک کشف ہے جو اس کے متعلق تھا کہ اس میں ان کو الہام ہوا تھا کہ **هَذَا كِتَابِي وَعِبَادِي** فاقرا کتابی علی عبادی۔

حضرت عمرؓ سے کسی نے پوچھا کہ آپ بڑے غصہ والے ہوتے تھے۔ اب غصہ مسلمان ہونے سے دُور ہو گیا۔ فرمایا۔ دور تو نہیں ہوا۔ مقصد ہو گیا ہے اور اب اپنے ٹھکانے پر چلتا ہے۔

(البداء جلد ۱ نمبر ۷ صفحہ ۵۰-۵۱ موضح ۱۲ دسمبر ۱۹۰۲ء)

✽۔ اقبال میں ۳۰ نومبر ۱۹۰۲ء کی شام کی ڈائری درج نہیں۔ الحکم میں ”دربار شام“ کے عنوان سے مندرجہ ذیل ڈائری درج ہے۔

برطانیہ اور کابل

فرمایا۔ گورنمنٹ انگلشیہ نے بڑی آزادی دے رکھی ہے اور ہر قسم کا امن ہے۔ مگر کابل میں تو لوگ ایک طرح سے اسیر اور متعید ہیں۔ وہ باہر جانا چاہیں تو ان پر کئی قسم کی پابندیاں ہیں اور یہودہ نگرانیاں کی جاتی ہیں۔ خدا تعالیٰ نے اس سلسلہ کو اسی لئے اس مہارک سلطنت کے ماتحت رکھا۔

قریباً جو لوگ حق کو چھپاتے ہیں وہ وہ نہیں بلکہ عورتیں ہیں۔

یکم دسمبر ۱۹۰۲ء بروز دوشنبہ

(بوقت سیر)

صحب معمول سیر کے لئے تشریف لائے۔ اتنے ہی فرمایا کہ
آج ہی کے دن سیر ہے کل سے انشاء اللہ روزہ شروع ہوگا۔ تو چار پانچ دن تک
سیر بند رہے گی تاکہ طبیعت روزے کی عادی ہو جائے اور تکلیف محسوس نہ ہو۔

مخالفین کمیٹوں سے اعجاز احمدی کا جواب لکھنے کی تیاری

اعجاز احمدی کی نسبت ایڈیٹر صاحب الحکم نے سُنایا کہ شخہ ہند نے لکھا ہے
کہ شروع سال میں اس کا جواب اعجازی طور پر شائع ہوگا اور اس نے تین ہزار روپیہ
لوگوں سے طلب کیا ہے کہ اس روپے سے وہ کتاب تصنیف کر کے شائع کرے
اور دس ہزار روپے انعام حاصل کرے اس طرح سے تیرہ ہزار روپیہ لینا چاہتا ہے
حضرت نے فرمایا۔

کیسا گر دھوکہ باز اسی طرح سے نادانوں کو دھوکہ دے کر ٹوٹا کرتے ہیں۔

فَاتُوا السُّورَةَ مِّنْ مِّثْلِهِ

مخالفت کے ذکر پر فرمایا کہ

اس سے تحریک ہو کر نشان ظاہر ہوتے ہیں اور مخالفتوں کی تحریک ایسی ہے جیسے
گل (مشین) سے کنواں نکالا جائے ورنہ موافقین جو آمنا کہہ کر چُپ کر گئے۔ ان

فرمایا۔ جو خدا کی پروا نہیں کرتا وہ برباد ہو جاتا ہے یہ مسلمانوں کی بد قسمتی ہے کہ انہوں نے
کیا یہ آثار اچھے نہیں۔ اللہ تعالیٰ بعض اوقات انصاف پسند کا فر کو ظالم کلمہ گو کے مقابل میں
پسند کرتا ہے اس سلسلہ کے لئے گورنمنٹ انگلشیہ کے سوا دوسری حکومتیں سخت مضمر ہیں

ان میں من نہیں ہے۔ (الحکم جلد ۶ نمبر ۴ صفحہ ۶ مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۰۲ء)

سے کیا تحریک ہو سکتی ہے۔ اعجاز احمدی سے خود لوگ اس نتیجہ پر پہنچ جائیں گے کہ قرآن دانی اور عروتیت کی اصل جڑ انہیں لوگوں میں (احمدیہ مشن میں) ہے۔ کیونکہ وہ نتیجہ نکال لیں گے کہ جن کی عربی دانی یہ ہے کہ اس کی مثل لوگ نہیں لاسکتے تو ضرور ہے کہ قرآن دانی بھی انہیں میں ہو۔

اعجاز احمدی میں بہت سی پیشگوئیاں بھی ہیں۔ اور ان کُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ ۚ اَسْ مِنْ مِثْلِهِ ۚ اَسْ میں ومن مثله کے معنی بھی اکثر مفسرین نے کئے ہیں کہ اگر مقابلہ میں کوئی لکھ کر لائیں تو پیشگوئیاں بھی اسی طرح ہوں جیسے قرآن شریف میں ہیں۔

✽ حکمِ ممبرانہ کی ڈائری کا مندرجہ بالا مضمون جو "البد" میں سے لیا گیا ہے۔ یہ حکم میں موجود

نہیں مگر اسی ڈائری کے اسی مضمون کا جو حصہ "الحکم" میں ہے۔ وہ "البد" میں موجود نہیں

لہذا اسے حاشیہ میں دیا جا رہا ہے۔

عدو شومو سبب خیرِ گزشتہ خواہد

فرمایا۔ مخالفت مامور کی عمر کو بڑھاتے ہیں اور وہ گویا سلسلہ نبوت کی رونق کا باعث ہوتے ہیں۔ ان کی مخالفت سے تحریک پیدا ہوتی ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی غیرت جوش میں آتی ہے۔ جب مخالفت اٹھ جاتی ہے تو گویا مامور بھی اپنا کام کر چکتا ہے اور وہ فتح یاب ہو کر اٹھایا جاتا ہے۔

دیکھو جب تک کفار کہ کی مخالفت کا زور شور رہا۔ اس وقت تک بڑے بڑے امجاد ظاہر ہوئے لیکن جب اذاجلہ نصر اللہ والفقہ کا وقت آیا اور یہ سورۃ اُتری تو گویا آپ کے انتقال کا وقت قریب آگیا۔ فتح مکہ کیا تھی آپ کے انتقال کا ایک مقدمہ تھی۔ غرض ان مخالفتانہ تحریکوں سے بڑے بڑے فائدے ہوتے ہیں اور ہماری جماعت ان مخالفتوں ہی میں سے نکل کر آتی ہے اور اگر یہ مخالفت نہ ہوتی تو اس زور شور سے تحریک اور تبلیغ نہ ہوتی۔ (الحکم جلد ۱۰ نمبر ۴ ص ۱۰۰ ممبرانہ)

وہودی

فرمایا:-

ایک ذرہ حرکت اور سکون نہیں کر سکتا۔ جب تک آسمان پر اادل حرکت نہ ہو۔
ذلت وہودی کی اس سے ہے کہ وہ اس مقام پر لغزش کھا جاتا ہے۔ طریق تادب یہ تھا کہ
وہ اس مقام پر بیٹھ جاتے اور جو فرق عبد اور معبود کا ہے اس سے آگے نہ بڑھتے۔ مگر
وہ ایسے طریق پر ہیں کہ عملی حالت میں رہے جاتے ہیں۔ نماز روزہ سے آخر کار فارغ ہو
بیٹھتے ہیں۔ بھنگ وغیرہ مسکرات استعمال کرنے لگ جاتے ہیں۔ دہریت میں اور ان
میں انیس بیس کا فرق ہے اور ان کی بیباکی دلالت کرتی ہے کہ اس فرقہ میں خیر نہیں
ہے۔ عیسائیوں نے ایک کو خدا بنا کر آگ لگائی اور انہوں نے ہر ایک وجود کو خدا بنایا۔
ہندوؤں پر بھی ان کا بد اثر پہنچا ہے۔ حرمت کی پروا نہیں ہے۔ اس لئے مناسی وغیرہ
سب جائز رکھتے ہیں۔ صورت پرست ہوتے ہیں نامحرموں پر بدنظری کرتے ہیں۔ اس زمانہ
کا بگاڑ سخت ہے۔

تقویٰ

اصل تقویٰ جس سے انسان دھویا جاتا ہے اور صاف ہوتا ہے اور جس کے لئے
انبیاء آتے ہیں وہ دنیا سے اٹھ گیا ہے۔ کوئی ہوگا جو قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا
مصدق ہوگا۔ پاکیزگی اور طہارت عمدہ شئی ہے۔ انسان پاک اور مطہر ہو۔ تو فرشتے
اس سے مصافحہ کرتے ہیں۔ لوگوں میں اس کی قدر نہیں ہے ورنہ ان کی لذات کی ہر ایک
شیء حلال ذرائع سے ان کو ملے۔ چور چوری کرتا ہے کہ مال ملے لیکن اگر وہ صبر کرے تو
خدا تعالیٰ اُسے اور راہ سے مالدار کر دے۔ اسی طرح زانی زنا کرتا ہے۔ اگر صبر کرے تو
خدا تعالیٰ اس کی خواہش کو اور راہ سے پوری کر دے جس میں اس کی رضا حاصل ہو۔
حدیث میں ہے کہ کوئی چور چوری نہیں کرتا مگر اس حالت میں کہ وہ مومن نہیں ہوتا۔ اور

کوئی زانی زنا نہیں کرتا مگر اس حالت میں کہ وہ مومن نہیں ہوتا۔ جیسے بکری کے سر پر شیر کھڑا ہو تو وہ گھاس بھی نہیں کھا سکتی تو بکری جتنا ایمان بھی لوگوں کا نہیں ہے۔ * اصل ہرود اور مقصود تقویٰ ہے۔ جسے وہ عطا ہو تو سب کچھ پاسکتا ہے بجز اس کے ممکن نہیں ہے کہ انسان صفائے اور کبائے سے بچ سکے انسانی حکومتوں کے احکام گناہوں سے نہیں بچا سکتے یہ کام ساتھ ساتھ تو نہیں پھرتے کہ اُن کو خوف رہے۔ انسان اپنے آپ کو اکیلا خیال کر کے گناہ کرتا ہے ورنہ وہ کبھی نہ کرے اور جب وہ اپنے آپ کو اکیلا سمجھتا ہے اس وقت وہ دہریہ ہوتا ہے اور یہ خیال نہیں کرتا کہ میرا خدا میرے ساتھ ہے وہ مجھے دیکھتا ہے ورنہ اگر وہ یہ سمجھتا تو کبھی گناہ نہ کرتا۔ تقویٰ سے سب شے ہے۔ قرآن نے ابتداء اسی سے کی ہے۔ ایتاک نعبد و ایتاک نستعین^۱ سے مراد بھی تقویٰ ہے۔ کہ انسان اگرچہ عمل کرتا ہے مگر خوف سے جرأت نہیں کرتا کہ اُسے اپنی طرف منسوب کرے اور اُسے خدا کی استعانت سے خیال کرتا ہے اور پھر اسی سے اُمدد کے لئے استعانت طلب کرتا ہے۔ پھر دوسری سورت بھی ہدیٰ للمتقین^۲ سے شروع ہوتی ہے۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ سب اسی وقت قبول ہوتا ہے جب انسان متقی ہو۔ اس وقت خدا تمام داعی گناہ کے اٹھا دیتا ہے۔ بیوی کی ضرورت ہو۔ تو بیوی دیتا ہے۔ دوا کی ضرورت ہو تو دوا دیتا ہے۔ جس شے کی حاجت ہو وہ دیتا ہے اور ایسے مقام سے روزی دیتا ہے

* ۱۔ احکم میں یہ عبارت آئی ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ چور چوری نہیں کرتا جبکہ مومن ہو۔ یہ بالکل سچی بات ہے بکری کے سر پر اگر شیر ہو تو اس کو حلال کھانا بھی بھول جاتا ہے۔ چہ جائیکہ وہ کسی دوسرے کے کھیت میں جائے۔ اسی طرح پر اگر خدا تعالیٰ کا خوف ہو۔ تو ممکن نہیں کہ گناہ کرے۔

(الحکمہ جلد ۶ نمبر ۲۴ صفحہ ۷۰ مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۷۲ء)

کہ اُسے خبر نہیں ہوتی۔

ایک اور آیت قرآن شریف میں ہے اِنَّ الدِّیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَفْتَوْا
تَنْزِلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ الْاَتَّخٰذُوْا وَلَا تَخْزُوْا لٰہِٕہِمْ اِس سے بھی مواد متقی
ہیں۔ ثمالستقاموا یعنی ان پر زلزلے آئے۔ ابتلا آئے۔ اندھیاں چلیں مگر ایک عہد جو
اس سے کر چکے۔ اس سے نہ پھرے۔ پھر آگے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب انہوں نے ایسا
کیا۔ اور صدق اور وفا دکھائی تو اس کا اجر یہ ملا۔ تَنْزِلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ یعنی اُن
پر فرشتے اُترے اور کہا کہ خوف اور حزن مت کرو۔ تمہارا خدا متولی ہے۔ وَابَشِّرُوا بِالْبَلٰغَةِ
الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوعَدُوْنَ اور بشارت دی کہ تم خوش ہو اس جنت سے۔ اور اس جنت سے
یہاں مراد دنیا کی جنت ہے جیسے قرآن مجید میں ہے۔ وَلَیْسَ خَافَ مَقَامَ رَبِّہِ جَنَّاتٍ
پھر آگے ہے لَحْنٌ اَوْ لَبَاسٌ کُمۡ فِی الْحٰیۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ۔ دنیا اور آخرت
میں ہم تمہارے دلی اور مشکمل ہیں۔

الدُّنْیَا سَجْنٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ

بعض لوگ دَلِیْلَیْنِ خَافَ مَقَامَ رَبِّہِمْ جَنَّاتٍ کی آیت کے معارض ایک حدیث
پیش کیا کرتے ہیں الدنیا سجن للمؤمن۔ اس کے اصل معنی یہ ہیں کہ مومن کئی قسم
کے ہوتے ہیں۔ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِہٖ وَمِنْهُمْ مَّقْتَدِرٌ مِّنْهُمْ سَابِقٌ
بِالْخَیْرَاتِ۔ مقتصد سے مراد نفس لوامہ والے ہیں اور یہ (دنیا کی) تکالیف نفس لوامہ تک
ہی ہوتی ہیں۔ کہ اس میں انسان کے ساتھ کشاکش نفس امارہ کی ہوتی ہے وہ کہتا ہے کہ
راحت اور آرام کی یہ بات اختیار کرو اور توامہ وہ نہیں کرتا۔ اس وقت انسان مجاہدہ کرتا ہے
اور نفس امارہ کو زیر کرتا ہے اور اسی طرح جنگ ہوتی رہتی ہے۔ حتیٰ کہ امارہ شکست کھاتا
ہے اور پھر نفس مطمئنہ رہ جاتا ہے۔ یَا یٰھُمَا النَّفْسُ الْمَطْمَئِنَّةُ اذْجِیْ اِلٰی رَبِّکَ
رَاضِیَةً مَُّرْضِیَّةً ۝۱۲ یعنی تو میری جنت میں داخل ہو جا اور اسی وقت ہو جا۔ اور

مومن کی جنت خود خدا ہے یعنی جب وہ خدا کے بندوں میں داخل ہوا تو خدا تو انہیں میں
 ہے اور وہ اس کے عباد میں آگیا تو اب اس حالت میں وہ سخن کہاں رہا؟ ایک مرتبہ
 ہوتا ہے کہ اس وقت تک وہ تکالیف میں ہوتا ہے جیسے جب کنواں کھودا جائے۔ تو
 اس سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ پانی نکل آئے مطمئنہ ہونا اصل میں پانی نکالنا ہے۔ جب پانی
 نکل آیا۔ اب کھودنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تو اس آیت میں ظالم سے مراد نفسِ امارہ والے
 اور مقتصد سے مراد نفسِ تولیہ والے اور سابق بالخیرات سے مراد نفسِ مطمئنہ والے ہیں۔
 پوری تبدیلی زندگی میں جب تک نہ آوے تب تک جنگ رہتی ہے اور لوٹا تک یہ جنگ
 ہے جب یہ ختم ہوئی تو پھر دارالنعیم میں آ جاتا ہے۔ اس وقت اس کا ارادہ خدا کا ارادہ
 اور اس کی مرضی خدا کی مرضی ہوتی ہے اور وہ اُن باتوں میں لذت اُٹھاتا ہے۔ جن سے
 خدا خوش ہوتا ہے۔ ایک عارف جس کی خدا سے ذاتی محبت ہو جائے تو اگر خدا اُسے
 بتلا بھی دے کہ تو دوزخی ہے خواہ عبادت کر خواہ نہ کر تو اس کی خوشی اسی میں ہوگی کہ خواہ
 دوزخ میں جاؤں مگر میں ان عبادات سے رگ نہیں سکتا۔ جیسے انبیوٰ کو جب انیون کی
 عادت ہو جاتی ہے تو اُسے کیسی ہی تکالیف ہوں اور خواہ وہ گھلتا ہی جائے مگر انیون
 کو نہیں چھوڑتا۔ جس طرح دنیا میں فوجوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ اُن کو ایک دھن جب لگ
 جلتے تو خواہ دالہین کتنا روکیں منع کریں مگر وہ کسی کی نہیں سننے اور اس دھن کی خوشی
 میں تکالیف کا بھی خیال نہیں ہوتا۔ ایسا ہی اس مومن عارف کا حال ہوتا ہے کہ اُسے
 اس بات کا خیال بھی نہیں ہوتا کہ اجر ملیگا یا نہیں۔ یہ مقام آخری مقام ہے۔ جہاں سلوک
 کا سلسلہ ختم ہوتا ہے۔ اور اس کے سوا چار نہیں۔ اس حالت میں اس کا جوش کسی سہارے
 پر نہیں ہوتا۔ کیونکہ جب تک انسان کسی سہارے سے کام کرتا ہے تو ممکن ہے شیطان اُس
 میں کسی وقت دخل دیوے۔ مگر یہاں ذاتی محبت کے مقام میں سہارا نہیں ہوتا۔ جیسے
 ماں اور بچے کے ہر تعلقات ذاتی محبت کے ہیں اُن میں انسان تفرقہ نہیں ڈال سکتا۔

ماں کی فطرتی محبت ایک دوسرے سے ملائی ہے۔ مثل مشہور ہے: "ماں مارے اور بچہ
ماں مارے"۔ اسی طرح اہل اللہ خدا کی مار کھا کر کہاں جا سکتے ہیں۔ بلکہ مار پڑے تو
وہ ایک قدم اور بڑھاتے ہیں۔ دوسرے تعلقات میں خدا کی محبت کا جلال زور کے ساتھ
نازل نہیں ہوتا۔ جیسے انسان کسی کو اپنا نوکر سمجھتا ہے اور خیال ہوتا ہے کہ یہ نوکر ہی اسی
لئے کرتا ہے۔ کہ اس کی اجرت ملے تو اس کی طرف محبت کامل کا انتفاع نہیں ہوتا اور وہ
ایک نوکر شمار ہوتا ہے۔ مگر جب کوئی شخص خدمت کرتا ہے اور آقا کو معلوم ہو کہ یہ نوکر ہی کی
خواہش سے نہیں کرتا تو آخر کار بیٹوں میں شمار ہوتا ہے۔

خدا بڑا خزانہ ہے۔ خدا بڑی دولت ہے۔

استغفار

غفلت غیر معلوم اسباب سے ہے۔ بعض وقت انسان نہیں جانتا اور ایک دفعہ
ہی رنگ اور تیرگی اس کے قلب پر آجاتی ہے۔ اس لئے استغفار ہے۔ اس کے یہ معنی
ہیں کہ وہ رنگ اور تیرگی نہ آوے۔ عیسائی لوگ اپنی بیوقوفی سے اعتراف کرتے ہیں کہ اس
سے سابقہ گناہوں کا ثبوت ملتا ہے۔ اصل معنی اس کے یہ ہیں کہ گناہ صادر ہی نہ ہوں ورنہ
اگر استغفار سابقہ صادر شدہ گناہوں کی بخشش کے معنی رکھتا ہے تو وہ بتلا دیں۔ کہ آئندہ
گناہوں کے نہ صادر ہونے کے معنوں میں کونسا لفظ ہے۔ غفر اور کفر کے ایک ہی معنی
ہیں۔ تمام انبیاء اس کے محتاج تھے۔ جتنا کوئی استغفار کرتا ہے اتنا ہی معصوم ہوتا ہے۔ اصل
معنی یہ ہیں کہ خدا نے اُسے بچایا۔ معصوم کے معنی مستغفر کے ہیں۔

عیسویت کی ترقی پر فرمایا کہ

جو ترقی انہوں نے کرنی تھی وہ کر چکے۔ پورے طور پر انسان کو خدا بنا لیا مگر انسان

خدا بن سکتا ہے تو پگٹ سے کیوں ناراض ہیں بہت خدا مل جائیں گے تو طاقت زیادہ ہوگی۔

بغیر عذر کے دعوت رد کرنا اچھی بات نہیں

ایک خادم نے عرض کی کہ ایک تقریب پر اس کے ہاں خوشی ہے اور کچھ کھانے کا انتظام کیا گیا ہے۔ مصروف بھی شام کو تشریف لا کر کھانا وہیں تناول فرما دیں تو عین سناؤ ہے۔ فرمایا:-

دعوتِ راحت کے واسطے ہوتی ہے مجھے ایسی مرض ہے کہ دن کے آخری حصہ میں وہ عود کرتی ہے اور میں بالکل چل پھر نہیں سکتا۔ اسی لئے دیکھتے ہو کہ پھرنے کا وقت صبح کا رکھا ہے۔ ابھی ابھی نماز سے پیشتر پاؤں سرد ہو رہے تھے۔ تو میں دوا پی کر آیا ہوں خیال آتا ہے کہ گھڑی گھڑی کیا کہوں کہ سرد ہو رہا ہوں۔ اس لئے افتان خیزاں آجاتا ہوں۔ اسلئے شام کو میں جا نہیں سکتا۔ ورنہ دعوت کا رد کرنا تو اچھی بات نہیں ہے مگر جب بیمار ہو تو انسان مجبور ہے۔

ماہِ رمضان کی عظمت اور اُس کے روحانی اثرات

مغرب کی نماز سے چند منٹ پیشتر ماہِ رمضان کا چاند دیکھا گیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مغرب کی نماز گزار کر مسجد کی سقف پر چاند دیکھنے تشریف لے گئے اور چاند دیکھنے کے بعد پھر مسجد میں تشریف لائے۔ فرمایا کہ رمضان گذشتہ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کل گیا تھا۔

شہرِ رمضان الذی انزل فیہ القرآن سے ماہِ رمضان کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔ صوفیائے لکھا ہے کہ یہ ماہِ تنویرِ قلب کے لئے عمدہ مہینہ ہے۔ کثرت سے اس میں مکاشفات ہوتے ہیں۔ صلوة تزکیہ نفس کثرتی ہے۔ اور صومِ تہلیٰ قلب کرتا ہے۔

تو کہ نفس سے مراد یہ ہے کہ نفس امارہ کی شہوات سے بُعد حاصل ہو جائے اور تجلی قلب سے مراد یہ ہے کہ کشف کا دروازہ اس پر کھلے کہ خدا کو دیکھ لے۔ پس اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآنُ لَعَلَّہُمْ یَحْذَرُوْنَ یہی اشارہ ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ روزہ کا اجر عظیم ہے لیکن امراض اور اغراض اس نعمت سے انسان کو محروم رکھتے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ جوانی کے ایام میں میں نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ روزہ رکھنا سنت اہل بیت ہے۔ میرے حق میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سلمان منا اهل البیت۔ سلمان یعنی اہل بیت کہ اس شخص کے ہاتھ سے دو صلح ہوں گی۔ ایک اندرون دو دوسری بیرون۔ اور یہ اپنا کام رزق سے کرے گا۔ نہ کہ شمشیر سے اور میں جب مشرب حسین پر نہیں ہوں کہ جس نے جنگ کی بلکہ مشرب حسن پر ہوں کہ جس نے جنگ نہ کی تو میں نے سمجھا کہ روزہ کی طرف اشارہ ہے چنانچہ میں نے چھ ماہ تک روزے رکھے۔ اس اثنا میں میں نے دیکھا کہ انوار کے ستونوں کے ستون آسمان پر جا رہے ہیں۔ یہ امر مشتبہ ہے کہ انوار کے ستون زمین سے آسمان پر جاتے تھے یا میرے قلب سے۔ لیکن یہ سب کچھ جوانی میں ہو سکتا تھا۔ اور اگر اس وقت میں چاہتا تو چار سال تک روزہ رکھ سکتا تھا۔

نشاط نو جوانی تا بہ سی سال

چہل آمد فرو ریزو بدو بال

اب جب سے چالیس سال گزر گئے دیکھتا ہوں کہ وہ بات نہیں۔ ورنہ اول میں بالملہ تک کئی بار پیدل چلا جاتا تھا اور پیدل آتا اور کوئی کسل اور ضعف مجھے نہ ہوتا اور اب تو اگر ۵-۶ میل بھی جاؤں تو تکلیف ہوتی ہے۔ چالیس سال کے بعد حرارت غریزی کم ہوئی شروع ہو جاتی ہے۔ خون کم پیدا ہوتا ہے اور انسان کے اوپر کئی صدعات رنج و غم کے گزرتے ہیں۔ اب کئی دفعہ دیکھا ہے کہ اگر بھوک کے علاج میں زیادہ دیر ہو جائے تو طبیعت بے قرار ہو جاتی ہے۔

احکام الہی کے دو اقسام

خدا تعالیٰ کے احکام دو قسموں میں تقسیم ہیں۔ ایک عباداتِ مالی، دوسرے عباداتِ بدنی۔ عباداتِ مالی تو اسی کے لئے ہیں جس کے پاس مال ہو اور جن کے پاس نہیں وہ معذور ہیں اور عباداتِ بدنی کو بھی انسان عالمِ برائی میں ہی ادا کر سکتا ہے ورنہ ساٹھ سال جب گندے تو طرح طرح کے عوارضات لاحق ہوتے ہیں۔ نزولِ الماء وغیرہ شروع ہو کر مینائی میں فرق آجاتا ہے۔ (کسی نے) یہ ٹھیک کہا ہے کہ پیری و صدعیب۔ اور جو کچھ انسانِ برائی میں کر لیتا ہے اس کی برکت بڑھاپے میں بھی ہوتی ہے اور جس نے برائی میں کچھ نہیں کیا۔ اسے بڑھاپے میں بھی صد رنجِ برداشت کرنے پڑتے ہیں۔

موئے سفید از اہل آمد پیام

انسان کا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ حسب استطاعت خدا کے فرائض بجالا دے۔ روزہ کے بارے میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وَ اَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ**۔ یعنی اگر تم روزہ لکھ سکتے ہو تو تمہارے واسطے بڑی خیر ہے۔

فدیہ اور توفیقِ روزہ

ایک دفعہ میرے دل میں خیال آیا کہ فدیہ کس لئے مقرر کیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ توفیق کے واسطے ہے تاکہ روزہ کی توفیق اس سے حاصل ہو۔ خدا تعالیٰ ہی کی ذات ہے جو توفیق عطا کرتی ہے اور ہر شے خدا تعالیٰ ہی سے طلب کرنی چاہیئے۔ خدا تعالیٰ تو قادرِ مطلق ہے وہ اگر چاہے تو ایک مدقوق کو بھی روزہ کی طاقت عطا کر سکتا ہے۔ تو فدیہ سے یہی مقصود ہے کہ وہ طاقت حاصل ہو جائے اور یہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہوتا ہے۔ پس میرے نزدیک خوب ہے کہ (انسان) دعا کرے کہ الہی یہ تیرا ایک مبارک مہینہ ہے اور میں اس سے محروم رہا ہوتا ہوں اور کیا معلوم کہ آئندہ سال زندہ رہوں یا نہ یا ان فوت شدہ روزوں کو ادا کر سکوں یا نہ۔ اور اُس سے توفیق طلب کرے تو مجھے یقین ہے کہ ایسے دل

کو خدا تعالیٰ طاقت بخش دے گا۔

اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو دوسری امتوں کی طرح اس امت میں کوئی قید نہ رکھتا مگر اس نے قیدیں بھلائی کے واسطے رکھی ہیں۔ میرے نزدیک اہل یہی ہے کہ جب انسان صدق اور کمال اخلاص سے باری تعالیٰ میں عرض کرتا ہے کہ اس مہینہ میں مجھے محروم نہ کہ تو خدا تعالیٰ اسے محروم نہیں رکھتا اور ایسی حالت میں اگر انسان ماہ رمضان میں بیمار ہو جائے۔ تو یہ بیماری اس کے حق میں رحمت ہوتی ہے۔ کیونکہ ہر ایک عمل کا مدار نیت پر ہے۔ یمن کو چاہیے کہ وہ اپنے وجود سے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی راہ میں دلاور ثابت کر دے جو شخص کہ روزے سے محروم رہتا ہے۔ مگر اس کے دل میں یہ نیت درودِ دل سے تھی کہ کاش میں تندرست ہوتا۔ اور روزہ رکھتا اور اس کا دل اس بات کے لئے گریاں ہے تو فرشتے اس کے لئے روزے کریں۔ بشرطیکہ وہ بہانہ نہ ہو تو خدا تعالیٰ اسے ہرگز ثواب سے محروم نہ رکھے گا۔ یہ ایک باریک امر ہے کہ اگر کسی شخص پر (اپنے نفس کے کسل کی وجہ سے) روزہ گراں ہے۔ اور وہ اپنے خیال میں گمان کرتا ہے کہ میں بیمار ہوں اور میری صحت ایسی ہے کہ اگر ایک وقت نہ کھاؤں تو فحشاں فحاشی عوارض لاحق ہوں گے۔ اور یہ ہوگا اور وہ ہوگا تو ایسا شخص جو خدا تعالیٰ کی نعمت کو خود اپنے اوپر گراں گمان کرتا ہے۔ کب اس ثواب کا مستحق ہوگا۔ ہاں وہ شخص جس کا دل اس بات سے خوش ہے کہ رمضان آگیا اور میں اس کا منتظر تھا کہ آوے اور روزہ رکھوں اور پھر وہ بوجہ بیماری کے روزہ نہیں رکھ سکا تو وہ آسان پر روزے سے محروم نہیں ہے اس دنیا میں بہت لوگ بہانہ جو ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم جس طرح اہل دنیا کو دھوکا دے لیتے ہیں ویسے ہی خدا کو فریب دیتے ہیں۔ بہانہ جو اپنے وجود سے آپ مسئلہ تراش کرتے ہیں اور تکلفات شامل کر کے ان مسائل کو صحیح گردانتے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ صحیح نہیں۔ تکلفات کا باب بہت وسیع ہے۔ اگر انسان چاہے تو اس (تکلف) کی رُو سے ساری عمر بیٹھ کر نماز پڑھتا رہے اور رمضان کے روزے بالکل نہ رکھے

مگر خدا اس کی تیرت اور امادہ کو جانتا ہے۔ جو صدق اور اخلاص رکھتا ہے۔ خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ اس کے دل میں مدد ہے اور خدا تعالیٰ اسے ثواب سے زیادہ بھی دیتا ہے کیونکہ درودِ دل ایک قابلِ قدر شے ہے جیلہ جو انسان تا دیوں پر تکلیف کرتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ کے نزدیک یہ تکلیف کوئی شے نہیں جب میں نے چھ ماہ درودے رکھے تھے تو ایک دفعہ ایک طائفہ انبیاء کا مجھے (کشف میں) ملا۔ اور انہوں نے کہا کہ تو نے کیوں اپنے نفس کو اس قدر مشقت میں ڈالا ہوا ہے اس سے باہر نکل۔ اسی طرح جب انسان اپنے آپ کو خدا کے واسطے مشقت میں ڈالتا ہے تو وہ خود ماں باپ کی طرح رحم کر کے اُسے کہتا ہے کہ تو کیوں مشقت میں پڑا ہوا ہے۔

یہ لوگ ہیں کہ مختلف سے اپنے آپ کو مشقت سے محروم رکھتے ہیں۔ اس لئے خدا ان کو دوسری مشقتوں میں ڈالتا ہے اور نکالتا نہیں اور دوسرے جو خود مشقت میں پڑتے ہیں ان کو وہ آپ نکالتا ہے۔ انسان کو واجب ہے کہ اپنے نفس پر آپ شفقت نہ کرے بلکہ ایسا بنے کہ خدا تعالیٰ اس کے نفس پر شفقت کرے کیونکہ انسان کی شفقت اس کے نفس پر اس کے واسطے جہنم ہے اور خدا تعالیٰ کی شفقت جنت ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کے قصہ پر غور کرو کہ جو آگ میں گرنا چاہتے ہیں تو ان کو خدا تعالیٰ آگ سے بچاتا ہے۔ اور جو خود آگ سے بچنا چاہتے ہیں وہ آگ میں ڈالے جاتے ہیں۔ یہ مسلم ہے۔ اور یہ اسلام ہے کہ جو کچھ خدا تعالیٰ کی راہ میں پیش آئے۔ اس سے انکار نہ کرے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عصمت کی فکر میں خود گلے تو واللہ یحصی من الناس کی آیت نازل نہ ہوتی۔ حفاظتِ الہی کا یہی ستر ہے۔

روایہ کی تقریر فارسی زبان میں تھی میں نے افادہ عام کی خاطر اردو میں ترجمہ کر کے لکھی۔ ایڈیٹر

(البدیع جلد نمبر ۷ صفحہ ۵۰ تا ۵۲۔ مورخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۱۹ء)

۲۴ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز جمعہ شنبہ

مولوی ثناء اللہ کی جیلرہ جوئی

عصر کے وقت جب حضور علیہ السلام کی خدمت میں یہ بات پیش کی گئی کہ ثناء اللہ لکھتا ہے کہ میری موت کی پیشگوئی کرو تو حضور نے فرمایا کہ

یہ جیلرہ ہے ورنہ وہ جانتا ہے کہ ہم حکومت سے معاہدہ کر چکے ہیں کہ موت کی پیشگوئی نہ کریں گے اس لئے دیدہ دانستہ لکھتا ہے۔ ورنہ ہم نے جو لکھ دیا ہے وہ خود حسب شرائط شائع کر دے کہ جو کاذب ہے وہ پیشتر مر جائے۔ اُسے اس طرح لکھنے سے کیوں خوف آتا ہے۔ اس طرح نہ لکھتا اور ہمیں لکھنا کہ پیشگوئی کریں۔ یہ صرف جیلرہ جوئی ہے۔

(البدر جلد اول نمبر ۷ صفحہ ۵۳ مورخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۰۲ء)

۲۴ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز جمعہ شنبہ

لفظ ذنب اور استغفار کے معنی

نماز مغرب کے بعد

ماسٹر عبدالرحمن صاحب از سلم تھرو ماسٹر مدد تہ تعلیم الاسلام تھریان عیسائی پیر پری فینی سے ایک مضمون سناتے رہے۔ جو کسی نے لفظ ذنب کے معانی پر مخالفانہ رنگ میں لکھا ہے کہ لفظ ذنب ایک ایسا لفظ ہے جو کہ قرآن میں کیا گناہ پر بولا گیا ہے اور مرزا صاحب اس کے معانی کو وسعت دے کر جب یہ لفظ نبیوں کے حق میں آوے تو اس کے اور معنی کہتے ہیں اور جب عوام الناس پر بولا جائے تو اور معنی کہتے ہیں اور یہ لفظ اپنے معانی پر استعمال ہوتا ہے کہ گذشتہ گناہ جو انسان

کہ چکا ہے اس کی معافی طلب کی جائے۔ اس سے اس نے استئصال کیا ہے کہ
مُزِر ہے کہ پیغمبر خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) سے گناہ سرزد ہوئے ہوں۔

اس کے جواب میں حضرت اقدس نے فرمایا کہ

اگر استغفار کے یہ معنی ہیں کہ گزشتہ گناہوں سے معافی ہو تو پھر بتائیں کہ اُمتِ سندہ
گناہوں سے محفوظ رہنے کے لئے کونسا لفظ ہے۔ گناہ سے حفاظت یعنی عصمت تو انسان کو
استغفار سے ملتی ہے کہ انسان خدا تعالیٰ سے چاہے کہ اُن قویٰ کا ظہور اور بروز ہی نہ ہو۔
جو معاصی کی طرف کھینچتے ہیں۔ کیونکہ جیسے انسان کو اس بات کی ضرورت ہے کہ گزشتہ گناہ
اس کے بخشنے جائیں اسی طرح اس بات کی ضرورت بھی ہے کہ اُمتِ سندہ اس کے قویٰ سے گناہ کا
ظہور و بروز نہ ہو۔ یہ مسئلہ بھی قابلِ دعا کے ہے۔ ورنہ یہ کیا بات ہے کہ جب گناہ میں مبتلا ہو تو
اس وقت تو دعا کرے اور اُمتِ سندہ گناہوں سے محفوظ رہنے کی دُعا نہ کرے۔ اگر انجیل میں یہ دُعا
نہیں ہے تو پھر وہ کتاب ناقص ہے۔ انجیل میں لکھا ہے کہ مانگو تو دیا جائے گا۔ پس آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے استغفار مانگا۔ آپ کو دیا گیا۔ مسیح نے نہ مانگا۔ اُن کو نہ دیا گیا۔ غرضیکہ طبعی
تقسیم قرآن مجید نے کی ہے کہ گناہ سے حفاظت کے ہر ایک پہلو کو دیکھ کر استغفار کا لفظ
رکھا ہے کیونکہ انسان دونوں راہ کا محتاج ہے کبھی گناہ کی معافی کا اور کبھی اس امر کا کہ وہ قویٰ
ظہور و بروز نہ کریں۔ ورنہ یہ کب ممکن ہے کہ قویٰ خدا تعالیٰ کی حفاظت کے بغیر خود بخود چمے
ریں۔ وہ کتاب کامل ہے عقل اور ضرورت خود دونوں قسم کی دعا کا تقاضا کرتی ہے۔

پھر دیکھو کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو کسی کے ہاتھ پر توبہ بھی نہیں کی کہ آپ
کا گنہگار ہونا ثابت ہو۔ مگر مسیح نے تو یحییٰ کے ہاتھ پر گناہوں سے توبہ کی۔ اُن سے تو یحییٰ ہی
اچھا را جس نے کسی کی بیعت نہ کی۔ اب بتاؤ کس کا گنہگار ہونا ثابت ہے۔ اگر مسیح گناہ
سے صاف تھا تو اس نے غوطہ کیوں لگایا اور پھر رُوح القدس کا کبوتر ابتدا ہی سے کیوں نہ

نازل ہوا؟

پھر استغفار کے معافی پر حضرت اقدس اور آپ کے برگزیدہ احباب وہ آیات قرآنی
 تلاش کر کے سناتے رہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ استغفار کی دُعا آئندہ خطاؤں سے
 حفاظت کے لئے ہے اور پھر تلاش کرتے کرتے انجیل سے بھی ایسی آیات نکل
 آئیں۔ جس میں مسیح علیہ السلام نے آئندہ گناہ سے بچنے کے لئے دعا مانگی ہوئی ہے۔
 (البدار جلد اول نمبر ۵۲ صفحہ ۵۲ مورخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۰۲ء)

ہر دسمبر ۱۹۰۲ء بروز جمعہ

بعد از نماز مغرب مدراس کے ایک مخلص احمدی کا تار طاعون سے متعلق

مدراس میں ایک مخلص حضرت اقدس کے غیبیہ عاشق ہیں۔ ایک کذاب نے اُن کو خبر
 سنائی کہ قادیان میں طاعون ہے حالانکہ مرزا صاحب نے کہا تھا کہ طاعون وہاں نہ
 آئے گی۔ اُن کے ایمان نے اس شنید پر یہ تقاضا کیا کہ ایک تار حضرت اقدس کی
 خدمت میں روانہ کیا جو اس مجلس میں پڑھ کر سنایا گیا۔ اس میں درج تھا کہ اس
 خبر کے سننے سے میرے ایمان میں ترقی ہوئی ہے اور قادیان میں طاعون اس لئے
 آئی ہے کہ خدا تعالیٰ سچے مومنوں اور دوسرے لوگوں میں تمیز کر کے دکھانا چاہتا
 ہے اور جو خبریں ان کو غلط پہنچی ہیں۔ ہر ایک ان کی زیادت ایمان کا باعث ہوئی ہیں
 حضرت اقدس نے ان کے اخلاص کی تعریف فرمائی اور فرمایا کہ
 ان کو اصل واقعات سے اطلاع دے کر اس شخص کا کذاب ہونا جتلا دیا جائے۔

(البدار جلد اول نمبر ۵۴ صفحہ ۵۴ مورخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۰۲ء)

۶ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز یکشنبہ

ایک رؤیا اور دُعَا رَبِّ كُلِّ شَيْءٍ خَادِمُكَ

ظہر کے وقت تشریف لاکر حضرت اقدس نے بیان فرمایا کہ رات کو میری ایسی حالت تھی کہ اگر خدا تعالیٰ کی وحی نہ ہوتی تو میرے اس خیال میں کوئی شک نہ تھا کہ میرا آخری وقت ہے۔ ایسی حالت میں میری آنکھ لگ گئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جگہ پر میں ہوں اور وہ کوچہ سرسبز سا معلوم ہوتا ہے کہ تین بھینسے اُٹے ہیں۔ ایک اُن میں سے میری طرف آیا تو میں نے اسے مار کر ہٹا دیا۔ پھر دوسرا آیا تو اُسے بھی ہٹا دیا۔ پھر تیسرا آیا اور وہ ایسا پُر زور معلوم ہوتا تھا کہ میں نے خیال کیا کہ اب اس سے مفر نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ کی قدرت کہ مجھے اندیشہ ہوا تو اس نے اپنا منہ ایک طرف پھیر لیا۔ میں نے اُس وقت غنیمت سمجھا کہ اس کے ساتھ رگڑ کر نکل جاؤں۔ میں وہاں سے بھاگا اور بھاگتے بھاگتے خیال آیا کہ وہ بھی میرے پیچھے بھاگے گا۔ مگر میں نے پھر نہ دیکھا۔ اس وقت خواب میں خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے دل پر مندرجہ ذیل دُعَا القاء کی گئی۔

رَبِّ كُلِّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِي وَانصُرْنِي وَانصُرْ شَيْئِي
اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہ اسم اعظم ہے اور یہ وہ کلمات ہیں کہ جو اسے پڑھے گا۔ ہر ایک آفت سے اُسے نجات ہوگی۔

ایک آریہ میرے پاس دو لینے آیا کرتا ہے۔ میں نے اسے یہ خواب سنائی۔ تو اس نے کہا کہ مجھے بھی لکھ دو۔ میں نے لکھ دیا اور اس نے یاد کر لیا۔

۱۔ اصل لفظ جو اس وقت رؤیا بیان کرتے ہوئے حضرت اقدس نے زبان مبارک سے نکالا۔ وہ لفظ بھینسے ہی ہے۔ جسے سانڈ بھی کہتے ہیں نہ کہ بیل۔

لابد جلد اول نمبر ۵ ص ۵۵ کالم اول مورخہ ۱۹ دسمبر ۱۹۰۲ء

اس خواب کے بعد پھر کیا دیکھتا ہوں کہ ایک گھوٹے کا سوار ملا جب میں گھر کے قریب آیا تو ایک شخص نے میرے ہاتھ پر پیسے رکھے ہیں۔ میں نے خیال کیا۔ کہ اس میں دوٹی چوٹی بھی ہوگی۔ اگے آیا تو دیکھا کہ فوج (فصل نشاں) کشمیری عورت بیٹھی ہے۔ پھر جب مسجد میں گیا تو دیکھا کہ ہزار آدمی بیٹھے ہیں اور کپڑے سب کے پرانے معلوم ہوتے ہیں۔ مسجد میں اور آگے بڑھا تو دیکھا کہ ایک جنازہ رکھا ہوا ہے۔ اس کی بڑی سی چارپائی ہے۔ یہ معلوم نہیں کہ کس کا جنازہ ہے۔

مغرب کی نماز پڑھ کر حضرت اقدس تشریف لے گئے اور کوئی ایک گھنٹہ بعد مسجد میں تشریف لائے۔ فرمایا کہ

آج جو خواب میں الہام سے کلمات بتلائے گئے ہیں۔ میں نے ارادہ کیا ہے۔ کہ اُن کو نماز میں دعا کے طور پر پڑھا جائے اور میں نے خود تو پڑھنے شروع کر دیئے ہیں۔

سُوْظُن

بظنی پر آپ نے فرمایا کہ

دوسرے کے باطن میں ہم تصرف نہیں کر سکتے اور اس طرح کا تصرف کرنا گناہ ہے۔ انسان ایک آدمی کو بد خیال کرتا ہے اور پھر آپ اس سے بدتر ہو جاتا ہے کتابوں میں میں نے ایک قصہ پڑھا ہے کہ ایک بزرگ اہل استدھتے۔ انہوں نے ایک دفعہ عہد کیا کہ میں اپنے آپ کو کسی سے اچھا نہ سمجھوں گا۔ ایک دفعہ ایک دریا کے کنارے پہنچے دیکھا کہ ایک شخص ایک جوان عورت کے ساتھ کنارے پر بیٹھا روٹیاں کھا رہا ہے۔ اور ایک بوتل پاس ہے۔ اس میں سے گلاس بھر کر پی رہا ہے۔ اُن کو دُور سے دیکھ کر اُس نے کہا کہ میں نے عہد تو کیا ہے کہ اپنے کو کسی سے اچھا نہ خیال کروں۔ مگر ان دونوں سے تو میں اچھا ہی ہوں۔ اتنے میں زور سے ہوا چلی اور دریا میں طوفان آیا۔ ایک کشتی

آ رہی تھی وہ غرق ہو گئی۔ وہ مرد جو کہ عورت کے ساتھ روٹی کھا رہا تھا۔ اٹھا اور غوطہ لگا کر چھ آدمیوں کو نکال لایا اور ان کی جان بچا گئی۔ پھر اس نے اس بزرگ کو مخاطب کر کے کہا کہ تم اپنے آپ کو مجھ سے اچھا خیال کرتے ہو میں نے تو چھ کی جان بچائی ہے اب ایک باقی ہے اسے تم نکالو۔ یہ سن کر وہ بہت حیران ہوا۔ اور اس سے پوچھا کہ تم نے یہ میرا ضمیر کیسے پڑھ لیا اور یہ معاملہ کیا ہے تب اس جوان نے بتلایا کہ اس بوتل میں اسی دریا کا پانی ہے۔ شراب نہیں ہے اور یہ عورت میری ماں ہے اور میں ایک ہی اس کی اولاد ہوں۔ قوی اس کے بڑے مضبوط ہیں۔ اس لئے جوان نظر آتی ہے۔ خدا نے مجھے مامور کیا تھا کہ میں اسی طرح کروں۔ تاکہ تجھے سبق حاصل ہو۔

پھر فرمایا کہ

خضر کا قصہ بھی اسی بنا پر معلوم ہوتا ہے۔ سو اظن جلدی سے کرنا اچھا نہیں ہوتا۔ تعریف فی الباء ایک نازک امر ہے۔ اس نے بہت سی قوموں کو تباہ کر دیا کہ انہوں نے انبیاء اور ان کے اہل بیت پر بظنیاں کیں۔

(البدایہ والنہایہ، صفحہ ۵۲، موزع ۱۲ دسمبر ۱۹۰۲ء)

۸ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز دوشنبہ

رُویا

مصر کی نماز سے قبل حضور علیہ السلام نے ایک رؤیا سنائی۔ فرمایا:-

میں دیکھتا ہوں کہ ایک جگہ پر وضو کرنے لگا تو معلوم ہوا کہ وہ زمین پولی ہے اور اس کے نیچے ایک غار سی چلی جاتی ہے۔ میں نے اس میں پاؤں رکھا۔ تو دھنس گیا اور خوب یاد ہے کہ پھر میں نیچے ہی نیچے چلا گیا۔ پھر ایک جست کر کے میں اُپر آ گیا۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں ہوا میں تیر رہا ہوں اور ایک گڑھا ہے مثل دائرے کے گول اور اس قدر بڑا جیسے

یہاں سے نواب صاحب کنگر اور میں اس پر ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر تیر رہا ہوں
سید محمد حسن صاحب کنارہ پر تھے۔ میں نے اُن کو بلا کر کہا کہ دیکھ لیجئے کہ عیسیٰ علیہ السلام تو پانی
پر چلتے تھے اور میں ہوا پر تیر رہا ہوں اور میرے خدا کا فضل اُن سے بڑھ کر مجھ پر ہے حالانکہ
میرے ساتھ ہے اور اس گڑھے پر ہم نے کئے پھیرے کئے۔ نہ ہاتھ نہ پاؤں بلانے پڑتے
ہیں۔ اور بڑی آسانی سے ادھر ادھر تیر رہے ہیں۔ ایک بجنے میں بیس منٹ باقی تھے کہ
میں نے یہ خواب دیکھا۔

بعد از نماز مغرب۔

ایک شخص امرتسری نے حضرت اقدس کو بہت فحش اور گندی گالیاں دی تھیں ایک
باغیرت اور مخلص خادم نے اس کا جواب درشتی سے دینا چاہا تھا۔ حضرت اقدس
نے فرمایا کہ

جوش کے مقابلہ پر جوش ہو تو فساد کا باعث ہوتا ہے اور بات وہ کرنی چاہیئے جس
سے لڑائی کا خاتمہ ہو۔ اگر ہم ہدی کا جواب اس حد تک کی ہدی سے دیں تو پھر ہمارے
کاروبار میں برکت نہیں رہتی۔ جوش اور اشتعال کے وقت کے لکھے ہوئے مضامین میں
فصاحت اور بلاغت جاتی رہتی ہے۔ فصاحت اور بلاغت نرمی کا بیٹا ہے۔ جس قدر
نرمی ہوگی اسی قدر عبارت فصیح ہوگی۔ اہل حق کو درہم برہم نہ ہونا چاہیئے۔ گندی بات قابل
جواب ہی نہیں ہوا کرتی۔

اخلاق

اصحاب کبار میں سے ایک نے ایک شے طلب کی۔ حضرت اقدس اسی وقت خود
اُنکے اندر تشریف لے گئے اور وہ شے اکڑ دی۔

(المبداء جلد اول نمبر ۷ صفحہ ۵۵ مورخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۰۲ء)

۹ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز شنبہ

بعد از نماز ظہر

حضرت اقدس علیہ السلام کو بذریعہ خط معلوم ہوا کہ رسل بابا اترتھریں یحاضرہ طاعون فوت ہو گیا ہے۔ اس پر آپ مولوی محمد علی صاحب کے کہو میں اگر گفتگو فرماتے رہے
فسدایا کہ

گذشتہ شب کو مجھے یہ الہام ہوا ہے۔

سَلَامٌ عَلَیْكَ يَا اَبْرَاهِیْمَ

پھر اس کے بعد الہام ہوا۔

سَلَامٌ عَلٰی اَمْرِكَ صَوْتٌ فَاِذَا

یعنی اے ابراہیم تجھ پر سلام۔ تیرے کاروبار پر سلامتی ہو۔ اور تُو با مُراد ہو گیا
اسی اثنا میں نماز عصر کا وقت آگیا تو آپ نے مسجد میں تشریف لا کر یہ الہام پھر سنایا
اور رسل بابا کی موت پر ذکر ہوتا رہا کہ

تخروج الصدور الى القبور

کا الہام بھی اس پر صادق آتا ہے اور الہام میں صمد کا لفظ ہے جو کہ جمع پر دلالت
کرتا ہے اور جمعہ کے دن جب میں بیمار تھا تو مجھے یہ الہام ہوا تھا۔

یسوت قبل یومی هذا

یعنی یہ میرے اس دن سے پیشتر مرے گا۔ یوم سے مراد جمعہ کا دن ہے۔ جو کہ
اصل میں خدا کا دن ہے۔

پھر فرمایا کہ

ان تین سالوں میں خارق عادت ترقی ہوئی ہے۔ برابین میں یہ پیشگوئی ہے

کہ میں تمہارے لئے فوج تیار کروں گا وہ انہی تین سالوں میں تیار ہوئی۔

بعد از مغرب

دُشَق کے لفظ پر فرمایا کہ

اصل میں تَشَلِیْث کی جڑ دُشَق ہے۔ یہ لازماً کی بات ہے اور سمجھنے کے قابل ہے۔ مگر ہمارے مخالف خیال نہیں کرتے۔ دُشَق سے مشرقی طرف اُترنے کے لیے ہی معنی ہیں۔ کہ وہ تَشَلِیْث کا استیصال کرے گا۔ مشرق ہمیشہ غرب پر غالب ہوتا ہے۔

(البدد جلد اول نمبر ۵ صفحہ ۵۵ مورخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۰۲ء)

۱۰ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز چہار شنبہ

(بائیں مغرب و عشا)

الہامی دُعائیں و اُحد تکلم کو جمع متکلم کے صغیرہ کیساتھ دُعا کرنا

میرزا ناصر نواب صاحب نے حضرت اقدس سے دریافت کیا کہ یہ دعا رب کئی شیخ خلافت والی جو الہام ہوئی ہے۔ اگر اس میں بجائے واحد متکلم کے جمع متکلم کا صغیرہ پڑھ کر دوسروں کو بھی ساتھ ملا لیا جائے تو حرج تو نہیں حضرت اقدس نے فرمایا:-

کوئی حرج نہیں ہے

(البدد جلد اول نمبر ۸ صفحہ ۵۸ مورخہ ۱۹ دسمبر ۱۹۰۲ء)

۱۱ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز پنجشنبہ

بدن تکلیف اٹھانے کیلئے ہے

بکثرت مضمحل و نرسی اور کاپنی و فیرو دیکھنے میں جو تکلیف انسان کو ہوتی ہے۔ اُس کو مد نظر رکھ کر ایک خادم نے (ظہر کے وقت) اس تکلیف میں حضور کے ساتھ اظہارِ ہمدی کیا۔ جس پر حضرت اقدس نے فرمایا:- بدن تو تکلیف کیواسطے ہے۔

اور کس لئے ہے۔

اللوام مصری اخبار کا جواب

بعد ازیں فرمایا کہ

اللوام کے متعلق مضمون لکھ رہا ہوں۔ نیچے فارسی ترجمہ بھی کر دیا ہے تاکہ اس کی اہمیت اتنا بالبحوث بخارا۔ سمرقند وغیرہ ممالک میں بھی ہو جائے۔

پھر حضور فرمانے لگے کہ میں وہ مضمون لا کر بطور نمونہ سناتا ہوں۔ چنانچہ آپ اندر گھر میں تشریف لے گئے اور مضمون لا کر اس کا عربی مسودہ اور فارسی ترجمہ سناتے رہے۔

فرمایا کہ

اس مضمون کو میں نے تین طرح پر تقسیم کیا ہے۔ اول۔ اجمال نکھلے ہے۔ دوم تفصیل کی ہے کہ کیوں اس امر کی ضرورت پڑی کہ ٹیکہ سے ہم پرہیز کریں اور وجہ بتلائی ہے کہ ہمارا دعویٰ یہ ہے اور لوگ گالیاں دیتے اور سب و شتم کرتے ہیں۔ سوم۔ خدا تعالیٰ نے اب تک کیا تفریق کر کے دکھائی ہے اور مخالفوں کی مخالفت کے کیا نتائج ہوئے۔

آسمانی اور زمینی نشان

عشار سے قبل قدرے مجلس کی اور اخبارات انگریزی سننے رہے۔ ایک مقام پر فرمایا کہ خدا تعالیٰ جو نشانات دکھلاتا ہے۔ اشتہاری دکھلاتا ہے کسوف و خسوف بھی اشتہاری تھا اور وہ آسمانی تھا۔ اب یہ طاعون بھی اشتہاری ہے اور یہ زمینی ہے۔ اگر آج سے ایک ہزار برس پیشتر تک کی تو اس پنجاب دیکھتے جاؤ تو جیسی طاعون اب ہے۔ اس کی نظیر نہ ملے گی ابھی تو اس کے پاؤں جمے ہیں اگر یہ سرسری ہوتی تو اس کا دودھ ختم ہو جاتا۔ موت اور خوف بھی خدا تعالیٰ کے رعب کا نظارہ ہے اور اصلاح کا وقت ہے۔ ہر ایک قسم کی قبیح رسم خود بخود

دور ہو جائے گی۔ ابھی تو کارروائی شروع ہے کسی کا قول ہے۔

ابتداءً عشق ہے روتا ہے کیا

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

(البدل جلد اول نمبر ۸ صفحہ ۵۸ مورخہ ۱۹ دسمبر ۱۹۰۲ء)

۱۲ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز جمعہ

نماز جنازہ پڑھائی اور ایک الہام

رضو علیہ السلام نے، جمعہ مسجد اقصیٰ میں ادا کیا۔ بعد اولنے جمعہ، نماز جنازہ ایک احمدی بھائی مرحوم کی حضرت اقدس نے پڑھائی۔ عصر کے وقت تشریف لاکر حضرت اقدس نے فرمایا کہ

یہ الہام ہوا ہے۔ اس کے ساتھ ایک اور عجیب اور مبشر ققرہ تھا۔ وہ یاد نہیں رہا۔

یَسْنَادُی مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ

(البدل جلد اول نمبر ۸ صفحہ ۵۸ مورخہ ۱۹ دسمبر ۱۹۰۲ء)

۱۳ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز شنبہ

ایک ہندو امرتسری تاجر پارچہ کی حضرت اقدس کے ملاقات

عصر کے وقت نماز سے پیشتر ایک ہندو صاحب سوداگر پارچہ امرتسری نے آکر حضرت اقدس سے نیاز مندانہ طور پر نیاز حاصل کیا اور استفسار کیا اس نے جواب دیا کہ ہم ہر قسم میں یک یک بٹے سوداگر ہیں۔ اس طرف تمام علاقہ میں ہماری دکان سے کپڑا آتا ہے میں اپنی آسامیوں سے روپیہ وصول کرنے آیا تھا۔ میرے بھائی نے کہا تھا کہ حضور کی قدم یوسی کرتا آؤں۔

پھر عصر کی نماز ہوئی اور ہندو صاحب الگ ایک گوشہ میں بیٹھے رہے۔ بعد نماز وہ پھر نیاز حاصل کر کے اور دست بوسی کر کے رخصت ہوئے۔

بجلی چمکنے کی تعبیر

مولوی عبدالکریم صاحب نے اپنا ایک خواب عرض کیا۔ جس میں انہوں نے بجلی دیکھی تھی۔ اس پر حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ :
شائد کوئی تیس برس کا عرصہ گزرا ہوگا کہ میں نے بھی ایک خواب دیکھا کہ اب جس مقام پر مدرسہ کی عمارت ہے وہاں بڑی کثرت سے بجلی چمک رہی ہے۔ بجلی چمکنے کی یہ تعبیر ہوتی ہے کہ وہاں آبادی ہوگی۔

(البدار جلد اول نمبر ۸ صفحہ ۵۸ مورخہ ۱۹ دسمبر ۱۹۱۲ء)

۱۲ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز یکشنبہ

ظہر کے وقت حضرت اقدس (علیہ السلام) تشریف لائے تو لاہور اور برما سے آئے ہوئے احباب نے نیاز حاصل کیا۔

درد ونداں کا علاج

ایک صحابی کے دانت میں سخت درد تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ اس کے لئے مجرب علاج یہ ہے کہ ایک بوٹی بنام کارا ہارا نہر کے کنارے ہوتی ہے۔ بار بار آزمایا ہے۔ کہ جب اُسے لے کر منہ میں رکھا اور چبایا اور اس کا اثر دانت پر پہنچا کیسا ہی سخت درد کیوں نہ ہو۔ آرام آجاتا ہے

ایک ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ کالا ہارا اور کاربالک ایک ہی شے معلوم ہوتی ہے حضرت اقدس نے فرمایا کہ

یہ عربی لفظ قلعہ دجرا ہوگا نہ کہ کاربالک۔

قیام فی ما اقام اللہ کی مثال

مولوی عبدالکریم صاحب نے ایک شہادت پر گردا سپور جانا تھا۔ مولوی صاحب نے کہا کہ میں یہاں سے باہر جانا نہیں چاہتا مگر اب تو اللہ تعالیٰ نے یہاں سے خود تو میں نہیں جاتا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ

قیام فی ما اقام اللہ یہی تو ہے۔

علاج طاعون

طاعون کے ذکر پر فرمایا کہ

اس کے لئے جو تک کا لگوانا اور زیادہ مقدار میں گنیشیا کا جلاب دے کر پھر کیوڑہ اور زبسی وغیرہ مصفی خون ادویہ کا استعمال کرنا بہت مفید اور مجرب ہے کیونکہ اس میں خون و سودا دی مواد ہوتے ہیں۔ یہ ان دونوں کا علاج ہے۔

(البدن جلد اول نمبر ۹ صفحہ ۶۶ مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۰۲ء)

۱۵ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز دو شنبہ

سردرد اور متلی کا علاج

ناز مغرب ادا فرما کر حضرت اقدس تشریف لے جانے لگے تو مفتی محمد صادق صاحب نے سردرد اور متلی وغیرہ کی شکایت کی۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ آج شب کو کھانا نہ کھانا اور کل روفہ نہ رکھنا۔ سکنجبین پی کر اس سے قے کرو۔

صفائی رکھنے کی تاکید

پھر مفتی صاحب کے مکان کی نسبت دریافت کر کے فرمایا کہ

اس کے مالکوں کو کہو کہ روشندان نکال دیں اور آج کل گھروں میں خوب صفائی رکھنی چاہیئے کپڑوں کو بھی سمٹرا رکھنا چاہیئے۔ آج کل دن بہت سخت ہیں اور ہوا زہریلی ہے اور صفائی رکھنا تو سنت ہے۔ قرآن شریف میں بھی لکھا ہے۔ وَثِيَابَكَ فَطَيِّرْ۔ وَالْمَرْجَرَ فَاَهْجُرْ۔

(یہ کلام حضرت کاہم نے بالواسطہ سُنکر لکھا ہے۔ ایڈیٹر)

بیعت کے ساتھ عمل صالح ضروری

بعد از مغرب

تین اشخاص نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ بعد بیعت آپ نے مبطلین کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ

اُدی کو بیعت کر کے صرف یہی نہ ماننا چاہیئے کہ یہ سلسلہ حق ہے اور امانا ماننے سے اسے برکت ہوتی ہے۔ آج کل بلا کا زمانہ ہے۔ طاعون ہر طرف پھیل رہی ہے۔ صرف ماننے سے اللہ تعالیٰ خوش نہیں ہوتا جب تک اچھے عمل نہ ہوں۔ کوشش کرو کہ جب اس سلسلہ میں داخل ہوئے ہو تو نیک بنو۔ متقی بنو۔ ہر ایک بدی سے بچو۔ یہ وقت دعاؤں سے گذارو۔ رات اور دن تضرع میں لگے رہو۔ جب ابتلا کا وقت ہوتا ہے۔ تو خدا تعالیٰ کا غضب بھی بھڑکا ہوا ہوتا ہے۔ ایسے وقت میں دُعا۔ تضرع۔ صدقہ خیرات کرو۔ زبانوں کو نرم رکھو۔ استغفار کو اپنا معمول بناؤ۔ نمازوں میں دعائیں کرو۔ مثل مشہور ہے کہ منتیں کرتا ہوا کوئی نہیں مرتا۔ بڑا ماننا انسان کے کام نہیں آتا۔ اگر انسان مان کر پھر اسے پس پشت ڈال دے۔ تو اسے فائدہ نہیں ہوتا۔ پھر اس کے بعد یہ شکایت کرتی کہ بیعت سے فائدہ نہیں ہوا۔ بے سود ہے۔ خدا تعالیٰ صرف قول سے راضی نہیں ہوتا۔

عمل صالح کی تعریف | قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ عمل صالح

بھی رکھتا ہے۔ عمل صالح اسے کہتے ہیں۔ جس میں ایک ذرہ بھروسہ نہ ہو۔ یاد رکھو کہ انسان کے عمل پر ہمیشہ چور پڑا کرتے ہیں۔ وہ کیا ہیں۔ ریاکاری (کہ جب انسان دکھاوے کے لئے ایک عمل کرتا ہے) عجب (کہ وہ عمل کہہ کے اپنے نفس میں خوش ہوتا ہے) اور قسم قسم کی بدکاریاں اور گناہ جو اُس سے صادر ہوتے ہیں۔ اُن سے اعمال باطل ہو جاتے ہیں۔ عمل صالح وہ ہے جس میں ظلم۔ عجب۔ ریا۔ تکبر اور حقوق انسانی کے تلف کرنے کا خیال تک نہ ہو۔ جیسے آخرت میں انسان عمل صالح سے بچتا ہے ویسے ہی دنیا میں بھی بچتا ہے۔ اگر ایک آدمی بھی گھر بھر میں عمل صالح والا ہو تو سب گھر بچا رہتا ہے۔ سمجھ لو کہ جب تک تم میں عمل صالح نہ ہو۔ صرف ماننا فائدہ نہیں کرتا۔ ایک طیب نسخہ لکھ کر دیتا ہے تو اس سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ جو کچھ اس میں لکھا ہے وہ لے کر اسے پیوے اگر وہ ان دواؤں کو استعمال نہ کرے اور نسخہ لے کر رکھ چھوڑے تو اُسے کیا فائدہ ہوگا۔

اب اس وقت تم نے توبہ کی ہے۔ اب اُنہ خدا تعالیٰ دیکھنا چاہتا ہے کہ اس توبہ سے اپنے آپ کو تم نے کتنا صاف کیا۔ اب زمانہ ہے کہ خدا تعالیٰ تقویٰ کے ذریعہ سے فرق کرنا چاہتا ہے۔ بہت لوگ ہیں کہ خدا پر شکوہ کرتے ہیں اور اپنے نفس کو نہیں دیکھتے۔ انسان کے اپنے نفس کے ظلم ہی ہوتے ہیں ورنہ خدا تعالیٰ رحیم و کریم ہے۔

بعض آدمی ایسے ہیں کہ اُن کو گناہ کی خبر ہوتی ہے اور بعض ایسے کہ اُن کو گناہ کی خبر بھی نہیں ہوتی۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے استغفار کا التزام کرایا ہے۔ کہ انسان ہر ایک گناہ کے لئے توبہ کا مظاہرہ کرے اور غواہ باطن کا غواہ اسے علم ہو یا نہ ہو اور اُتھ اور پاؤں اور زبان اور ناک اور کان اور آنکھ اور سب قسم کے گناہوں سے استغفار کرتا رہے۔ آج کل آدم علیہ السلام کی دعا پڑھنی چاہیے۔ رَقْمًا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَ اَمَانَ لَّنْه تَغْفِرْ لَنَا وَ تَغْفِرْنَا لَكَ وَ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَغْفِرْنَا لَكَ۔ یہ دعا اول ہی قبول ہو چکی ہے۔ غفلت سے زندگی بسر مت کرو۔ جو شخص غفلت سے زندگی نہیں گزارتا۔ ہرگز امید نہیں کہ وہ کسی فوق الطافت ملائیں مبتلا ہو۔

کوئی بلا بغیر اذن کے نہیں آتی جیسے مجھے یہ دعا الہام ہوئی۔ رَبِّ كُلِّ شَيْءٍ خَادِمٌ
رَبِّ تَخْلُفْ ظَنِّي وَالْعَصْرُ نِي وَاصْبِرْ نِي

یہاں تک آپ نے تقریر فرمائی تھی کہ اتنے میں مولوی عبدالکریم صاحب گودا سپور
سے آگئے اور حالات سفر سناتے رہے۔ سفر میں ہر قسم کے عوارض اور شکایت سے
محفوظ رہنے پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ

ہمارا ایمان ہے کہ سب اس کے ہاتھ میں ہے خواہ اسباب سے کرے خواہ بلا اسباب

(البدلہ جلد اول نمبر ۹ صفحہ ۶۶ مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۰۲ء)

۱۹ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز شنبہ طاعون اور مخالفین کا ایک عذر

ماز فخر سے بیشتر حضرت اقدس کچھ عرصہ بیٹھے رہے اور ایک شخص طاعون کے حالات
سناتا رہا کہ جب لوگوں کو کہا جاتا ہے کہ تم مسیح موعود کو مان لو تو اس سے محفوظ رہو گے
تو وہ جواب دیتے ہیں کہ خدا کو کیوں نہ مانیں جو اس کے ایک بندے کو جا کر مانیں۔
حضرت اقدس نے فرمایا کہ

ابو جہل اور اس کے ساتھی بھی یہی کہا کرتے تھے۔

آئینہ کمالات اسلام کا اثر ایک عرب پر

ظہر کے وقت مولوی عبدالکریم صاحب نے جناب ابوسعید عرب صاحب تاجرخ
زنگن برما کے حالات حضرت کو سنائے جن کا خلاصہ یہ تھا کہ اول اول عرب صاحب
ایک بڑے آنا دم شرب اور نیچریت کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ پھر کتاب آئینہ
کمال اسلام کسی طرح ان کی نظر سے گزری تو اس نے اس سلسلہ کی طرف توجہ دلائی

اور حقیقت اسلام ان پر منکشف ہوئی حضرت صاحب پھر خود عرب صاحب سے اُن کے حالات دریافت کرتے رہے اور پوچھا کہ آپ کتنے دن تک رہ سکتے ہیں۔ عرب صاحب نے بیان کیا کہ میں نے کلکتہ سے سیکنڈ کلاس کا واپسی ٹکٹ لیا ہے جس کی میعاد جنوری ۱۹۰۷ء تک ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ

میری بڑی خوشی ہے کہ آپ اس دن تک ٹھہریں جب تک کہ ٹکٹ اجازت دیتا ہے۔ اس پر عرب صاحب نے نیاز مندی سے عرض کی کہ کرایہ کی فکر نہیں میں زیادہ بھی ٹھہر سکتا ہوں۔ پھر عرب صاحب اپنی مذہبی زندگی کی کیفیت حضرت اقدس کو سناتے رہے کہ میں اس مشرب کا آدمی تھا کہ خدا کے وعدہ پر بھی ایمان نہ تھا۔ یہی خیال تھا۔ کھانا ہے اور کمانا ہے۔ اُن دنوں کمالات اسلام نے اس غلطی سے نجات دے کر حضور کی محبت کا تخم دل میں جایا۔ اس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ

خدا ہی کی تلاش کرو حقیقی لذت خدا ہی میں ہے۔ جو لذت اس دنیا سے لیجاوے گا وہی اس کے ساتھ رہیں گی۔ ایک دھریہ جب مرے گا تو اُسے یہی خیال ہوگا کہ میں وہیں ہوں اور صرف جسم جدا ہوا ہے اس کو حسرت ہی حسرت رہے گی۔ جسم کے اندھے اچھے ہیں۔ اور قابلِ دُغم ہیں بر نسبت اس کے کہ دل کے اندھے ہوں۔ سید احمد خاں نے تفریط کی راہ لی۔ اور ان (دوابیوں) نے افراط کی طرح طرح کی بدنامائیں پیش کیں۔ انسان ان کو کہاں تک قبول کرتا کوئی راہ تسلی اور سکینت کی نہ تھی۔ کہ انسان مانتا۔

دین کا سارا حصہ ایسا نہیں ہوتا کہ انسان اُسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔ ایک حصہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ خود خدا سمجھا دے۔ پھر جو سمجھنے والے ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ اُنہیں اُنہیں اُن کے دلوں میں بیٹھاتا جاتا ہے۔ انسان کو پوری سعادت تک پہنچانے کے واسطے خدا تعالیٰ نے اور اس رکھے ہیں۔ اگر وہ نہ ہوتے تو پھر دین کو انسان سمجھ نہ سکتا۔ اور اُس وقت میں حقیقی طور پر انسان خدا پر ایمان لاتا ہے۔ خدا پر ایمان اس کا ہے جسے خدا نے ہی

ایمان دیا۔ بد بھو کی طرح زمین اور آسمان کو دیکھ کر پھر خدا کی ضرورت کو ماننا تو گویا اپنی طرف سے ایک خدا تجویز کرنا ہے اور اس طرح سے گویا خود انسان کا احسان خدا پر ہے کہ اُس نے خدا کا پتہ لگایا۔ اصل میں اس روز سے انسان کو سچی زندگی حاصل ہوتی ہے۔ جس دن سے وہ خدا پر احسان نہیں رکھتا بلکہ خدا کا اپنے اوپر احسان مانتا ہے کہ اس نے خود اپنے وجود سے اُسے قبر وی اور اسی دن سے سفلی زندگی سے انسان کو نجات حاصل ہوتی ہے جس دن خدا کہے کہ میں غالب ہوں اور اس دن سے وہ ترک گناہ پر قادر ہوگا۔ یہی وہ سلسلہ ہے جس سے انسان کو کامل یقین خدا پر حاصل ہوتا ہے۔ مگر نہ

ایں سعادت بزور بازو نیست

تاناہ بخشد خدائے بخشندہ

دنیا میں بھی ہر ایک شخص انعام و اکرام کے قابل نہیں ہوتا۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کے انعام و اکرام بھی خواص پر ہوتے ہیں۔

تصویر اور قیافہ شناسی

عرب صاحب نے بیان کیا کہ ایک دفعہ ایک چینی آدمی کے روبرو میں نے آپ کی تصویر کو پیش کیا۔ وہ بہت دیر تک دیکھتا رہا۔ آخر بولا کہ یہ شخص کبھی جھوٹ بولنے والا نہیں ہے پھر میں نے اور تصاویر بعض سلاطین کی پیش کیں۔ مگر ان کی نسبت اس نے کوئی مدح کا کلمہ نہ نکالا اور بار بار آپ کی تصویر کو دیکھ کر کہتا رہا کہ یہ شخص ہرگز جھوٹ بولنے والا نہیں۔

طاہرین کا علاج خدا تعالیٰ کے پاس

مذہب مغرب کے بعد طاہرین کا ذکر ہوا۔ فرمایا کہ

اب اس کا علاج خدا تعالیٰ کے پاس ہے۔ عندی معالجات (ابہام حضرت اقدس)

اور اب یہ آیت بالکل صادق آگئی ہے وَ اِنْ مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا خَن مَّعْلُوكَهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ اَوْ مَحْذَبُهَا عَذَابًا شَدِيدًا یعنی ہم کوئی گاؤں نہ چھوڑیں گے کہ اس کو ہلاک نہ کریں۔ اسی طرح اب کوئی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ ہمارے ہاں طاعون نہیں آئی اور جہاں اب تک نہیں آئی تو آخر آنے والی ہے۔

(البدن جلد اول نمبر ۶ صفحہ ۶۷ مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۰۲ء)

۱۶ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز چہار شنبہ حفاظت دار کے متعلق الہام

تلاز فجر سے پیشتر حضور علیہ السلام نے تھوڑی دیر مجلس فرمائی اور انی احافظ کل من فی الدار الا الذین علوا واستکبروا کے متعلق فرمایا کہ اس میں علو اور تکبر سے یہ مراد نہیں ہے کہ مال و وجاہت کا تکبر ہو بلکہ ہر ایک شخص جو کہ عاجزی اور تذلل سے خدا کے سامنے اپنے آپ کو پیش نہیں کرتا اور اس کے احکام کو نہیں مانتا وہ اس میں داخل ہے خواہ وہ غریب ہی کیوں نہ ہو۔

ظہر کے وقت حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے تو زاب صاحب طاعون پر کچھ ذکر کیا جس پر حضور نے ذیل کی تقریر فرمائی۔

طاعون کے وقت جماعت کو نیک اور پاک تبدیلی پیدا کرنے کی
نَصِيحَت

ہماری جماعت کو واجب ہے کہ اب تقویٰ سے کام لے اور اولیا ربنے کی کوشش کرے۔ اس وقت زمینی اسباب کچھ کام نہ آوے گا اور نہ منصوبہ اور محنت بازی کام آئے گی۔ دُنیا سے کیا دل لگانا ہے اور اس پر کیا بھروسہ کرتا ہے۔ یہ ہی امر غنیمت ہے

پہلے الہام کے الفاظ استکبروا کی بجائے من استکبار آچکے ہیں۔ (درترتیب)

کہ خدا تعالیٰ سے صلح کی جائے اور اس کا یہی وقت ہے۔ ان کو یہی فائدہ اٹھانا چاہیئے۔
 کہ خدا سے اسی کے ذریعہ سے صلح کر لیں۔ بہت مرضیں ایسی ہوتی ہیں کہ دلائل کا کام کرتی
 ہیں اور انسان کو خدا سے ملا دیتی ہیں۔ خاص بہاری جماعت کو اس وقت وہ تبدیلی پاک
 مرتبہ ہی کرنی چاہیئے۔ جو کہ اس نے دس برس میں کرنی تھی اور کوئی جگہ نہیں ہے جہاں اُن کو
 پناہ مل سکتی ہے۔ اگر وہ خدا تعالیٰ پر بھروسہ کر کے دعائیں کریں تو اُن کو بشارتیں بھی جو
 جائیں گی۔ صحابہؓ پر جیسے سکینت اُتری تھی ویسے ان پر اُترے گی۔ صحابہؓ کو انجام تو معلوم
 نہ ہوتا تھا کہ کیا ہوگا مگر دل میں یہ تسلی ہو جاتی تھی کہ خدا تعالیٰ ہمیں ضائع نہ کرے گا۔
 دراصل سکینت اسی تسلی کا نام ہے جیسے میں اگر طاعون زدہ ہو جاؤں اور گھٹے تک میری
 جان آجائے تو مجھے ہرگز یہ وہم نہیں ہوگا کہ میں ضائع ہو جاؤں گا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟
 صرف وہی تعلق جو میرا خدا کے ساتھ ہے وہ بہت قوی ہے۔ انسان کے لئے ٹھیک بخنے
 کا یہ مفت کا موقع ہے راتوں کو جاگو۔ دعائیں کرو۔ آرام کرو (لیکن جو کسل اور سستی کرتا
 ہے وہ اپنے گھر والوں اور اولاد پر ظلم کرتا ہے۔ کیونکہ وہ تو مثل جوطحہ کے ہے اور اہل و
 عیال اس کی شاخیں ہیں۔ تقوڑے ابتلا کا ہونا ضروری ہے جیسے لکھا ہے۔ اَحْسِبَ
 النَّاسَ اَنْ يَّمْنُوْكَرَ اَنْ يَّعُوْذُوْا اِلَيْنَا وَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۱۰

وہ منبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک طرف تو کہ میں فتح کی خبریں دی جاتی تھیں اور
 ایک طرف اُن کو جان کی بھی غیر نظر نہ آتی تھی اگر نبوت کا دل نہ ہوتا تو خدا جانے کیا
 ہوتا۔ یہ اسی دل کا حوصلہ تھا۔ بعض ابتلا صرف تہدیلی کے واسطے ہوتے ہیں۔ عملی نمونے
 ایسے اعلیٰ درجے کے ہوں کہ اُن سے تبدیلیاں ہوں اور ایسی تبدیلی ہو کہ خود انسان
 محسوس کرے کہ اب میں وہ نہیں ہوں جو کہ پہلے تھا بلکہ میں ایک اور انسان ہوں۔ اس
 وقت خدا تعالیٰ کو راضی کرو جتنی کہ تم کو بشارتیں ہوں۔ کل لکھتے ہوئے ایک پُرانا الہام
 نظر پڑا۔ ایا ما غصبت اللہ غضبتم غضب شدید۔ نلجی اهل السعادة۔

یہاں اہل سعادت سے مراد وہ شخص ہے جو عملی طور پر صدق دکھاتا ہے۔ خالی زبان تک زبان کا ہونا کوئی فائدہ نہیں دیتا جیسے صحابہؓ نے صدق دکھلایا کہ یحییٰ پر جانیں رکھ لیں۔ اور بال بچوں تک کو قرآن کیا مگر ہم آج ایک شخص کو اگر کہیں کہ سوکوس چلا جا تو وہ غدر کرتا ہے حتیٰ کہ ابرو عزت کا معاملہ پیش کرتا ہے اور کاروبار کا ذکر کرتا ہے کہ کسی طرح جانے سے رہ جائے مگر انہوں (صحابہؓ) نے جان۔ مال۔ ابرو۔ عزت سب کچھ خاک میں ملا دیا۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم پر فلاں فلاں آفت آئی۔ حالانکہ ہم نے بیعت کی تھی مگر ہم نے بار بار جماعت کو کہا ہے کہ نری بیعت اور صرف زبان سے ملنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ چاہیے کہ خدا میں گداز ہو کر ایک نیا وجود بن جائے۔ سارا قرآن دیکھو کہ کہیں بھی صرف اُمنوا نہیں لکھا ہے۔ ہر جگہ عمل صالح کا ساتھ ہی ذکر ہے۔ غرضیکہ خدا ایک موت چاہتا ہے اور میرا تجربہ ہے کہ خدا مومن پر دو موتیں ہرگز جمع نہیں کرتا کہ ایک موت تو اس کی خدا کے واسطے ہو اور دوسری دنیا کی لعن طعن کے واسطے۔ ایسے نازک وقت میں چاہیے کہ جماعت سمجھ جائے اور ایک تیر کی طرح سیدھی ہو جائے۔ اگر ہزاروں آدمی بھی طاعون سے مر جائیں تو میں ہرگز خدا کو ملزم نہ کروں گا اور یہی کہوں گا کہ انہوں نے احسان کا پہلو چھوڑ دیا۔ ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین

ہاتھی اور بے بینی روٹی کی تعبیر

بوقت عشاء ایک شخص نے بیعت کی چند ایک اجاب نے اپنے اپنے خواب سنا

جس میں سے ایک خواب یہ تھا کہ حضرت اقدس ہاتھی پر سوار ہیں اور وہ آپ کے

حکم میں چلتا ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ

جو ہاتھی میں نے خواب میں دیکھا تھا اس کی بھی ایسی ہی حالت تھی اور اس سے

مراد طاعون ہے کہ ہم اس پر سوار ہیں۔

ایک دوست نے خواب میں بیسنی روٹی دیکھی۔ اس کی تفسیر میں فرمایا کہ
اس سے مراد کچھ تکلیف ہے۔

والہمداد جلد اول نمبر ۶۸ صفحہ ۲۶ دسمبر ۱۹۰۲ء

—

۱۸ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز پنجشنبہ

وقتِ ظہر حضرت اقدس اپنے الہامات کی تکرار فرماتے رہے جو کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی

ترقی کی نسبت تھے اور فرمایا کہ

یہ بھی ہے کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ مگر وہ وقت ابھی
نہیں آیا۔

بغیر ذکرِ مسیح و موعود صحیح تفسیرِ قرآن نہیں ہو سکتی

ابو سعید عرب صاحب آمدہ از رگون نے عرض کی کہ ایک صاحب برما میں کہتے تھے کہ اگر

میرزا صاحب صرف قرآن کی تفسیر لکھیں اور اپنے دعاوی کا ذکر اس میں ہرگز نہ کریں تو میں

بہت سادہ و پیہ صورت کر کے اسے طبع کروا سکتا ہوں۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ

اگر کوئی ہم سے سیکھے تو سارا قرآن ہمارے ذکر سے بھرا ہوا ہے۔ ابتدا ہی میں ہے

صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔ اب ان

سے کوئی پوچھے کہ غیر المغضوب کونسا فرقہ تھا۔ تمام فرقے اسلام کے اس پر متفق ہیں

کہ وہ یہودی تھے اور اصر حدیث شریف میں ہے کہ میری امت یہودی ہو جائے گی۔ تو پھر

بتلاؤ کہ اگر مسیح نہ ہوگا تو وہ یہودی کیسے بنیں گے۔

متفرق امور

مغرب کی خازن ادا فرما کر حضور تشریف لے گئے اور پھر نقوڑی دیر کے بعد تشریف لائے مگر

ایک صحابی کو فرمایا کہ
اللواد پر جو مضمون لکھا ہے وہ مطبع میں چلا گیا ہے ایک دو کاپیاں نکلیں تو آپ کو
دکھا دیں گے۔

شفقت کا نمونہ | ایک صاحب کے دانت میں درد تھا۔ اس کے لئے حضرت اقدس نے
کارا بارا (ایک بوٹی) منگوائی تھی وہ اندر مکان میں تھی جناب میر صاحب نے کہا کہ ان
کے دانت میں درد ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ
میں ابھی جا کر وہ سب بوٹی لا دیتا ہوں
مریض نے کہا حضور کو زحمت ہوگی۔ حضرت اقدس نے اس پر تبسم فرمایا اور کہا کہ
یہ کیا تکلیف ہے

اور اسی وقت اندر جا کر حضور وہ رومال لے آئے جس میں وہ بوٹی تھی۔ اور مریض
کے حوالہ کی۔

انزلنا الحديد اور اس کے منافع کا زمانہ | اصحاب میں سے ایک نے عرض کی کہ آیت لَقَدْ
اَرْسَلْنَا رُسُلًا بِالْبَيِّنَاتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ
وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَاَنْزَلْنَا
مَنْافِعُ لِلنَّاسِ (چپ ۹) سے معلوم ہوتا ہے کہ حديد نے اپنا فعل ہاں شديد
کا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کیا کہ اس سے سامان جنگ وغیرہ تیار ہو
کر کام آتا تھا مگر اس کے فعل منافع للناس کا وقت یہ مسیح اور مہدی کا زمانہ
ہے کہ اس وقت تمام دنیا حديد (لوہے) سے قائم اٹھ اڑی ہے (جیسا کہ
یل۔ تار۔ دفاعی جہاز۔ کارخانوں اور ہر ایک قسم کے سامان لوہے سے ظاہر ہے)
حضرت اقدس نے اس پر فرمایا کہ

میں بھی سارے مضمون لوہے کے قلم ہی سے لکھتا ہوں۔ مجھے بار بار قلم بنانے کی

عادت نہیں ہے۔ اس لئے لوہے کے قلم استعمال کرتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوہے سے کام لیا۔ ہم بھی لوہے ہی سے لے رہے ہیں۔ اور وہی لوہے کی قلم تلوار کا کام دے رہی ہے۔

حضرت اقدس جس قلم سے لکھا کرتے ہیں وہ ایک خاص قسم کا ہوتا ہے جس کی نوک آگے سے داہنی طرف کو مڑی ہوئی ہوتی ہے اور اس کی شکل تلوار کی سی ہوتی ہے ایڈیٹر

۱۹ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز جمعہ

ناز فبرے پیشتر حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ

آج یہ الہام ہوا ہے۔

إِنِّي مَعَ الْآفَاجِإِنِّي

زلزلہ سے مراد طاعون

بعد اداٹے ناز خواجہ کمال الدین صاحب نے ایک خواب سنائی جس میں دیکھا کہ زلزلہ

آیا ہوا ہے۔ فرمایا کہ

یہی طاعون زلزلہ ہے۔ میں جماعت کو کہتا ہوں کہ یہ قیامت ہے جو آرہی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ رکھیگا۔ مگر صرف اتنی بات پر خوش نہ ہوں کہ بیعت کی ہوئی ہے۔

قرآن مجید میں ہر جگہ امانوں کے ساتھ عمل صالح کی تاکید ہے۔ اگر بعض آدمی جماعت میں سے

ایسے ہوں کہ جن کو خدا کی پروا نہیں اور اس کے احکام کی عزت نہیں کرتے تو ایسے آدمیوں

کا ذمہ وار نہ خدا ہے اور نہ ہم۔ ان کو چاہیئے کہ اپنا اپنا نمونہ ٹھیک بنادیں۔ زلزلہ تو

آ رہا ہے۔

بعد نماز مغرب۔

تین خوابیں

حضور نے اپنی تین روایا سنائیں جو کہ آپ نے پے درپے دیکھی تھیں۔
(اول) کہ ایک شخص نے ایک روپیہ اور پانچ چھوٹے روپے دیئے۔ اس کے بعد
پھر غنودگی ہوئی تو دیکھا کہ تریاق القلوب کا ایک صفحہ دکھایا گیا ہے جس پر علی شکر المصائب
لکھا ہوا ہے جس کے یہ معنی ہوئے کہ ھذا صلۃ علی شکر المصائب۔ گویا یہ روپیہ
اور چھوٹے شکر المصائب کا صلہ ہے۔ تیسری دفعہ پھر کچھ ورق دکھائے گئے جن پر بیڑوں
کے بارے میں کچھ لکھا ہوا تھا اور جو اس وقت یاد نہیں ہے۔

الہامی دعائیں و احکم کے صیغہ کو بصورت جمع پڑھنا

حضرت مولانا عبد الکریم صاحب نے ایک شخص کا خط پیش کیا جس میں سوال تھا کہ دُعا
الہامیہ رَبِّ کُلِّ شَیْءٍ خَافِکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ
کو صیغہ جمع متکلم میں پڑھ لیا جائے یا نہ۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ

اس میں الفاظ تو الہام کے ہی ہیں (یعنی واحد متکلم) اب خواہ کوئی کسی طرح پڑھ
لیے۔ قرآن مجید میں دو نو طرح دعائیں سکھائی گئی ہیں۔ واحد کے صیغہ میں بھی جیسے
رَبَّنَا اغْنِنِیْ وَلِوَالِدَیَّ ۝ اِنَّکَ غَنِیٌّ رَبَّنَا اِنْتَنَا رَبِّ
الدُّنْیَا حَسْبُنَا ۝ وَفِی الْآخِرَةِ حَسْبُنَا ۝ وَفِیْ عَذَابِ النَّارِ ۝ اور اکثر اوقات
واحد متکلم کے جمع متکلم مراد ہوتی ہے۔ جیسے اس ہماری الہامی دعائیں فاحفظنی سے یہی
مراد نہیں ہے کہ میرے نفس کی حفاظت کر بلکہ نفس کے متعلقات اور جو کچھ لوازمات ہیں
سب ہی آجاتے ہیں۔ جیسے گھر بار۔ خورش و اقارب اعضاء و قوی وغیرہ۔

ایک عیسائی کمیٹی کے نزدیک علامات ظہور مسیح

مفتی محمد صادق صاحب دلائل کی ایک عیسائی کمیٹی کا ایک مضمون سناتے رہے جس میں مسیح کی دوبارہ آمد پر بہت کچھ لکھا تھا کہ وقت تو یہی ہے سب نشان پور ہو چکے ہیں۔ اگر اب بھی نہ آیا تو پھر قیامت تک نہ آوے گا۔

اس مضمون کو سن کر حضرت اقدس نے فرمایا کہ

اس نے بعض باتیں بالکل صاف اور سچی لکھی ہیں۔ اور اُس نے ضرورت زمانہ کو چھی طرح محسوس کیا ہے بیشک اب ایک تختہ اُلٹنے لگا ہے اور دوسرا تختہ شروع ہو گا جس طرح یہ لوگ اس زمانہ میں مسیح کی آمد ثانی کے منتظر ہیں بلکہ اکثر ان کے انتظار کے بعد اب بے امید بھی ہو گئے ہیں اور اکثروں نے تاویلوں سے آمد ثانی کے معنی ہی اور کر لئے ہیں کیونکہ اس کے متعلق تمام پیشگوئیاں پوری ہو چکی ہیں اور زمانہ کی نازک حالت ایک بادی کو چاہتی ہے۔ اسی طرح اسلامی پیشگوئیوں کے مطابق بھی یہی وقت ہے۔

نواب صدیق حسن خاں نے لکھا ہے کہ کل اہل مکاشفات اور ملہمین کے کشوف اور الہام اور

رفیاء مسیح کے بارے میں چودھویں صدی سے آگے نہیں بڑھتے۔

مولوی اب تو کہیں گے کہ مسیح و مہدی کا ذکر ہی چھوڑو

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضور اب تو مولوی لوگوں نے وہ خطبے وغیرہ پڑھنے چھوڑ دیئے ہیں جن سے مسیح کی وفات ثابت ہوتی تھی۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ

اب تو وہ نام بھی نہ لیں گے اور اگر کوئی ذکر کرے تو کہیں گے کہ مسیح اور مہدی کا

ذکر ہی چھوڑو۔

۲۰ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز شنبہ اخبارات سلسلہ کا ذکر خیر

عصر کے وقت حضور علیہ السلام تشریف لائے تو فرمایا کہ

اخبار عام میں ان مقدموں کے حالات شائع ہو گئے ہیں اور ہمارے مقدمہ کو کھول کر نہیں بیان کیا بلکہ دبی زبان سے بیان کیا ہے۔ پھر ذکر کیا کہ یہ الہام یُؤْتِیْ دُونَ اَنْ یُّطْفِئُ نُوْرَکَ۔ یُرِیْدُ دُونَ اَنْ یَّخْطَفُوْا مِنْ حَضْرَتِکَ۔ اس کی ہمیں کیا خبر تھی۔ کہ وہ ان واقعات کے متعلق ہیں تخطیف کے معنی اچک کر لے جانا ہے۔

قادیان کے اخباروں کے متعلق فرمایا کہ

یہ سبھی وقت پر کیا کام آتے ہیں۔ الہامات وغیرہ جھٹ پھپ کر ان کے ذریعہ شائع ہو جاتے ہیں۔ ورنہ اگر کتابوں کی انتظار کی جاوے تو ایک ایک کتاب کو چھپنے میں کتنی دیر لگ جاتی ہے اور اس قدر اشاعت بھی نہ ہوتی۔

یورپ میں بے دینی پھیلے گی

مشاور سے قبل یورپ کی لائڈز ہی کے متعلق فرمایا کہ

عیسائی مذہب کی عمارت تو گرانی شروع ہو گئی ہے۔ عنقریب سولہ پادریوں کے اور سب لائڈز بے گناہیں گے۔

(البدیع جلد اول نمبر ۱۔ صفحہ ۴، سورہ ۲ جنوری ۱۹۰۳ء)

۲۱ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز یکشنبہ اعتکاف کے متعلق بعض ہدایات

مغرب اور مشرق کے درمیان مجلس فتاویٰ علیہ الرحمہ صاحب امر تشری اور خواجہ

کمال الدین صاحب پلیئر (جو دو فو معتمد تھے) ان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ
 اعتکاف میں یہ ضروری نہیں ہے کہ انسان اندر ہی بیٹھا رہے اور بالکل کہیں اُٹے جائے
 ہی نہ (مسجد کی) چھت پر دھوپ ہوتی ہے وہاں جا کر آپ بیٹھ سکتے ہیں کیونکہ نیچے یہاں
 سردی زیادہ ہے اور ضروری بات کر سکتے ہیں۔ ضروری امور کا خیال رکھنا چاہیئے اور یوں تو
 ہر ایک کام (دعوت کا) عبادت ہی ہوتا ہے۔

جہاد اشاعت دین کے لئے نہ تھا

پھر جہاد کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ

اب تلوار سے کام لینا تو اسلام پر تلوار مارنا ہے اب تو دلوں کو فتح کرنے کا وقت
 ہے اور یہ بات جبر سے نہیں ہو سکتی۔ یہ اعتراض کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے
 تلوار اٹھائی بالکل غلط ہے تیرہ برس تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام صبر کرتے
 رہے پھر باوجود اس کے کہ دشمنوں کا تعاقب کرتے تھے مگر صلح کے خواستگار ہوتے تھے کہ
 کسی طرح جنگ نہ ہو اور جو مشرک قویم صلح اور امن کی خواستگار ہوتیں ان کو امن دیا جاتا
 اور صلح کی جاتی۔ اسلام نے بڑے بڑے پیچوں سے اپنے آپ کو جنگ سے بچانا چاہا ہے۔
 جنگ کی بنیاد کو خود خدا تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ جو تک یہ لوگ بہت مظلوم ہیں اور ان کو ہر
 طرح دکھ دیا گیا ہے اس لئے اب اللہ تعالیٰ اجازت دیتا ہے کہ یہ بھی ان کے مقابلہ میں
 لڑیں۔ ورنہ اگر تعصب ہوتا تو یہ حکم پہنچتا کہ مسلمانوں کو چاہیئے کہ دین کی اشاعت کے واسطے
 جنگ کریں لیکن ادھر حکم دیا کہ لَا تُکْرَاهُ فِي الدِّينِ (یعنی دین میں کوئی زبردستی نہیں) اور
 ادھر جب غایت درجہ کی سختی اور ظلم مسلمانوں پر ہوئے تو پھر مقابلہ کا حکم دیا۔

کمالات مجاہدات سے حاصل ہوتے ہیں نہ کسی کے خون کے

دین اسلام ایسا دین ہے کہ اگر خدا ہمیں عمر اور فرصت دے تو چند ایام میں ان لوگوں

کو معلوم ہو جائے گا کہ کیسا میٹھا اور بہترین دین ہے۔ کمالات تو انسان کو مجاہدات سے حاصل ہوتے ہیں مگر جن کو سہل نسخہ مسیح کے خون کا بل گیا وہ کیوں مجاہدات کریں گے۔ اگر مسیح کے خون سے کامیابی ہے تو پھر اُن کے لڑکے امتحان پاس کرنے کے واسطے کیسا مدرسوں میں محنتیں اور کوششیں کرتے ہیں چاہیئے کہ وہ صرف مسیح کے خون پر بھروسہ رکھیں اور اسی سے کامیاب ہویں اور کوئی محنت نہ کریں اور مسلمانوں کے بچے محنتیں کر کے اور ٹکریں مار مار کر پاس ہوں۔ اصل بات یہ ہے۔ لیس للانسان الاما سحی۔ اس دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک انسان جب اپنے نفس کا مطالعہ کرتا ہے تو اسے فسق و فجور وغیرہ معلوم ہوتے ہیں۔ آخر وہ یقین کی حالت پر پہنچ کر اُن کو صیقل کر سکتا ہے لیکن جب خونِ مسیح پر مدار ہے تو مجاہدات کی کیا ضرورت ہے۔ اُن کی جھوٹی تعلیم سچی ترقیات سے روک رہی ہے۔ سچی تعلیم والا دعائیں کرتا ہے کوششیں کرتا ہے آخر دوڑتا دوڑتا اور ہاتھ پاؤں مارتا ہوا منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔ جب یہ بات اُن کو سمجھ آئے گی کہ یہ سب باتیں (خونِ مسیح پر بھروسہ) قصہ کہانی ہیں اور اُن سے اب کوئی آثار اور نتائج مرتب نہیں ہوتے۔ اور ادھر سچی تعلیم کی تمیز ہی کے ساتھ ہرکات ہوں گی تو یہ لوگ خود سمجھ لیں گے۔ انسان کھیتی کرتا ہے۔ اس میں بھی محنت کرنی پڑتی ہے۔ اگر ایک لازم ہے تو اُسے بھی محنت کا خیال ہے غرضیکہ ہر ایک اپنے اپنے مقام پر کوشش میں لگا ہے اور سب کا ثمرہ کوشش پر ہی ہے سارا قرآن کوشش کے مضمون سے بھرا پڑا ہے۔ لیس للانسان الاما سحی۔ ان لوگوں کو جو دلالت میں خونِ مسیح پر ایمان لا کر بیٹھے ہیں کوئی پوچھے کہ کیا حاصل ہوا مردوں یا عورتوں نے خون پر ایمان لا کر کیا ترقی حاصل کی۔ یہ باتیں ہیں جو بار بار ان کے کانوں تک پہنچانی چاہئیں

※۔ مدحکم ہے۔

”مجاہدات پر استدلال کی راہیں کھلتی ہیں اور نفس کا تزکیہ ہوتا ہے جیسے فرمایا۔ قد اخلی من زکما اور والذین جاہدوا فلینالہم سبلنا۔ (الحکم جلد ۲ نمبر ۲۷ ص ۱۹۵)

یہ قصہ جھوٹا ہے کہ خدا بیٹ میں رہا۔ پھر اسے خسرو وغیرہ نکلا ہوگا۔ طفولیت کے عالم میں ماں بھی کوئی دھول دھپا مار بیٹھی ہوگی۔ لڑکوں میں کھیلتا ہوگا دباں بھی مار کھاتا ہوگا۔ اب اس نظارہ کو کوئی دیکھے کہ بڑا ہو کر بھی مار کھاتا رہا اور چھوٹا تھا تو بھی طمانچے پڑتے رہے۔

(اللبس در جلد اول نمبر ۱۰ صفحہ ۷۲-۷۵ مورخہ ۲ جنوری ۱۹۰۳ء)

۲۲ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز دوشنبہ حقیقی طاعون

وقت ظہر

طاعون کے ذکر پر فرمایا۔

بعض طب کی کتابوں میں لکھا ہے کہ بیدنگ سرسام اور غشی نہ ہو تو صرف گلٹی کے ساتھ جو بخار ہوتا ہے اس سے اگر کوئی مر جائے تو اس کا نام طاعون نہیں بلکہ خاص طاعون کے دنوں میں یہ مرض مشابہ بالطاعون ہوا کرتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حقیقی طاعون کا لفظ ایسی موتوں پر نہیں آ سکتا جس میں صرف گلٹی اور بخار ہو۔ اور دوسرے علامات طاعون نہ ہوں۔

ایک الہام

پھر فرمایا کہ

گذشتہ شب کو ۲ یا ۳ بجے یہ الہام ہوا۔ اور بڑے زور سے ہوا۔

یا قی علیک زمن کمثل زمن موسیٰ

اتنے برس سے یہ سلسلہ ہمارا جاری ہے مگر یہ الہام کبھی نہیں ہوا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان پر تیاری ہوئی ہے۔

لے صاحبزادہ مولانا عبدالحکیم صاحب نے عرض کی کہ حدیث میں آیا ہے کہ مسیح اپنی جماعت کو طور پر لے جائے گا۔

مسیح بمعنی سیاح

مولویوں کے احادیث پیش کرنے پر فرمایا کہ

ان پر ایسا دُوق تو نہیں ہوتا جیسے کلام الہی پر کیونکہ خواہ کچھ ہی ہو۔ پھر بھی وہ مس انسان سے تو خالی نہیں۔ مگر خدا تعالیٰ جس کی تنقیہ کرتا جائے وہ صحیح ہوتا جائے گا۔ اگر احادیث میں نودل مسیح کا ذکر تھا۔ تو دیکھئے قرآن شریف میں وَقَعَيْنَا مَنَاقِبًا بِعَدَاہِ بِالْمُؤْمِنِیْنَ مَوْجُود ہے۔ جو کہ اصل حقیقت کو واضح کر رہا ہے۔ مولویوں نے اس بات کو نہیں سمجھا اور اور طرف دوڑتے رہے۔ مسیح کے معنی بہت سیر کرنے والا ہیں۔ اب ان سے کوئی پوچھے کہ جب وہ آسمان پر ہے تو اس نے سیر کہاں کی ہوگی اور لفظ مسیح کے معنی اس پر کیسے صادق آئیں گے۔ ایک طرف اُسے آسمان پر بٹھاتے ہیں دوسری طرف سیاح کہتے ہیں۔ تو اس کی سیاحت کا وقت کونسا ہوا۔

✽۔ مسیح کے ذکر کے سلسلہ میں آئیم میں مندرجہ ذیل عبادت درج ہے۔

”فرمایا۔ خدا تعالیٰ نے جیسے نبی اسرائیل میں ایک مسیح رکھا تھا۔ اور اس کیلئے ولقد آتینا موسیٰ الکتاب وقعینا من بعدہ بالوسل فرمایا۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں بھی ایک مسیح رکھا ہوا تھا مگر مسلمانوں نے اس کو نہ سمجھا اور آسمان سے انتظار کرنے لگے۔

افسوس ہے کہ اُن کو اتنی سمجھ نہ آئی کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اس سے پائی جاتی ہے کہ مسیح اسرائیلی آوے یا یہ کہ آپ ہی کی امت میں سے آوے۔ یہاں بھی اسی طرح مسیح کا آنا ضروری تھا جیسے نبی اسرائیل میں ایک مسیح آیا۔

فرمایا۔ براہین میں جو مسیح کی دوبارہ آمد کا ذکر کیا گیا اور پھر وہ تمام وعدے اور آیات میرے حق میں ہیں جو مسیح موعود کے لئے ہیں اور پھر میں اقرار کرتا ہوں کہ مسیح دوبارہ آئے گا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعویٰ بناوٹ کی راہ سے نہیں کیا گیا اور اس قسم کے واقعات تمام نبیوں کے واقعات میں پائے جاتے ہیں۔ (الحکم جلد ۶ نمبر ۶ ص ۲۴ مورخہ ۱۹۶۹ء)

مسیح بے پدر

مغرب و مشرق کے درمیان حضرت اقدس تشریف لائے تو کرم ابو سعید عرب صاحب نے سوال کیا کہ مسیح کی ولادت کے متعلق کیا بات ہے وہ بن باپ کس طرح پیدا ہوئے حضرت اقدس نے جواباً فرمایا:-

إِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ^۱۔ ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ مسیح بن باپ پیدا ہوئے اور قرآن شریف سے یہی ثابت ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام یہود کے واسطے ایک نشان تھے جو ان کی شامت اعمال سے اس رنگ میں پھلدا ہوا۔ زور اور دوسری کتابوں میں لکھا تھا کہ اگر تم نے اپنی عادت کو نہ بگڑا تو نبوت تم میں قائم رہے گی۔ مگر خدا تعالیٰ کے علم میں تھا کہ یہ اپنی عادت کو بدل لیں گے اور شرک و بدعت میں گرفتار ہو جائیں گے جب انہوں نے اپنی حالت کو بگڑا تو پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق یہ تنبیہی نشان ان کو دیا اور مسیح کو بن باپ پیدا کیا۔

بن باپ پیدا ہونے کا متر اور آمد آنحضرت کی بشارت

اور بن باپ پیدا ہونے کا متر یہ تھا کہ چونکہ سلسلہ نسب کا باپ کی طرف سے ہوتا ہے تو اس طرح سے گویا سلسلہ منقطع ہو گیا اور اسرائیلی خاندان کی ایک ٹانگ ٹوٹ گئی۔ کیونکہ وہ پورے طور سے اسرائیلی خاندان سے نہ رہے۔ ہمیشہ آبزسوی یاتی من بعدی اسمہ احمد^۲ میں بشارت ہے۔ اس کے دوہی پہلو ہیں یعنی ایک تو آپ کا دوہی بشارت تھا کیونکہ بنی اسرائیل کے خاندان سے نبوت کا خاتمہ ہو گیا۔ دوسرے زبان سے بھی بشارت دی یعنی آپ کی پیدائش میں بھی بشارت تھی اور پہلی زبانی بھی۔ انجیل میں بھی مسیح نے باغ کی تمثیل میں اس امر کو بیان کر دیا ہے اور اپنے آپ کو مالک باغ کے بیٹے کی جگہ بٹھرایا ہے بیٹے کا محاورہ انجیل اور ہابیل میں عام ہے۔ ہمارے ایل کی نسبت آیا ہے کہ اسرائیل فرزند من بلکہ نخست زاد من است۔ آخر اس تمثیل میں بتایا گیا ہے کہ بیٹے کے بعد وہ مالک خود آکر

باغباؤں کو ہلاک کر دے گا۔ اور باغ و سرور کے سپرد کر دے گا۔ یہ اشارہ تھا اس امر کی طرف کہ نبوت اُن کے خاندان سے جاتی رہی۔ پس مسیح کا بن باپ پیدا ہونا اس امر کا نشان تھا۔

پھر سوال کیا گیا کہ مسیح کے بن باپ پیدا ہونے پر عقلی دلیل کیا ہے؟ فرمایا:-

تو م کے بن باپ پیدا ہونے پر کیا دلیل ہے اور عقلی اقتناع بن باپ پیدا ہونے میں کیا ہے عقل انسان کو خدا سے نہیں ملاتی بلکہ خدا سے انکار کراتی ہے۔ پکا فلسفی وہ ہوتا ہے جو خدا کو نہیں مانتا۔ بھلا آپ سوچ کر دیکھیں کہ اس بات میں عقل ہمیں کیا بتلاتی ہے۔ کہ جو کچھ ہم بول رہے ہیں، یہ کہاں جاتا ہے کیا کسی جگہ بند ہوتا ہے یا یونہی ہوا میں اڑ جاتا ہے عقل کے جس قدر ہتھیار ہیں وہ سب گمے ہیں۔ مگر ہم خدا تعالیٰ کے وعدوں اور نشانوں کو دیکھتے ہیں تب یقین کرتے ہیں کہ خدا ہے ایک فلسفی اگر بہت غرض اور تدبر کے بعد کوئی نتیجہ نکالے گا تو وہ صرف اس قدر کہ ایک خدا ہونا چاہیے مگر ہے اور ہونا چاہیے میں بہت بڑا فرق ہے مثلاً اگر ہم کہیں کہ اگر دو آنکھیں ہمارے آگے ہیں تو دو پیچھے کی طرف بھی ہونی چاہئیں یقیناً تاکہ انسان پیچھے سے بھی دیکھتا رہتا اور اگر کوئی دشمن پیچھے سے حملہ کرنا چاہتا تو وہ اپنی حفاظت کر سکتا۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ پیچھے کی طرف آنکھیں نہیں ہیں اسی طرح ہے اور ہونا چاہیے میں بہت فرق ہے۔ غرضیکہ عقل سے بالکل خدا تعالیٰ کا وجود ثابت نہیں ہو سکتا۔

عرب صاحب نے کہا کہ اسلام کا کوئی مسئلہ عقل کے خلاف نہیں؟

حضرت اقدس نے فرمایا:-

یہ سچ ہے ہم یہ نہیں کہتے کہ عقل بالکل کمزور شے ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے روٹی کے ساتھ سالن کی۔ اس کے سہارے انسان کھانا خوب کھا لیتا ہے۔ ایسے ہی عقل ہے کہ اس سے (ذرا معرفت خدا) میں مزا آجاتا ہے۔ در نہ یوں (خالی) عقل اس میدان میں بڑی کمزور ہے۔ خدا کی معرفت دوسرے حواس سے ہے کہ اس میں عقل کوئی کام نہیں کرتی۔ نہ تسلی دیتی ہے۔

ایک ناکارہ ہتھیار کی طرح ہے۔

عرب صاحب نے سوال کیا کہ ہم تو مان لیں مگر دوسرے آدمی کو کیسے سمجھائیں کہ اور

حواس ہیں؟ حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ

غیر کو ہم یہ جواب دیں گے کہ جو لوگ ایسی بات کے اہل ہیں ان کی صحبت میں رہو۔

پھر پتہ لگے گا کہ ان حواس کے علاوہ اور حواس بھی انسان کے اندر ہیں۔ خدا کی معرفت کا اُن

سے پتہ لگتا ہے۔ اور بھی امور ہیں جن پر انسان ایمان لاتا ہے مثلاً رُوح۔ ملائک۔ اب عقل

اُن کے متعلق کیا بتلا سکتی ہے۔ رُوح کے بقا اور ملائک کے متعلق کیا دلیل لاؤ گے۔ کوئی شے

ظاہری طور پر ثابت شدہ تو ہے نہیں۔ آپ ہی بتلا دیں کہ خدا۔ رُوح۔ ملائک ان تین میں عقل

نے کیا فیصلہ کیا ہے۔ جو کچھ کیا ہے سب اُنکل ہے۔ اصل بات کوئی نہیں۔ اگر کہو کہ علتِ اعلیٰ

کے سلسلہ سے خدا کی معرفت تامہ ہوتی ہے تو یہ بات بھی غلط ہے کیونکہ علت اور معلول

کے سلسلہ کو تو دہریہ بھی مانتے ہیں۔ مگر پھر خدا کو نہیں مانتے۔ فلسفہ میں جو ذرا کچے رہتے ہیں

وہ خدا کا نام لیتے ہیں ورنہ پکا فلسفی ضرور دہریہ ہوتا ہے۔

۱۔ حکم میں اس جگہ حواس کا مضمون یوں درج ہے :-

”یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ ان حواس کے ذریعہ ہم ان باتوں کو محسوس کر لیں جن کے لئے

دوسرے حواس ہیں۔ کیا کان آنکھ کا کام دے سکتے ہیں یا زبان کانوں کا کام دے سکتی

ہے۔ پھر کس قدر غلطی ہے کہ اس امر پر زور دیا جائے۔ خدا شناسی کے لئے حواس اور

ہیں اور اُن کے ذریعہ ہی ان امور پر جو ان محسوسات سے ماوراد ہیں ایمان پیدا ہوتا ہے

مقلندہ ان چیزوں پر جیسے ملائک ہیں، خدا ہے، رُوح کا بقا ہے۔ ان پر عقلی دلائل

تلاش نہیں کرتا بلکہ اس راہ سے ایمان لاتا ہے جو اس کے لئے مقرر ہے۔ فلاسفر صرف

اُنکل بازی سے کام لیتے ہیں۔ وہ قطعی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ ہاں انکار کر دیتے ہیں۔“

حکیم نورالدین صاحب نے اس مقام پر حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ مجوسی لوگ اس دور تسلسل کو چھوڑ دینا چاہتے ہیں اور انہیں سے یہ مسئلہ لیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا وجود روشن تر ہے

حضرت اقدس نے فرمایا کہ

ہم تو کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے وجود جیسا اور کوئی وجود روشن ہی نہیں ہے۔ اس مقام پر حکیم نورالدین صاحب نے عرض کی کہ ایک دہریہ کا یہ مقولہ ہے کہ خدا کی ایک ہستی ضرور ہے مگر اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک گلاب کا پھول ہوتا ہے۔ اور ایک اس کی جڑ ہوتی ہے جس سے وہ پھول نکلا ہوا ہوتا ہے۔ اسی طرح خدا تو مثل جڑ کے ہے۔ اور ہم پھول ہیں مگر پھول جڑ سے زیادہ عمدہ اور مفید ہوتا ہے۔ اسی طرح ہم خدا سے افضل اور برتر ہیں۔ دن بدن ترقی کر رہے ہیں۔

اس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ

اگر انکار ہو سکتا ہے تو مخلوق کے وجود کا ہو سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی ذات کا تصرف ہر آن اس کے ہر ذرہ ذرہ پر اس قدر ہے کہ گویا اس کی ہستی کچھ شے ہی نہیں اور بلا اس کے تصرف کے ہم نہ کچھ بول سکتے ہیں نہ کچھ کر سکتے ہیں۔ جو طالب حق ہے وہ ہماری صحبت میں رہے۔ ہم کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ایسی ہی ذات ہے جن صفات سے قرآن شریف میں لکھا ہے۔ اُن صفات سے ہم اُسے ثابت کر کے دکھا دیں گے۔ بڑی نادانی کی بات یہ ہے کہ ایک عالم کی بات کو وہ دوسرے عالم کے حواس سے ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ مدغمہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ ایک حواس سے دوسرے حواس کا کام نہیں لے سکتے مثلاً آنکھ ناک کا اور کان آنکھ کا کام نہیں دے سکتے۔ جب خارج میں یہ حالت ہے تو باطن میں وہ کیا کہہ سکتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ انسان کو ایک اور حواس ملتے ہیں۔ تب یہ اللہ تعالیٰ کو شناخت کر سکتا ہے۔ جو حواس کے ہرگز نہیں کر سکتا۔ ایک دہریہ سے یہ سوال ہے کہ قبل از وقت

طاقت اور اقتدار سے بھری ہوئی پیشگوئیاں جو ہم کہتے ہیں یہ کہاں سے ہوتی ہیں؟ اگر کہو یہ کوئی علم ہی ہے تو اس علم کے ذریعہ وہ بھی کر سکتا ہے۔ کہ کے دکھائے۔ ورنہ مانتا پڑے گا کہ ایک زبردست طاقت ہے جو الہام کر رہی ہے۔ یہ پیشگوئیاں جو فیصوبیت کے رنگ اور طاقت اور اقتدار کے ساتھ ہوتی ہیں۔ اُن سے بڑھ کر اور کوئی نشان (خدا پر ایمان لانے کے واسطے) نہیں ہے۔ نہ آسمان نہ زمین اور نہ کوئی اور شے۔ اُن پر نظر کر کے جو نتیجہ نکالیں گے اور جو بات پیش کریں گے وہ قطعی ہوگی۔ یہی ایک بات پیشگوئی والی (یقینی) ہے جس کے ساتھ کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔

لیکھرام کے کسی سے قتل کروانے کے الزام کا جواب

عرب صاحب نے ذکر کیا کہ ایک شخص نے کہا کہ لیکھرام کو خود اپنے کسی جماعت کے

آدمی کے ذریعہ سے مروا ڈالا ہے۔ اس پر فرمایا کہ

ہمارے ساتھ ہزار جماعت ہے اگر ان میں سے کسی کو کہوں کہ تم جا کر ماراؤ۔ تو یہ میری پیروی اور بیعت کا سلسلہ کب چل سکتا ہے؟ یہ تو جب ہی چل سکتا ہے کہ صفائی ہو اور پیروؤں کو معلوم ہو کہ پاک باطنی کی تعلیم دی جاتی ہے اور جب ہم خود ہی قتل کے منصوبے لوگوں کو سمجھائیں تو یہ کاروبار کیسے چل سکتا ہے؟ اب یہ اس قدر گروہ ہے۔ کوئی ان میں سے بولے کہ ہم نے کس کو اور کب کہا تھا کہ جا کر اس کو مار ڈالے۔

یہ سلسلہ منہاج نبوت پر چل رہا ہے

پھر عقل کے شیلڈیوں کی نسبت فرمایا کہ

جس طور سے ہم سمجھتے ہیں اور منہاج نبوت پر یہ سلسلہ چل رہا ہے اس کے بغیر سمجھ نہیں آ سکتی۔ یہ لوگ خواہ دہریہ ہوں یا نہ ہوں مگر بے بہرہ ضرور ہیں۔ پاک زندگی، استقامت توکل ان کو پورے طور پر نصیب نہیں ہوتا اور بڑے دنیا دار ہوتے ہیں۔

بیٹوں کی موجودگی میں پوتے کو محروم الارث قرار دینے کی وجہ

عرب صاحب نے سوال کیا کہ ایک شخص نے محمد پر اعتراض کیا تھا کہ شریعت اسلام میں پوتے کے واسطے کوئی حصہ وصیت میں نہیں ہے۔ ایک شخص کا پوتا اگر یتیم ہے تو جب یہ شخص مرنا ہے تو اس کے دوسرے بیٹے حصہ لیتے ہیں اور اگرچہ وہ یتیم بھی اس کے بیٹے کی اولاد ہے مگر وہ محروم رہتا ہے۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ

دادے کو اختیار ہے کہ وصیت کے وقت اپنے پوتے کو کچھ دے دے بلکہ جو چاہے دیدے۔ اور باپ کے بعد وارث بیٹے قرار دیئے گئے ہیں۔ کہ تا ترتیب بھی قائم رہے۔ اور اگر اس طرح نہ رکھا جاتا تو پھر ترتیب ہر کو قائم نہ رہتی کیونکہ پھر لازم آتا ہے کہ پوتے کا بیٹا بھی وارث ہو جاوے اور پھر آگے اس کے اولاد ہو تو وہ وارث ہو۔ اس صورت میں دادے کا کیا گناہ ہے۔ یہ خدا کا قانون ہے اور اس سے حرج نہیں ہو اکتا ورنہ اس طرح تو ہم سب آدم کی اولاد ہیں اور صلی قدس سلطین ہیں وہ بھی آدم کی اولاد ہیں تو ہم کو چاہیئے کہ سب کی سلطنتوں سے حصہ بٹانے کی درخواست کریں۔ چونکہ بیٹے کی نسبت سے آگے پوتے میں جا کر کمزوری ہو جاتی ہے اور آخر ایک حد پر آکر تو برائے نام رہ جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کو یہ علم تھا کہ اس طرح کمزوری نسل میں اور ناطہ میں ہو جاتی ہے اس لئے یہ قانون رکھا ہے۔ اں ایسے سلوک اور رحم کی خاطر خدا تعالیٰ نے ایک اور قانون رکھا ہے جیسے قرآن شریف میں ہے **وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُمْ مِنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا** (۱۲) (یعنی جب ایسی تقسیم کے وقت بعض خویش واقارب موجود ہوں اور یتیم اور مساکین تو ان کو کچھ دیا کرو) تو وہ پوتا جس کا باپ مر گیا ہے وہ یتیم ہونے کے لحاظ سے زیادہ مستحق اس رحم کا ہے اور یتیم

میں اور لوگ بھی شامل ہیں جن کا کوئی حصہ مقرر نہیں کیا گیا، خدا تعالیٰ نے کسی کا حق ضائع نہیں کیا مگر جیسے جیسے رشتہ میں گزردی بڑھتی جاتی ہے حق کم ہوتا جاتا ہے۔

البدد جلد اول نمبر ۱۰ مورخہ ۲ جنوری ۱۹۰۲ء



۲۳ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز شنبہ

رؤیا

نماز فرسے پیشتہ حضرت اقدس نے رؤیا سنائی۔

”میں کسی اور جگہ ہوں اور قادیان کی طرف اُنا چاہتا ہوں۔ ایک دو آدمی ساتھ ہیں۔ کسی نے کہا۔ راستہ بند ہے، ایک بڑا بھڑخار مل رہا ہے۔ میں نے دیکھا تو واقعی کوئی دریا نہیں بلکہ ایک بڑا سمندر ہے اور پیچیدہ ہو ہو کر مل رہا ہے جیسے سانپ چلا کرتا ہے۔ ہم واپس چلے آئے کہ ابھی راستہ نہیں اور یہ راہ بڑا خوفناک ہے“



چین میں عربی کتب بھینچنے کے متعلق گفتگو

نمبر ۷ پیشتہ حضرت اقدس نے مجلس فرمائی اور فرمایا کہ

چین میں اہل اسلام عربی زبان سے واقف ہیں کہ نہیں۔ اور وہاں عربی کتب رمانہ

کرنے کے متعلق حضرت اقدس ابو سعید عرب صاحب سے گفتگو کرتے رہے۔ پھر شاعت

کے متعلق حضرت اقدس نے فرمایا کہ

صحابہ کرام نے کیا کیا کام کئے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے مومنوں کی جانیں خرید لیں اور

اب اس وقت اللہ تعالیٰ نے بہت سی مشکلات کو دور کر دیا ہے۔

ایک الہام

اس کے بعد ذکر فرمایا کہ

رات کو الہام ہوا ہے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ كَرِيمٌ تَمْشِي أَمَامَكَ عَادَىٰ مَنِ عَادَىٰ

یعنی وہ کریم ہے۔ وہ تیرے آگے آگے چلتا ہے جس نے تیری عداوت کی (گویا) اس کی عداوت کی۔

قرآنی ترتیب کا ایک رتر

نہرایا۔ کل جو الہام ہوا تھا یا قی علیک زمن کمثل زمن موسیٰ۔ یہ اسی الہام کے آگے معلوم ہوتا ہے جہاں ایک الہام کا قافیہ جب دوسرے الہام سے ملتا ہے خواہ وہ الہامات ایک دوسرے سے دس دن کے فاصلہ سے ہوں مگر میں سمجھتا ہوں کہ ان دونوں کا تعلق آپس میں ضرور ہے یہاں بھی موسیٰ اور عادی کا قافیہ ملتا ہے اور پھر توریت میں بھی اس قسم کا مضمون ہے کہ خدا نے موسیٰ کو کہا کہ تو چل میں تیرے آگے چلتا ہوں۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانٍ قَوْمِهِ

بعض لوگ جہالت سے اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن شریف میں ہے کہ ہر ایک قوم کی زبان میں الہام ہونا چاہیئے جیسے وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانٍ قَوْمِهِ۔ مگر تم کو عربی میں ہی کیوں ہوتے ہیں؟

تو ایک تو اس کا جواب یہ ہے کہ خدا سے پوچھو کہ کیوں ہوتے ہیں۔ اور اس کا اصل رتر یہ ہے کہ صرف تعلق جنتلہ کی غرض سے عربی میں الہامات ہوتے ہیں کیونکہ ہم تابع ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو کہ عربی تھے۔ ہمارا کاروبار سب ظنی ہے اور خدا کے لئے ہے۔ پھر اگر اسی زبان میں الہام نہ ہو تو تعلق نہیں رہتا۔ اس لئے خدا تعالیٰ عظمت دینے کے واسطے عربی میں الہام کرتا ہے اور اپنے دین کو محفوظ رکھنا چاہتا ہے جس بات کو ہم ذوق کہتے ہیں۔ اسی پر وہ لوگ اعتراض کرتے ہیں خدا تعالیٰ اصل متبوع کی زبان کو نہیں چھوڑتا

اور جس حال میں یہ سب کچھ اسی (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کی خاطر ہے اور اسی کی تائید ہے تو پھر اس سے قطع تعلق کیونکر ہو۔ اور بعض وقت انگریزی۔ اردو و فارسی میں بھی الہام ہوتے ہیں تاکہ خدا تعالیٰ جتنا دلوں کے وہ ہر ایک زبان سے واقف ہے۔

آنحضرت کو فارسی زبان میں الہام

اسی طرح ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض ہوا تھا کہ کسی اور زبان میں الہام کیوں نہیں ہوتا تو آپ کو اللہ تعالیٰ نے فارسی زبان میں الہام کیا " ایں مشبت خاک را اگر نہ بخشم چه کنم " ہنر کار خدا کی رحمت کا دوبار کرے گی۔ اور یہ ایسی ہی بات ہے جیسے یہود نے کہا تھا کہ پیغمبر آخر زمان بنی اسرائیل میں سے ہونا چاہیے تھا۔ اور جس قدر بنی آئے ہیں سب کے بارے میں اسی طرح شبہات پڑتے رہے ہیں عیسیٰ کے وقت یہود کو کس قدر شبہات آئے پیغمبر خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وقت میں بھی پڑے کہ بنی اسرائیل میں سے کیوں نہ آیا۔ یہ عادت اللہ ہے کہ کچھ نہ کچھ منور ہی مخفی رکھا جاتا ہے کہ ایمان بالغیب کی حقیقت رہے ورنہ پھر ایمان پر ثواب کیا مرتب ہو۔

حکیم کا کام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ حکم ہو گا جس کے یہ معنی ہیں۔ کہ سچی بات پیش کرے گا اور رطب و یابس کو اٹھا دے گا۔ اور احادیث تو ذخیرہ فطنوں کا ہے شیعہ، دہابی، سُنی وغیرہ جو ۳۷ فرقے اہل اسلام کے ہیں۔ سب احادیث کو ہی پیش کرتے ہیں اور حکم کا کام ہے کہ وہ ان میں تحقیق کرے اور جو سچی بات ہو اُسے قبول کرے ورنہ پھر ہر ایک فرقہ کا حق ہے کہ اُسے مجبور کرے کہ میری مان۔ اور اُسے کہا جاسکتا ہے کہ جب ایک کی پیش کردہ احادیث کو تم بلا اعتراض مان لیتے ہو تو کیا وجہ ہے کہ دوسرے فرقوں کی حدیثوں کو بھی ویسے ہی نہ مانا جائے۔ پھر اس صورت میں وہ آنے والا حکم کیا رہا۔ حکم کا لفظ بتلا رہا ہے کہ ایسے وقت میں کچھ لیا جاتا ہے اور کچھ چھوڑا جاتا ہے۔

موزوں پر مسح کرنا

موزوں پر مسح کا ذکر ہوا تو حضرت اقدس نے فرمایا کہ
سوتی موزوں پر بھی مسح جائز ہے اور آپ نے اپنے پائے مبارک کو دکھلایا جس
میں سوتی موزے تھے کہ میں ان پر مسح کر لیا کرتا ہوں۔

مہدی موعود اور جنگ

ہمارے پیغمبر خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جب تیرہ سال تک تلوار نہ اٹھائی تو مہدی
کو کیسے حق پہنچتا ہے کہ جس حالت میں تیرہ سو سال سے لوگ دین سے ناواقف ہو گئے ہیں
آتے ہی اُن پر تلوار اٹھالیوے اور اس سے اسے کیا فائدہ ہوگا؟ اگر امام مہدی نے لڑائی کے
لئے اُٹھا تھا تو اللہ تعالیٰ اپنی سنت قدیمہ کے موافق پہلے مسلمانوں کی قوم کو جنگ آزمائی سے
آگاہ کر دیتا اور اُن کی طلباء کا میلان جنگ کی طرف ہوتا اور ایسے اسباب ہوتے کہ مسلمان
جنگ میں مشاق ہوتے مگر اہل اسلام کی موجودہ حالت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو جنگ سے
کوئی اُفس نہیں اور جس قدر آج کل مہدی کے نام سے مدعی ہو کر یورپ کی اقوام سے جنگ
کر چکے ہیں۔ ان تمام نے شکستیں کھائی ہیں۔ ان تمام باتوں اور اسباب سے معلوم ہوتا ہے کہ
ارادہ الہی جنگ سے ہرگز نہیں ہے یقین رکھو کہ جسمانی تلواروں کے ساتھ ان کا مقابلہ کوئی نہ
کر سکے گا۔ خود مسلم کی حدیث میں ہے کہ اس زمانہ میں آخر دعائوں کے ساتھ مقابلہ ہوگا۔ جن کو نہ
یہ روک سکتے ہیں اور نہ مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اللہ یہی دھامیں بوز لگی کہ جن سے مخالفوں میں
دُحانی تبدیلی ہو جائے گی۔

یا ہوج ماہوج کے لمبے کانوں سے مُراو

یا ہوج ماہوج کے ذکر پر فوایا کہ

اُن کے لمبے کانوں سے مراد جاسوسی کی مشق ہے۔ جیسے اس زمانہ میں ہم دیکھتے ہیں

کہ تار کا سلسلہ اور اخبار وغیرہ سب اسی میں ہیں۔

موجودہ علامات سے عقلمند جانتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کا ارادہ جنگ کا ہوتا تو مسلمانوں کو بیرونی آزمائی کے سامان میسر آتے اور ان میں قوت اور برکت برپا ہوتی مگر اہل اسلام تو دن بدن متنزل پر ہیں اور ان کی یہ حالت ہے کہ اگر ان کو سامان جنگ کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ یورپ کی سلطنتوں سے منگواتے ہیں اور خود نہیں تیار کر سکتے۔

(البدیع جلد اول نمبر ۱ مودعہ ۲ جنوری سنہ ۱۹۰۳ء)

۲۴ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز چہار شنبہ حسنات دارین کی دعا

عشاء کی نماز سے قبل جب حضرت اقدس نے مجلس فرمائی تو سید ابوسعید صاحب عرب نے حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کی کہ دعا رَتَنَا اِیْنَا فِی السَّخِیَا حَسَنَةً وَ فِی الْفُطْرَةِ حَسَنَةً وَ رَتْنَا عَذَابَ النَّارِ کیا مجھے ہیں ادا سے کیا ارادہ ہے۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ

انسان اپنے نفس کی خوشحالی کے واسطے دو چیزوں کا محتاج ہے۔ ایک دنیا کی مختصر زندگی اور اس میں جو کچھ مصائب شدا یدر اتلا وغیرہ اسے پیش آتے ہیں۔ اُن سے امن میں رہے۔ دوسرے فسق و فجور اور روحانی بیماریاں جو اُسے خدا سے دور کرتی ہیں اُن سے نجات پاوے۔ تو دنیا کا خستہ یہ ہے کہ کیا جسمانی اور کیا روحانی دو فو طور پر یہ ہر ایک بلا اور گندی زندگی اور لذت سے محفوظ رہے۔ خَلِیْقَ الْاِنْسَانُ صَعِیْبًا۔ ایک ناخن میں ہی درد ہو تو زندگی بیزار ہو جاتی ہے۔ میری نہان کے نیچے ذرا درد ہے اس سے سخت تکلیف ہے اسی طرح جب انسان کی زندگی خراب ہوتی ہے جیسے باناری عورتوں کا گروہ کہ ان کی زندگی کیسی ظلمت سے بھری ہوئی اور بہائم کی طرح ہے کہ خدا اور آخرت

کی کوئی خبر نہیں تو دنیا کا حسنہ یہی ہے کہ خدا ہر ایک پر ہلو سے خواہ وہ دنیا کا ہو خواہ آخرت کا ہر ایک بلا سے محفوظ رکھے اور فی الْآخِرَةِ حَسَنَةٌ مِّنْ جِوْءِ اٰخِرَتِ کا پہلو ہے وہ بھی دنیا کے حسنہ کا ثمرہ ہے۔ اگر دنیا کا حسنہ انسان کو بل جاوے تو وہ فال نیک آخرت کے واسطے ہے یہ غلط ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ دنیا کا حسنہ کیا مانگنا ہے آخرت کی بھلائی ہی مانگو صحت جہاں فی وغیرہ ایسے اموں میں جن سے انسان کو آرام ملتا ہے اور اس کے ذلیعہ سے وہ آخرت کے لئے کچھ کر سکتا ہے اور اس لئے ہی دنیا کو آخرت کی مزرعہ کہتے ہیں کہ درحقیقت جسے خدا دنیا میں صحت، عزت، اولاد اور عافیت دیوے اور عمدہ عمدہ اعمال حاصل اس کے ہوں تو امید ہوتی ہے کہ آخرت بھی اس کی اچھی ہوگی۔

كُلُّ يَفْعَلٍ عَلَىٰ شَايِلَةٍ۔ بات بہت عمدہ ہے کہ انسان نیکی اور پاکیزگی کی طرف جھک جاوے۔ دنیا میں مختلف فطرتیں ہوتی ہیں جس حد تک ایک مسیحہ پہنچ جاتا ہے۔ اس حد تک ہر ایک انسان نہیں پہنچتا۔ بعض کھوپریاں ایسی ساخت کی ہوتی ہیں کہ اس کھوپری والے انسان سمجھ ہی نہیں سکتے۔ ایک نیک ہوتا ہے وہ بدوں کی مجلس میں جا بیٹے تو اسے کچھ حظ نہیں آتا۔ اسی طرح ایک بد نیکیوں کی محفل سے کوئی حظ حاصل نہیں کرتا۔ گویا ایک سمندر درمیان میں حائل ہے کہ نہ ادھر کا آدمی ادھر جا سکتا ہے اور نہ ادھر کا ادھر آ سکتا ہے۔ ایک ہماری جماعت ہے کہ جو کہیں مان لیتی ہے اور ہر طرح تیار ہیں اور خوب سمجھے ہوئے ہیں اور ایک وہ ہیں کہ جب تک ہمیں دجال کا فرد وغیرہ نہ کہہ لیں اور گالیاں نہ دے لیں ان کو صبر نہیں آتا۔ کیا ان کی آنکھیں نہیں یا کان نہیں یا دماغ نہیں سب کچھ ہے مگر كُلُّ يَفْعَلٍ عَلَىٰ شَايِلَةٍ۔

(البدن جلد اول نمبر ۱۰ صفحہ ۲۰۰ جزوی ۱۹۰۲ء)

۲۵ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز پنجشنبہ

ایک الہام | ظہر کے وقت جب حضرت اقدس تشریف لائے تو فرمایا کہ

رات کے وقت الہام ہوا ہے

إِنِّي صَادِقٌ صَادِقٌ وَسَيِّدُ شَهَدَاتٍ

یعنی میں صادق ہوں صادق ہوں عنقریب المد میری شہادت دے گا۔

نہیں کہ کس امر کے متعلق ہے۔ یہ مقدمہ جو اس وقت جہلم میں ہوا ہے یہ تو ایک چھوٹی سی اور شخصی بات ہے۔ اصل مقدمہ ہمارا تو وہ ہے جو کروڑ ہا آدمیوں کے ساتھ ہے۔ اور جو قیامت تک نفع پہنچانے والا ہے۔



نماز مغرب کے بعد بیرون جات سے تشریف لائے ہوئے احباب نے حضور سے نیاز حاصل کیا۔ طاعون کا حامل فوارد احباب سے حضور دریافت فرماتے رہے۔

اللواء کے اعتراض کا فصیح و بلیغ جواب

مصر کے اخبار اللواء کے اعتراض پر حضور نے عربی میں جو رسالہ تحریر فرمایا ہے۔ اس کی فصاحت پر مولوی عبد الکریم اور مولوی فودین صاحبان کلام کرتے رہے کہ انشا اللہ بہت ہی سعید رحیں عرب میں ہوں گی جو اسے دیکھ کر عاشق ناز ہو جائیں گی حکیم صاحب بیان کرتے تھے کہ میں حیران ہو ہو جاتا تھا اور جی چاہتا تھا کہ سجدہ کر دوں پھر حیران ہوتا کہ کون کون سے لفظ پر سجدہ کروں۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ

ہمارا مطلب یہی ہے کہ چونکہ ہر وقت موقعہ نہیں ہوتا۔ اکثر کام اردو زبان میں ہوتا ہے اس لئے دو ہزار چھپوا لیا جاوے۔ جہاں کہیں عرب میں بھیجنے کی ضرورت ہوئی۔ بھیج دیا۔ مخالفت میں بھی ہمارے لئے برکت ہوتی ہے اور جو لکھتا ہے۔ ہماری خیر کے لئے لکھتا ہے۔ ورنہ پھر تحریک کیسے ہو۔



مسلمانوں اور مرتد عیسائیوں میں فرق

لوگوں کے عیسائی ہونے کے ذکر پر فرمایا کہ اصل سچی بات یہی ہے کہ مجزاً ان لوگوں کے جن کی فطرت میں خدا تعالیٰ نے سعادت رکھی ہے اور وہ احقاقِ حق چاہتے ہیں باقی سب اکل و شرب کے واسطے عیسائی بن گئے ہیں اور اسلام سے ان کو کوئی مناسبت نہیں رہتی۔

اسلام میں تقویٰ، طہارت، پاکیزگی، صوم و صلوة وغیرہ سب بجالانا پڑتا ہے وہ لوگ اسے بجا نہیں لاسکتے۔ حقیقت اسلام کی طرف نظر کی جادے تو جن کی فطرت میں عیاشی بھری ہوئی ہے ان کو لے کر یعنی مسلمان کہے، ہم کیا کریں۔ جہاں کہیں ان کی نفسانی اغراض پُندی ہوں گی وہ وہاں ہی رہیں گے ان کو مذہب اسلام سے کیا کام۔ جب ان کی اغراض میں فرق آئے پھر وہاں سے چلے جائیں گے۔ ایسے لوگ بہت ہیں مگر ان کے لانے سے کیا فائدہ؟ اس شخص کو لانا چاہیے جسے دل پہچانا جائے کہ اس کے اندر اسلام کو قبول کرنے کا مادہ موجود ہے۔ تزکیہ نفس اور تقویٰ اختیار کر سکے گا اور ذرا سے ابتلا سے گھبر نہ جائے گا۔ تو ایسا شخص اگر مشرف باسلام ہووے تو اس سے فائدہ ہوا کرتا ہے۔ میری طبیعت بیزار ہوتی ہے خواہ کوئی ہندو میرے پاس آوے یا عیسائی، مگر دنیا کے گند سے مہل ہوا ہو کہ جب ذکر کرتا ہو تو دنیا کا اور جو خیال ہے دنیا کا۔ تو ایسے آدمی کو مسلمان کہے کیا کیا جائے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ایسا ہی تھا۔ جو لوگ متقی نہ رہے آخر وہ کافر ہو گئے۔ ہماری جماعت کو چاہیے کہ تقویٰ میں ترقی کرے۔

(الہند جلد اولیٰ نمبر ۱۰ صفحہ ۷ جنوری ۱۹۰۳ء)

۱۔ اہم میں ۵ دسمبر ۱۹۰۳ء کی ڈائری کا آخری حصہ ذرا مفصل الفاظ میں یوں ہے۔
ہمارے کام کے تو وہ لوگ ہو سکتے ہیں جو اسلامی احکام کی پابندیوں کو جو سمجھ اٹھا سکیں۔
(بقیہ اگلے صفحہ)

۲۶ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز جمعہ سفر کے لئے بھی دینی نیت ہو

عصر کے وقت حضرت اقدس تشریف لائے تو حباب میں سے ایک نے خواہ کمال دین صاحب کی دسالت سے سوال کیا کہ دیارِ دہلی میں شامل ہونے کا بہت شوق ہے۔ اگر اجازت ہو تو ہواؤں۔ میں تو دل کو بہت روکتا ہوں مگر پھر بھی خیال غالب رہتا ہے کہ ہواؤں حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ

ہواؤں۔ کیا حرج ہے۔ ایک کتاب میں لکھا ہے کہ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کو ایک دفعہ خیال آیا کہ سفر کو جانا چاہیئے پھر سوچا کس واسطے جاؤں تو سمجھ میں نہ آیا کہ کس ارادہ اور نیت سے جانا چاہتے ہیں اس لئے پھر ارادہ ترک کیا حتیٰ کہ سفر کا خیال غالب آیا اور آپ جب اسے مغلوب نہ کر سکے تو اس کو ایک تحریک الہی خیال کے نکل پڑے اور ایک طرف کو چلے۔ اگے جا کر دیکھتے کہ ایک درخت کے تلے ایک شخص بے دست دیا پڑا ہے اس نے اُن کو دیکھتے ہی کہا کہ اے

اور تقویٰ و طہارت سے تزکیہ نفس کریں۔ اس لئے بہت بھرتی بھرنے کی کوئی ضرورت نہیں پس کوئی ایسا شخص خواہ وہ ہندو ہو یا عیسائی ہمارے پاس آتا ہے اور اس کی خواہشوں میں کوئی گنہ گرا ہوا ہے کہ جب ذکر کرتا ہے دنیا کا اور نفسانی اغراض کا وہ ہمارے مطلب کا کیسے ہو سکتا ہے پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی اکرام متقی ہی کا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے اِن اکر حکم عند اللہ انفسکم یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک معز و مکرم وہی ہے جو متقی ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ کے نزدیک جو مکرم ہے وہی ہمارے نزدیک مکرم ہو سکتا ہے اور وہ متقی ہوتا ہے اس کے سوا منافق۔ ہم اپنی جماعت کے لئے یہی چاہتے ہیں کہ وہ تقویٰ میں ترقی کرے اور اگر باہر سے کوئی آوے تو وہ ایسا ہوتا چاہئے جو متقی بننا چاہتا ہو۔ ورنہ چراغِ کرم کرنے والا نہ ہو۔

(الحکمہ جلد ۲ نمبر ۱ صفحہ ۱۰۔ جنوری ۱۹۰۲ء)

جنید میں کتنی دیر سے تیرا منتظر ہوں تو دیر لگا کر کیوں آیا۔ تب آپ نے کہا کہ اصل میں تیری ہی کشش تھی جو مجھے بار بار مجبور کرتی تھی۔ تو اسی طرح ہر ایک امر میں ایک کشش قضا و قدر میں مقفد ہوتی ہے وہ پُردی نہ ہو۔ تو آرام نہیں آتا۔ آپ سفر کریں تو دین کی نیت سے کریں۔ دنیا کی نیت سے جو سفر ہوتا ہے وہ گناہ ہوتا ہے اور انسان تب ہی درست ہوتا ہے کہ ہر ایک بات میں کچھ نہ کچھ اس کا رجوع دین کا ہو۔ ہر ایک مجلس میں اس نیت سے جاوے کہ کچھ پہلو دین کا حاصل ہو۔ حدیث شریف میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے مکان بنوایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ آپ وہاں تشریف لے چلیں تو آپ کے قدموں سے برکت ہو۔ جب وہاں حضرت گئے تو آپ نے ایک دریچہ دیکھا پوچھا کہ یہ کیوں رکھا ہے اس نے عرض کی کہ بوجھٹھنڈی آتی رہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو یہ نیت کر لیتا کہ اذان کی آواز سنائی دے تو بوجھٹھنڈی آتی رہتی۔ اور ثواب بھی ملتا۔

سفر سے پہلے استخارہ اور اس کا طریق

پھر حضرت اقدس نے فرمایا کہ

آپ استخارہ کر لیں۔ استخارہ اہل اسلام میں بجائے مہورت کے ہے۔ چونکہ ہندو شرک وغیرہ کے مرتکب ہو کر شگن وغیرہ کرتے ہیں۔ اس لئے اہل اسلام نے ان کو منع کر کے استخارہ رکھا۔ اس کا طریق یہ ہے کہ انسان دو نفل پڑھے۔ ادل رکعت میں سورہ قُلْ یَا اَیُّهَا الْکَافِرُونَ پڑھ لے اور دوسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ الْوَحْدُیُّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ میں یہ دُعا کرے۔

یا اہلی میں تیرے علم کے ذریعہ سے خیر طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت سے قدرت مانگتا ہوں کیونکہ تجھی کو سب قدرت ہے مجھے کوئی قدرت نہیں اور تجھے ہی سب علم ہے مجھے کوئی علم نہیں اور تو ہی پچھپی باتوں کا جاننے والا ہے الہی اگر تو جانتا ہے کہ یہ امر میرے حق میں بہتر ہے بلحاظ دین اور دنیا کے تو تو اسے میرے لئے مقدر کر دے اور آسان کر دے اور اس میں برکت دے اور اگر

تو ہانتا ہے کہ یہ امر میرے لئے دین اور دنیا میں شتر ہے تو تو مجھ کو اس باز رکھ
اور اگر وہ امر اس کے لئے بہتر ہوگا تو خدا تعالیٰ اس کے لئے اس کے دل کو کھول دے گا۔
وہ طبعیت میں قبض ہو جائے گی۔ یہ دل بھی عجیب شے ہے۔ جیسے ہاتھوں پر انسان کا
تصرف ہوتا ہے کہ جب چاہے حرکت دے۔ دل اس طرح اختیار میں نہیں ہوتا۔ اس پر
اللہ تعالیٰ کا تصرف ہے۔ ایک وقت میں ایک بات کی خواہش کرتا ہے۔ پھر تھوڑی دیر
کے بعد اُسے نہیں چاہتا۔ ہوائیں اندر سے ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے چلتی ہیں۔

(البدن جلد اول نمبر ۱۰ صفحہ ۲۰۰ ص ۱۹۰)

ایک حق جو پنڈت سے مکالمہ

دو تین روز سے لاہور کے ایک محرز اقدیقی رئیس خاندان کے ایک پنڈت صاحب
دارالامان میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ حضرت اقدس کی زیارت اور آپ سے استفادہ
ان کا منشاء تھا۔ ۲۶ دسمبر کی شام کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ان کا ہوا مکالمہ
ہوا۔ اسے ہم ذیل میں درج کرتے ہیں (ریڈیو)

گناہ سوز فطرت | حضرت اقدس۔ آپ نے کون کونسی کتاب دیکھی ہے؟

کیونکر پیدا ہو | پنڈت صاحب۔ مثنوی مولانا روم صاحب۔ پندش اور کئی مذاہبی فقہاء کی

کتابیں۔ مگر انسان کا اپنے نفس پر قابو پانا مشکل ہے۔ یہ بالخصوص انسان کو گناہ کی طرف لے جاتا ہے۔

حضرت اقدس۔ اصل بات یہ ہے کہ جس طرح طبیب کے پاس کوئی بیمار جاتا ہے تو اس وقت

تک وہ اس کا علاج نہیں کر سکتا۔ جب تک وہ یہ تشخیص نہ کر لے کہ مرض کا اصل سبب کیا ہے

اور جب وہ مرض کا اصل سبب معلوم کر لیتا ہے تو پھر وہ اس کا علاج تجویز کرتا ہے۔ لیکن

جب تک پورے پورے طور پر مرض کی تشخیص نہیں ہوتی تو وہ عہدہ طور پر اس کا علاج نہیں

۱۵۔ حاشیہ۔ مابین نماز مغرب و عشاء (مرتب)

سوچ سکتا۔ ٹھیک یہی حال گناہ کا ہے کیونکہ گناہ ایک روحانی بیماری ہے جب تک
 اس کی ماریت معلوم نہیں ہوتی۔ اس وقت تک انسان گناہ سے بچ نہیں سکتا۔ اس پر
 یہ سوال ہو سکتا ہے کہ انسان گناہ کی طرف کیوں جھکتا ہے اور یہ گناہ کا خیال پیدا ہی کیوں
 ہوتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ اس وقت تک انسان گناہ
 کرتا ہے جب تک وہ خدا سے یہ خبر رہتا ہے۔ بھلا کیا کوئی شخص جو بھڑی کرتا ہے وہ اس
 وقت کرتا ہے جبکہ گھر کا مالک جاگتا ہو اور روشنی بھی ہو یا اس وقت کرتا ہے جبکہ گھر کا
 مالک سویا ہوا ہو اور ایسا اندھیرا ہو کہ کچھ دکھائی نہ دیتا ہو؟ صاف ظاہر ہے کہ وہ اُس
 وقت چوری کرتا ہے جب وہ یقین کرتا ہے کہ مالک یہ خبر ہے اور روشنی نہیں ہے۔ اسی
 طرح ہر ایک شخص جو گناہ کرتا ہے وہ اس وقت کرتا ہے جبکہ خدا سے یہ خبر ہو جاتا ہے اور
 اس کو اس پر کچھ یقین نہیں ہوتا نہ اُس وقت جبکہ اس کو یقین ہو کہ خدا ہے۔ اور وہ اس
 کے اعمال کو دیکھتا ہے اور اس کو مزا دے سکتا ہے اور یہ علم ہو کہ اگر میں کوئی کام اس
 کی خلاف ورزی کروں گا تو وہ اس کی مزا دے گا جب یہ علم اور یقین خدا کی نصبت ہو تو پھر
 گناہ کی طرف میل اور توجہ نہیں ہو سکتی۔ جب انسان یہ یقین رکھتا ہے کہ میں ہمیشہ اس
 کے ماتحت ہوں اور وہ میری بد اعمالیوں کی مزا دے سکتا ہے اور میرے اعمال کو دیکھتا
 ہے پھر جرأت نہیں کر سکتا۔ جیسے ایک بھڑ کو بھیڑیے کے سامنے باندھ دیا جاوے تو کسی
 دوسرے کے کھیت کی طرف جانا دکنار اس کے سامنے کتنا ہی گھاس کھانے کے لئے ڈالا
 جاوے تو وہ اس کی طرف انگھٹا کر بھی نہیں دیکھے گی کیونکہ ایک خوف جان اس پر غلبہ
 کئے ہوئے ہے۔ پس جبکہ خوف ایک وحشی جانور تک پہنچاتا اثر کر سکتا ہے۔ کہ وہ
 کھانا تک چھوڑ دیتا ہو پھر انسان جب اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے سامنے اسی طرح سمجھے
 اور یقین کرے کہ وہ دیکھتا ہے اور گناہ پر مزا دیتا ہے تو اس یقین کے بعد گناہ کی طرف متوجہ
 نہیں ہو سکتا بلکہ وہ یقین رکھتا ہے کہ وہ مصافحہ کی طرح اس پر گرے گا اور تباہ کر دے گا

پس یہ خوف جو خدا تعالیٰ کو بزرگ و برتر اور قدرت والا ماننے سے پیدا ہوتا ہے اس کو گناہ سے بچانے کا اور یہ سچا ایمان پیدا کئے گا۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ گناہ دو قسم کے ہوتے ہیں۔

کبیرہ و صغیرہ ایک گناہ کبیرہ کہلاتے ہیں۔ جیسے چوری کرنا۔ زنا۔ لٹا کہ وغیرہ مٹے موٹے گناہ کہلاتے ہیں۔ دوسرے صغیرہ جو بلحاظ بشریت کے انسان سے سرزد ہو جاتے ہیں۔ ہاں جو دیکھ انسان اپنے آپ میں بڑا ہی بچتا اور محتاط رہتا ہے۔ مگر بشریت کے تقاضے سے یعنی نامنرا امور اس سے سرزد ہو جاتے ہیں۔ جو دوسری قسم کے گناہ ہیں۔ اسی طرح پرگناہ کے دور ہونے کے بھی دو ذریعے ہیں۔ اول وہ ذریعہ ہے کہ بہت سے گناہ ایسے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے غلبہ خوف کے سبب سے دور ہو جاتے ہیں یعنی استیلا و خوف الہی بھی ایک ایسی شے ہے جو گناہوں کو دور کرتی ہے اور ان سے بچاتی ہے یہ ذریعہ ایسا ہے جیسے پولیس کے خوف سے انسان قانون کی خلاف ورزی سے بچتا ہے۔ پھر دوسرا ذریعہ گناہوں سے بچنے کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر اطلاع پانے کے بعد اس کی محبت بڑھتی ہے اور پھر اس محبت سے گناہ دور ہوتے ہیں۔ ان دونوں ذریعوں سے بھی گناہ دور ہوتے ہیں۔

ایک اور قسم کے لوگ ہیں جو چاہتے ہیں کہ گناہ اُن سے سرزد نہ ہو مگر وہ کچھ ایسے غفلت میں پڑ جاتے ہیں اور بھول جاتے ہیں کہ گناہ ہو ہی جاتے ہیں۔ لیکن یہ امر انسان کی فطرت اور رنگ و ریشہ میں اچھا ہوا ہے کہ وہ شدتِ خوف سے بچتا ہے جیسے میں نے کہا کہ شیر کے سامنے اگر بکری کو ہانڈہ دلوں تو وہ گھاس نہیں کھا سکتی یا حاکم کے سامنے کوئی انسان اکڑ کر کھڑا نہیں ہو سکتا بلکہ وہ اس کے سامنے نہایت عاجزی اور امتیاز سے خاموش کھڑا ہوگا یہ احتیلا اور مجر اور خوف اور حاکم کے رعب اور حکومت کا نتیجہ ہے لیکن یہی نتیجہ محبت سے بھی پیدا ہوتا ہے۔ جب ایک شخص اپنے محسن کے سامنے جاتا

ہے تو وہ اس کے احسان کو یاد کر کے خود بخود نرم اور محتاط ہو جاتا ہے اور ایک جیسا اس کی آنکھوں میں پیدا ہوتا ہے۔ محسن کے ساتھ محبت برضعتی ہے جیسے کوئی شخص کسی کا قرضہ ادا کر دے تو وہ اس سے کس قدر محبت کرتا ہے۔ پھر اس محبت کے تقاضے سے وہ اس کی خلافت ورزی اور خلافت مرضی کننا نہیں چاہتا۔ یہ فرماں برداری اور اطاعت محبت ذاتی سے پیدا ہوتی ہے۔

اسی طرح ہر انسان کو اگر خدا تعالیٰ کے احسانات کا علم ہو جو اس پر اس نے کئے ہیں تو وہ اس کی محبت ذاتی کی وجہ سے گناہوں سے بچے گا اور پھر کوئی تحریک اس طرف نہیں لے جاسکتی اس کی ایسی ہی مثال ہے جیسے کوئی بادشاہ کسی ماں کو حکم دلائے اگر تم اس بچے کو دھک دے گی اور دودھ نہ دو گی یہاں تک کہ اگر وہ بچہ مر بھی جاوے تو تم کو کوئی سزا نہ ملے گی بلکہ ہم انعام دینگے تو وہ ہرگز ہرگز اس کی تعمیل نہ کرے گی اور ایسا کرنا پسند نہیں کرے گی۔ اس لئے کہ اس کی فطرت میں بچہ کے ساتھ محبت کا ایک جوش ہے اور یہ جوش محبت ذاتی کا جوش ہے۔ پس انسان جب خدا تعالیٰ کے ساتھ اس قسم کی محبت کرنے لگتا ہے تو پھر اس سے جو نیکیاں صادر ہوتی ہیں وہ گناہوں سے بچتا ہے تو وہ کسی طمع یا غف سے نہیں بلکہ اسی محبت ذاتی کے تقاضے سے۔

محبت ذاتی کا یہ نشان ہے کہ اگر محبت ذاتی والے کو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ اس کے اعمال کی پاداش میں اس کو بجائے بہشت کے دوزخ ملیگا یا اُسے معلوم ہو کہ اُن پر کوئی نتیجہ مرتب نہ ہوگا اور بہشت دوزخ کوئی چیز ہی نہیں جس کے خوف یا جس کی طمع کے لئے وہ احکام کی بجا آوری کرے تب بھی اس کی محبت میں کوئی فرق نہ آئے گا۔ کیونکہ یہ خوف اور بجا آوری کے پہلوؤں کو دھڑ کر کے فطرت کا رنگ پیدا کرتی ہے۔ محبت ذاتی کا یہ خاصہ ہے کہ جب انسان کے اندر نشو و نما پاتی ہے تو ایک آگ پیدا کر دیتی ہے جو اند کی نجاستوں کو جلا کر صاف کرتی ہے۔ یہ آگ ان نجاستوں کو جلاتی ہے جن کو بیم ورجاء جلا نہ سکتے تھے۔ پس یہ مقام انسان کے لئے تکمیل کا مقام ہے اور اس جگہ تک اسے پہنچنا ضروری ہے۔

پندرت صاحب۔ میں خدا کا مکر نہیں ہوں اور نہ اس کا بندہ ہونے کا منکر۔

حضرت اقدس۔ بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ پر ایمان دو قسم کا ہے ایک وہ ایمان ہے جو صرف زبان تک محدود ہے اور اس کا اثر افعال اور اعمال پر کچھ نہیں۔ دوسری قسم ایمان باندگی ہے کہ عملی شہادتیں اس کے ساتھ ہوں پس جب تک یہ دوسری قسم کا ایمان پیدا نہ ہو میں نہیں کہہ سکتا کہ ایک آدمی خدا کو مانتا ہے۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ ایک شخص اللہ تعالیٰ کو مانتا بھی ہو اور پھر گناہ بھی کرتا ہو۔ دنیا کا بہت بڑا حصہ پہلی قسم کے ماننے والوں کا ہے میں جانتا ہوں کہ وہ لوگ اقرار کرتے ہیں کہ ہم خدا کو مانتے ہیں مگر یہ دیکھتا ہوں کہ اس اقرار کے ساتھ ہی وہ دنیا کی خواہشوں میں مبتلا اور گناہ کی کدورتوں سے آلودہ ہیں۔ پھر وہ کیا بات ہے۔ کہ وہ خاصہ جو ایمان باند کا ہے اس کو حاضر ناظر مان کر پیدا نہیں ہوتا؟ دیکھو۔ انسان ایک ادنیٰ درجہ کے پوٹو پڑے چار کو حاضر ناظر دیکھ کر اس کی چیز نہیں اٹھاتا۔ پھر اس خدا کی مخالفت اور اس کے احکام کی خلاف ورزی میں دلیری اور جرأت کیوں کرتا ہے جس کی بابت کہتا ہے مجھے اس کا اقرار ہے میں اس بات کو مانتا ہوں کہ دنیا کے اکثر لوگ ہیں جو اپنی زبان سے اقرار کرتے ہیں کہ ہم خدا کو مانتے ہیں کوئی پریشکر کہتا ہے کوئی گاڈ کہتا ہے کوئی اور نام رکھتا ہے۔ مگر جب عملی پہلو سے ان کے اس ایمان اور اقرار کا امتحان لیا جاوے اور دیکھا جاوے تو کہنا پڑے گا۔ کہ وہ بڑا دعویٰ ہے جس کے ساتھ عملی شہادت کوئی نہیں۔

انسان کی فطرت میں یہ امر واقعہ ہے کہ وہ جس چیز پر یقین لاتا ہے اس کے نقصان سے بچنے اور اس کے منافع کو لینا چاہتا ہے۔ دیکھو۔ سنکھیا ایک زہر ہے اور انسان جبکہ اس بات کا علم رکھتا ہے کہ اس کی ایک رتی بھی ہلاک کرنے کو کافی ہے تو کبھی وہ اس کو کھانے کے لئے دلیری نہیں کرتا اس لئے کہ وہ جانتا ہے۔ اس کا کھانا ہلاک ہوتا ہے۔ پھر کیوں وہ خدا تعالیٰ کو مان کر ان نتائج کو پیدا نہیں کرتا جو ان باند کے ہیں۔ اگر سنکھیا کے برابر سبب اللہ تعالیٰ پر ایمان ہو تو اس کے جذبات اور جوشوں پر موت وارد ہو جاوے مگر نہیں یہ کہنا پڑے گا کہ نراقول ہی قول ہے۔ ایمان کو یقین کا رنگ نہیں دیا گیا ہے۔ یہ اپنے نفس کو دھوکا دیتا ہے اور دھوکا کھاتا

ہے جو کہتا ہے کہ میں خدا کو مانتا ہوں۔

پس پہلا فرض انسان کا یہ ہے کہ وہ اپنے اس ایمان کو درست کرے جو وہ الٰہ پر رکھتا ہے یعنی اس کو اپنے اعمال سے ثابت کر دکھائے کہ کوئی فعل ایسا اس سے سرزد نہ ہو جو اللہ تعالیٰ کی شان اور اس کے احکام کے خلاف ہو۔

یہ دھوکا جو انسان کو لگتا ہے کہ وہ خدا کو مانتا ہے۔ باوجودیکہ عملی شہادت اس ایمان کے ساتھ نہیں ہوتی۔ درحقیقت یہ بھی ایک قسم کی مرض ہے جو خطرناک ہے۔ مرض دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک مرض مختلف ہوتی ہے۔ یہ وہ ہوتی ہے جس کا درد محسوس ہوتا ہے جیسے درد سر یا درد گردہ وغیرہ۔ دوسری قسم کی مرض مرض مستوی کہلاتی ہے۔ اس مرض کا درد محسوس نہیں ہوتا۔ اور اس لئے مریض ایک طرح اس کے علاج سے قسابل اور غفلت کرتا ہے۔ جیسے مریض کا داغ ہوتا ہے۔ بظاہر اس کا کوئی درد یا کچھ محسوس نہیں ہوتا لیکن آخر کو یہ خطرناک نتائج پیدا کرتا ہے پس خدا پر ایسا ایمان جو عملی شہادتیں ساتھ نہیں رکھتا ہے، ایک قسم کی مرض مستوی ہے۔ صرف رسم و عادت کے طور پر مانتا ہے یا یہ کہ باپ دادا سے سنا تھا کہ کوئی خدا ہے اس لئے مانتا ہے۔ اپنی ذات پر محسوس کہے کہ کب اس نے اللہ کا اقرار کیا ہے یہ اقرار جس دن اس رنگ میں پیدا ہوتا ہے۔ ساتھ ہی گناہوں کی میل کیل کو جلا کر صاف کر دیتا ہے۔ اور اس کے آثار ظاہر ہونے لگتے ہیں جب تک آثار ظاہر نہ ہوں، ماننا نہ مانتا برابر ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ یقین نہیں ہوتا اور یقین کے بغیر ثمرات ظاہر نہیں ہو سکتے۔ دیکھو جن خطرات کا انسان کو یقین ہوتا ہے۔ ان کے نزدیک ہرگز نہیں جاتا مثلاً یہ خطرہ ہو کہ گھر کا شہتیر ٹوٹا ہوا ہے تو وہ کبھی اس کے نیچے جانے اور رہنے کی دلیری نہ کرے گا۔ یا یہ معلوم ہو کہ فلاں مقام پر سانپ رہتا ہے اور وہ رات کو پھر اُٹھ کر رہتا ہے تو کبھی یہ رات کو اُٹھ کر وہاں نہ جائے گا۔ کیونکہ اس کے نتائج کا قطعی اور یقینی علم رکھتا ہے۔ پس اگر خدا کو مان کر ایک پیسہ کے سنگھیا جتنا بھی اثم اور یقین نہیں ہوتا تو سمجھ لو کہ کچھ بھی نہیں مانتا اور اصل یہ ہے کہ ساری خرابی کی جڑ گمان کی کوتاہی ہی ہے۔

پنڈت صاحب۔ میرا اصل منشاد تو یہ ہے کہ خدا کی ہستی پر تو ایمان ہے مگر پھر بھی گناہ ہوتے ہیں۔ حضرت اقدس۔ آپ کیوں کہتے ہیں کہ ایمان ہے۔ ایمان تو انسان کے نفسانی جذبات کو مڑہ کر دیتا ہے اور گناہ کی قوتوں کو سلب کر دیتا ہے۔ آپ کو یہ سوال کرنا چاہیئے کہ گناہ سے بچنے کا کیا علاج ہے۔ میں یہ کبھی نہیں مان سکتا کہ ایمان بھی ہو اور گناہ بھی ہو۔ ایمان روشنی ہے اس کے سامنے گناہ کی ظلمت رہ نہیں سکتی۔ بھلا یہ کبھی ہو سکتا ہے کہ دن بھی چڑھا ہوا ہو اور رات کی تاریکی بھی بدستور موجود ہو۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ پس اصل سوال یہ رہ جاتا ہے کہ گناہ سے کیونکر بچیں۔ اس کا علاج وہی ہے جو میں نے بیان کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر سچا ایمان پیدا ہو۔ پنڈت صاحب۔ بیشک میرا یہ کہنا کہ خدا کو مانتا ہوں اپنے آپ کو دھوکا دینا ہے۔

حضرت اقدس۔ پس یہی اصل بات ہے جسٹک عملی شہادتیں ساتھ نہ ہوں۔ یہ نفس کا دھوکا ہے جو کہتا ہے کہ مانتا ہوں۔ سچا ایمان گناہ کو باقی نہیں رہنے دیتا۔ اور سچا ایمان کیونکر پیدا ہوتا ہے۔ آپ یاد رکھیں جو مریض طبیب کے پاس جاتا ہے تو طبیب اس کی مرض کو تشخیص کر کے ایک علاج اس کا بتا دیتا ہے۔ اس کا فرض ہے کہ وہ بیمار کو متنبہ کر دے۔ علاج کرنا نہ کرنا یہ مریض کا اپنا اختیار ہے۔ وہ یہ بتا دے گا کہ داغ لگانے کی جگہ ہے تو داغ دو۔ یا جھوک لگاؤ وغیرہ یعنی جو علاج ہو وہ بتا دے گا۔ اسی طرح پر ہم اصل علاج بتا دیتے ہیں کرتا نہ کرنا ہر شخص کے اپنے اختیار میں ہے۔

پس اصل بات یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ ان آنکھوں سے نظر نہیں آتا اور نہ ان حواس سے ہم اس کو محسوس کر سکتے ہیں کیونکہ اگر وہ ان محسوسات میں سے ہوتا۔ جن کے لئے یہ حواس ہیں تو بے شک وہ نظر آ جاتا یا محسوس ہو سکتا مگر ان حواس میں سے کوئی حق اس کے لئے بکار نہیں۔ اس کی شناخت کے خاص وسائل ہیں اور اور حواس ہیں جو حکیموں، برہمنوں اور فلاسفوں نے بھلے خود کو گریں ماری ہیں لیکن وہ سب غلطیوں میں مبتلا ہیں اور وہ ایمان جو انسان کی زندگی میں ایک حیرت انگیز تبدیلی پیدا کر دیتا ہے اُن کو نصیب نہیں ہوا۔ جب خود ان کی یہ حالت

ہے تو وہ دوسروں کے لئے ہادی اور رہنما کیونکر ہو سکتے ہیں جو خود مشکلات میں مبتلا ہیں۔ اور جن کو خود سکینت اور اطمینان نہ ہو وہ اوروں کے لئے کیا اطمینان کا موجب ہوں گے۔ اس سلسلہ کی راہ کے چراغ دراصل انبیاء علیہ السلام ہیں۔ پس جو شخص چاہتا ہے کہ وہ نور ایمان حاصل کرے اس کا فرض ہے کہ اس راہ کی تلاش کرے اور اس پر چلے بدوں اس کے ممکن نہیں کہ معرفت اور سچا گیان مل سکے جو گناہ سے بچاتا ہے اور ہر ایک شخص فیصلہ کر سکتا ہے کہ کس شے کا اتباع اس وقت حقیقی ایمان اور گیان پیدا کر دیتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ جب انسان سچائی پر قدم مارنے لگتا ہے تو اس کو مشکلات اور ابتلا پیش آتے ہیں۔ برادری اور قوم کا ڈر اسے دھمکتا ہے لیکن اگر وہ فی الحقیقت سچائی سے پیار کرتا ہے اور اس کی تقدیر ہے۔ تو وہ ان ابتلاؤں سے نکل جاتا ہے ورنہ ابتلا اس کا نفاق ظاہر کر دیتا ہے۔ مومن کے لئے ضروری ہے کہ وہ دیوانہ بنے کسی تنگ و مدار کی سچائی کے لئے پروانہ نہ کرے۔ جب تک وہ ان قیود کا پابند ہے وہ مومن نہیں ہو سکتا۔

از عمل ثابت کن آں نورے کہ در ایمان تست

دل جو ہادی یوسفی را راہ کنھاں را گوئی

(الحکمہ جلد ۷ نمبر ۱ صفحہ ۴۴ تا ۶ مورخہ ۱۰ جنوری ۱۹۳۵ء)

۲۷ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز شنبہ

دربار دہلی پر میموریل کی اشاعت

ظہر کے وقت حضرت اقدس تشریف لائے تو مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔

نے عرض کی کہ حیدر دہلی پر جو میموریل معانہ کرنا ہے وہ طبع ہو کر آگیا ہے۔ حضور نے

حکم دیا کہ

اسے کثرت سے تقسیم کیا جائے کیونکہ اس سے ہماری جماعت کی عام شہرت ہوتی ہے

اور ہمارے اصولوں کی واقفیت اعلیٰ حکام کو ہوتی ہے اور اس کی اشاعت ہوتی ہے۔

ایک پادری کی کتاب حضرت مسیح موعود کے دعویٰ کے متعلق

عصر کے وقت حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے تو آپ کو خبر دی گئی کہ ایک پادری صاحب بنام گرسفورڈ نے ایک کتاب اپنے زعم میں آپ کے دعویٰ کی تردید میں لکھی ہے اس کا نام رکھا ہے "میرزا غلام احمد قادیان کا مسیح اور مہدی" مگر حضور کے دعویٰ اور دلائل کو خوب مفصل بیان کیا ہے اور اس کی اشاعت امریکہ میں بہت کی گئی ہے۔ اس پر ذکر ہوتا رہا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک اشاعت کا ذریعہ بنایا ہے۔ اس کی دہی مثال ہے ۔

عدد شود سبب خیر گر خدا خواند

حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ

پھر تو ہم کو بھی ضرور لکھنا چاہیے جب انہوں نے بطور ہدیہ کے کتاب ہمیں بھیجی۔ تو ہمیں بھی ہدیہ بھیجنا چاہیے۔ یہ خدا تعالیٰ کے کام ہیں۔ مخالفوں کی توہر سے بہت کام بنتا ہے۔ میں نے آزمایا ہے کہ جہاں مخالف ملوکر کھاتا ہے وہاں ہی ایک بڑی حکمت کی بات ہوتی ہے۔

جو بات سمجھ نہ آئے دریافت کر لینی چاہیے

حسب دستور حضرت اقدس قبل از نماز عشاء تشریف لائے۔ ایک خادم کی نسبت ایک شخص کو غلط فہمی ہوئی تھی کہ اس نے نعوذ باللہ حضرت کے کسی فعل پر اعتراض کیا ہے کہ ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ جب اس بیچارے کو خبر ہوئی تو اس نے مولانا مولوی عبد الکریم صاحب کی خدمت میں آکر اصل واقعہ بتلویا اور عرض کی کہ راوی کو غلط فہمی ہوئی ہے ورنہ میرا وہاں ہے کہ حضور کا ہر ایک فعل، فعل الہی ہے جس پر اعتراض کرنا سخت درجہ کا کفر اور منکروہ

ہے۔ مولانا مولوی عبدالکريم صاحب نے اُٹھ کر اصل واقعہ حضرت اقدس کی خدمت میں گذارش کیا اور خود اُس خادم نے بھی عرض کی ہیں پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ اوائل میں جماعت میں ایسی بات ہوا کرتی ہے۔ اسی طرح جب پیغمبر خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) مدینہ میں تشریف لائے تھے تو آپ نے کچھ زمین ایک صحابی سے خریدنی چاہی تو اُس نے کہا۔ کہ میں نے اپنے لوگوں کے لئے رکھی ہے حالانکہ سب کچھ تو آپ کے ہاتھ پر فروخت کر چکا ہوا تھا آخر وہی اصحاب تھے کہ جنہوں نے سب دینی ضرورتوں کو مقدم رکھا اور اپنی جانوں تک کو قربان کر دیا۔ ہماری جماعت کو چاہیئے کہ ہمیشہ خیال رکھے کہ بعض امور تو سمجھ میں آسکتے ہیں اور بعض نہیں آسکتے تو جو سمجھ میں نہ آیا کریں ان کو پس پشت نہ کیا جاوے وہ دریافت کر لینے چاہئیں۔ یہی اسی کا نام ہے وہ نہ ضبط اعمال ہو جاتا ہے۔ یہ ہمارا معاملہ اور کاروبار سب خدا کا ہے ہمارے نفس کو اس میں دخل نہیں۔ ہم نے اس خطا کو بخشا اور معاف کیا۔

(البدیع جلد اول نمبر ۱۱ موزع ۱۹ جنوری ۱۹۵۲ء)

۲۸ دسمبر ۱۹۵۲ء بروز یکشنبہ

ایک کرکٹ کھیلنے والے کو چوٹ اور حضور کا ارشاد

ظہر کے وقت مولوی عبدالکريم صاحب نے ایک احمدی بھائی کی طرف حضرت اقدس کی توجہ دلائی کہ جن کے دانت میں کرکٹ کھیلنے میں ضرب آگئی تھی اور نیچے کال بالکل پھٹ گیا تھا۔ حضرت اقدس نے فرمایا

تعجب ہے کہ دیدہ دانستہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا جاتا ہے۔ اس جگہ کی یہ تعلیم نہیں ہے کہ ہر ایک قسم کے شر اور بدعت میں اپنے آپ کو ڈالا جائے بلکہ یہ ہے کہ ہر ایک ہلاکت کی راہ سے پرہیز کیا جائے۔ لیاقت علمی اور شے ہے کیا اگر انسان کو کوئی کھیل نہ آتی ہو تو اس کی لیاقت میں فرق آوے گا۔ جن لوگوں کی یہ کھیل ایجاد ہے وہ تو مست ہیں ان کو تعلق جان

کی پروا نہیں مگر ہمیں تو پروا ہے۔

تعبیر رویا میں ناموں کا بڑا دخل ہے

مغرب و مشرق کے درمیان چند ایک احباب نے اپنی اپنی رویا سنائیں۔ ناموں کی نسبت

آپ نے فرمایا کہ

خوابوں میں ناموں کے الفاظ پر بڑا دار و مدار ہوتا ہے۔ تفاعل کے واسطے ہمیشہ نام کے

معانی کی طرف غور کرنا چاہیئے۔ بلکہ سلسلہ نہ دیکھے نام کو دیکھ لے۔

خواب میں دشمن سے بھاگنے کی تعبیر فتح

خواب میں دشمن سے بھاگنا۔ اس پر فرمایا کہ

اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ دشمن پر فتح ہوگی۔ اس کی نظیر میں معبروں نے موسیٰ

علیہ السلام کے قصہ کو پیش کیا ہے کہ موسیٰ جو فرعون سے بھاگے وہ دشمن تھا۔ انجام کار آپ

ہی فرعون پر غالب آئے۔

(البدر جلد اول نمبر ۱۱ مورخہ ۹ جنوری ۱۹۰۳ء)

۲۸ دسمبر ۱۹۰۲ء

غیر معمولی ملاقات

قبل دوپہر حضرت اقدس علیہ السلام کے حضور بعض احباب کو شرف قدمبوسی حاصل ہوا۔

جناب ابو سعید عرب صاحب نے اپنے بعض احباب کا تذکرہ کیا اور گونہ افسوس ظاہر

کیا کہ ان کو اس سلسلہ کی آگاہی اور اطلاع نہیں۔ حضرت حجتہ اللہ نے اس تحریک پر

ایک مختصر سی تقریر فرمائی۔ ہم بعد میں پہنچے تھے۔ تاہم ابھی سلسلہ تقریر شروع ہی ہوا تھا

ہم نے ایسی طرز پر اس کو قلب بند کیا ہے کہ سلسلہ ناتمام نظر نہ آتیگا۔ انشاء اللہ العزیز و الوہاب (مکمل)

دنیا دار الجب ہے

فسیلا۔

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو دار الجب رکھا ہے کچھ چھپایا ہے کچھ ظاہر کیا ہے۔ اس نے دنیا میں اپنے نبی اور رسول بھیجے مگر اپنا منہ چھپایا۔ اس نے کتابیں اور شریعتیں نازل کیں مگر کسی نے ان کتابوں کو اُترتے ہوئے نہیں دیکھا۔ نبیوں کی معرفت پیشگوئیاں کیں بعض ان میں سے پوری ہو گئیں اور کچھ باقی رہ گئیں۔ وہ لوگ جن کی نظر دنیا کی سطح سے اوپر نہیں جاتی۔ انہوں نے ان باتوں کو دیکھ کر اعتراض کیا اور کہہ دیا کہ فلاں بات پوری نہیں ہوئی۔ مگر انہیں اللہ تعالیٰ کی اس سُنّت پر اطلاع نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا کیوں کیا؟ کہ تائیدان داروں اور جلد بازوں میں اتنی اڑ ہو۔ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ اُسے جو کچھ قیامت کو کرنا ہے۔ وہ اسی دنیا میں کر کے دکھا سکتا ہے کیونکہ وہ علیٰ کل شئی پُر قدرت ہے۔ مگر پھر ایمان رہا نہ رہتا اور نہ اس کے ثمرات میسر ہوتے جو لوگ ایمان کی حقیقت سے ناواقف ہیں۔ اور اس کو نہیں سمجھ سکتے۔ وہ ایسے اعتراض کرتے ہیں۔ ایمان کی حقیقت کچھ نہ کچھ مخفی رہنا ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے۔ **مَنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ** دو نافرین اسی سے بنتے ہیں سعید جلد بازی نہیں کرتے بلکہ حسن ظن اور صبر سے کام لے کر ایمان لاتے ہیں۔ اور جو شقی ہوتے ہیں۔ وہ جلد بازی سے کام لے کر اعتراض کرتے ہیں۔ جو لوگ منہاج نبوت کو نہیں چھوڑتے وہ بھڑک کر نہیں کھاتے اور کوئی ایسا اعتراض نہیں کرتے۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ مجھ پر کوئی ایسا اعتراض نہیں ہو سکتا جو پہلوں پر نہ ہوا ہو۔ جو کوئی مجھ پر اعتراض کرے گا وہ دین سے خارج ہو کر اعتراض کرے گا۔

عرب صاحب نے حضرت حجۃ اللہ کے جذب کا تذکرہ کیا اور کہا کہ میں **سَلَامٌ** میں لاہور آیا جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے مجھے ایک کتاب آپ کی تصدیق میں اور ایک مولوی نے آپ کی تردید میں دی۔ مگر میں نے دونوں دیں کسی کو دے دیں اور پر دانہ کی۔ مجھے

کہا گیا کہ قادیان آؤں مگر میں نہ آیا اور اب خدا کی شان ہے کہ وہ اس قدر فاصلہ (رنگون) سے مجھے لایا اور اس قدر خوش کثیر کے بعد مجھے آنا پڑا۔

معرفت الہی سے نماز میں ذوق پیدا ہوتا ہے

عرب صاحب نے عرض کیا کہ میں نماز پڑھتا ہوں مگر دل نہیں ہوتا۔ فرمایا۔

جب خدا کو پہچان لو گے تو پھر نماز ہی نماز میں رہو گے۔ دیکھو یہ بات انسان کی فطرت میں ہے کہ خواہ کوئی ادنیٰ سی بات ہو جب اس کو پسند آجاتی ہے تو پھر دل خواہ خواہ اس کی طرف کھنچا جاتا ہے۔ اسی طرح جب انسان اللہ تعالیٰ کو شناخت کر لیتا ہے۔ اور اس کے حسن و احسان کو پسند کرتا ہے تو دل بے اختیار ہو کر اسی کی طرف دوڑتا ہے۔ اور بے ذوقی سے ایک ذوق پیدا ہو جاتا ہے۔ اصل نماز وہی ہے جس میں خدا کو دیکھتا ہے۔ اس زندگی کا مزا اسی دن آسکتا ہے جبکہ سب ذوق اور مشوق سے بڑھ کر جو خوشی کے سامانوں میں مل سکتا ہے۔ تمام لذت اور ذوق دعا ہی میں محسوس ہو۔ یاد رکھو کوئی آدمی کسی موت و حیات کا ذمہ دار نہیں ہو سکتا۔ خواہ مات کو موت آجاوے یا دن کو۔ جو لوگ دنیا سے ایسا دل لگاتے ہیں کہ گویا کبھی مرنا ہی نہیں وہ اس دنیا سے نامراد جاتے ہیں وہاں ان کے لئے خزانہ نہیں ہے جس سے وہ لذت اور خوشی حاصل کر سکیں

جہنم و جنت کی حقیقت | انسان جس لذت کا خوگرفتہ اور عادی ہو جب وہ اس سے چھوڑائی جانے کو وہ ایک دکھ اور درد محسوس کرتا ہے اور یہی جہنم ہے۔ پس جبکہ ساری لذتیں دنیا کی چیزوں میں محسوس کرنے والا ہو تو ایک دن یہ ساری لذتیں تو چھوڑنی پڑیں گی پھر وہ سیدھا جہنم میں جاوے گا۔ لیکن جس شخص کی ساری خوشیاں اور لذتیں خدا میں ہیں۔ اس کو کوئی دکھ اور تکلیف محسوس نہیں ہو سکتی۔ وہ اس دنیا کو چھوڑتا ہے تو سیدھا بہشت میں ہوتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ دل اللہ کے اختیار میں ہے وہ جس وقت چاہتا ہے دل میں یہ بات ٹل دیتا ہے اور اس کو سمجھ آ جاتی ہے کہ سچا سرور اور خوشحالی اس میں ہے کہ خدا کو پہچانا جائے۔ دیکھو میں اس وقت یہ بات تو کر رہا ہوں مگر میرے اختیار میں یہ بات نہیں ہے کہ دلوں تک اس کو پہنچا بھی دوں یہ خدا ہی کا کام ہے جو دلوں کو زندہ کرتا ہے اور بیدار کرتا ہے۔ باقی تمام تجارح آنکھ، ہاتھ وغیرہ ایسے ہیں جو انسان کے اختیار میں ہیں۔ مگر دل اس کے اختیار میں نہیں ہے۔ اس وقت تک اپنے آپ کو مسلمان نہیں سمجھنا چاہیے جب تک دل مسلمان نہ ہو جاوے اور دل مسلمان نہیں ہوتا جب تک وہ لہو و لہجے لذت حاصل کرتا ہے۔ اس کے مسلمان ہونے کا وہی وقت ہے جب وہ دنیوی حیثیت سے دل برداشتہ ہو گیا ہے اور دنیا کی لذتیں اور خوشیاں ایک تلخی کا رنگ دکھائی دیتی ہیں جب یہ حالت ہو تو پھر انسان اپنے آپ کو مشاہدہ کرتا ہے کہ میں وہ نہیں رہا ہوں بلکہ اور ہو گیا ہوں۔ پھر دل میں ایک کشش پاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں لذت حاصل کرتا ہے اور ایسی محبت اسے نماز سے ہو جاتی ہے جیسے کسی اپنے عزیز کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے یہ ہے اصل جڑہ ایمان کی۔ مگر یہ انسان کے اپنے اختیار میں نہیں ہے۔ ہم اس بات کا نمونہ نہیں بتا سکتے اور نہ الفاظ میں اس کو سمجھا سکتے ہیں کیونکہ الفاظ حقیقت کے قائم مقام نہیں ہوتے۔ اس لئے جب یہ حالت آتی ہے تو پھر انسان اپنی گذشتہ زندگی پر حسرت و افسوس کرتا ہے کہ وہ یونہی ضائع ہو گئی کیوں پہلے ایسی حالت مجھ پر نہ آئی۔

نماز کیا ہے

نماز کیا چیز ہے۔ نماز اصل میں رب العزۃ سے دعا ہے جس کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا اور نہ عافیت اور خوشی کا سامان مل سکتا ہے جب خدا تعالیٰ اس پر اپنا فضل کرے گا اس وقت اسے حقیقی سرور اور راحت ملے گی۔ اس وقت سے اس کو نمازوں میں لذت اور ذوق آنے لگے گا۔ جس طرح لذیذ غذاؤں کے کھانے سے حرا آتا ہے۔

اسی طرح پھر گریہ و بکا کی لذت آئے گی اور یہ حالت جو نماز کی ہے پیدا ہو جائے گی۔ اس سے پہلے جیسے کڑوی دوا کو کھاتا ہے تاکہ صحت حاصل ہو۔ اسی طرح اس بے ذوق نماز کو پڑھنا اور دعائیں مانگنا ضروری ہیں۔ اس بے ذوق کی حالت میں یہ فرض کر کے کہ اس سے لذت اور ذوق پیدا ہو۔ یہ دعا کرے

نماز میں لذت و ذوق حاصل کرنے کی دعا

کہ اے اللہ تو مجھے دیکھتا ہے کہ میں کیسا اندھا اور نابینا ہوں اور میں اس وقت بالکل محرومہ حالت میں ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ تھوڑی دیر کے بعد مجھے آواز آئے گی تو میں تیری طرف آجاؤں گا اس وقت مجھے کوئی روک نہ سکے گا۔ لیکن میرا دل اندھا اور ناشناسا ہے تو ایسا شغلہ ٹور اس پر نازل کر کہ تیرا انس اور شوق اس میں پیدا ہو جائے۔ تو ایسا فضل کر کہ میں نابینا نہ اٹھوں اور اندھوں میں نہ جا ملوں۔

جب اس قسم کی دعا مانگے گا اور اس پر دوام اختیار کرے گا۔ تو وہ دیکھے گا۔ کہ ایک وقت اس پر ایسا آئے گا کہ اس بے ذوق کی نماز میں ایک چیز آسمان سے اس پر گرے گی۔ جو رقت پیدا کر دے گی۔

خدا کو علو سے نسبت ہے پستی سے نہیں

عرب صاحب نے عرض کیا کہ خدا آسمان پر ہے۔ فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مالک ہے۔ لَہُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی لہ

اس نے اپنے آپ کو علو ہی سے منسوب کیا ہے۔ پستی کی طرف اس کو منسوب نہیں کر سکتے سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰیہٗ علو کو ہم مشاہدہ کرتے ہیں اور کشفی صورتوں میں آسمان سے فرنازل ہوتا ہوا دیکھا ہے۔ ہم اس کی گنہہ اور کیفیت نہ بیان کر سکیں۔ مگر یہ سچی بات ہے کہ اس

کو علوی سے تعلق ہے۔ بعض امور آنکھوں سے نظر آتے ہیں اور بعض نہیں۔ ہر صحت میں فلسفہ کام نہیں آتا۔ پس اصل بات یہی ہے کہ ایک وقت ایسی حالت انسان پر آتی ہے کہ وہ محسوس کرتا ہے کہ آسمان سے اس کے دل پر کچھ گرا ہے جو اسے رقیق کر دیتا ہے۔ اس وقت نیکی کا بیج اس میں بویا جائے گا۔

(الحکم جلد ۱، نمبر ۱، صفحہ ۱۱، مورخہ ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء)

۲۹ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز دوشنبہ

مغرب اور عشاء کے درمیان حضور تشریف لائے تو آکر فرمایا۔
روزے ایک یا دو اب رہ گئے ہیں۔ بڑی آسانی سے گزر گئے۔

بوقت ضرورت جمع صلوٰتین

ایک صاحب نے ذکر کیا کہ ان کا ایک افسر سخت مزاج تھا۔ روگنی نمازیں کنٹر نہیں
رہتیں ہوا کرتا تھا۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ

خدا تعالیٰ نے شراقتوں کے وقت جمع صلوٰتین رکھا ہے۔ نہرو عصر کی نمازیں ایسی
حالت میں جمع کر کے پڑھ لیں۔

بعض انگریز حکام کی قدر شناسی پر فرمایا کہ

نمانہ بدل گیا ہے اور پنجابیوں کے ساتھ انگریزوں کی ساری قوم کا حسن ظن ہے۔
اور بعض ایسے انگریز ہوتے ہیں کہ ان کا ارادہ ہوتا ہے کہ ماتحت کو فائدہ پہنچا دیں تاکہ
وہ ان کو یاد رکھے۔

مصر میں تبلیغ

ایک احمدی جاکو جلتے ہوئے کچھ عرصہ مصر میں مقیم رہے اور ابھی تک وہیں ہیں

اور حضرت اقدس کی کتب کی اشاعت کر رہے ہیں۔ انہوں نے لکھا تھا کہ اگر حکم ہو تو میں اس سال حج ملتوی رکھوں اور مجھے اور کتب ارسال ہوں تو ان کی اشاعت کروں۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ

اُن کو لکھ دیا جاوے کہ کتابیں روانہ ہوں گی ان کی اشاعت کے لئے مصر میں قیام کریں اور حج الشارعیہ پھر اگلے سال کریں (من اطاع الرسول فقد اطاع الله)

روحانی سیر کی طرف متوجہ ہوں

ابو سعید صاحب عرب کو کمال شوق دلی کے جلسہ کا تھا کہ وہاں کی رونق دیکھیں۔ چنانچہ انہوں نے اجازت بھی چاہی تھی اور حضرت اقدس نے اجازت دے بھی دی تھی مگر یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ دعائے استعاذہ کر لو۔ چنانچہ دعا سے پھر ایسے اسباب پیدا ہوئے کہ عرب صاحب دلی جانے سے ڈک گئے اور اب بھی یہاں ہی ہیں۔ حضرت اقدس نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ

فرمائیے۔ اب دلی جانے کا خیال ہے یا نہیں؟

عرب صاحب نے جواب میں عرض کیا کہ حضور اب تو بالکل جانے کو دل نہیں چاہتا۔ حضور نے فرمایا کہ

اب دوسری سیروں کو چھوڑ کر روحانی سیروں کی طرف متوجہ ہو جاویں۔ یہ آپ کی سعادت کی علامت ہے کہ اتنی دور سے اس جلسہ کے واسطے آئے اور یہاں ٹھہر گئے اور اس قدر مقابلہ نفس کا کیا۔ ہر ایک کو یہ طاقت نہیں ہوتی کہ جذب نفس کے ساتھ کشتی کریں۔ آپ نے جن کو وہاں جا کر دیکھتا تھا۔ ان کی صورتیں انسانوں کی ہی ہوں گی۔ مگر دل کا کیا پتہ کہ وہ بھی انسانوں کے ہوں گے یا نہیں۔ لوگ باوجود اس کے کہ ابتلاؤں میں مبتلا ہیں مگر گمراہان کے دماغ سے نہیں گیا۔ ہم سے تسخیر وغیرہ اسی طرح ہے۔ اور دلی والے پنجابیوں

کو تو بیل کہتے ہیں (جس کے معنے پنجابی میں ٹھگا ہے) ان کے خیالوں میں صرف دنیا کی زندگی ہے مگر جو لوگ ہر دینوں کے نگ میں لڑتے ہیں ان کو پاک عقل نہیں ملتی۔

• (البتداء جلد اول نمبر ۱۱ موزع ۱۹ جنوری ۱۹۰۳ء)

۳۱ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز چہار شنبہ

مغرب اور مشار کے درمیان حضور علیہ السلام نے مجلس فرمائی۔

نماز جمعہ کیلئے تین آدمی ہونا ضروری ہیں

ایک صاحب نے بذلیہ خط استفسار فرمایا تھا کہ وہ صرف اکیلے ہی اس مقام پر حضرت اقدس سے بیعت ہیں جمعہ تنہا پڑھ لیا کریں یا نہ پڑھا کریں۔ حضرت نے فرمایا کہ

جمعہ کے لئے جماعت کا ہونا ضروری ہے۔ اگر دو آدمی مقتدی اور تیسرا امام اپنی جماعت کے ہوں تو نماز جمعہ پڑھ لیا کریں و الا نہ رسوائے احمدی احباب کے دوسرے کے ساتھ حجت اور جمعہ جائز نہیں)

آپ شہرت پسند نہ تھے

ایک صاحب نے عرض کی حضور نے جہلم تازخ مقدمہ لڑ جانا ہے۔ اگر اعزاز ہو تو اشتہار دیدیا جائے۔ تاکہ ہر ایک اسٹیشن پر لوگ نیارت کے لئے آجائیں۔ فرمایا کہ جو ہمیں ملنے والے ہیں وہ تو اکثر آتے جلتے رہتے ہیں۔ اور جو لوگ جماعت میں داخل نہیں ہیں۔ ان کے لئے سرور خریدنے سے کیا فائدہ ہمیری طبیعت کے یہ امر بظاہر ہے۔ اگر وہ اہل ہوتے تو خود یہاں آتے۔ اب اس طرح ان سے ملاقات تو وقت کا ضائع کرنا ہے۔

خلق اور خلق کے معنی

ایک نووارد نے عرض کی کہ حضرت خلق کے کیا معنی ہیں۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ

خلق اور خلق دو لفظ ہیں۔ خلق تو ظاہری حسن پر بولا جاتا ہے اور خلق باطنی حسن پر بولا جاتا ہے۔ باطنی قوی جس قدر مثل عقل، فہم، سخاوت، شجاعت، غضب وغیرہ انسان کو دیکھے گئے ہیں بدن سب کا نام خلق ہے اور علوم انسانی میں آج کل جسے خلق کہا جاتا ہے جیسے ایک شخص کے ساتھ تکلف کے ساتھ پیش آنا اور تصنع سے اس کے ساتھ ظاہری طور پر بڑی شیریں الفاظی سے پیش آنا تو اس کا نام خلق نہیں بلکہ نفاق ہے۔

خلق سے مراد یہ ہے کہ اندرونی قوی کو اپنے اپنے مناسب مقام پر استعمال کیا جائے جہاں شجاعت دکھانے کا موقع ہو وہاں شجاعت دکھاوے۔ جہاں صبر دکھانا ہے۔ وہاں صبر دکھائے جہاں انتقام چاہیے وہاں انتقام لے۔ جہاں سخاوت چاہیے وہاں سخاوت کرے۔ یعنی ہر ایک محل پر ہر ایک قوی کو استعمال کرے نہ گھٹایا جائے نہ بڑھایا جائے۔ یہاں تک کہ عقل اور غضب بھی جہاں تک کہ اس سے نیکی پر استقامت کی جاوے۔ خلق ہی میں داخل ہے۔ اور صرف ظاہری حواس کا نام ہی حواس نہیں ہے بلکہ انسان کے اندر بھی ایک قسم کے حواس ہوتے ہیں۔ ظاہری حواس تو حیوانوں میں بھی ہوتے ہیں۔ مثلاً اگر ایک بکری گھاس کھا رہی ہے اور دوسری بکری آجائے تو پہلی بکری کے اندر یہ ارادہ پیدا نہ ہوگا کہ اسے بھی ہمدردی سے گھاس کھانے میں شریک کرے۔ اسی طرح شیر میں اگرچہ زور اور طاقت تو ہوتی ہے مگر ہم اُسے شجاع نہیں کہہ سکتے کیونکہ شجاعت کے واسطے محل اور بے محل دیکھنا بہت ضروری ہے۔ انسان اگر جانتا ہے کہ مجھ کو فلاں شخص سے طاقت مقابلہ کی نہیں ہے یا اگر میں وہاں جاؤں گا تو قتل ہو جاؤں گا تو اس کا دماغ نہ جانا ہی شجاعت میں داخل ہے اور پھر اگر محل اور موقع کے لحاظ سے مناسب دیکھے کہ میرا وہاں جانا ضروری ہے۔ خواہ

جہاں غلو میں پڑتی ہو۔ تو اس مقام پر جانے کا نام شجاعت میں داخل ہے۔ جاہل آدمیوں سے جو بعض وقت بہادری کا کام ہوتا ہے۔ حالانکہ ان کو محل بے محل دیکھنے کی تمیز نہیں ہوتی اس کا نام تہور ہوتا ہے کہ وہ ایک طبعی جوش میں آجاتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ یہ کام کرنا چاہیئے تھا کہ نہیں۔ غرضیکہ انسان کے نفس میں یہ سب صفات مثل صبر، سخاوت، انتقام، ہمت، بخل، عدم بخل، حسد، عدم حسد ہوتی ہیں اور ان کو اپنے محل اور موقع پر صرف کرنے کا نام خُشَلُقی ہے۔ حسد بہت بُری بات ہے لیکن جب موقع کے ساتھ اپنے مقام پر رکھا جاوے تو پھر بہت عمدہ ہو جاوے گا۔ حسد کے معنی ہیں۔ دوسرے کا زوالِ نعمت چاہنا لیکن جب اپنے نفس سے بالکل محو ہو کر ایک مصلحت کے لئے دوسرے کا زوال چاہتا ہے تو اس وقت یہ ایک محمود صفت ہو جاتی ہے جیسے کہ تم تسلیم کا زوال چاہتے ہیں۔

ملانک اور شیطان کا عقلی ثبوت

انسان کے اندر دو ملکہ خدا تعالیٰ نے رکھے ہیں۔ ایک فرشتہ اور ایک شیطان۔

نوراد صاحب نے سوال کیا کہ فرشتہ اور شیطان کا عقلی ثبوت کیا ہے حضرت اقدس

نے فرمایا کہ

آپ کے قویٰ میں کبھی نیکی کی طرف اور کبھی بدکاری کی طرف تحریک ہوتی ہے یا نہیں؟

نوراد صاحب نے کہا کہ ہاں۔ پھر فرمایا کہ

کبھی بھوکے انسان کو دیکھ کر رحم بھی آجاتا ہے اور رحم کی تحریک ہوتی ہے۔

نوراد صاحب نے کہا کہاں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ

جب تحریک ہوتی ہے تو محرک کوئی اندر ہے جو تحریک کرتا ہے کیونکہ تحریک کے لئے

محرک کا ہونا ضروری ہے اور انسان خود اس کا محرک نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ حالۃً بافعال میں

ہے تو پھر فاعل کیسے ہوگا (کیونکہ تحریک کا عمل اس پر ہوتا ہے۔ اس لئے انسان مفعول ہے)۔

تو اس یحییٰ کے محرک کو ہم فرشتہ اور بدی کے محرک کو شیطان کہتے ہیں۔ شریعت کا علم بہر حال ہم سے بڑھ کر ہے جن امور کے ہم زیر اثر ہیں شریعت نے ان کی تفصیل کر دی ہے تو کیا وجہ ہے کہ ہم نہ مانیں۔ یہ سب کچھ انسان کو محسوس ہوتا ہے اور ابھی آپ نے تسلیم کیا ہے۔ اسی طرح مرنے کے بعد ایک شے رہتی ہے۔ آپ اُسے مانتے ہیں۔ اُس کا نام رُوح ہے۔ اسے علم بھی ہوتا ہے۔ انسان کتاب یاد کرتا ہے۔ اگر اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے تو اس کے علم میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اس سے ثابت ہے کہ علم رُوح کی صفت ہے نہ کہ جسم کی۔ ورنہ ضرور تھا کہ ہاتھ کاٹنے سے اس کے علم میں فرق آجاتا۔ اب ایک دوسرے جو کہ رُوح کا قائل نہیں ہے اس کے نزدیک تو پھر جسم کا حصہ کاٹنے سے علم کا کچھ حصہ ضرور جاتا رہتا۔ اگر کہو کہ مجنون بھول جاتا ہے تو یہ بات غلط ہے۔ مجنون ہرگز بھولتا نہیں ہے بلکہ ہر ایک شے کا علم اس کے اندر مخفی ہوتا ہے جب اس کے جنون کی اصلاح ہو تو فوراً وہ علم آجاتا ہے جیسے آگ پتھر میں مخفی ہوتی ہے کہ رگڑ سے تو ظاہر ہوتی ہے وہ نہ نہیں۔ یہی حال مجنون کا ہوتا ہے۔ ہم خود دیکھتے ہیں کہ ایک بات کرتے کرتے ایک لفظ ایسا وقت پر بھول جاتا ہے کہ ہر چند اس وقت یاد کریں مگر یاد نہیں آتا پھر دوسرے وقت خود ہی یاد آجاتا ہے (گویا ایک وقت ہر ایک بات کا علم نہ ہونے سے اس بات کا عدم علم ہرگز ثابت نہیں ہوتا) تو مخفی ہونا اور شے ہے اور محو اور نابود ہونا اور شے ہے۔ اب سچل کے فلسفی لوگ ان باتوں میں سے بعض کو تو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے (تو اب جیسی غیر مرنی شے خدا اور رُوح ہے ویسے فرشتے ہیں) مگر فرشتوں کو نہیں مانتے تو یہ اُن کی حماقت ہے۔ پھر جو رُوح کو مانتے ہیں کیا ہمیں دکھلا سکتے ہیں کہ رُوح کیا شے ہے۔ انسان اگر مرتا ہے تو خواہ اُسے کسی لوہے کے قالب میں ہی بند کر دیں کہ جس میں ہوا کا بھی دخل نہ ہو۔ مگر پھر بھی مرتے وقت کوئی ایسی شے نظر نہ آوے گی کہ ہم کہیں کہ اسی کا نام رُوح ہے۔ اور کہاں سے جان نکلتی ہے۔ پھر اسی طرح اٹکے میں کیا بتا سکتے ہیں کہ کہاں سے داخل

ہوتی ہے۔ بعض دفعہ دیکھا جاتا ہے کہ انڈے میں بچہ مرا ہوا ہوتا ہے گویا کہ روح داخل ہو کر پھر نکل بھی گئی اور نظر بھی کسی کو نہ آئی تو یہ ایک بعید ہے جس کی حقیقت کیا سمجھ آ سکتی ہے ہرگز سمجھ میں نہیں آتی۔

دلائل دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک آتی اور ایک لٹی۔ کھوج نکال کر جاننا اس کا نام لٹی ہے اور آتی یہ ہے کہ آثار سے معلوم کر لینا جیسے قارورہ کو دیکھ کر طیب گرمی تب وغیرہ کا حال معلوم کر لیتا ہے۔ یہ آتی ہے اور تب وغیرہ دیکھ کر قارورہ کی نسبت سمجھ لینا یہ لٹی ہے۔ تو روح میں لیت ہم دریافت نہیں کر سکتے مگر آثار بتلاتے ہیں کہ ایک شے ہے۔ تو اس طرح کے عجائبات کثیر ہیں۔ اسی طرح ایک روئت آنکھ میں ہے کہ ہر ایک شے کو دیکھتی ہے۔ مگر ایک دیوار کے پیچھے ایک شے ہوتی ہے تو نہیں دیکھ سکتی۔ آنکھ کیوں نہیں دیوار کے پیچھے دیکھ سکتی اس کے دلائل کیا بیان ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح ایک روئت روح میں ہے کہ بیٹھے بھٹائے دود تک دیکھ لیتی ہے خواہ تین چار دیواریں درمیان میں حائل ہوں مگر اسے پروا نہیں ہوتی وہ اس شے کو یہاں بیٹھے اس طرح دیکھتی ہے جیسے کہ کھلی روشنی میں ایک شے نظر آتی ہے اس پر نووارد صاحب حیران ہوئے کہ یہ کیا بات ہے اور تعجب ظاہر کیا۔ حضرت اقدس نے فرمایا خود ہم نے کئی دفعہ اس طرح دیکھا ہے کہ تین دیواریں درمیان میں حائل ہیں۔ مگر ہم نے وہ شے دیکھ لی۔ خبر نہیں کہ اس وقت کیا ہوتا ہے۔ دیوار مطلق رہتی ہی نہیں۔ اور انہیں آنکھوں سے اس وقت سب کچھ نظر آتا ہے۔

اس مقام پر حضرت اقدس نے ایک واقعہ سنایا کہ

ایک دفعہ ایک خاکروبہ نے ایک جگہ سے میلا اٹھایا اور اس کا ایک حصہ چھوڑ دیا میں جو مکان کے اندر بیٹھا ہوا تھا مجھے نظر آیا کہ اس نے ایک حصہ چھوڑ دیا ہے تو میں نے اس خاکروبہ سے کہا۔ وہ سُن کر حیران ہوئی کہ اس نے اندر بیٹھے کیسے دیکھ لیا۔ میں نے اس پر خدا کا شکر ادا کیا کہ یہ باوجود میٹلے کے سر پر موجود ہونے کے نہیں دیکھ سکتی حالانکہ مجھے اس

قدر دور دراز فاصلہ سے دکھلا دیا۔

نورادوصاحب نے عرض کی کہ پھر یہ بات اور اس روئت روحانی کا کیسے پتہ لگے۔

اور سمجھ میں آوے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ

بہت دیر صحبت میں رہے تو سمجھ میں آ سکتا ہے اور اس کی نظیر پیشگوئیاں بھی ہیں جو ہم کرتے ہیں۔ کیونکہ جو علوم پیش از وقت خدا تبار ہے وہ بھی تو ایک قسم کی دیوار کے پیچھے ہیں جو کہ درمیان میں حائل ہوتی ہے اور ایک عرصہ کے بعد اس نے گرنا ہوتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ قبل از وقت دکھلا دیتا ہے اور اسی عالم میں یہ سب مجاہدات ہیں۔ کل یا پیرسوں ایک نیچری کا خط آیا کہ میرے نزدیک تو انسان کے واسطے خدا شناسی ممکن ہی نہیں ہے تو بات یہی ہے کہ جب روحانی حصہ نہ دیا جاوے تب تک کیا پتہ لگتا ہے۔ انسان کا خاصہ علم یہی ہے۔ اگر علم نہ ہو تو صرف جسد ہی ہوا۔

دو آدمی معید ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ جن کا اللہ تعالیٰ بالذات رفیع حجاب کرتا ہے اور اپنی خدائی طاقتوں سے اپنی ہستی ان پر کھول دیتا ہے۔ دوسرے وہ جو ایسے آدمیوں کی صحبت میں رہ کر ان سے مستفید ہوتے ہیں۔ جیسے صحابہ کرامؓ کی جماعت کہ ان کے تمام حجاب رُحول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے رفع ہوئے اور عظیم الشان نشاںوں سے خدا نے ان پر اپنی ہستی کو کھول دیا اور کامل معرفت ان کو ملی مگر بے ہودہ فلسفیوں سے ہرگز ممکن نہیں کہ یہ ایمانی حالت ان کو نصیب ہو۔ ایمان تو ایک چولہ بدل کر دوسرا اسے پہنا دیتا ہے اور اُسے ایک فوق العادت طاقت دی جاتی ہے کوئی فلاسفر نہیں گذرا۔ کہ جسے یہ طاقت ملی ہو۔ افلاطون وغیرہ بھی اس سے بے نصیب رہے۔ پاکیزگی کی وراثت بجز انبیاء کے نہیں آئی اور فلسفیوں وغیرہ میں بجز تکبر کے اور کچھ نہیں ہوتا۔

دنیا کی مصنوعات میں زیادہ تر مشغول ہونے سے دین کے پہلو میں ضرور کمزوری ہوا کرتی ہے۔ سچی بات یہی ہے کہ انسان لمبی صحبت میں رہے چند ایک نمونے جب اُسے

مل جاتے ہیں تو پھر ٹھیک ہو جاتا ہے۔

تعبیر خواب

خواب میں نماز پڑھنے اور شیرینی کھانے کی تعبیر میں حضرت اقدس نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ کسی وقت چاہے گا تو نماز میں حلاوت عطا کرے گا۔

ثبت یسدا ابی لہب و تبّ خواب میں پڑھنے پر فرمایا کہ

کسی دشمن پر فتح ہوگی

سحید و شقی کی خوابوں کی تعبیر میں فرق

نمایا۔

خوابوں کی تعبیر ہر ایک کے حال کے موافق مختلف ہوا کرتی ہے۔ ایک دفعہ ابن سیرین کے پاس ایک شخص آیا اور بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک کوڑے کے ڈھیر پر ننگا کھڑا ہوں۔ ابن سیرین نے کہا کہ اگر کوئی اور شخص کا فریا فاسق اس خواب کو بیان کرتا تو میں اس کی تعبیر اور بیان کرتا۔ مگر تو اس تعبیر کے لائق نہیں ہے۔ اس لئے سن کہ کوڑے اور کھا دے مراد تو دنیا ہے کہ جس میں تو موجود زندہ ہے اور ننگے ہونے سے مراد یہ ہے کہ تیرے صفات حسنہ سب لوگوں پر کھلے ہیں کیونکہ ننگا ہونے سے انسان کا سب ظاہر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح لوگ تیری خوبیاں دیکھ رہے ہیں۔ تو مطلب اس سے یہ ہے کہ صالح آدمی کے خواب کی تعبیر اور ہوتی ہے اور شقی کی اور۔

انسانی پیدائش کا طریق

پھر اس کے بعد روح کا ذکر چلا اور ایک شخص نے اس کے متعلق سوال کیا۔ تو حضور

علیہ السلام نے فرمایا کہ

جس شے نے پیدا ہونا ہوتا ہے تو روح کی استعلا اس شے میں ساتھ ساتھ چلی آتی

ہے۔ جیسے جیسے وہ تیار ہوتی جاتی ہے اور جب وہ عین لائق ہوتی ہے تو خدا اس پر فیضاً کرتا ہے۔ اسی کی طرف اشارہ ہے۔ ثم انشاناہ خلقاً آخر^۱ ۴۔ میں نے ایک انڈا کو ایک دفعہ بیالی میں ڈالا۔ دیکھا تو اس کی ندوی اور سفیدی پانی کی طرح ہوئی ہوئی تھی اور اس کے درمیان میں ایک نقطہ خون کا خشناش کے دانہ کی طرح تھا اور اس کی کئی تاریں کوئی کسی طرف کو اور کوئی کسی طرف کو نکلی ہوئی تھیں اور سوائے اس نقطہ کے اور کوئی حرکت اس میں نہ تھی تو میں نے اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ یہ خلق اشیا کا سلسلہ ایسا نہیں معلوم ہوتا کہ اول سر بنایا۔ پھر ہاتھ پھر پاؤں وغیرہ بلکہ اس کی کارروائی یکساں ہوتی ہے اور سب کچھ پہلے سے ہی ہوتا ہے۔ صرف نشو و نما پاتا جاتا ہے۔ میں نے بعض دائیوں کو کہا ہوا تھا۔ کہ جو بچے اسقاط ہوا کریں تو دکھایا کرو تو میں نے بعض بچے دیکھے ان کے بھی سب اعضاء وغیرہ بنے بنائے تھے۔ خدا کا یہ خلق معمار کی طرح نہیں کہ اول دیواریں بنائیں۔ پھر چوبارہ بنایا پھر اوپر اور کچھ بنایا بلکہ چار ماہ کے بعد جب روح کی تکمیل ہوتی ہے۔ تو اس وقت انشاناہ خلقاً آخر^۲ اس پر صادق آتا ہے تو بوجہ حرکت کرنے لگتا ہے۔

ہر چیز کی تکمیل کے لئے مراتب مستہ

جیسے دنیا کے سات دن ہیں۔ یہ اشارہ اسی طرف ہے کہ دنیا کی عمر بھی سات ہزار برس ہے اور یہ کہ خدا نے دنیا کو چھ دن میں بنا کر ساتویں دن آرام کیا۔ اس سے یہ بھی نکلتا ہے کہ ہر شے چھ مراتب ہی طے کر کے مرتبہ تکمیل کا حاصل کرتی ہے نطفہ میں بھی اسی طرح چھ مراتب ہیں کہ انسان اول سلسلہ میں طین ہوتا ہے۔ پھر نطفہ۔ پھر علقہ۔ پھر مضغہ۔ پھر عظام۔ پھر لحم۔ پھر سب کے بعد انشاناہ خلقاً آخر^۳ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ باہر سے کچھ نہیں آتا۔ بلکہ اندر سے ہی ہر ایک نشو و نما پاتی ہے۔

روح سے متعلق آیوں کے عقیدہ کا رد

آیوں کا یہ اصول کہ جب انسان مرتا ہے تو اس کی روح اندر سے نکل کر اکاش میں رہتی ہے۔ رات کو اس کے ساتھ مل کر کسی پتہ یا گھاس پر پڑتی ہے وہ پتہ یا گھاس کوئی کھا لیتا ہے۔ تو اس کے ساتھ وہ روح بھی کھالی جاتی ہے جو کہ پھر دوسری جاندار شے میں نمودار ہوتی ہے۔ اب اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ پتہ غلٹ اور خلقت میں ماں باپ ہر دو سے حصہ لیتا ہے اور جیسے جسمانی حصہ لیتا ہے ویسے ہی روحانی بھی لیتا ہے۔ تفاوت مراتب کے لحاظ سے تناسب کی ضرورت کو ماننا غلطی ہے۔ یہ تو ہر ایک جگہ پایا جاتا ہے۔ نباتات میں بھی ہم تفاوت مراتب کو دیکھتے ہیں اور اسی طرح انسانوں میں بھی۔

جس قدر بادشاہ اور راجے ہیں اگر وہ لوگ اس آرام کے ساتھ ایک مشقت عبادت کی نہ ملا دیں گے تو وہ سخت عذاب پاویں گے۔ خدا تعالیٰ نے بعض کو خود مشقت دے دی ہے اور بعض کو نہیں۔ جو لوگ دنیا میں دولت رکھتے ہیں اور عیاشی اور فسق و فجور میں مبتلا ہیں۔ اُن سے حساب ہوگا۔ جیسے ایک انسان مرد پانی پیتا ہے مگر اپنے بھائی کو نہیں دیتا تو منہ پانی گلو جس حال میں کہ آگے جا کر سب کی بیٹی پوری ہو جاتی ہے تو پھر اعتراض کیا ہے۔ اُن کے پاس کوئی دلیل موجود نہیں کہ خدا ہے۔ کشف و کرامات کے منکر ہیں۔ روح اور پرمانہ کو انادی مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صرف ہوڑ جاڑ پر میشر کرتا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ جب روح اپنی صفات میں پر میشر کی محتاج نہیں ہے اور نہ ذات (پرمانہ) پر میشر کے محتاج ہیں تو پھر ہوڑنے میں اس کی کیوں احتیاج ہوئی بلکہ جیسے وہ اپنے وجود اور صفات میں خود بخود ہیں تو کیا دہر ہے کہ آپس میں جڑ نہ سکتی ہوں؟ جب ایک انسان کا بدن اپنا ہے۔ کپڑے اپنے ہیں تو پہننے کے واسطے دوسرے کی کیا ضرورت ہوئی؟ عیسائیوں کی طرح ان کے ہاتھ میں بھی اعتراض ہی اعتراض ہیں۔ اسلام پر کثرت ازدواج کا اعتراض کرتے ہیں۔ حالانکہ کرشن کی کمی

یکم جنوری ۱۹۰۳ء بروز منجشنبہ

غزنی نماز کے وقت حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تشریف لاتے ہی یہ رؤیا سنائی۔

رؤیا

اول ایک خفیف خواب میں جو کشف کے رنگ میں تھی مجھے دکھایا گیا کہ میں نے ایک لباس فاخرہ پہنا ہوا ہے اور چہرہ چمک رہا ہے۔ پھر وہ کشفی حالت وحی الہی کی طرف منتقل ہو گئی چنانچہ وہ تمام فقرات وحی الہی کے جو بعض اس کشف سے پہلے اور بعض بعد میں تھے۔ ذیل میں لکھے جاتے ہیں اور وہ یہ ہیں:-

يُبْدِي لَكَ الرَّحْمَنُ شَيْئًا. اِنِّیْ اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ.
بَشَارَةٌ تَلَقَّاهَا التَّيِّدِيُّوْنَ.

فرمایا کہ ان کو آج ہی شائع کر دیا جائے۔

لحہ حاشیہ۔ الحکمہ ہے۔ ہلیریم عید

حضرت بقرہ اند علی الارض مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عید کی مبارک صبح کو جو الہام

بطور ہدیہ عید سنایا اور اس کے متعلق جو اشتہار شائع کیا گیا ہے۔ اسے ہم ذیل میں درج

کرتے ہیں۔ دہو ہذا:-

نمبرہ ونصلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وحی الہی کی ایک پیشگوئی جو پیش از وقت شائع کی جاتی ہے چاہیئے کہ ہر ایک شخص اس کو خوب یاد رکھے۔

اول ایک خفیف خواب میں جو کشف کے رنگ میں تھا مجھے دکھایا گیا کہ میں نے ایک لباس فاخرہ پہنا ہوا ہے اور چہرہ چمک رہا ہے۔ پھر وہ کشفی حالت وحی الہی کی طرف منتقل ہو گئی چنانچہ وہ تمام فقرات وحی الہی کے جو بعض اس کشف سے پہلے اور بعض بعد میں تھے۔ ذیل میں لکھے جاتے ہیں اور وہ یہ ہیں:-

بقیہ حاشیہ ص ۳۳۴۔

يُتَدَيُّ لَكَ الرَّحْمَنُ شَيْئًا. اَتَىٰ اَمْرُ اللَّهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ.
بَشَارَةً تَلْقَاهَا الْيَتِيْمُونَ.

ترجمہ۔ خدا جو رحمان ہے تیری سچائی ظاہر کرنے کے لئے کچھ ظہور میں لائے گا۔ خدا کا امر آ رہا ہے۔ تم جلدی نہ کرو۔ یہ ایک خوشخبری ہے جو نبیوں کو دی جاتی ہے۔

صبح پانچ بجے کا وقت تھا یکم جنوری ۱۹۰۳ء و یکم شوال ۱۳۲۰ء روز عید جب میرے خدا نے مجھے یہ خوشخبری دی۔ اس سے پہلے ۲۵ دسمبر ۱۹۰۲ء کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک اور وحی ہوئی تھی جو میری طرف سے حکایت تھی اور وہ یہ ہے۔

اِنِّیْ صَادِقٌ صَادِقٌ وَ سَیَشْهَدُ اللّٰهُ لِیْ

ترجمہ۔ میں صادق ہوں۔ صادق ہوں۔ عنقریب خدا تعالیٰ میری گواہی دے گا۔

یہ ہمیش گویاں باواز بلند پکار رہی ہیں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی ایسا امر میری

تائید میں ظاہر ہونے والا ہے جس سے میری سچائی ظاہر ہوگی اور ایک وجاہت اور

قبولیت ظہور میں آئے گی اور وہ خدا تعالیٰ کا نشان ہوگا تا دُشمنوں کو شرمندہ کرے اور

میری وجاہت اور عزت اور سچائی کی نشانیاں دنیا میں پھیلا دے۔

نوٹ۔ چونکہ ہمارے ملک میں یہ رسم ہے کہ عید کے دن صبح ہوتے ہی ایک دوسرے کو ہدیہ

بھیجا کرتے ہیں سو میرے خداوند نے سب سے پہلے یعنی قبل از صبح پانچ بجے مجھے اس

عظیم الشان پیشگوئی کا ہدیہ بھیج دیا ہے۔ اس ہدیہ پر ہم اس کا شکر کرتے ہیں اور ناظرین کو یہ بھی

خوشخبری دیتے ہیں کہ ہم عنقریب ان نشانوں کے متعلق بھی ایک اشتہار شائع کریں گے جو

اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک گذشتہ سالوں میں ظہور میں آچکے ہیں۔ المشہر مرزا غلام احمد قادیانی

یکم جنوری ۱۹۰۳ء

(الحکم جلد ۱ نمبر ۱ صفحہ ۱ مورخہ مارچ جنوری ۱۹۰۳ء)

قادیان میں عید الفطر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نماز عید سے پیشتر احباب کے لئے میٹھے چاول تیار کروائے۔ اور سب احباب نے مل کر تناول فرمائے۔ گیارہ بجے کے قریب خدا تعالیٰ کا برگزیدہ جری اند فی حل الانبیاء سادے لباس میں ایک پونچھ زیب تن کئے مسجد اقصیٰ میں تشریف لایا۔ جس قدر احباب تھے انہوں نے دوڑ کر حضرت اقدس کی دست بوسی کی اور عید کی مبارک باد دی۔

اتنے میں حکیم نور الدین صاحب تشریف لائے اور آپ نے عید کی نماز پڑھائی۔ اور ہر دو رکعت میں سورت فاتحہ سے پیشتر سات اور پانچ تکبیریں کہیں۔ اور ہر تکبیر کے ساتھ حضرت اقدس علیہ السلام نے گوش مبارک تک حسب دستور اپنے ہاتھ اٹھائے۔ ظہر کے وقت حضرت اقدس علیہ السلام تشریف لائے تو کمر کے گرد ایک صاف پٹا ہوا تھا۔ فرمایا کہ

کچھ شکایت درد گردہ کی شروع ہو رہی ہے۔ اس لئے میں نے باندھ لیا ہے۔ ذرا غنودگی ہوئی تھی۔ اس میں الہام ہوا ہے۔

تا عود صحت

فرمایا کہ

صحت تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہے جب تک وہ ارادہ نہ کرے۔ کیا ہو سکتا ہے۔

ہمت بلند رکھو

عصر کے بعد حضور نے مجلس فرمائی۔ سید ناصر شاہ صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ہمت بلند رکھنی چاہیئے۔ انسان اگر دنیوی امور میں ہمت ہار دے تو دینی امور میں بھی ہار دیتا ہے۔ یہ عجیب چیز ہے کیونکہ گواہی دیتی ہے کہ قویٰ ٹھیک ہیں جو لوگ کم ہمت ہوں

ان میں پست خیالی پیدا ہو جاتی ہے۔ مسجدوں کے ملاں جو ہوتے ہیں ان کو دیکھو۔ ایک بار ہمارے مہرزا صاحب مرحوم کے پاس یہاں کا ایک ملاں شکایت لایا کہ ہمارے جو گھر باہم تقسیم ہوئے ہیں تو مجھے چھوٹے قد کے آدمیوں کے گھر ملے ہیں اور ان کے مرنے سے بہت چھوٹا کفن ملا ہے۔ یہاں تک حالت ان لوگوں کی گر جاتی ہے کہ ایک ملاں نے نماز جنازہ غلط پڑھی جب کہا گیا تو جواب دیا کہ اس کی مشق نہیں رہی۔

غرض دنیا کے معاملہ میں ہمت نہ کی تو دین میں بھی پست ہمتی پیدا ہو جاتی ہے۔
پیشہ کے طور پر نماز پڑھنا نوالے کے پیچھے نماز درست نہیں
 میرے نزدیک جو لوگ پیشہ کے طور پر نماز پڑھاتے ہیں۔ ان کے پیچھے نماز درست نہیں وہ اپنی جمعرات کی ردیوں یا تنخواہ کے خیال سے نماز پڑھاتے ہیں۔ اگر نہ ملے تو چھوڑ دیں۔ معاش اگر نیک نیتی کے ساتھ حاصل کی جائے تو عبادت ہی ہے۔ جب آدمی کسی کام کے ساتھ موافقت کر لے اور پکا ارادہ کر لے تو تکلیف نہیں ہوتی۔ وہ سہل ہو جاتا ہے۔

خواب میں انگوٹھی دیکھنے سے مراد

مغرب کے بعد ایک صاحب نے اپنا خواب سنایا جس میں انہوں نے انگوٹھی دیکھی۔

تو حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ

انگوٹھی سے مراد یہ ہے کہ انسان اسی حلقہ میں آجاتا ہے۔

باب یا ماں کی شکل | سید عبدالقادر صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ اللہ پر خدا کو دیکھنا | تعالے کو اپنی ماں کی شکل پر دیکھا۔ مگر میں نے (یعنی خود حضرت

۱۔ سلسلہ خواب میں ایک شخص نے اللہ تعالے کا تمثیل بصورت حضرت مسیح موعود علیہ السلام دیکھنا بیان کیا۔ اس پر حضرت حجتہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے تمثلات ہوتے ہیں۔

والحکم جلد ۷ نمبر ۱ ص ۷ مؤرخ ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء

اقدس نے ایک دفعہ اللہ تعالیٰ کو اپنے باپ کی شکل پر دیکھا۔ یہ تمام اللہ تعالیٰ کے تقاضات ہوتے ہیں ورنہ وہ تو مجسم سے پاک ہے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ خدا تعالیٰ کا ہاتھ اپنے شانہ پر دیکھا۔

ایک الہام کی تشریح

آج کے الہامات میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

يُبْدِي لَكَ التَّحْتَانِ شَيْئًا

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ مخفی ہے جو کہ ظاہر ہوگا۔ خدا کے چھپانے میں بھی ایک عظمت ہوتی ہے اور خدا کا چھپانا ایسا ہے جیسے کہ جنت کی نسبت فرمایا۔

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ لَّ

دکوئی نہیں جانتا کیسی کیسی قرۃ العین ان کے لئے پوشیدہ رکھی گئی ہے اور حقیقت چھپانے میں بھی ایک قسم کی عزت ہوتی ہے جیسے کھانا لایا جاتا ہے تو اس پر دسترخوان وغیرہ ہوتا ہے تو یہ ایک عزت کی علامت ہوتی ہے۔ یبدی لک الرحمان بھی دلالت کرتا ہے کہ میں تمہارے لئے کچھ ظاہر کر دوں گا یعنی کوئی شے ہے کہ اس وقت چھپائی ہوئی ہے۔

اصلاح جماعت کیلئے نشانوں کی ضرورت

میں کہتا ہوں کہ میری جماعت نصائح سے درست نہ ہوگی بلکہ نشانوں سے درست ہوگی۔ دہریت کی جڑ جب اند ہوتی ہے تو قاعدہ کی بات ہے کہ اثر نہیں ہوا کرتا۔ خدا کو غفلت کے ہی ذریعہ سے پہچان سکتے ہیں۔ دنیا میں جس شے کی معرفت انسان کو حاصل ہو جاتی ہے تو اس کی عظمت بھی اس پر کھل جاتی ہے اس وقت وہ اس سے متاثر ہوتا ہے جیسے دیبا میں اپنے آپ کو دیدہ دانستہ نہیں ڈالتا۔ شیر سامنے ہو تو اس کے مقابل نہیں جاتا جس جگہ سانپ کا خطرہ ہو اس جگہ نہیں گھومتا۔ اور ایک مقام پر بجلی پڑتی ہو تو وہاں سے

بھاگتا ہے۔ ایک طرف تو یہ لوگ دعویٰ امت کا کرتے ہیں دوسری طرف کر قوت ایسی ہے کہ خدا کی پناہ تو اس کے کیا معنے ہوئے؟

خدا کا نیا نام

ایک میرا گذشتہ ایام کا الہام ہے یہاں ذکر کرنا یاد رہے۔ وہ یہ ہے۔

إِنِّي أَنَا الصَّادِقُ

مولانا عبدالکریم صاحب نے کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا نیا اسم ہے آج تک کبھی نہیں

سنا۔ حضرت اقدس نے فرمایا۔

بیشک اسی طرح طاعون کی نسبت جو الہامات ہیں وہ بھی ہیں جیسے افطار و اصوم یہ بھی کیسے لطیف الفاظ ہیں۔ گویا خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ طاعون کے متعلق میرے دو کام ہوں گے کچھ حصہ چُپ رہوں گا یعنی روزہ رکھوں گا اور کچھ افطار کروں گا۔ اور یہی واقعہ چند سال سے دیکھتے ہیں۔ شدت گرمی اور شدت سردی کے موسم میں طاعون دب جاتی ہے گویا وہ اصوم کی حالت ہے اور فروری مارچ اکتوبر وغیرہ میں زود کرتی ہے وہ گویا افطار کا وقت ہوتا ہے اور اسی لطیف کلام میں سے ہے

إِنِّي أَنَا الصَّادِقُ

نماز حقیقی رنگ میں ادا کی جائے تو لذت آئے

ایک نے عرض کی کہ نماز میں لذت کچھ نہیں آتی۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ نماز نماز بھی ہو۔ نماز سے بیشتر ایمان شرط ہے۔ ایک ہندو اگر نماز پڑھے گا تو اسے کیا فائدہ ہوگا۔ جس کا ایمان قوی ہوگا وہ دیکھے گا کہ نماز میں کیسے لذت ہے اور اس سے اول معرفت ہے جو خدا تعالیٰ کے فضل سے آتی ہے اور کچھ اس کی طینت سے آتی ہے

جو محمودِ فطرت والے مناسب حال اس کے فضل کے ہوتے ہیں اور اس کے اہل ہوتے ہیں انہیں پر فضل بھی کرتا ہے۔ ہاں یہ بھی لازم ہے کہ جیسے دنیا کی راہ میں کوشش کرتا ہے۔ دیے ہی خدا کی راہ میں بھی کرے۔ پنجابی میں ایک مثل ہے ”جو منگے سو مر رہے مرے دُعا کی حقیقت“ سو منگن جاؤ۔ لوگ کہتے ہیں کہ دعا کرو۔ دعا کرنا مرنا ہوتا ہے۔ اس پنجابی مصرعہ کے یہی معنی ہیں کہ جس پر نہایت درجہ کا اضطراب ہوتا ہے وہ دعا کرتا ہے۔ دعا میں ایک موت ہے اور اس کا بڑا اثر یہی ہوتا ہے کہ انسان ایک طرح سے مر جاتا ہے مثلاً ایک انسان ایک قطرہ پانی کا پانی کر اگر دعویٰ کرے کہ میری پیاس بجھ گئی ہے یا یہ کہ اسے بڑی پیاس تھی تو وہ چھوٹا ہے۔ ہاں اگر پیالہ بھر کر چومے تو اس بات کی تصدیق ہوگی۔ پھری سوزش اور گدازش کے ساتھ جب دعا کی جاتی ہے حتیٰ کہ روح گداز ہو کر آستانِ الہی پر گر جاتی ہے اور اسی کا نام دُعا ہے۔ اور الہی سُنّت یہی ہے کہ جب ایسی دعا ہوتی ہے تو خداوند تعالیٰ یا تو اسے قبول کرتا ہے اور یا اسے جواب دیتا ہے۔

اس مقام پر سائل نے کہا کہ جواب کیسے دیتا ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ بات کر کے بتا دیتا ہے۔

سائل نے کہا کہ خدا کیسے بات کرتا ہے۔ فرمایا کہ

خدا کے فرشتے کام کرتے ہیں۔ اکثر وہ خدا کے فرشتوں نے ہمارے ساتھ کام کی ہے۔ مکالماتِ الہیہ میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی زبان پر کام جاری کر رہا ہے اور وہ ایسی طاقت اور شدت سے ہوتا ہے جیسے ایک فولادی میخ دھنسی جاتی ہے۔ ایسی لطافت ہوتی ہے کہ گویا خدا کا کام ہے۔

نماز پڑھو اور تدبیر سے پڑھو اور اعمیہ ماثورہ کے بعد اپنی زبان میں دعا مانگنی مطلق حوام نہیں ہے۔ جب گدازش ہو تو سمجھو کہ مجھے موقعہ دیا گیا ہے۔ اس وقت کثرت سے مانگو اس قدر مانگو کہ اس نکتہ تک پہنچو کہ جس سے رقت پیدا ہو جاوے۔ یہ بات اختیاری نہیں

ہوتی۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے ترشحات ہوتے ہیں۔ اس کچھ میں اول انسان کو تکلیف ہوتی ہے مگر ایک دفعہ چاشنی معلوم ہوگی تو پھر سب کچھ جب اجنبیت جاتی رہے گی۔ اور نظارہ قدرت الہی دیکھ لے گا تو پھر ہچچانہ چھوٹے گا۔ قلعہ کی بات ہے کہ تجربہ میں جب ایک دفعہ ایک بات تھوڑی سی آجادے تو تحقیقات کی طرف انسان کی طبیعت میلان کرتی ہے اصل میں سب لذات خدا تعالیٰ کی محبت میں ہیں۔ ملعون لوگ (یعنی جو خدا سے دور ہیں) جو زندگی بسر کرتے ہیں۔ وہ کیا زندگی ہے۔ بادشاہ اور سلاطین کی کیا زندگیاں ہیں مثلاً بہائم کے ہیں۔ جب انسان مومن ہوتا ہے تو خدا ان سے نفرت کرتا ہے۔

دنیا داروں کو دہلی کے جلسہ دہلی کے جلسہ میں جو لوگ بڑے شوق سے جاتے ہیں دیکھ کر کیا حاصل ہوگا؟ ہیں سوائے اس کے کہ داں بعض مسخ شدہ شکلوں کو دیکھیں اور کیا دیکھیں گے۔ یہ لوگ ایسے دور دراز خیالات میں آکر پڑے ہیں کہ جب فرشتہ آکر جان نکالے گا تو اس وقت ان کو حسرت ہوگی۔

ایمان لانے اور خدا کی عظمت کے دل میں ہونے کی اول نشانی یہ ہے کہ انسان ان تمام کو مثل کیڑوں کے خیال کرے۔ ان کو دیکھ کر دل میں نہ ترسے کہ یہ فخرہ لباس پہن کر گھوڑوں پر سوار ہیں۔ درحقیقت ان لوگوں کی زندگی بد اور کتوں کی سی زندگی ہے کہ مردار دنیا پر دانت مار رہے ہیں۔ انسان کو اگر دیکھنے کی آرزو ہو تو ان کو دیکھیں۔ جو منقطعین ہیں اور خدا کی طرف آگئے ہیں اور خدا ان کو زندہ کرتا ہے۔ ان کی نیابت سے مصائب دور ہوتے ہیں۔ جو شخص رحمت والے کے پاس آوے گا تو وہ رحمت کے قریب تر ہوگا۔ دنیا میں یہی بات غور کے قابل ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کو نوا مع الصادقین یعنی اے بندو تمہارا بچاؤ اسی میں ہے کہ صادقوں کے ساتھ جاؤ۔

پھر نماز کی عبادت کے سوال پر فرمایا کہ

نشو و نما رفتہ رفتہ ہوا کرتا ہے۔ یہ آپ کی خوش قسمتی ہے کہ یہاں آگئے۔ اگر خدا نہ چاہتا

تو آپ کیا کرتے ہیں مگر تھا کہ اول دلی کی طرف جاتے تو وہاں سے سوائے لاف و گزاف کے کیا ساتھ لے جاتے یا چند ایک تماشے شعبد بازی کے دیکھ لیتے۔

سائل نے عرض کی کہ میرا خیال تھا آپ ضرور جلسہ دہلی میں ہوں گے۔ آپ کا کیپ مع اپنی جماعت کے الگ ہوگا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ

ہم ان باتوں سے ایسے متنفر ہیں کہ ان کے خیمے ہمارے نزدیک بھی ہوں تو ہم یہ خواہش کریں کہ خدا جلد تر ان کو یہاں سے اٹھا دے جیسے ایک مُردار جب پاس پڑتا ہو۔ تو اُسے جلدی اٹھا دیتے ہیں کہ کہیں متعفن ہو کر بیماری کا باعث نہ ہو۔

سائل نے عرض کی کہ اس سے پیشتر مجھے بہت شوق جلسہ کا تھا مگر اب دو تین دن سے ذرا خیال تک بھی نہیں ہے۔ حضور کی زیارت کو دل چاہتا ہے۔

حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ

حق یہی ہے۔

رُؤیتِ ملائکہ

پھر سائل نے عرض کی کہ کیا ہم فرشتے کو دیکھ سکتے ہیں۔

حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ

ہم ہر روز دیکھتے ہیں کبھی کشف میں کبھی رُؤیا میں۔ ایک حالت رُؤیا کی ہوتی ہے وہ نیند میں ہوتی ہے۔ اس میں غیبت جس ہوتی ہے کہ انسان سو کر کہیں کا کہیں سیر کرتا ہے اور مکان اس کا بدلتا ہے۔ مگر کشف میں مکان نہیں بدلتا۔ کبھی غنودگی میں ہوتا ہے اور کبھی سیدری میں اور باوجود غنودگی کے حصہ کے پھر بھی ایک آواز کو سُنتا ہے۔ جانتا ہے کہ فلاں مکان میں ہوں۔ ایک دفعہ میں نے فرشتوں کو انسان کی شکل میں دیکھا۔ یاد نہیں کہ دو تھے یا تین آپس میں باتیں کرتے تھے اور مجھے کہتے تھے کہ تو کیوں اس قدر مشقت اٹھاتا ہے اندیشہ ہے

کہ بیمار نہ ہو جائے۔ میں نے سمجھا کہ یہ جو چھ ماہ کے روزے رکھے ہیں۔ ان کی طرف اشارہ ہے (اس مقام پر حضرت اقدس نے اپنا واقعہ مجاہدہ اور ششماہی روزے کا بیان فرمایا جو کہ البدل میں زیر عنوان اسوہ حسنہ کے درج ہے) فرمایا کہ

روزوں کو میں نے مخفی طور پر رکھا بعض دفعہ اظہار میں سلب رحمت کا اندیشہ ہوتا ہے اس لئے مخفی رکھنا اچھا ہوتا ہے۔ چونکہ میں مامور تھا اس لئے کوئی مرض وغیرہ نہ ہوا ورنہ اگر کوئی اور ہوتا اور اس قدر شدت اٹھاتا تو ضرور مسئلہ مدقوق یا مجنون ہو جاتا۔

پھر ایک دفعہ مجھے ایک فرشتہ آٹھ یا دس سالہ لڑکے کی شکل میں نظر آیا۔ اس نے بڑے فصیح اور بلیغ الفاظ میں کہا کہ خدا تمہاری ساری غمراہیں پوری کرے گا۔

اسی طرح ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ ایک نالی شرقاً غرباً بہت لمبی صدا میں تک کھڑی ہوئی ہے اور اس کے اوپر صدا بیٹریں لٹائی ہوئی ہیں اور ہر ایک بیٹری کے سر پر ایک قصاب ہاتھ میں چھری لئے ہوئے تیار بیٹھا ہے اور آسمان کی طرف اُن کی نظر ہے جیسے حکم کا انتظار ہے۔ میں اس وقت اس مقام پر ٹہل رہا ہوں اور ان کو دیکھ رہا ہوں۔ اُن کے نزدیک جا کر میں نے کہا۔

قُلْ مَا يَعْبُدُونَ إِلَّا بَنِيَّ لَوْ لَا ذُرِّيَّتُكُمْ لَمْ يَكُنْ

انہوں نے اسی وقت چھریاں پھیر دیں کہ حکم ہو گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ خلیفہ جو ہوتا ہے۔ وہ آسمان سے ہوتا ہے اس لئے میں نے جو آواز دی تو انہوں نے سمجھا کہ حکم ہو گیا اور جو آواز آسمان سے آئی تھی وہ میں نے کہی۔ جب وہ بیٹریں تلپیں تو انہوں نے کہا کہ تم چیز کیا ہو تمیلا کھانے والی بیٹریں ہی ہو۔ ان ایام میں ۵۷ ہزار آدمی بیضہ سے مرگئے۔ ۱۸۸۳ء کا ذکر ہے۔

اس کے بعد حضرت اقدس نے لیکچرار کے متعلق کشف کا ذکر فرمایا جو کہ برکات الوداع کے ٹائٹل بیچ پر چھپا ہوا ہے۔

لیکھرام سے متعلق کشف

بصائر فرمایا کہ

ایک دفعہ میں نے اسی لیکھرام کے متعلق دیکھا کہ ایک نیزہ ہے اس کا پھل بڑا چکنا
ہے اور لیکھرام کا سر پڑا ہوا ہے۔ اُسے اس نیزہ سے پرو دیا ہے اور کہا گیا ہے کہ پھر یہ
قادیان میں نہیں آدے گا۔ ان ایام میں لیکھرام قادیان میں تھا اور اس کے قتل سے ایک ماہ
پیشتر کا یہ واقعہ ہے) فرمایا کہ

یہ عجائبات ہیں ختم ہونے میں نہیں آتے۔ لیکھرام کے قتل کے وقت جب تماشی
میں کاغذات دیکھے گئے تو اس میں بہت سے خط بکے جن میں لکھا تھا کہ وہ خبیث مارا
گیا ہے۔ اچھا ہوا کہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ اس میں بو پیشگوئی پوری کے الفاظ تھے۔ وہ حکام
کے ہر ایک شک شبہ کو دور کرتے تھے۔

تنہا نماز پڑھنے کی ہدایت

بعض احباب نے سوال کیا کہ نماز تنہا پڑھ لیا کریں۔ فرمایا کہ
ہاں الگ اور تنہا پڑھ لیا کرو۔ یہ سلسلہ خدا کا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ ان سے الگ
رہو۔ عنقریب وہ وقت آتا ہے کہ خدا جماعت کر دے گا۔

(المبدأ جلد اول نمبر ۱۲ مورخہ ۱۶ جنوری ۱۹۰۳ء)

۱۹۰۳ء بروز جمعہ ۱۶ جنوری

(بوقت سیر)

ایک الہام فرمایا۔ رات مجھے الہام ہوا۔

جبار فی آشل ولختار و اداد اصبعه و اشار۔ یعصمک اللہ

من العدا و یسطو بکل من سطاہ

آئل جبریل ہے فرشتہ بشارت دینے والا۔

(ترجمہ) آیا میرے پاس آئل اور اس نے اختیار کیا (یعنی چُن لیا مجھ کو) اور دکھایا اُس

نے اپنی انگلی کو اور اشارہ کیا کہ خداتجہ کو دشمنوں سے بچائے گا اور ٹوٹ کر پڑے گا اُس شخص پر جو تجھ پر اُچھا۔

قریبا :- آئل اصل میں ایالت سے ہے یعنی اصلاح کرنے والا۔ جو مظلوم کو ظالم سے

بچاتا ہے۔ یہاں جبریل نہیں کہا آئل کہا۔ اس لفظ کی حکمت یہی ہے کہ وہ دلالت کرے

کہ مظلوم کو ظالموں سے بچا دے۔ اس لئے فرشتہ کا نام آئل رکھ دیا۔ پھر اُس نے

انگلی ہلائی کہ چاروں طرف کے دشمن۔ اور اشارہ کیا کہ یعصمک اللہ من العدا وغیرہ۔

یہ بھی اس الہام سے جو پہلے ہوا تھا ملتا ہے کہ

انکہ کویہ تمشى امامک و عادى من عادى

وہ کریم ہے تیرے آگے آگے چلتا ہے جس نے تیری عداوت کی۔ اس کی عداوت کی۔ چونکہ آئل کا

لفظ لغت میں بل نہ سکتا تھا یا زبان میں کم استعمال ہوتا ہوگا۔ اس لئے الہام نے خود اس

کی تفصیل کر دی۔

(یہ گزشتہ چند روز کا الہام ہے)

جس طرح انبیاء کے صفات ہوتے ہیں اسی طرح ملائکہ کے بھی صفات ہوتے ہیں۔

اور اصبعہ کے اجتہادی معنی جو کچھ ہم کریں۔ اصل واقعہ تو اس وقت معلوم ہوگا۔

جب وہ ظہور پذیر ہوگا۔

ایک نووارد نے عرض کی کہ کاش مجھے بھی جبرائیل دکھایا جاتا۔ قریبا :-

لے حاشیہ :- ”الحکم میں ”نووارد“ کا لفظ نہیں بلکہ ابو سعید عرب صاحب کا نام لکھا ہے۔ البتہ
(بقیہ حاشیہ الگ صفحہ)

جب خدا آپ کو وہ آنکھیں عنایت کرے گا تو آپ بھی دیکھ لیں گے۔ وَمَا تَنْتَظِرُ
 إِلَّا يَأْتِيكَ۔ وہ تو خدا کے حکم سے نازل ہوتا ہے۔ جب مولوی محمد حسین بٹالوی
 نے رسالہ کفر کا لکھا تھا اور لوگوں کو بھڑکایا تھا۔ کہ یہ مسلمان نہیں۔ ان کے جنازے نہ
 پڑھو۔ مسلمانوں کے قبرستان میں ان کو دفن نہ کرو۔ اس وقت لوگ بھڑکے اور بہاری
 مخالفت عام ہو گئی اور بغض و عداوت حد سے بڑھ گیا۔ اس وقت میں نے کشتی حالت
 میں دیکھا کہ بھائی غلام قادر کی شکل پر ایک شخص آیا۔ مگر فوراً مجھے معلوم کرایا گیا کہ یہ فرشتہ
 ہے۔ میں نے کہا کہ تم کہاں سے آئے ہو۔ کہا

جَنَّتُ مِنَ الْحَضْرَةِ

میں جناب ہادی سے آیا ہوں۔ چونکہ وہاں بہت لوگ معلوم ہوتے تھے۔ میں نے
 اس سے الگ ہو کر ایک بات کرنے کی درخواست کی تو وہ علیحدہ ہو کر مجھے پوچھنے لگا۔
 میں نے کہا کہ لوگ تو مجھ سے الگ ہو گئے ہیں۔ کہا کہ نہیں۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں بھائی
 میری حالت کشف جاتی رہی۔

قرآن و حدیث کا مرتبہ

فرمایا:۔ سچی بات تو یہ ہے کہ صرف حدیث کو مدار شریعت رکھا جائے اور قرآن
 کو ترک کر دیا جائے تو یہ ایک تباہی کا نشان ہے۔ جو حدیثیں قرآن کے موافق ہیں۔

میں بھی صرف اسی مقام پر "نوراد" لکھا ہے۔ آگے اس ڈاٹری میں عرب صاحب
 ہی لکھا ہے جس سے وضاحت ہو جاتی ہے کہ یہ "نوراد" عرب صاحب ہی تھے۔ (درج)
 (دیکھو احکم جلد ۷ نمبر ۲ صلا مؤلف ۱۰ جنوری ۱۹۵۷ء)

✽ احکم میں جنّت من حضرۃ الودع لکھا ہے۔

(دیکھو احکم جلد ۷ نمبر ۲ صلا مؤلف ۱۰ جنوری ۱۹۵۷ء)

اُن کی تعزیت کرد اور تعظیم کرد اور دوسری کو ترک کرد۔

قیامت کے روز مشرب کیسے ہوگا

عرب صاحب نے سوال کیا کہ قیامت کے دن لوگ جس طرح مرتے ہیں۔ اسی طرح اُن کو
آخر نمبر وار حاضر ہوں گے یا ایک دم تمام متقدمین و متاخرین اکٹھے اٹھیں گے۔ فرمایا
الگ الگ ثابت نہیں سب اکٹھے اٹھیں گے۔ ماننا پڑتا ہے کہ ہمارا خدا بڑا قادر ہے
دیکھو نطفہ کیا چیز ہے اور پھر اُس سے کس طرح انسان کامل بن جاتا ہے۔ ہر شخص جو خدا کو
ماننے والا ہے۔ سورج چاند وغیرہ اجرام کو دیکھ کر کیا وہ بتا سکتا ہے کہ کن پھلڑوں پر یہ
اسباب آیا تھا اور ان کا مصالحہ کہاں سے آیا تھا۔ یہی ماننا پڑے گا اور پڑتا ہے کہ اِنَّمَا
آسُوْهُ اِذَا اَنَادَ شَيْئًا اَنْ يَّتَقَدَّلَ لَهٗ كُنَّ فَيَكُوْنُ^{لہ}۔ پھر ہم کو ایسا ہی ماننا چاہیے کہ قیامت
کے روز سب کا ایک دم مقابلہ کرا دے گا اور جن حسرتوں میں مومن مر گئے تھے اور اُن کو
معلوم نہ تھا کہ ہمارے مخالفوں کا کیا حال ہوا وہ اُن کو دکھلا دیا جائے گا کہ دیکھو اے
راستباز بندو یہ منکرین کا حال ہے۔ تب ان راستبازوں کو لذت آوگی۔ پس خدا کو ہم مان
ہی نہیں سکتے جب تک کہ اس کو صاحبِ مقدسیت ملی نہ مان لیں۔ پہلے اس کے کاموں کو
دیکھو۔ ہم سب کو ماننا پڑتا ہے کہ اُن کا کوئی فاعل ہے۔ پھر کیا وجہ کہ ایک حصہ میں اس کو
ماننا اور ایک حصہ میں اس کا انکار کرنا اور شبہات میں پڑنا یا تو پہلی دفعہ ہی انکار کرنا چاہیے
یا بکلی ماننا چاہیے۔ خدا کی صفات اور کام غیر محدود ہیں۔ کیا دنیا کی ہزار ہا مخلوق اس بات
کی کافی دلیل نہیں کہ خدا بڑا قوی خدا ہے۔

خدا کبھی معطل نہیں ہوگا۔ ہمیشہ خالق۔ ہمیشہ رازق۔ ہمیشہ رب۔ ہمیشہ رحمان۔ ہمیشہ
رحیم ہے اور رہے گا۔ میرے نزدیک ایسے عظیم الشان جبروت والے کی نسبت بحث کرنا
گناہ میں داخل ہے۔ خدا نے کوئی چیز منوائی نہیں چاہی جس کا نمونہ یہاں نہیں دیا۔ ہم لو کہیں

میں ایسا کرتے تھے۔ اور دیکھتے تھے کہ گھری کو جب مار دیا جائے تو وہ بے حس و حرکت ہو جاتی ہے مگر پھر اگر اس کے سر کو گوبر میں دبا دیا جائے تو وہ زندہ ہو جایا کرتی ہے۔ اسی طرح کبھی۔ یہ موت حقیقی موت نہیں ہوتی۔ نیند اور غشی بھی موت ہی ہے۔

فرشتوں کے متعلق سوالات

عرب صاحب نے سوال کیا کہ فرشتہ مرنے کے بعد کس زبان میں سوال کریگا؟
 فرمایا۔ ہمیں انگریزی۔ فارسی۔ اردو۔ عربی وغیرہ سب زبانوں میں الہام ہوتے ہیں
 فرشتہ ہر زبان بول سکتا ہے۔

سوال کیا کہ کیا فرشتہ بھی سوال کرے گا۔ مَن رَئِیْتُ و مَن نَبِیْتُکَ۔ اگر یہی سوال
 کرے گا تو اس کے جواب یاد کر لئے جائیں تو وہاں پاس ہو سکتے ہیں۔

فرمایا۔ نہیں یہ ایک ایسا فی بات ہے۔ یہی دو لفظ یاد کر کے دنیاوی امتحانوں کی
 طرح کبھی پاس نہیں ہو سکتے بلکہ انسان جس رنگ سے رنگین ہوگا وہی جواب اس کے
 منہ سے نکلے گا۔ پھر لکھا ہے بوجه من الوجود۔ قبر میں راحت یا رنج کا سامان
 ہیا کیا جائے گا۔

مرنے کے بعد حشر

پھر عرب صاحب کے سوال پر فرمایا کہ

مرنے کے بعد مردے کا تعلق زمین سے ضرور رہتا ہے۔ مومن کا تعلق ایک
 آسمان سے ہوتا ہے اور ایک زمین سے۔ اہل حساب کتاب تو ہندخ میں ہو جائے گا۔
 مگر مقابلہ کرنا باقی رہ جائے گا وہ حشر کو ہوگا۔ ہزاروں انبیاء و رجال کذاب کفار۔ ملعون

۱۔ الملکم میں یہ عبارت یوں ہے۔

یہ موت حقیقی موت نہیں ہوتی۔ غشی اور نیند کی سی حالت ہوتی ہے اور یہ بھی ایک قسم کی
 موت ہے۔ یہ نمونہ ہے احیاء موتی کا۔ (الملکم جلد ۲ ص ۲۰۰ مورخہ۔ جنوری ۱۹۵۸ء)

وغیرو خطاب پائے گئے۔ قیامت میں اس لئے حشر ہوگا کہ ان کو عزت کی کرسی پر بٹھا کر اور کذبوں کو ذلت کا عذاب دے کر دکھایا جائے گا کہ دیکھو کون صادق اور کون کاذب تھا۔

سوال کیا کہ حشر کو جسم ہوگا یا نہیں اور یہی جسم ہوگا یا کوئی اور۔ فرمایا

حشر میں جسم دیئے جائیں گے یہ نہیں کہ یہی ہوگا یا کوئی اور۔ یہ مافی ہوئی بات ہے کہ تین سال کے بعد پہلا جسم انسانی ضائع ہو جاتا ہے اور اس کا قائم مقام نیا آجاتا ہے پس ہمارا ایمان ہے کہ ایک بدن طے گا مگر جس طرح اس علیم کے علم میں ہے۔ ہمارا اس پر ایمان ہے کہ وہ قادر ہے کہ اس بدن سے بھی کچھ حصہ اس کو دیدے اور اس کے سوا اور جسم بھی عطا کرے۔ سوائے ذات باری کے کسی کی یہ صفت نہیں کہ ہمیشہ ابدی رہے اور یہ طاقت خدا ہی انسان کو دے گا۔ کہ پھر وہ ابدی بن جاوے۔

پھر سوال کیا کہ کیوں یہ مرتبہ صرف انسان کو ہی ملیگا اور حیوانات کو نہیں دیا جائیگا

فرمایا :-

اس پر ہم جھگڑ نہیں سکتے جیسے ایک شخص سخاوت کرتا ہے۔ ایک فقیر کو وہ پیسہ دیتا ہے اور دوسرے کو روپیہ۔ مگر جس کو وہ پیسہ ملا ہے وہ حق نہیں رکھتا کہ جھگڑا کرے بہشت والوں کو تو ابدی رہنا ہوگا اور حدیثوں میں بھی آیا ہے کہ دوزخی ہمیشہ اس میں نہیں رہیں گے جیسے فرمایا۔ یا قی علیٰ جہنم زمانٌ لیس فیہا احدٌ۔ کیونکہ وہ بھی آخر

لے۔ انکم میں یہ مبادت یوں ہے۔

نہ دیا۔ جسم تو ہوں گے مگر یہ نہیں لکھا کہ یہی یا اور۔ تین سال کے بعد پہلا جسم تو رہتا نہیں۔ اس کا قائم مقام جسم آجاتا ہے۔ پس ہمارا یہ ایمان ہے کہ ایک جسم دیا جائے گا جیسا اس علیم کے علم میں ہے۔ وہ قادر ہے کہ اس بدن سے بھی کچھ حصہ لے اور ضرر نہ لے گا۔ اور اس حصہ کو بھی جلائی تنگ میں غیر فانی کر دے سوائے ذات باری کے کسی دوسرے کی یہ صفت نہیں کہ ابدًا لا بادنگ رہے انسان کو غیر فانی جسم دیا جائے گا یہ خدا کا علیم

خدا کے ماتھے سے بنے ہوئے ہیں۔ ان پر کوئی زمانہ ایسا آنا چاہیے کہ اُن کو عذاب کی تخفیف دی جائے۔

یہ معرفت کی باتیں ہوتی ہیں جہنم سے نکلیں گے مگر یہ نہیں لکھا کہ بہشت میں مومنین کی طرح ان کو بھی حصہ ملیگا۔ ہاں ان کے ماتھے پر دوزخ کا نشان ہوگا۔

پھر سوال کیا کہ بہشت والوں کو روز کا عیش و آرام بھی دکھ ہو جائے گا۔ فرمایا۔

بہشت میں بھی ہر روز ایک تہجد ہوتا رہے گا۔ اسی طرح دوزخیوں پر بھی لکھا ہے
بَعْدًا لَّنْهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا۔ مگر خدا کا تہجد بے پایاں ہے۔ جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔ خدا
کے کاموں میں انتہا نہیں۔ فرماتا ہے وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ یعنی زیادتی ہوتی رہے گی۔

پھر سوال کیا کہ میں نے آج تک روزہ نہیں رکھا اس کا کیا فیہ دوں۔ فرمایا۔

خدا ہر ایک شخص کو اس کی وسعت سے باہر دکھ نہیں دیتا۔ وسعت کے موافق گذشتہ
کافہ دے دو اور آئندہ عہد کرو۔ کہ سب روزے ضرور رکھوں گا۔

البدار جلد اول نمبر ۱۲ صفحہ ۶۶ جنوری ۱۹۰۳ء

۳۱ جنوری ۱۹۰۳ء

صبح کی سیر

اللہ اور رحمن

سیر کو نکلتے ہی سلسلہ کام یب دی لک الرحمن الہام سے شروع ہوا۔
فرمایا۔

رحمن اپنے اندر بشارت رکھتا ہے۔ چونکہ یہ بشارت تھی۔ اس لئے اس الہام میں
رحمن کا لفظ رکھا ہے اور شمسینا کے لفظ میں کچھ اخفاء تھا جو گو اس کی عظمت کے لئے
ہے مگر ایک اخفاء ضرور ہے۔ اس لئے اس خیال سے کہ وہم نہ پیدا ہو۔ پھر اور واضح الفاظ

میں فرمایا۔

بَشَارَةٌ تَلَقَّيْهَا السَّارِعُونَ

یہودی لك الرحمن میں لام بھی انتفاع کے لئے فرمایا۔ دوسرے الہام واللہ یحصک من الحدا میں اللہ کا لفظ اس لئے رکھا کہ اللہ اپنے جلال کو چاہتا ہے اور اس مصمت میں اظہار جلال مقصود تھا۔ اس لفظ کو استعمال فرمایا جو اسم اعظم ہے۔

موسى ومثیل موسیٰ علیہم السلام

اس ضمن میں فرمایا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ اس معیت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں اور گویا کل جماعت آپ کی آگئی۔ موسیٰ علیہ السلام نے یہ نہیں کہا بلکہ کہا اِنَّ مَیْحَى رَیْحَى۔ اس میں کیا برتر تھا کہ انہوں نے اپنے ہی ساتھ معیت کا اظہار کیا؟ اس میں یہ راز ہے کہ اللہ جامع جمیع شیعوں کا ہے اور اسم اعظم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی جماعت کے ساتھ اسم اعظم کی معیت مع تمام صفات کے پائی جاتی ہے۔ لیکن موسیٰ علیہ السلام کی قوم شریر اور فاسق قاذبہ تھی۔ اُسے دن لٹنے اور پتھر مارنے کو تیار ہو جاتی تھی۔ اس لئے ان کی طرف معیت کو منسوب نہیں کیا۔ بلکہ اپنی ذات تک اسے رکھا۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور علو مدارج کا اظہار مقصود ہے

ایمان عرفان کیسے ہوتا ہے

فرمایا:-

یہ پیشگوئیاں جو ہیں یہ ایمان کو قوی کر کے عرفان بنادیتی ہیں۔ بڑی باتوں سے ایمان قوی نہیں ہو سکتا۔ جب تک اس میں قوت کی شعاعیں نہ پڑیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے ان نشانات سے پیدا ہوتی ہیں۔ پس ان پیشگوئیوں کو خوب کان کھول کر سننا چاہیے۔ دوسرے

وقت جب یہ پوری ہوتی ہیں تو ایمان کی تقویت کا باعث ہو کر اس کو عرفان بنا دیتی ہیں۔ اس لئے ہوا پر پیشگوئی پر مشتمل ہو میں اس کو ضرور سننا دیا کرتا ہوں اور میری غرض اس سے یہی ہوتی ہے۔ یہ ایک نور بخشی ہیں اور جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور نازل نہ ہو۔ انسان غلطی میں پڑا رہتا ہے۔

تعبیر الرؤیا

ابوسعید عرب صاحب نے اپنی رؤیا بیان کی کہ ایک کتابیار نے کہا تھا ہے اور پھر اُس نے اٹھا دیا۔ جس کو انہوں نے توڑ ڈالا اور وہ بھاگ گیا۔

فرمایا: کتاب ایک برزخ ہے درندگی اور چرندگی میں۔ جب وہ محبت سے کاٹے۔ تو محبت ہے اور کٹتے سے مراد خفیف سادشمن ہوتا ہے۔ اس کے اٹلے سے مراد اُس کی ذریت ہے۔ جب اس کو توڑ دیا تو گویا خفیف اور کمزور دشمن کی ذریت کو تلف کر دیا۔

بُئْسَ الْفَقِيرُ عَلَى بَابِ الْأَمِيرِ

فرمایا:۔ جس بادشاہ کے ہم زیر سایہ ہیں اس کو چھوڑ کر دوسروں کے پاس جانا یہ تو بین ہے۔ بُئْسَ الْفَقِيرُ عَلَى بَابِ الْأَمِيرِ

مولوی محمد حسین اور اُس کا رجوع

ابوسعید عرب صاحب نے اپنے ذوق سے بیان کیا کہ محمد حسین دالی پیشگوئی یقیناً خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ فرمایا:۔

اس میں کیا شک ہے۔ زور کے ساتھ یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ وہ رجوع کرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی مقدر کیا تھا۔ اصل میں محمد حسین زیرک آدمی تھا۔ مگر میں

دیکھتا تھا کہ ابتداء سے اس میں ایک قسم کی خود پسندی تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اس طرح یہ اس کا تنقیہ کر دے یہ اس کے لئے استغفار ہے۔ براہین میں ایک البہام درج ہے جس میں اس کا فرعون نام رکھا گیا ہے۔ اُس نے بھی آخر یہی کہا تھا کہ اَمَنْتُ اَنَّهُ لَا اِلَهَ اِلَّا الَّذِيْ اَمَنْتُ بِهِمْ يٰسُرَّ اَنْتَیْل۔ اُس لئے اس کے لئے بھی اَمَنْتُ بِالَّذِيْ کا وقت مقدم ہے۔

اس پر پوچھا گیا کہ وہ کیا امر ہے جس کی وجہ سے یہ آخری سعادت اس کے لئے مفقود ہے۔ فرمایا :-

یہ تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ مگر اس نے ایک کام تو کیا ہے۔ براہین احمدیہ پر
یہ یو لکھا تھا اور وہ واقعی اخلاص سے لکھا تھا کیونکہ اس وقت اس کی یہ حالت تھی کہ
بعض اوقات میرے ہوتے اٹھا کر جھاڑ کر آگے رکھ دیا کرتا تھا اور ایک بار مجھے اپنے
مکان میں اس غرض سے لے گیا کہ وہ مبارک ہو جاوے اور ایک بار اصرار کر کے مجھے فخر
کرایا۔ غرض بڑا اخلاص ظاہر کیا کرتا تھا۔ کئی بار اس نے ارادہ کیا کہ میں قادیان ہی میں
آکر رہوں۔ مگر میں نے اس وقت اسے یہی کہا تھا کہ ابھی وقت نہیں آیا۔ اس کے بعد
اُسے یہ ابتلا پیش آگیا۔ کیا تعجب ہے کہ اس اخلاص کے بدلے میں خدا تعالیٰ نے
اس کا انجام اچھا رکھا ہو۔

✽۔ البدر میں مزید یوں لکھا ہے۔

یہ خدا تعالیٰ کی رحمت کے تقاضے ہوتے ہیں۔ ایک کتاب میں یس نے دیکھا کہ موسیٰ کے زمانہ میں ایک یہودیہ تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کی شکل پر سوا گنگ بنایا کرتا تھا جس وقت سب قوم فرعون کی غرق ہوئی تو وہ بچا رہا۔ حضرت موسیٰ نے خدا تعالیٰ سے اس کا ہلٹ دریافت کیا تو فرمایا کہ چونکہ یہ تیرے چہرے جیسا چہرہ بنایا کرتا تھا اس لئے ہماری رحمت نے تقاضا نہ کیا کہ تیرے پیش شکل کو غرق کریں۔ (امجد جلد نہوا صفحہ ۱۸ جزوی تفسیر)

اس پر ایک بھائی نے سوال کیا کہ حضور اب اسے کیا سمجھیں۔ فرمایا:-

اب تو حکم حالت موجودہ ہی پر ہو گا۔ وہ دشمن ہی اس سلسلہ کا ہے۔ دیکھو جب تک نطفہ بنتا ہے اس کا نام نطفہ رکھتے ہیں مگر اس کا انسان بن جاوے مگر جوں جوں اس کی حالتیں بدلتی جاتی ہیں اس کا نام بدلتا جاتا ہے۔ مضنہ علقہ وغیرہ ہوتا ہے۔ آخر اپنے وقت پر جا کر انسان بنتا ہے۔ یہی حال اس کا ہے۔ سر دست تو وہ اس سلسلہ کا مخالف اور دشمن ہے اور یہی اس کو سمجھنا چاہیئے۔

پھر اس ضمن میں فرمایا کہ

سزا اور عذاب صرف کفر ہی کے باعث نہیں آتا۔ بلکہ فسق و فجور بھی عذاب کا موجب ہو جاتا ہے۔

مفتری آخر تک جاتا ہے

فرمایا:- کبھی کوئی جھوٹ اس قدر چل نہیں سکتا۔ آخر دنیا میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ بدی کئے والے جھوٹے اور فرتی اپنے جھوٹ میں تھک کر رہ جاتے ہیں۔ پھر کیا کوئی ایسا مفتری ہو سکتا ہے جو برابر ۲۵ برس سے خدا تعالیٰ پر افترا کر رہا ہو اور تھکا نہ ہو اور خدا کو بھی اُس کے لئے غیرت نہ آوے بلکہ اس کی تائید میں نشانات ظاہر کرتا رہے۔ یہ عجیب بات ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ ہمیشہ صادقوں ہی کی نصرت اور تائید کرتا ہے۔

دیکھو یہ جو میری پیشگوئی ہے کہ میری عمر اسی برس کے قریب ہو گی کیا کوئی مفتری اس قسم کی پیشگوئی کر سکتا ہے اور خصوصاً اس پر تیس برس گذر بھی گئے ہوں اور ایسا ہی اس وقت جب کوئی نہ جانتا تھا اور نہ یہاں آتا تھا۔ یہ کہا یا تَوَن مِن کَلِّیَ عَمِیْنِیْ اور یا تَبِیْکَ مِن کَلِّیَ عَمِیْنِیْ۔ کیا یہ مفتری کر سکتا ہے کہ ایسا کہے اور پھر خدا بھی ایسے مفتری کی پروا نہ کرے بلکہ اس کی پیشگوئی پوری کرنے کو دُور دراز سے لوگ بھی اس کے پاس آتے ہیں اور ہر قسم کے تحائف اور نقد بھی آنے لگیں۔ اگر یہ بات ہو کہ مفتری کے ساتھ بھی ایسے معاملات

ہوتے ہیں۔ پھر نبوت سے ہی امان اُٹھ جائے یہی نشان ہیں جو ہماری جماعت کی محبت اور اخلاص میں ترقی کا باعث ہو رہے ہیں۔ مفتری اور صادق کو تو اس کے منہ ہی سے دیکھ کر پہچان سکتے ہیں۔

فرمایا:۔ سچائی کا یہ بھی ایک نشان ہے کہ صادق کی محبت سعید الفطرت لوگوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے۔ احق کو یہ راہ نہیں ملتی کہ کُور کا حصّہ لے۔ وہ ہر بات میں ہڈگانی ہی سے کام لیتا ہے۔

فرمایا:۔ ہم کو تکلف اور تعصّب کی حاجت نہیں۔ خواہ کوئی ہماری وضع سے راضی ہو یا ناخوش۔ ہمارا اپنا کوئی کام نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ کا اپنا کام ہے اور وہ خود کرتا ہے۔
فرمایا:۔ جب انسان خدا کو چھوڑتا ہے تو پھر مکالمہ پر بھروسہ کرتا ہے۔

اپنی سچائی پر بصیرت

فرمایا:۔ اللہ تعالیٰ ہم کو محبوب ہونے کی حالت میں نہ چھوڑے گا۔ وہ سب پر اتمام حجت کر دے گا۔ یاد رکھو سادوی اور ارضی آدمیوں میں فرق ہوتا ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آتے ہیں۔ وہ خود اُن کی عزت کو ظاہر کرتا اور اُن کی سچائی کو روشن کر کے دکھاتا ہے۔ اور جو اس کی طرف سے نہیں آتے اور مفتری ہوتے ہیں وہ آخر ذلیل ہو کر تباہ ہو جاتے ہیں۔
پیشگوئیوں کے متعلق فرمایا کہ

اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے وعدے اور اس کا کلام بہر حال سچا ہے۔ اُن یہ ہوتا ہے کہ کبھی وہ جسمانی رنگ میں پوری ہوتی ہیں کبھی رُوحانی رنگ میں۔ اور منہاج نبوت میں اس کے نظائر موجود ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ کچھ گائیں ذبح ہوئی ہیں تو وہ صحابہ کا ذبح ہونا تھا۔ اور آپ نے دیکھا کہ سونے کے کڑے پہنے ہوئے ہیں جو پھونک مارنے سے اُڑ گئے ہیں۔ اس سے مراد جھوٹے پیغمبر تھے۔ پس خدا کا کلام کسی نہ کسی رنگ میں ضرور سچا ہے۔

جماعت کی خوش قسمتی

قرآن :- اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ ہماری جماعت کا ایمان کمزور رہے۔ مہمان اگر نہ بھی چاہے تو بھی میزبان کا فرض ہے کہ اس کے آگے کھانا رکھ دے۔ اسی طرح اگرچہ نشانوں کی ضرورت کوئی بھی نہ سمجھے۔ تب بھی اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جماعت کے ایمان کو بڑھانے کے لئے نشانات ظاہر کر رہا ہے۔ یہ بھی سچی بات ہے کہ جو لوگ اپنے ایمان کو نشانوں کے ساتھ مشروط کرتے ہیں وہ سخت غلطی کرتے ہیں۔ حضرت مسیحؑ کے شاگردوں نے مادہ کا نشان مانگا تو یہی جواب ملا کہ اگر اس کے بعد کسی نے انکار کیا تو ایسا عذاب ملیگا جس کی نظیر نہ ہوگی۔

طالب کا ادب

پس طالب کا ادب یہی ہے کہ وہ زیادہ سوال نہ کرے اور نشان طلب کرنے پر زور نہ دے۔ جو اس آداب کے طریق کو ملحوظ رکھتے ہیں خدا اُن کو کبھی بے نشان نہیں چھوڑتا۔ اور ان کو یقین سے بھر دیتا ہے۔ صحابہؓ کی حالت کو دیکھو کہ انہوں نے نشان نہیں مانگے۔ مگر کیا خدا نے اُن کو بے نشان چھوڑا؟ ہرگز نہیں۔ تکالیف پر تکالیف اُٹھائیں جائیں دیں۔ اعداد نے عورتوں تک کو خطرناک تکلیفوں سے ہلاک کیا۔ مگر نصرت ہمنواز نمودار نہ ہوئی۔ آخر خدا کے وعدہ کی گھڑی آگئی اور اُن کو کامیاب کر دیا۔ اور دشمنوں کو ہلاک کیا۔ یہ سچی بات ہے کہ خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ اگر وہ پہلے ہی دن سارے نشان ظاہر کر دے تو پھر ایمان کا کوئی ثواب اور نتیجہ ہی نہ ہو۔ عرفان اگر یقین سے تو بھر دیتا ہے مگر اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ ان ساری ترقیوں کی جڑ ایمان ہی ہے۔ اسی کے ذریعہ سے انسان بڑی بڑی منزلیں طے کرتا اور سیر کرتا ہے۔

اَسْرٰی یَعْبُدُہٗ

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی یَعْبُدُہٗ سے یہی پایا جاتا ہے کہ جب کامل معرفت ہوتی

ہے تو پھر اس کو عجیب و غریب مقامات کی سیر کرائی جاتی ہے اور یہ وہی لوگ ہوتے ہیں۔ جو ادب سے اپنی خواہشوں کو مخفی رکھتے ہیں۔ تمام منہاج نبوت اسی پر دلالت کرتا ہے۔ پہلے نشان بھی ظاہر نہیں ہوتے بلکہ ابتلا ہوتے ہیں۔

صدیقی فطرت حاصل کرو

پس صدیقی فطرت حاصل کرنی چاہیئے۔ انہوں نے کونسا نشان مانگا تھا۔ شام سے ملکہ کو آ رہے تھے۔ راستہ ہی میں خبر ملی وہیں یقین لے آئے۔ اس کی وجہ وہ معرفت تھی جو آپ کی تھی۔ معرفت بڑی عمدہ چیز ہے۔ جب انسان کسی کے حالات اور چال چلن سے پورا واقف ہو تو اس کو زیادہ تکلیف نہیں ہوتی۔ ایسے لوگوں کو سچرہ اور نشان کی کوئی حاجت ہی نہیں ہوتی۔ حضرت ابو بکر صدیق آپ کے حالات سے پورے واقف تھے۔ اس لئے سُننے ہی یقین کر لیا۔

اہمیت تقویٰ

فرمایا۔ ہمیں جس بات پر مامور کیا ہے۔ وہ یہی ہے کہ تقویٰ کا میدان خللی پڑا ہے تقویٰ ہونا چاہیئے نہ یہ کہ تلوار اٹھاؤ۔ یہ حرام ہے۔ اگر تم تقویٰ کرنے والے ہو گے۔ تو ساری دنیا تمہارے ساتھ ہوگی۔ پس تقویٰ پیدا کرو۔ جو لوگ شراب پیتے ہیں یا جن کے مذہب کے شعائر میں شراب جزدِ اعظم ہے ان کو تقویٰ سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔ وہ لوگ نیکی سے جنگ کر رہے ہیں۔ پس اگر اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو ایسی خوش قسمت دے اور انہیں توفیق دے کہ وہ بدیوں سے جنگ کرنے والے ہوں اور تقویٰ اور طہارت کے میدان میں ترقی کریں۔ یہی بڑی کامیابی ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی چیز موثر نہیں ہو سکتی۔ اس وقت کل دنیا کے مذاہب کو دیکھ لو کہ اصل غرض تقویٰ مغفوق ہے اور دنیا کی وجاہتوں کو خدا بنایا گیا ہے۔ حقیقی خدا چھپ گیا ہے اور سچے خدا کی ہتک کی جاتی ہے مگر اب خدا چاہتا ہے کہ وہ آپ ہی مانا جاوے اور دنیا کو اس کی معرفت ہو جو لوگ دنیا کو خدا سمجھتے

ہیں وہ متوکل نہیں ہو سکتے۔

اس سیر میں سے ہم نے مضمون فیروز کو نکال کر آپ ہی کی تقریر کے مختلف فقروں کو
یک جا جمع کر دیا ہے۔ ایڈیٹر

تعداد و جماعت اور مولوی محمد حسین بٹالوی

ظہر سے پہلے لودھیانہ سے آئے ہوئے احباب نے شرف نیاز حاصل کیا۔ قاضی خواجہ علی
صاحب نے مولوی محمد حسین صاحب کی ملاقات کا ذکر کیا کہ میں نے ان کو کہا تھا کہ قادیان
چلو۔ فرمایا۔

اگر وہ یہاں آجائے تو اس کو اصل حالات معلوم ہوں اور ہماری جماعت کی ترقی
کا پتہ لگے وہ ابھی تک تین سو تک ہی کہتا ہے اور یہاں اب ڈیڑھ لاکھ سے بھی تعداد زیادہ
بڑھ گئی ہے۔ اگر شبہ ہو تو گورنمنٹ کے حضور درخواست کر کے ہماری جماعت کی الگ
مردم شماری کرائیں۔ براہین احمدیہ میں جو لکھا تھا کہ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ وَ اَنْتَ هٰی
اَمْرُ الزَّمَانِ اِلَیْنَا۔ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ۔ اب دیکھیں کہ وہ وقت آیا ہے یا نہیں۔
گورنمنٹ پنجاب کی خدمت میں جو میموریل ستمبر ۱۸۹۹ء میں بھیجا گیا تھا۔ اس میں صاف
اس امر کی پیشگوئی ہے کہ یہ جماعت تین سال میں ایک لاکھ ہو جائے گی۔ اور وہ پوری ہو گئی
بہت سے لوگ ایسے ضعفا و غرباء میں سے ہیں جو اس سلسلہ میں داخل ہو چکے ہیں۔ مگر
انہیں سکتے۔

دیندار دنیا داروں سے نفرت کرتا ہے

فساد دیندار آدمی دنیا داروں کی طرف رجوع کرنے میں اپنی ذات اور توہین سمجھتا ہے۔ ایک
صحابی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض تھے۔ اس وقت ایک بادشاہ نے اپنا سفیر اس کے

پاس بھیجا اور چاہا کہ وہ اس کے پاس چلے آویں۔ صحابیؓ نے اُس خط کو لے کر تواریخ پھینک دیا اور دنا شروع کر دیا کہ ایک طرف تو میری یہ حالت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عارض ہیں اور دوسری طرف میں یہاں تک گر گیا کہ ایک کافر میرے ایمان پر طبع کرنے لگا۔ مجھ سے ضرور کوئی سخت مصیبت ہوئی ہے۔ جس قدر زیادہ دینداری اور خدا پرستی ہوگی۔ اسی قدر اہل دنیا سے نفرت پیدا ہوگی۔ ہم کو جس قدر تکالیف دی گئی ہیں اور جس قدر سب دشمن کیا گیا ہے۔ یہ ہماری تبلیغ کے لئے ذریعہ ہو گیا ہے۔ جیسے جس قدر گرمی شدت سے ہو برسات بھی اسی نسبت سے زیادہ ہوتی ہے۔ عرب کے لوگ عیش و عشرت اور ناپاک خواہشوں اور فطوں میں مستغرق تھے۔ انہیں مذہب اور مذہبی مباحثات سے کیا کام تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل میں یوں کھڑے ہو گئے جیسے کوئی بڑا عاشق مذہب دیندار ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ اس شور سے ساری قوموں میں جلد جلد آپ کی دعوت پھیل جائے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی تکالیف دیں مگر آخر وہی ہوا جو خدا تعالیٰ کا منشا تھا۔ اسی طرح پر یہاں دیکھ لو کہ کس قدر زور شور سے مخالفت ہوئی۔ اور ہو رہی ہے۔ بہت سے لوگ ہیں جو بدعات اور بدکاریوں میں مبتلا ہیں۔ اکثر ہیں جو کج بول کے پیرینے ہوئے ہیں۔ اور بھنگ چرس مک تازی گانجا شراب وغیرہ پیتے ہیں یہ دہریہ ہوتے ہیں مگر کوئی اُن سے تعرض نہیں کرتا۔ برخلاف اس کے ہماری اس قدر مخالفت کی جاتی ہے کہ ایک چھوٹے سے مسئلہ وفات و حیات مسیح پر وہ شور اُٹھایا گیا جس کی حد نہیں رہی۔ قتل کے فتوے دیئے گئے اس میں لازم یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کی اشاعت چاہتا ہے۔

دربار شام

جمعہ کے بعد طاعون کا ذکر ہوا۔ جس پر حضرت اقدس نے ایک لمبی تقریر طاعون کے متعلق فرمائی ہم کسی قدر تھنیں کے ساتھ اس کو ذیل میں لکھتے ہیں:-

تقویٰ کی ضرورت

فرمایا۔ جب تک انسان تقویٰ میں ایسا نہ ہو جیسے اونٹ کو سوئی کے ناکے سے نکالنا پہلے اس وقت تک کچھ نہیں ہوتا۔ جس قدر زیادہ تقویٰ اختیار کرتا ہے اسی قدر اللہ تعالیٰ بھی توجہ فرماتا ہے۔ اگر یہ اپنی توجہ معمولی رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی معمولی توجہ رکھتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ غَضِبْتُ غَضَبًا شَدِيدًا یہ طاعون کے متعلق ہے اور پھر فرمایا۔ اِنِّیْ مَعَ الرَّسُولِ اَقُوْمُوا وَاَلُوْمُوا مِنْ يَلُوْمٍ وَاَفْطَرُوا وَاَصُوْمُوا۔ میں اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہوں گا۔ اور اس کو طاعت کروں گا جو طاعت کرتا ہے۔ میں روزہ کھولوں گا بھی اور روزہ رکھوں گا بھی۔ یہ سب الہام طاعون کے متعلق ہیں۔ طاعت ایک دل کے ساتھ ہوتی ہے اور ایک زبان کے ساتھ۔ زبان کے ساتھ تو یہی طاعت ہے جو مخالف کرتے ہیں۔ لیکن دل کی طاعت یہ ہے کہ ان باتوں کی طرف توجہ نہ کرے جو ہم پیش کرتے ہیں اور ان پر عمل کے لئے تیار نہ ہو۔ روزہ رکھوں گا اور کھولوں گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک وقت تک گریبا طاعون کا زور گھٹ جائے گا۔ یہ روزے کے دن ہوں گے اور ایک وقت ایسا ہوگا کہ اس میں کثرت سے ہوگی۔ اب دیکھا گیا ہے کہ کثرت سردی اور کثرت گرمی میں اس کی شدت اور تیزی ترک جاتی ہے لیکن بہاری موسم فزوی، مارچ اور ستمبر، اکتوبر میں اس کا زور بڑھ جاتا ہے۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ دورے تھنے والے نہیں ہیں خدا تعالیٰ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دورے شدید ہیں۔ زمین پر خدا تعالیٰ سے غفلت اور سستی پھیل گئی ہے۔ نیکیوں کی طرف توجہ نہیں رہی۔ ایسی صورت میں کیا اس کا علاج ڈاکٹری اصولوں سے ہوگا یا کوئی اور علاج اثر پذیر ہو سکے گا جب تک خدا تعالیٰ کی مرضی نہ ہو؟

مت خیال کرو کہ ہمارا ملک یا شہر یا گاؤں ابھی تک محفوظ ہے۔ یہ کل دنیا کے لئے مأمور ہو کر آئی ہے اور اپنے وقت پر ہر جگہ پھرے گی۔ اس کے دورے بڑے لمبے ہوتے ہیں۔ بعض وقت لوگ ان دجوات کو نہیں سمجھ سکتے۔ لیکن یاد رکھو کہ جو کچھ ہو رہا

ہے اللہ تعالیٰ کے حکم اور ایسا رہے ہو رہا ہے۔ اب اس کے وجہ موٹے ہیں۔ ہائیس برس پہلے خدا تعالیٰ نے برائین میں مجھے اس کی خبر دی اور پھر متواتر وقتاً فوقتاً وہ اطلاع دیتا رہا یہاں تک کہ جب ابھی پنجاب کے دوسلوں میں تھی تو اُس نے مجھے بتایا کہ کل پنجاب اس کے اثر سے متاثر ہو جائے گا۔ اس وقت لوگوں نے اس پر ہنسی کی۔ مگر اب بتائیں کہ ان کی ہنسی کا کیا جواب ہوا؟ اجنبی لوگ اگر نہ مانیں تو نہ سہی مگر ہماری جماعت جو دن رات نشانات کو دیکھتی ہے اُسے چاہیئے کہ اپنی تبدیلی کرے۔ جو شخص امن کے زمانہ میں خدا سے ڈرتا ہے وہ بچا یا جاتا ہے۔ ڈرنے والے زمانہ میں تو ہر ایک ڈرتا ہے جب سونٹا اٹھایا جاوے تو اُس سے بھڑک، بکری، کُتّا، بلی سب ڈرتے ہیں۔ انسان کی اس میں کون سی خوبی ہے۔ یہ تو اس حالت میں اُن سے جا بڑا۔ اس کی دانشمندی اور دور بینی کا یہ تقاضا ہونا چاہیئے تھا کہ پہلے ہی سے ڈرتا۔ بعض گاؤں میں سخت تباہی ہو چکی ہے یہاں تک کہ گھروں کے گھر مقفل ہو گئے۔ جب زور سے پڑتی ہے تو پھر کھلانے والی آگ کی طرح ہوتی ہے۔ ایک بار بلا دشام میں پڑی تھی تو جانوروں تک کی صفائی اس نے کر دی تھی۔ یہ بڑی خطرناک بلا ہے۔ اس سے بے خوف ہونا نادانی ہے حقیقی زبان ایک موت ہے۔ جب تک انسان اس موت کو اختیار نہ کرے۔ دوسری زندگی بل نہیں سکتی۔

جو لوگ بڑی بیعت کر کے چاہتے ہیں کہ خدا کی گرفت سے بچ جائیں۔ وہ غلطی کرتے ہیں۔ ان کو نفس نے دھوکا دیا ہے۔ دیکھو طبیب جس وزن تک مریض کو دوا پلائی چاہتا ہے۔ اگر وہ اُس حد تک نہ پیوے تو شفا کی امید رکھنی فضول ہے مثلاً وہ چاہتا ہے کہ دس تولہ استعمال کرے اور یہ صرف ایک ہی قطرہ کافی سمجھتا ہے یہ نہیں ہو سکتا پس اس حد تک صفائی کرو۔ اور تقویٰ اختیار کرو جو خدا کے غضب سے بچانے والا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ رجوع کرنے والوں پر رحم کرتا ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا۔ تو دنیا میں

اندھیر پڑ جاتا۔ انسان جب متقی ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے اور اُس کے غیر میں فرقان رکھ دیتا ہے اور پھر اس کو ہر تنگی سے نجات دیتا ہے نہ صرف نجات بلکہ میرز قند من حیث لاحتساب۔ پس یاد رکھو جو خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہے خدا تعالیٰ اس کو مشکلات سے رٹائی دیتا ہے اور انعام و اکرام بھی کرتا ہے اور پھر متقی خدا کے دلی ہو جاتے ہیں تقویٰ ہی اکرام کا باعث ہے کوئی خواہ کتنا ہی لکھا پڑھا ہوا ہو وہ اس کی عزت و تکریم کا باعث نہیں اگر متقی نہ ہو لیکن اگر ادنیٰ درجہ کا آدمی بالکل اُمتی ہو مگر متقی ہو وہ معزز ہو گا۔ یہ دن خدا تعالیٰ کے روزہ کے ہیں۔ اُن کو غنیمت سمجھو اس سے پہلے کہ وہ اپنا روزہ کھولے تم اس سے صلح کر لو اور پاک تبدیلی کرو جو خوری کا مہینہ باقی ہے فروری میں پھر وہی سلسلہ شروع ہونے والا ہے۔ ایسی بلاؤں کا باعث صادق کی تکذیب ہوتی ہے۔ اس لئے اور کوئی علاج کارگر نہیں ہو سکتا۔ بعض صحابہؓ بھی اس مرض سے مرے ہیں لیکن وہ شہید ہوئے۔ جیسے اڑائیاں جو دشمنوں کی ہلاکت کا موجب تھیں ان میں مرنے والے صحابہ بھی شہید ہوئے تھے جو نیک آدمی مَر جاتا ہے اس کو بشارت شہادت ملتی ہے جو بد آدمی مَرتا ہے اس کا انجام جہنم ہے جو شخص نیکیوں میں ترقی کرتا ہے اور خدا تعالیٰ سے پناہ مانگتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو بچا لیتا ہے۔ دیکھو ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش والد علم پیغمبر گزرے ہیں۔ مگر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اُن میں سے کوئی طاعون سے بھی ہلاک ہوا تھا۔ ہرگز نہیں۔ یہ بلا بھی مامور ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کے حکم سے نازل ہوتی ہے۔ اس کی مجال نہیں کہ بلا حکم کوئی کام کرے۔ (یہاں حضرت اقدس نے ہاتھی والی روایا سنائی جو کئی مرتبہ شائع ہوئی)

پھر فرمایا کہ

اگرچہ آج کل کسی قدر امن ہے مگر میں ڈرتا ہوں کہ وہ وقت خطرناک زور کا قریب ہے اس لئے ہماری جماعت کو ڈرنا چاہیئے۔ اگر کسی میں تقویٰ ہو جیسا کہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے۔ تو وہ بچایا جائیگا۔ اس سلسلہ کو خدا تعالیٰ نے تقویٰ ہی کے لئے قائم کیا ہے کیونکہ تقویٰ کا میدان

بالکل خالی ہے۔ پس جو متقی بنیں گے ان کو معجزہ کے طور پر بچایا جائے گا۔

عرب صاحب نے پوچھا جو لوگ حضور کو بُرا نہیں کہتے اور آپ کی دعوت کو نہیں سنا۔

وہ طاعون سے محفوظ رہ سکتے ہیں یا نہیں۔ فرمایا:-

میری دعوت کو نہیں سنا تو خدا کی دعوت تو سُنی ہے کہ تقویٰ اختیار کریں۔ پس جو تقویٰ اختیار کرتا ہے وہ ہمارے ساتھ ہی ہے خواہ اس نے ہماری دعوت سُنی ہو یا نہ سُنی ہو کیونکہ یہی غرض ہے ہماری بعثت کی۔ اس وقت تقویٰ عنقا یا کبریت کی طرح ہو گیا ہے کسی کام میں خلوص نہیں رہا بلکہ ملوثی ملی ہوئی ہے۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس ملوثی کو جلا کر خلوص پیدا کرو۔ اس وقت ظہر الفساد فی البر والبخش کا نمونہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت یورپ اور دیگر ممالک کی بگڑی ہوئی حالتوں کا علم نہ تھا۔ خدا تعالیٰ کی دہی پر ایمان تھا اور اب عرفان کی حالت پیدا ہو گئی ہے جو چاہے ان ممالک میں جا کر دیکھ لے۔

(الحکم جلد ۲ نمبر ۱۱ صفحہ ۱۱۴) ملاحظہ فرمائیے ۱۹۰۳ء

۴ جنوری ۱۹۰۳ء بروز یکشنبہ

(بوقت سیر)

طاعون اور اس کا علاج

طاعون کے متعلق ذکر ہوا۔ فرمایا کہ

ہمارا علاج کوئی کان دھر کر سُنتا نہیں ہے مگر بہر حال آخری علاج یہی ہے۔ لوگوں کی عادت ہو گئی ہے کہ ان کی نظر صرف اسباب پر رہتی ہے مگر سچی بات یہ ہے کہ آسمان سے سب کچھ ہوتا ہے۔ جب تک وہاں نہ ہو زمین پر کچھ نہیں ہو سکتا۔ دہریت کا اہل طبائع میں بہت زور ہے۔ اخباروں میں ہمارے بتلائے ہوئے علاج پر ٹٹھا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ طاعون کو خدا سے کیا تعلق۔ ایک بیماری ہے جس کا علاج ڈاکٹروں سے کرنا چاہیئے۔

ایک صاحب نے لوگوں کا یہ اعتراض پیش کیا کہ طاعون سے اکثر غریب ہی مرتے ہیں
مخالفت اور امیر نہیں مرتے۔ فرمایا:-

میرے الہاموں سے پایا جاتا ہے کہ ہم دوز سے شروع ہوں گے۔ مکہ میں جب قحط
پڑا تو اس میں بھی اول غریب لوگ ہی مرے۔ لوگوں نے اعتراض کیا کہ الہامی ہوں اس قدر لغت
ہے۔ وہ کیوں نہیں مرا۔ حالانکہ اس نے تو جنگ ہمد میں مرنا تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف
سے ایک ابتلا ہوا کرتا ہے اور یہ اس کی عادت ہے اور پھر اس کے علاوہ یہ اس کی مخلوق
ہے۔ اس کو ہر ایک نیک و بد کا علم ہے۔ سزا ہمیشہ مجرم کے واسطے ہوا کرتی ہے۔ غیر مجرم
کے واسطے نہیں ہوتی۔ بعض نیک بھی اس سے مرتے ہیں مگر وہ شہید ہوتے ہیں۔ اور اُن
کو بشارت ہوتی ہے اور رفتہ رفتہ سب کی نوبت آجاتی ہے۔ اب رسل بابا جو مرا۔ کیا وہ
امیروں میں سے نہ تھا۔ ہمارا بھی مخالفت تھا۔

ایک شخص نے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں طاعون کیوں نہ پڑی
ان کا بھی انکار ہوا تھا۔ فرمایا:-

یہ ضرور نہیں ہے کہ خدا ہر وقت ایک ہی رنگ میں عذاب دیوے۔ قرآن شریف
میں عذاب کی کئی اقسام بیان کی ہیں۔ جیسے قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰیۤ اَنْ يَّبْعَثَ عَلَیْکُمْ عَذَابًا
مِنْۢ فَوْقِکُمْۚ اَوْ مِنْۢ تَحْتِۤی اَنْۢحِلَ عَلَیْکُمْۚ اَوْ یَلْبِسَ کُمْۚ بِشِیْءٍ مِّنْۢ بَیْۤانِیۡنٍۭ یَّخْصِمُکُمْۚ بَیۡۤانَسْ
بَعْضِہٖۡ ۱۴۔

جنگ و لڑائی وغیرہ کو بھی عذاب قرار دیا ہے۔ عذاب بہت اقسام کے ہوتے ہیں
کیا خدا تعالیٰ کے پاس عذاب کی ایک ہی قسم ہے ؟ اور خدا تعالیٰ کی عادت ہے کہ ہر نشان
میں ایک پہلو اٹھا کر دکھتا ہے ورنہ وہ چاہے تو چُن چُن کر بڑے بڑے ہمدعاش ہلاک
کر دے سب لوگ ایک ہی دن میں سیدھے ہو جاویں۔

مولوی محمد احسن صاحب نے کہا کہ حضور اب اَلْوَمُّ مِّنْ یَّلَؤْمُ کا الہام خوب پورا

ہوا۔ حضور کے بتلائے ہوئے علاج پر لوگ کیا کیا باتیں بناتے تھے اور طریقِ ملامت ان لوگوں نے اختیار کیا ہوا تھا۔ خدا تعالیٰ نے اس ملامت کے بدلے میں کیسی ملامت کی ہے جس تکہ کو پیش کر کے ملامت کرتے تھے۔ اب خود ہی اس کو سوں دلا رہا گئے ہیں۔

پھر حضرت اقدس علیہ السلام نے ایک موقع پر فرمایا کہ

خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اُسے (طاعون کو) کبھی پند نہ کروں گا جب تک توبہ نہ کریں۔ خدا تعالیٰ کا اصل مطلب طاعون سے افطار ہے (یعنی ہلاک کرنے کا) مگر پھر رحم آتا ہے تو روزہ رکھ لیتا ہے (یعنی درمیان میں وقفہ دے دیتا ہے)۔ کہ لوگ اگر چاہیں تو توبہ کر لیں۔ لوگوں سے اگرچہ ہمیں ہمدردی ہے مگر چونکہ لوگ خدا تعالیٰ سے غافل ہیں اس لئے اس کو یاد کرانے کے واسطے تنبیہ کی ضرورت ہے جیسے ایک لحاف کے اندر کا مٹر بھی میلا اور پلید ہو اور باہر کا اُترہ بھی ویسے ہی خراب ہو۔ اسی طرح اب اندرونی اور بیرونی دونو حالتیں قابلِ اصلاح ہیں لوگوں کو یہ بات تعجب میں ڈال رہی ہے کہ ایسا ہوگا کہ خدا اپنی ہستی کو منوا دے یہ اُن کی غلطی ہے وہ اپنے وجود کو ضرور منوا دے گا۔

آٹار سے پتہ لگتا ہے کہ جہاں جہاں طاعون پڑی ہوئی ہے ابھی تک لوگ اس سے متاثر نہیں ہوئے۔ ابھی کل امرت سر سے ایک اشتہار آیا ہے کہ تین سالہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی اور اس پر استہزاء کیا ہے حالانکہ ان کو چاہیئے تھا کہ انتظار کرتے کہ ہم کیا لکھتے ہیں اکم از کم ہم سے دریافت ہی کر لیتے کہ ہم کیا کہتے ہیں۔

لوگوں کو ابھی شرم نہیں آتی جو کہ اُن کے گالیوں سے بھرے ہوئے اشتہار پڑھتے ہیں کیا مولویوں کی پاکیزگی کا یہی نمونہ ہے ان لوگوں کی بڑی کامیابی یہی ہے کہ محمد پر چونکہ نفرت و نثر پڑھ دی۔ سمجھ میں نہیں آتا۔ بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ دلوں پر فہمیں لگا دیتا ہے خود ہی توڑے تو توڑے۔

جہلم کے سفر کے متعلق فرمایا کہ

میری طبیعت ہمیشہ شور اور غوغا سے جو کثرت ہجوم کے باعث ہوتا ہے متنفذ ہے ایسے لوگوں کے ساتھ مغرور خوری کرنا بیفائدہ ہے وہی دقت انسان کسی علمی فکر میں صرت کرے تو خوب ہے خدا تعالیٰ نے ہماری اشاعت کا طریق خوب رکھا ہے۔ ایک جگہ بیٹھے ہیں نہ کوئی داعظ ہے نہ مولوی نہ لیکچرار جو لوگوں کو سنانا پھرے۔ وہ خود ہی ہمارا کام کر رہا ہے بیعت کرنے والے خود آ رہے ہیں بڑے امن کا طریق ہے۔

(الہدایہ جلد ۲ نمبر ۱-۲ مورخہ ۲۳ د ۳۰ جنوری ۱۹۰۳ء)

—بیزمہ—

۱۹۰۳ء ۱۹ جنوری ۱۹۰۳ء بروز دوشنبہ جہاد

نہر کے دقت حضور علیہ السلام تشریف لائے تو سرحد کے لوگوں کے جہاد کے بارے میں غلط فہمی کا ذکر چل پڑا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ

مذہبی امور میں آزادی ہونی چاہیئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا إِلَهَ إِلَّا فِي الدِّينِ۔ کہ دین میں کسی قسم کی زبردستی نہیں ہے۔ اس قسم کا فقرہ انجیل میں کہیں بھی نہیں ہے۔ لڑائیوں کی اصل جڑ کیا تھی۔ اس کے سمجھنے میں ان لوگوں کو غلطی ہوئی ہے۔ اگر لڑائی کا ہی حکم تھا تو تیرہ برس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تو پھر ضائع ہی گئے کہ آپؐ نے آتے ہی تلوار نہ اٹھائی۔ صرف لڑنے والوں کے ساتھ لڑائیوں کا حکم ہے۔ اسلام کا یہ اصول کبھی نہیں ہوا۔ کہ خود ابتداء جنگ کریں۔ لڑائی کا سبب کیا تھا اسے خود خدا نے بتلایا ہے کہ ظُلُمٌ۔ خدا تعالیٰ نے جب دیکھا کہ یہ لوگ مظلوم ہیں تو اب اجازت دیتا ہے کہ تم بھی لڑو۔ یہ نہیں حکم دیا کہ اب وقت تلوار کا ہے تم زبردستی تلوار کے ذریعہ لوگوں کو مسلمان کرو۔ بلکہ یہ کہا کہ تم مظلوم ہو اب مقابلہ کرو مظلوم کو تو ہر ایک قانون اجازت دیتا ہے کہ حفظ جان کے واسطے مقابلہ کریں۔

ایسے خیالات کی اشاعت کا الزام پادریوں پر نہیں ہے بلکہ اسے خود ملائوں نے اپنے
 اوپر بوجھ کیا ہے۔ خدا تعالیٰ کا ہرگز یہ منشا نہیں ہے کہ ایک غافل شخص جسے دین کی حقیقت
 معلوم نہیں ہے اُسے جبراً مسلمان کیا جائے۔ اب ایک بنیا جس کی عمر ساٹھ سینسٹھ سال
 کی ہے اور اُسے دین کی خبر ہی نہیں تو اس کے گلے پر تلوار رکھ کر اس سے لا الہ الا اللہ
 کہلانے سے کیا حاصل ہوگا؟ خدا تعالیٰ کا منشا ہے کہ غفلت چونکہ بہت ہو گئی ہے۔
 اب دلائل سے سمجھا دیوے اگر جہاد کریں بھی تو کس سے کریں؟ سب سے اہل تو انہیں مسلمانوں
 سے کرنا چاہیئے کہ جنہوں نے دین کو تباہ کر دیا ہے۔ صحابہ کرامؓ تو خدا کے فرشتے تھے۔ اور
 جب ناقبت اندیش لوگوں نے تلواریں اٹھائیں تو خدا نے اُن کے ذریعہ اُن کو سنائیں
 دلوائیں مگر اُجھل کے یہ لوگ کہ جن کی مثال ڈاکوؤں کی ہے کیا یہ خدا تعالیٰ کے ذلیل ہو سکتے
 ہیں۔ قرآن سے تو ثابت ہوتا ہے کہ کافر سے پہلے فاسق کو سزا دینی چاہیئے۔ خدا تعالیٰ نے
 اسی لئے چنگیز خاں کو اُن پر مسلط کر دیا تھا تاکہ ممالک پوری ہو جیسے یہودیوں پر مسیح
 کو متعین کر دیا تھا ویسے ہی ان پر چنگیز خاں کو۔ اس کے وقت میں ایک بزرگ تھے
 ان کے پاس لوگ گئے کہ وہ دعا کریں۔ انہوں نے جواب دیا کہ تمہاری حرام کاریوں کی وجہ
 سے ہی تو چنگیز خاں مسلط ہوا ہے۔ قتل کے بعد سنا ہے کہ چنگیز خاں نے اسلام کے
 علماء و فضلاء کو بلا کر پوچھا کہ اسلام کیا ہے انہوں نے کہا کہ پنجو تہ نماز ہے۔ کہنے لگا کہ یہ تو
 عمدہ بات ہے کہ اپنے کاروبار میں پانچ وقت دن میں خدا کو یاد کرنا۔ پھر انہوں نے زکوٰۃ
 بتلائی۔ اس کی بھی تعریف کی۔ تیسرے انہوں نے حج بتلایا۔ اس کی اُسے سمجھ نہ آئی۔ اس
 کے بیٹے کا اسلام کی طرف رجوع تھا مگر آخر پوتا بالکل مسلمان ہو گیا۔ اسی طرح بخت نصیر
 یہودیوں پر مسلط ہوا تھا۔ مگر خدا تعالیٰ نے اسے کہیں ملعون نہیں کہا ہے بلکہ عباداً لَنَا
 ہی کہا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا دستور ہے کہ جب ایک قوم فاسق فاجر ہوتی ہے تو اس پر ایک
 اور قوم مسلط کر دیتا ہے۔

موت اور دریا اور ابابیل کی تعبیر

قبل از عشاء ایک صاحب نے ایک خواب سُنا جس میں ایک مُردہ نے اُن کو اُن کی موت کی خبر دی تھی اور یہ خواب بیعت سے پیشتر آئی تھی۔ اس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ

جو بیعت کرتا ہے اس پر بھی ایک موت ہی آتی ہے۔ خوابوں میں موت سے مراد موت ہی نہیں ہوا کرتی اور بھی موت کے بہت سے معنے ہیں خدا کو کوئی نہیں پاسکتا جو بتک اس کی اول زندگی پر موت نہ آوے۔

دیا کی تعبیر پر فرمایا کہ

جو معارف اور علم رکھتا ہو اسے دیا سے ہی تعبیر کیا کرتے ہیں اور ابابیل سے مراد وہ جماعت اور لوگ جو اس سے فیوض حاصل کرتے ہیں۔

پھر موت کے ذکر پر فرمایا کہ

موت کے معنے رفعت و درجات بھی لکھے ہیں اور صوفی کہتے ہیں کہ انسان نجات نہیں پاسکتا جب تک اس پر بہت موتیں نہ آویں حتیٰ کہ وہ ایک زندگی کو ناقص محسوس کر کے پھر اور ایک زندگی اختیار کرتا ہے۔ پھر اس پر موت ہوتی ہے۔ پھر ایک اور نئی زندگی اختیار کرتا ہے۔ اور اس طرح کئی موتیں اور کئی زندگیاں حاصل کرتا ہے۔

ایک شخص نے سوال کیا کہ خواب کی کتنی اقسام ہیں۔

خوابوں کے اقسام

حضرت اقدس نے فرمایا کہ

تین قسمیں خوابوں کی ہوتی ہیں۔ ایک نفسانی۔ ایک شیطانی اور ایک روحانی۔ نفسانی جیسے نبی کو چھ پھڑوں کے خواب۔ شیطانی وہ جس میں ڈرانا یا وحشت ہو۔ روحانی خواب خدا تعالیٰ کی طرف سے پیغام ہوتی ہیں اور ان کا ثبوت صرف تجربہ ہے۔ اور یہ خدا کی باتیں ہیں

جو اس دُنیا سے بہت دُور تر ہیں اگر ہم اُن کے متعلق عقلی دلائل پر توجہ کریں تو نہ دوسرا اس سے سمجھ سکتا ہے نہ ہم سمجھا سکتے ہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کی مستی کے نشان ہیں جو غیب سے دل پر ڈالتا ہے اور جب دیکھ لیتے ہیں کہ ایک بات بتلائی گئی اور وہ پوری ہوئی تو پھر اس پر خود ہی اعتبار ہو جاتا ہے۔ اس عالم کے امور کا جو آلہ ہے وہ اُسے مشناخت نہیں کر سکتا۔ یہ رُوحانی امور ہیں۔ انہیں سے اُن کو پہچانا جائے تو سمجھ آئے۔ اور خواب اپنی صداقت پر آپ ہی گواہی دیتی ہیں۔ خدائی امور ایسے ہی ہوتے ہیں کہ سمجھ میں نہیں آیا کرتے اور اگر آجا دیں تو پھر خدا بھی سمجھ میں آجائے۔

سُرخ سیاہی کے قطرات والی رویا

پھر اس کے بعد حضرت اقدس نے اپنے ایک خواب کا ذکر کیا جس میں آپ نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ ایک حاکم کی صورت پر متمثل ہوا ہے اور آپ نے کچھ احکام لکھ کر دستخط کرائے ہیں۔ آپ نے وہ تمام کاغذات دستخط کے واسطے حضرت ادریت میں پیش کئے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ ایک گُرسی پر بیٹھا ہوا تھا اور ایک دوات جس میں سُرخ روشنائی تھی وہ پڑی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے قلم لے کر اس روشنائی سے لگائی مگر مقدار سے زیادہ روشنائی اُس میں لگ گئی جیسے کہ دستور ہے کہ ایسی حالت میں چھڑک دیا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی چھڑک دیا اور کاغذات پر بلا دیکھے دستخط کر دیئے اور اس وقت میرے پاس عبد اللہ سنوری اور حامد علی تھے۔ اور میں سویا ہوا تھا کہ بچائیک انہوں نے جگایا کہ یہ سُرخ قطرات کہاں سے آئے دیکھا تو میرے کرت پر اور کسی جگہ پگڑی پر اور کہیں پاجامہ پر پڑے ہوئے تھے۔ میرے دل میں اس وقت بڑی برقت تھی کہ خدا تعالیٰ کا مجھ پر کس قدر احسان ہے اور فضل ہے کہ کاغذات کو بلا دیکھے اور پوچھے دستخط کر دیئے ہیں۔ اب یہ کیا حیرانی کی بات نہیں ہے۔ کہ میں نے تو ایک معاملہ خواب میں دیکھا اور اس کے قطرات ظاہر میں کہلوں پر پڑے۔

جو کہ اب تک موجود ہیں اور دو شاہد بھی ہیں۔

جماعت کی ترقی کا نشان

پھر وہ دقت کہ ایک دو آدمی ہمارے ساتھ تھے اور کوئی نہ تھا اور اب دیکھتے ہیں کہ جو حق درجوق آ رہے ہیں۔ یا ان من کل فی حقیق۔ اور پھر اتنی ہی بات نہیں بلکہ اس کے اوپر ایک اور حاشیہ لگا ہوا ہے کہ مخالفوں نے ماضیوں تک زور لگایا کہ لوگ آنے سے رکھیں مگر آخر کار وہ فقرہ ٹوٹا ہو کر رہا۔ اب جو نیا شخص ہمارے پاس آتا ہے۔ وہ اسی الہام کا ایک نشان ہوتا ہے۔

ابہنیت کی حالت میں انسان خدا کے کاموں سے نا آشنا ہوتا ہے۔ اب جیسے یہ ریل ہے کہ یہاں کے لوگوں کے نزدیک تو عام بات ہے اور کوئی تعجب اور حیرت کا مقام نہیں ہے مگر جہاں کہ دور دور آبادیوں میں یہ نہیں گئی اور نہ ان لوگوں نے اُسے دیکھا ہے اُن سے کوئی بیان کرے تو کب باور کریں گے کہ ایک سواری ہے کہ خود بخود چلتی ہے۔ نہ اس میں گھوڑا ہے نہ نیل نہ اور جانور۔ تو جن کو ان خدائی امور کا تجربہ نہیں۔ ان کی سمجھ میں نہیں آتا۔

ناز میں لذت نہ آنے کی وجہ

پھر اسی صاحب نے اعتراض کیا کہ بہت کوشش کی جاتی ہے مگر ناز میں لذت نہیں آتی۔ فرمایا:-

انسان جو اپنے تئیں امن میں دیکھتا ہے تو اسے خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ حالت استغنا میں انسان کو خدا یاد نہیں آیا کرتا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری طرف وہ متوجہ ہوتا ہے کہ جس کے بازو ٹوٹ جاتے ہیں۔ اب جو شخص غفلت سے زندگی بسر کرتا ہے۔ اُسے خدا کی طرف توجہ کب نصیب ہوتی ہے۔ انسان کا رشتہ خدا تعالیٰ کے ساتھ عاجزی اور اضطراب کے ساتھ ہے لیکن جو عقلمند ہے وہ

اس رشتہ کو اس طرح سے قائم رکھتا ہے کہ وہ خیال کرتا ہے کہ میرے باپ دادا کہاں ہیں اور اس قدر مخلوق کو ہر روز فرما دیکھ کر وہ انسان کی فانی حالت کا مطالعہ کرتا ہے تو اُس کی برکت سے اُسے پتہ لگ جاتا ہے کہ میں بھی فانی ہوں اور وہ سمجھتا ہے کہ یہ جہان چھوڑ دیا جائے گا۔ اور اگر وہ اس میں زیادہ مبتلا ہے تو اُسے چھوڑنے کے وقت حسرت بھی زیادہ ہوگی اور یہ حسرت ایسی ہے کہ خواہ آخرت پر ایمان نہ بھی ہو۔ تب بھی اس کا اثر ضرور ہوتا ہے اور اس سے امن اس وقت ملتا ہے کہ جب فانی خوشحالی نہ ہو بلکہ سچی خوشحالی ہو۔ بعض آدمیوں کو بیماریوں سے بعض کو دوسری تکالیف سے خدا تعالیٰ کی طرف رجوع ہوتا ہے



سنا میں خدا تعالیٰ کا کلام اور ادعیہ ماٹورہ ضرور پڑھے

پھر سوال ہوا کہ اگر ساری نماز کو اپنی زبان میں پڑھ لیا جاوے تو کیا حرج ہے فرمایا۔ خدا تعالیٰ کے کلام کو اسی کی زبان میں پڑھنا چاہیئے۔ اس میں بھی ایک برکت ہوتی ہے خواہ فہم ہو یا نہ ہو اور ادعیہ ماٹورہ بھی ویسے ہی پڑھے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلیں۔ یہ ایک محبت اور تعظیم کی نشانی ہے۔ باقی خواہ ساری رات دعا لپنی زبان میں کرتا رہے۔ انسان کو اول محسوس کرنا چاہیئے۔ کہ میں کیسا مصیبت زدہ ہوں۔ اور میرے اندر کیسی کیسی کمزوریاں ہیں۔ کیسے کیسے امراض کا نشانہ ہوں اور موت کا اعتبار نہیں ہے۔ بعض ایسی بیماریاں ہیں کہ آدھ منٹ میں ہی انسان کی جان بک جاتی ہے۔ سو اُنے خدا کے کہیں اس کی پناہ نہیں ہے۔ ایک آنکھ ہی ہے جس کی تین سو امراض ہیں۔ ان خیالوں سے انسانی زندگی کی اصلاح ہو سکتی ہے اور پھر اصلاح یافتہ زندگی کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک دیا سخت طغیانی پر ہے۔ مگر یہ ایک عمدہ مضبوط لوہے کے جہاز میں بیٹھا ہوا ہے۔ لہذا ہوائے موافق اسے لے جا رہی ہے۔ کوئی خطرہ ڈوبنے کا نہیں لیکن جو شخص یہ زندگی نہیں رکھتا۔ اس کا جہاز بولا ہے۔ ضرور ہے کہ طغیانی میں ڈوب جائے۔ عام

لوگوں کی نماز تو برائے نام ہوتی ہے۔ صرف نماز کو اٹھیرتے ہیں اور جب نماز پڑھ چکے تو پھر گھنٹوں تک دُعا میں رُجوع کرتے ہیں۔

ایک صاحب نے اٹھ کر عرض کی کہ بیشک حرام خوری وغیرہ نہ چھوڑے تب تک نماز کیا لذت دے اور کیسے پاک کرے حضرت اقدس نے فرمایا:-

إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُدْخِلُنَّ الشَّيْئَاتِ بِهَا - بھلا جو اول ہی پاک ہو کر آیا اسے پھر نماز کیا پاک کرے گی۔

حدیث میں ہے کہ تم سب مُردہ ہو مگر جسے خدا زندہ کرے تم سب بھوکے ہو مگر جسے خدا کھلا دے الخ۔ ایک طبیب کے پاس اگر انسان اول ہی صاف ستھرا اور مرض سے اچھا ہو کر آوے تو اس نے طبابت کیا کرنی ہے اور پھر خدا تعالیٰ کی مغفوریت کیسے کام کرے۔ بندوں نے گناہ کرنے ہی ہیں تو اس نے بخشے ہی ہیں۔ ہاں ایک بات ضرور ہے کہ وہ گناہ نہ کریں جس میں سرکشی ہو ورنہ دوسرے گناہ جو انسان سے سرزد ہوتے ہیں۔ اگر اُن سے بار بار خدا سے بذریعہ دعا تذکیہ چاہے گا تو اُسے قوت ملیگی۔ بلا قوت اللہ تعالیٰ کے ہرگز ممکن نہیں ہے کہ اس کا تذکیہ نفس ہو اور اگر ایسی عادت رکھے کہ جو کچھ نفس نے چاہا اس وقت کر لیا تو اسے کوئی قوت نہیں ملے گی۔ جب ان جو شوں کا مقابلہ کرے اور گناہ کی قوت ہوتے ہوئے پھر گناہ نہ کرے ورنہ اگر وہ اس وقت گناہ سے باز آتا ہے جبکہ خدا تعالیٰ نے طاقتیں چھین لی ہیں تو اسے کیا ثواب ہو گا۔ مثلاً آنکھوں میں بینائی نہ رہے تو اس وقت کہے کہ اب میں غیر عورتوں کو نہیں دیکھتا تو یہ کیا بزرگی ہوئی۔ بزرگی تو اس میں تھی کہ پیشتر اس کے کہ خدا اپنی دی ہوئی امانتیں واپس لیتا وہ اس کے بے محل استعمال سے باز رہتا۔ اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی معیت کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ کی ہی معیت ہو تو تبدیلی ہوتی ہے اور پھر اس کی خواہشیں اور اور جگہ لگ جاتی ہیں اور خدا کی نافرمانی اسے ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے موت۔ بالکل ایک معصوم بچہ کی طرح ہو جاتا ہے۔

اس لئے جہاں تک ہو سکے کوشش کریں کہ دقیق در دقیق پر ہیزگار ہو جاوے۔ جب نماز میں کوئی خطرہ پیش آوے۔ اس وقت سلسلہ دعا کا شروع کر دے یہ مشکلات اس وقت تک ہیں کہ جب تک نمونہ قدرت الہی کا نہیں دیکھتا۔ کبھی دہریہ ہو جاتا ہے کبھی کچھ۔ بار بار مٹو کریں کھاتا ہے۔ جب تک خدا تعالیٰ کی معرفت نہ ہو گناہ نہیں چھوٹ سکتا۔ دیکھو جو لوگ جاہل ہیں۔ ڈاکہ مارتے ہیں۔ چوریاں کرتے ہیں۔ لیکن جن کو علم ہے کہ اس سے ذلت ہوگی۔ خاری ہوگی وہ ایسے کام کرتے شرماتے ہیں کیونکہ اُن کی عظمت میں فرق آتا ہے۔ اس لئے ڈاکہ والوں کا یہ بھی علاج ہے کہ ان کی تعظیم کی جاوے اور ان کو بڑا آدمی بنا دیا جاوے۔ تاکہ پھر اُن کو ڈاکہ مارتے شرم آوے۔

(البتدرجلد ۲ نمبر ۱۰۲، مؤرخہ ۲۳، ۳۰ جنوری ۱۹۰۳ء)

۱۹ جنوری ۱۹۰۳ء

بلوقت میر

اول طاعون کا ذکر ہوتا رہا اور پھر موت کی حالت کا ذکر آیا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ یہ بھی ایک وقت ہے جو انسان پر آتا ہے مگر یہاں آکر سب علوم ختم ہو جاتے ہیں اور کوئی کچھ نہیں بتلاتا۔

بعض احباب اپنے اپنے خواب سنا تے رہے اور حضرت اقدس تعبیر فرماتے رہے چند ایک اُن میں سے واقفیت عام کے لئے درج کی جاتی ہیں۔

تعبیر روایا

خواب میں ختنہ کرنا۔

تقویٰ کا طریق اختیار کرنا ہے۔ اس سے شہوات کا کاٹنا ہے۔

قیامت کی خبر سنانا۔

اس سے مراد ہے کہ دینداروں کی فتح ہوگی اور دشمنوں کو ذلت۔ کیونکہ قیامت کو بھی یہی ہونا ہے

قرآن شریف میں ہے کہ خَبِيرٌ فِي الْجَنَّةِ وَخَبِيرٌ فِي السَّعِيرِ۔ یہ اسی دن ہوگا۔
دُنیا کی رنگ و رنگ کی دھائیں بھی قیامت ہی ہیں۔

طاعون اور انجام

میرے الہام میں ہے:-

یاقی علیٰ جہنم زمانٌ لَئیسَ فیہا احدٌ۔ یہ طاعون کی نسبت ہے۔
اسے بھی جہنم ہی کہا گیا ہے حالانکہ جہنم تو قیامت کو ہونا ہے۔

اس الہام سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کادروائی ہو لیگی تو پھر طاعون ایک دم چُپ ہو کر سو جائے گی۔ پھر اس کے بعد یہ بھی فرمایا ہے۔ یَخَافُ النَّاسُ دِلْعَصْرَانَ۔
پھر بارشیں ہوں گی۔ کشادگی ہوگی۔ فصلیں خوب پکیں گی۔ موتوں سے لوگ بچیں گے۔
پھر اس وقت لوگوں کا دعائیں کرنا کہ یہ طاعون دور ہو۔ بے فائدہ ہے۔ اس کی مثال
ایسی ہے کہ جب ایک شخص پہرات رہے اٹھ کہ دعا شروع کر دے کہ بہت جلد ابھی
دن نکل آوے تو خواہ وہ کچھ ہی کرے مگر دن تو اپنے وقت پر ہی چمٹے گا۔

نیکی کی جڑ اور تنعم میں حد اعتدال

نیکی کے ذکر پر فرمایا کہ

نیکی کی جڑ یہ بھی ہے کہ دنیا کی لذات اور شہوات جو کہ جائز ہیں ان کو بھی حدِ اعتدال سے زیادہ نہ لے جیسا کہ کھانا پینا اللہ تعالیٰ نے حرام تو نہیں کیا مگر اب اسی کھانے پینے کو ایک شخص نے رات دن کا شغل بنا لیا ہے۔ اس کا نام دین پر بڑھاتا ہے

ورنہ یہ لذات دنیا کی اس واسطے ہیں کہ اس کے ذریعہ نفس کا گھوٹا جو کہ دنیا کی راہ میں ہے کمزور نہ ہو۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کہ کبک والے جب لمبا سفر کرتے ہیں تو سات یا آٹھ کوس کے بعد وہ گھوڑے کی کمزوری کو محسوس کر کے اسے دم دلا دیتے ہیں۔ اور نہاری وغیرہ کھلاتے ہیں۔ تاکہ اس کی پچھلی تھکان دُور ہو جائے تو انبیاء نے جو حظ دُنیا کا لیا ہے وہ اسی طرح ہے کیونکہ ایک بڑا کام دُنیا کی اصلاح کا اُن کے سپرد تھا اگر خدا کا فضل ان کی دستگیری نہ کرتا تو ہلاک ہو جاتے۔ اسی واسطے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی وقت حضرت عائشہ کے زانو پر ہاتھ مار کر فرماتے کہ اے عائشہ راحت پہنچا۔ مگر انبیاء کا یہ دستور نہ تھا کہ اس میں ہی منہمک ہو جاتے۔ انہماک بیشک ایک زہر ہے ایک بد قماش آدمی جو کچھ چاہتا ہے کتا ہے اور چھوچھتا ہے کھاتا ہے۔ اسی طرح اگر ایک صالح بھی کرے تو خدا کی راہیں اس پر نہیں کھلتیں۔ جو خدا کے لئے قدم اٹھاتا ہے۔ خدا کو ضرور اُس کا پاس ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے رَاعِبُونَ لَأَخْشَبُ اللَّشْقَىٰ یعنی تنعم اور کھانے پینے میں بھی اعتدال کرنے کا نام تقویٰ ہے۔ صرف یہی گناہ نہیں ہے کہ انسان زمانہ نہ کرے۔ چوری نہ کرے بلکہ جائز امور میں حد امتدال سے نہ بڑھے۔

السُّوۃ الحسنہ

ایک دفعہ حضرت عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ آپ اندر ایک جگہ میں تھے۔ حضرت عمرؓ نے اجازت چاہی۔ آپ نے اجازت دے دی۔ حضرت عمرؓ نے آکر دیکھا کہ صفت کجور کے پتوں کی آپ نے بچھائی ہوئی ہے اور اس پر بیٹھنے کی وجہ سے پیٹ پر پتوں کے داغ لگے ہوئے ہیں۔ گھر کی جائیداد کی طرف حضرت عمرؓ نے نظر کی تو دیکھا کہ ایک گوشہ میں تلوار لٹکی ہوئی ہے۔ یہ دیکھ کر اُن کے آنسو جاری ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اے عمرؓ تو کیوں رویا؟ عرض کی کہ خیال آتا ہے

کہ قیصر و کسریٰ ہو کا فرمیں۔ ان کے لئے کس قدر نعم اور آپ کے لئے کچھ بھی نہیں۔ فرمایا میرے لئے دنیا کا اسی قدر حصہ کافی ہے کہ جس سے میں حرکت کر سکوں۔ میری مثال یہ ہے کہ جیسے ایک مسافر سخت گرمی کے دنوں میں اونٹ پر جا رہا ہو اور جب سورج کی تپش سے بہت تنگ آوے تو ایک درخت کو دیکھ کر اس کے نیچے ذرا آرام کر لیوے اور جونہی کہ ذرا پسینہ خشک ہو پھر اٹھ کر چل پڑے۔ تو یہ اسوہ حسنہ ہے جو کہ اسلام کو دیا گیا ہے۔ دنیا کو اختیار کرنا بھی گناہ ہے اور مومن کی زندگی اضطراب کے ساتھ گذرتی ہے۔

پھر ہماری دو انگلیں ہیں اور کیا کچھ دیکھ رہی ہیں اور کوئی فولاد وغیرہ کی بنی ہوئی نہیں ہیں۔ ذرا بینائی جاتی رہے تو پھر رستی کا اندازہ ہو جاتا ہے اور جب اندھا ہو تو پھر موت ہی ہے۔ تو دنیا کی زندگی کا بھی یہی حساب ہے۔

مومن اور دنیوی زندگی

مومن کو اس زندگی پر ہرگز مطمئن نہ ہونا چاہیے۔ اتنی بلائیں اس زندگی میں ہیں کہ شمار نہیں۔ ایک بیماری ہوتی ہے کہ انسان کے پاخانہ کا راستہ بند ہو جاتا ہے اور منہ کے راستہ پاخانہ آتا ہے اور اس کا نام ایلاؤس ہے اور پھر اسی طرح گردہ اور مثانہ کی بیماریاں ہیں کہ رنگا رنگ کے مریض، سبز اور سیاہ پتھر بن جاتے ہیں اور ان کا کوئی خاص سبب بھی کیا بیان ہو سکتا ہے بلکہ امرا و لوگ جو کہ عمدہ غذا اور نفیس پانی استعمال کرتے ہیں انہیں کو ایسی اور مرض ہوتی ہیں۔ اگر دو شخص ایک ہی جگہ رہتے ہوں۔ ایک ہی قسم کی ان کی خورد و نوش ہو۔ پھر ایک ان میں سے ایسے عوارض میں مبتلا ہو جاتا ہے دوسرا نہیں ہوتا۔ اس لئے طب کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ غلطی علم ہے۔ حل مادہ میں یہ لوگ اسباب کی تحقیق کرتے ہیں مگر اس کا بھی سبب بتلاؤں کہ جب الہام ہونے لگتا ہے یا کشف تو اس وقت نیند سی آنے لگتی ہے۔ اس کے کیا اسباب ہیں۔ ان لوگوں کا دستور ہے کہ جب ان کو ایک بات کا سبب معلوم نہ ہو تو اس سے انکار کر بیٹھتے ہیں اور اسی لئے وحی اور الہام کے منکر ہیں۔

یہ علوم بے انتہا ہیں جب تک بے اعتدالیوں کا حصہ دور نہ کریں۔ اس سے واقف نہیں ہو سکتے۔ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَ تَتَّقِي النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ۔ ۳۷۔
جو خواہش جائز اپنے مقام اعتدال سے بڑھ جائے۔ اس کا نام ہدیٰ ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کا ایک خواب

کوئی تیس سال کا عرصہ گزر رہا تھا میں نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ مثالہ کے مکانات میں ایک حویلی ہے۔ اس میں ایک سیاہ کبل پر میں بیٹھا ہوں اور لباس بھی کبل ہی کی طرح پہنا ہوا ہے۔ گویا کہ دنیا سے الگ ہوا ہوں۔ اتنے میں ایک لمبے قد کا شخص آیا اور مجھ سے پوچھتا ہے کہ مرزا غلام احمد مرزا غلام مرتضیٰ کا بیٹا کہاں ہے۔ میں نے کہا کہ میں ہوں کہنے لگا کہ میں نے آپ کی تعریف سنی ہے کہ آپ کو اسرار دینی اور حقائق اور معارف میں بہت دخل ہے یہ تعریف سن کر ہلنے آیا ہوں۔ مجھے یاد نہیں کہ میں نے کیا جواب دیا۔ اس پر اس نے آسمان کی طرف منہ کیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اور بہہ کر رخسار پر پڑتے تھے۔ ایک آنکھ اُپر تھی اور ایک نیچے اور اس کے منہ سے حسرت بھرے یہ الفاظ نکل رہے تھے۔ ”تہیدستانِ عشرت را“ اس کا مطلب میں نے یہ سمجھا کہ یہ مرتبہ انسان کو نہیں ملتا جب تک کہ وہ اپنے اُپر ایک ذبح اور موت وارد نہ کرے۔

اس مقام پر عرب صاحب نے حضرت کا ایک یہ شعر پڑھا۔ جس میں یہ کلمہ منسلک

تھا۔ کہ ”میخواہد نگاہ من تہیدستانِ عشرت را“

حضرت نے فرمایا کہ

میں نے پھر اس کلمہ کو اس مصرعہ میں جوڑ دیا کہ یاد رہے۔

(البدیع جلد ۲ نمبر ۳ مورخہ ۱۶ فروری ۱۳۱۰ھ)

۱۔ حاشیہ :- ”آئینہ کمالات اسلام میں اس پر نظم لکھی ہے۔

(الطیطر البدر)

در بار شام*

عربی تصانیف کی اہمیت

عربی تصانیف کے متعلق اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ یہ سلسلہ نہ ہوتا تو یہ سب مولوی ہماری جماعت کو نظر استخفاف سے دیکھتے اور کہتے کہ یہ لوگ جاہل ہیں۔ مگر اب خود ہی بولنے کے لائق نہیں رہے۔

اسی سلسلہ کلام ہیں ابو سعید عرب صاحب نے عرض کیا کہ اگرچہ میں نے حضور کی تصنیف کا مطالعہ نہیں کیا۔ مگر میرا ایمان ہے کہ حضور بالکل سچے ہیں اور مسیح اور مہدی کا دعویٰ حق ہے۔ مگر دوسرے لوگوں سے کلام کرنے کے لئے میں چاہتا ہوں کہ حضور کی زبان مبارک سے مسیح موعود ہونے کا ثبوت منوں۔

حضرت اقدس نے اس کے جواب میں جو کچھ فرمایا۔ ہم اس کو اختصار کے طور پر لکھیں گے کیونکہ اس مضمون کے متعلق بسط کے ساتھ کلمات طلیبات میں بھی ایک مضمون چھپ رہا ہے۔ بہر حال آپ نے فرمایا:-

مسیح موعود ہونے کا ثبوت

قرآن پر تدبر سے نظر کرنے والے کو معلوم ہوگا کہ دو سلسلوں کا مساوی ذکر ہے اول وہ سلسلہ جو موسیٰ علیہ السلام سے شروع ہو کر مسیح علیہ السلام پر ختم ہوتا ہے۔ دوسرا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہوتا ہے یہ اُس شخص پر ختم ہونا چاہیئے جو مثیل مسیح ہو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مثیل موسیٰ ہیں۔ اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا مِّمَّا هَدٰى عَلٰى بَيْتِكُمْ كَمَا اَرْسَلْنَا اٰدٰى فِرْعٰوْنَ رَسُوْلًا (سورہ مزمل)۔ اور پھر سورہ نور میں دوسرہ اختلاف فرمایا کہ جس طرح پر موسیٰ سلسلہ ہو گا ذرا ہے۔ اسی طرح پر محمدی سلسلہ بھی ہو گا تاکہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ چونکہ اس دن کی شام کی ڈائری الہدٰی کی نسبت اہم میں زیادہ مفصل اور مربوط ہے۔

اس لئے شام کی ڈائری اہم سے یہاں درج کی گئی ہے۔ مرتب

دونو سلسلوں میں بموجب آیات قرآنی باہم مطابقت اور موافقت تامہ ہو چنانچہ جبکہ موسوی سلسلہ آخری عیسیٰ علیہ السلام پر ختم ہوا۔ ضروری تھا کہ محمدی سلسلہ کا خاتم بھی عیسیٰ موعود ہوتا ان دونو سلسلوں کا باہم تقابل مرایا متقابلہ کی طرح ہے یعنی جب دو شیشے ایک دوسرے کے بالمقابل رکھے جاتے ہیں تو ایک شیشہ کا دوسرے میں انعکاس ہوتا ہے۔

موسوی مسیح اور محمدی مسیح

اور اس تقابلی سلسلہ سے یہ بھی بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ آخری سلسلہ کا آخری موعود کس شان کا ہو گا کیونکہ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ آخر آنے والا عظیم الشان ہوتا ہے اور یہی وجہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ٹھہرے۔ اگر یہ قاعدہ اور سنت نہ ہوتی، تو پھر معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی عزت اور عظمت باقی انبیاء سابقین پر نہ ہوتی لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کی مصلحت دنیا میں عظیم الشان اصلاح چاہتی تھی اس لئے مناسب یہی تھا کہ اُن سب سے بڑھ کر آپ کی عظمت دکھا دے تاکہ آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری ہو۔ دنیاوی حکام بھی جب ایسی مصلحت رکھ لیتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ اس مصلحت کو مد نظر نہ رکھتا۔ کبھی حکام دنیا پسند نہیں کرتے کہ آخر میں کسی نالائق کو بھیج دیں اور کہہ دیں کہ گویہ نالائق ہے مگر اس کی بات مان لو۔ اب ایک شخص جو کل دنیا کی اصلاح کے لئے آنے والا تھا کب ہو سکتا تھا کہ وہ ایک معمولی انسان ہوتا۔ جس قدر انبیاء علیہم السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے آئے وہ سب ایک خاص خاص قوم کے لئے آئے تھے۔ اس لئے کہ ان کی شریعت مختص القوم اور مختص الزمان تھی۔ مگر ہمارے نبی وہ عظیم الشان نبی ہیں جن کے لئے حکم ہوا کہ مَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ اور قُلْ يَٰ أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا۔ اس لئے جس قدر عظمتیں آپ کی بیان ہوئی ہیں۔ مصلحت الہی کا بھی یہی تقاضا تھا۔ کیونکہ جس پر ختم نبوت ہونا تھا۔ اگر وہ اپنے کمال میں کمی رکھتا تو پھر وہی کمی آئندہ امت میں رہتی۔ کیونکہ جس قدر کمالات اللہ تعالیٰ کسی

نبی میں پیدا کرتا ہے اسی قدر اس کی امت میں ظہور پذیر ہوتے ہیں اور جس قدر کہ تعلیم وہ لاتا ہے اتنا ہی صنعت اس کی امت میں نمودار ہو جاتا ہے چنانچہ یہی وجہ تھی کہ جس عظمت اور شان کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا۔ اسی عظمت کے لحاظ سے ضروری تھا کہ تقابل میں بھی وہی عظمت دکھاتا۔ اور ہم ظاہر طور پر دیکھتے ہیں کہ دونوں تعلیموں میں بھی زمین و آسمان کا فرق ہے جیسے کہ قرآن شریف حقائق اور معارف سے بھرا ہوا ہے تو ریت اور انجیل بالکل ان سے خالی ہے۔ اُن کی کل تعلیم قصص کے رنگ میں ہے اور قرآن شریف علوم کا خزانہ ہے۔ ان دونوں سلسلوں کا اقتضار اس وجہ سے بھی تھا کہ چونکہ اسحاق اور اسمعیل دونوں بھائی تھے اور دونوں میں برکات کی تقسیم مساوی تھیں۔ تصنیف تقسیم تب ہی ہوتا کہ دونوں سلسلوں میں باہم تطابق اور عین موافقت ہوتی۔ اسمعیل علیہ السلام کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم الشان نبی مبعوث فرمایا۔ جس کی امت کو کُلُّ شَيْءٍ خَيْرٌ اَمِيَّةٌ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ کہا کہ تم تمام امتوں سے بہتر ہو۔ کیونکہ وہ لوگ جن کو شریعت قصہ کے رنگ میں ملی تھی وہ دماغی علوم کی کتاب و شریعت کے ماننے والوں کے کب برابر ہو سکتے ہیں۔ پہلے صرف قصص پر راضی ہو گئے۔ اور اُن کے دماغ اس قابل نہ تھے کہ حقائق و معارف کو سمجھ سکتے۔ مگر اس امت کے دماغ اعلیٰ درجہ کے تھے اسی لئے شریعت اور کتاب علوم کا خزانہ ہے جو علوم قرآن مجید لے کر آیا ہے وہ دنیا کی کسی کتاب میں پائے نہیں جاتے۔ اور جیسے شریعت کے نزول کے وقت وہ اعلیٰ درجہ کے حقائق و معارف سے لبریز تھی ویسے ہی ضروری تھا کہ ترقی علوم و فنون اسی زمانہ میں ہوتا۔ بلکہ کمال انسانیت بھی اسی میں پورا ہوا۔

قرآن شریف حقیقی علوم کا جامع ہے

اس مقام پر عرب صاحب نے سوال کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر بھی یونان

و غیر میں علوم کا چرچا تھا۔ فرمایا:-

علوم سے مراد دنیوی علوم نہیں ہے۔ اور نہ میں۔ ان ارضی علوم سے کچھ تعلق نہیں علوم

حقیقی وہی ہوتے ہیں جو انبیاء لیکر آتے ہیں۔ اور ارضی اور سفلی علوم جو دنیا کے لوگ سمجھتے ہیں۔ جیسے تاریخ۔ زبان۔ یا نکلوں کی ایجاد وغیرہ یہ کھیل ہیں اور ارضی چیزیں ہیں جو جو نہی انسان مر جاتا ہے اس کے ساتھ ہی فنا ہو جاتی ہیں مگر وہ علوم جو انبیاء لے کر آتے ہیں وہ مرنے کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں ان کو کبھی فنا نہیں۔ ان علوم سے مراد خدا کے علوم ہیں دہر اسی سلسلہ میں اصل مطلب کی طرف رجوع کر کے فرمایا ایسی وجہ ہے کہ قرآن شریف جو علوم لے کر آیا ہے وہ دنیا کی کسی اور کتاب میں پائے نہیں جاتے ہیں۔ تورات میں کسی علوم کا ذکر نہیں اور انجیل میں نشان تک بھی نہیں پایا جاتا۔ قرآن کریم کی عظمت کے بڑے بڑے دلائل میں سے یہ بھی ہے کہ اس میں عظیم الشان علوم ہیں جو تورات و انجیل میں تلاش کرنے ہی عبث ہیں اور ایک چھوٹے اور بڑے درجہ کا آدمی اپنے اپنے فہم کے موافق ان سے حصہ لے سکتا ہے۔ تورات کو دیکھو کہ ہستی باری تعالیٰ اور قیامت کے متعلق ایک بھی فقرہ اس میں نہیں ہے۔ ادھر قرآن شریف کو دیکھو کہ ہستی باری تعالیٰ اور قیامت کے کیسے دلائل بھرے ہوئے ہیں۔ اور پھر عقلی اور نقلی دونوں طرح کے ثبوت ہیں۔ قرآن اولیٰ میں صرف نقل ہی نقل تھی۔ پھر یہود نصاریٰ آریہ۔ برہمنو۔ نیچری غرض سب فرقوں کا رد اس میں موجود ہے۔ غرض قرآن مجید ایک اکمل اور اتم کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب دیکھا کہ خلقت میں علوم حاصل کرنے کے دماغ موجود ہو گئے ہیں تو اس نے قرآن جیسی کتاب بھیج دی۔

غرض یہ سلسلہ موسوی سلسلہ سے کسی طرح کم نہ رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک تو مماثلت اور مطابقت میں فرمایا کہ ہدی کا حصہ بھی تم کو ویسے ہی ملے گا جیسے یہود کو ملا اور اس سلسلہ کی نسبت بارہا رد کر ہوا کہ آخر تک اس کی عظمت قائم رکھے گا۔ سورہ فاتحہ میں بھی اس کا ذکر ہے جبکہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فرمایا۔ مغضوب سے مراد یہودی ہیں۔ اب قابل غور یہ امر ہے کہ یہودی کیسے مغضوب ہوئے۔ انہوں نے پیغمبروں کو نہ مانا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا تو ضرور تھا کہ اس امت میں بھی کوئی نہ مانا ایسا ہوتا اور ایک مسیح آتا

جس سے یہ لوگ انکار کرتے اور وہ مائلت پوری جوتی دینہ کوئی ہم کو بتائے کہ اگر اسلام کوئی ایسا زمانہ آنے والا ہی نہ تھا اور نہ کوئی مسیح آنا تھا پھر اس دعارفانہ تحریک کی تعلیم کا کیا فائدہ تھا۔ قرآن شریف کی مختلف آیات کے جمع کرنے سے اور پھر ان پر کیجائی نظر کرنے سے صاف پتہ لگتا ہے کہ آنے والا مسیح ضرور اس امت میں سے ہوگا اور حدیث بھی اس کی شرح کرتی ہے اور کہتی ہے کہ وہ اس امت میں سے ہوگا۔

غرض اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان سلسلوں میں بالکل مطابقت ہے۔ اور محمدی سلسلہ میں آنے والا خاتم الملعار مسیح کے رنگ پر ہوگا۔ حدیثوں میں بھی یہی آیا ہے کہ امام مکہ منکد یعنی وہ امام تم ہی میں سے ہوگا۔

مسیح موعود کس قوم سے ہوگا؟

سوال ہوا کہ مسیح کس قوم سے ہوگا؟

فسرہ یا بہمدی کی بابت تو مختلف روایات ہیں۔ مگر مسیح کی بابت نہیں لکھا کہ وہ کس قوم سے ہوگا اور یہ لطف کی بات ہے کہ چونکہ کسی قوم کا ذکر نہیں ہے اور مسلمانوں کا خیال تھا کہ وہ اُدھر سے آنے والا ہے۔ اس لئے اس دعویٰ میں آج تک کسی کو جرأت نہیں ہوئی کہ افتراء سے کام لیتا۔ بہمدی کا ذب ہونے کے دعوے جو بہت لوگوں نے کئے اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کی قوم کا ذکر تھا۔ جہاں جس کو گنجائش ملی۔ اس نے پاؤں جما کر دعویٰ کر دیا۔

مسیح ناصر صری شارح تورات اور مسیح موعود شارح قرآن ہے

بوجھا گیا کہ عیسائی لوگ تورات کو نہیں ملتے۔ انجیل کو ہی ملتے ہیں۔ فسرہ یا بہ۔

انجیل میں ہرگز کوئی شریعت نہیں ہے بلکہ تورات کی شرح ہے اور عیسائی لوگ تورات کو الگ نہیں کرتے جیسے مسیح تورات کی شرح بیان کرتے تھے۔ اسی طرح ہم بھی قرآن شریف کی شرح بیان کرتے ہیں۔ جیسا کہ وہ مسیح۔ موعود علیہ السلام سے چودہ گلو

بوس بعد آئے تھے۔ اسی طرح ہم بھی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چودھویں صدی میں آئے ہیں۔

ایک شخص نے سوال کیا۔ بعض مخالف کہتے ہیں کہ ہم بھی تو اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کہتے ہیں ہم کو یہودی اور مضنوب کیوں کہا جاتا ہے؟ فرمایا کہ یہودی بھی تو ہدایت اب تک طلب کر رہے ہیں اور اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ مانگ رہے ہیں اور توریت پڑھتے ہیں پھر گمراہ کیوں ہیں۔

خلیفہ کے معنے

رب صاحب نے خلیفہ کے معنے دریافت کئے۔ فرمایا :-

خلیفہ کے معنے جانشین کے ہیں جو تجدید دین کرے۔ نبیوں کے زمانہ کے بعد جو تاریکی پھیل جاتی ہے اس کو دور کرنے کے واسطے جو اُن کی جگہ آتے ہیں۔ انہیں خلیفہ کہتے ہیں۔

انبیاء کی تعلیم میں مطابقت

مثلاً گذشتہ انبیاء میں جو خلیفہ ہوئے وہ وہ تھے جو مقاصد توریت کے کھول کر بیان کیا کرتے تھے ورنہ تعلیم سب کی ایک ہی تھی۔ یہود کو جو توریت میں یہ تعلیم دی تھی کہ دانت کے بدلے دانت اور آنکھ کے بدلے آنکھ۔ مگر توریت کا اس عدل سے وہ مطلب نہ تھا جو یہودی لوگ اپنی چھوٹی روایتوں اور حدیثوں کی بنا پر اصل اخلاق کو دودھ کر کے ظاہری شریعت کے پیچھے لگ گئے کہ اگر ظاہر شریعت پر عمل نہ کریں گے تو گنہگار ٹھہریں گے اور عفو گویا بالکل نہ کرنا چاہیئے۔ حالانکہ اس سے خدا تعالیٰ ہر حرف آتا ہے۔ کہ وہ کیوں عفو کی عادت ترک کر بیٹھا۔ اِس یہ سچ ہے کہ بنی اسرائیل چار سو سال کی غلامی کی وجہ سے فرعونوں کے ساتھ تعلقات رکھتے تھے جو ظالمانہ طبیعت رکھتے تھے۔ اِس لئے بہت سے مفاسد ان میں پیدا ہو گئے تھے اور چال چلن خواب ہو گیا تھا۔ اِس ظالمانہ

عادات کی بچکنی کے لئے عدل کے رنگ میں یہ تعلیم ان کو دی گئی تھی مگر انہوں نے اس کو الٹا سمجھا ورنہ ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اخلاق کا وہ حصہ جو عفو کہلاتا ہے بالکل زائل کر دیا گیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ لوگ بڑے سخت دل ہو گئے چنانچہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ یہودیوں کی سخت دلی بہت بڑھی ہوئی ہے اور وہ کئی قسم کے فسق و فجور میں مبتلا تھے اس لئے انہوں نے آکر عفو کی تعلیم دی اور اخلاق کی تجدید کی۔ یہ کہنا کہ انجیل ہی میں اخلاق بھرے ہوئے ہیں سخت غلطی ہے۔ کیا پہلے نبیوں کی کتابیں جو ستر سے زیادہ ہیں۔ وہ سب اخلاقی تعلیم سے خالی ہیں؟ ہرگز نہیں۔ مسیح نے کوئی نئی تعلیم نہیں دی۔ اور نہ نئی شریعت پیش کی۔ یہودی اب تک کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نے جو کچھ لیا۔ ہمارے ہی صحیفوں سے لیا ہے چنانچہ ایک یہودی نے ایک کتاب لکھی ہے اور اس نے بتایا ہے کہ کون کون سے فقرے عیسیٰ علیہ السلام نے اُن کی کسی کتاب سے لئے ہیں۔

غرض سچی تعلیم کی یہ نشانی ہے کہ وہ انبیاء کی تعلیم سے مشابہ ہو۔ ان کا اصول ایک ہی ہوتا ہے اور اختلاف تب ہوتا ہے کہ اصول میں ہو۔ ورنہ فروع میں اگر کوئی اختلاف ہو تو وہ اختلاف نہیں کہلاتا اور اگر فروع میں اختلاف ہو بھی تو اس کی مثال ایسی ہے کہ گرمیوں میں اور کپڑا ہوتا ہے سردیوں میں اور۔ فروعات میں تبدیلیاں ضرور ہوا کرتی ہیں۔ ایسا ہی مثلاً ایک زمانہ تھا کہ شراب جیسی خبیث چیز کو لوگ بے دھڑک پیتے تھے اور پھر وہ زمانہ آپ کا آگیا کہ اس کی بچکنی کی جادوے حضرت دانیال کو کہا گیا کہ آپ شراب پیئیں تاکہ آپ کا چہرہ سرخ ہو جادوے اور بادشاہ وقت کا حکم ہے کہ جس کا چہرہ سرخ نہ ہوگا۔ وہ مارا جاوے گا اس پر آپ نے فرمایا کہ تم لوگ شراب پیو مگر میں ساگ پات کھاتا ہوں اور دیکھنا کہ کس کا چہرہ زیادہ سرخ ہوتا ہے۔ چنانچہ جب آپ آئے تو سب سے زیادہ آپ کا چہرہ سرخ تھا۔ پوچھا گیا کہ مسیح نے اپنے شاگردوں کو شریعت کے ماننے کا کیوں حکم نہ دیا؟ فرمایا کہ وہ خود شریعت کو مانتے تھے اور شاگردوں کو ماننے کے لئے فرمایا۔ اگر اُن کے وقت

صفت مرئیت سے موصوف ہوگا اور پھر اس میں نفع ہو کہ صفات عیسوی پیدا ہوں گی۔ اب اس کی کیفیت اور لطافت برائین احمدیہ سے معلوم ہوگی کہ پہلے میرا نام مریم رکھا۔ پھر اس میں رُوح صدق نفع کر کے مجھے عیسیٰ بنایا۔ مومنوں کی جو یہ دو مثالیں بیان کی ہیں۔ وہ اس آیتؑ سے بھی معلوم ہوتی ہیں۔

پھر اس کے متعلق آپ نے جو فرمایا۔ بارہا الحکم میں درج ہوا ہے۔ آخر اس لطیفہ پر اس کو ختم کر دیا کہ

مریم صفات والے کے لئے ضرور ہے کہ وہ عیسویت کے رنگ میں تبدیل ہو جاوے۔ اگر اس آیت میں صرف مریم کا لفظ ہوتا تو بہت سے افراد ہو سکتے تھے۔ مگر خدا تعالیٰ نے احصا فرج اور نفع رُوح کی قید لگا کر بتا دیا ہے کہ ایک ہی شخص ہوگا۔ یہ ایک استعارہ تھا۔ جو کسی کی سمجھ میں نہ آیا۔ اس کے لئے یہی وقت مقرر تھا۔ پھر عجیب تر بات یہ ہے کہ مریم نفع رُوح اور میرا نام عیسیٰ رکھنے کے الہاموں میں صرف ۹ یا ۱۰ ماہ کا فاصلہ ہے جو کہ مدت حمل ہے۔ ان تمام ترقیات کا سلسلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ کسی کو کیا خبر ہے کہ کس طرح ایک بیج زمین کے اندر کیا کیا بن کر آخر کار ایک پتہ بن جاتا ہے۔

(الحکم جلد ۷ نمبر ۳ صفحہ ۱۰ تا ۱۱ مورخہ ۲۴ جنوری ۱۹۲۲ء)

۱۱۔ الحکم میں اس آیت کا ذکر کیا گیا ہے۔ مگر البدر میں اس کی تفصیل دی ہے جو درج ذیل ہے۔

اُمّت کی دو ہی قسم ہیں۔ ایک فرعون کی بیوی اور دوسرے مریم بنت عمران اور اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لَّنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ۔ ظالم سے مراد وہ لوگ ہیں جو کہ نفسِ انارہ کے تابع ہیں کہ جس راہ پر نفس نے ڈالا۔ اسی راہ پر چل پڑے اور وہ صُتْمٌ بِنَفْسِهِ کی طرح ہوتے ہیں۔ اور ان کی مثال بہائم کی ہے۔ اس لئے کسی مذ میں نہیں آسکتے اور یہ کثرت سے ہوتے ہیں۔ پھر اس کے بعد نفسِ لوامہ والے جو کہ فرعون کی بیوی (کی طرح) ہیں۔ باقی شاخے غریب

۱۹۰۳ء جنوری

ظاہر و باطن میں اسلام کا نمونہ اختیار کرنا چاہیے

حضرت اقدس حسب دستور میر کے لئے قشربٹ لائے عرب صاحب نے انگریزی
وضع قطع پر کچھ ذکر چھپوا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ

انسان کو جیسے باطن میں اسلام دکھانا چاہیے۔ ویسے ہی ظاہر میں بھی دکھانا چاہیے۔
ان لوگوں کی طرح نہ ہونا چاہیے جنہوں نے آج کل علیگڑھ میں تعلیم پا کر کوٹ پتلون وغیرہ
سب کچھ ہی انگریزی لباس اختیار کر لیا ہے حتیٰ کہ وہ پسند کرتے ہیں کہ ان کی عورتیں بھی
انگریزی عورتوں کی طرح ہوں اور ویسے ہی لباس وغیرہ پہنیں۔ جو شخص ایک قوم کے
لباس کو پسند کرتا ہے تو پھر وہ آہستہ آہستہ اس قوم کو اور پھر ان کے دوسرے اوضاع و
اظہار حتیٰ کہ مذہب کو بھی پسند کرنے لگتا ہے۔ اسلام نے سادگی کو پسند کیا ہے اور تکلفات
سے نفرت کی ہے۔

چھری کاٹنے سے کھانے پر نذر مایا کہ

شریعت اسلام نے چھری سے کاٹ کر کھانے سے تو منع نہیں کیا۔ ان تکلف سے
ایک بات یا فعل پر زور ڈالنے سے منع کیا ہے۔ اس خیال سے کہ اُس قوم سے مشابہت نہ
ہو جو بادے ورنہ یوں تو ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چھری سے گوشت کاٹ
کر کھایا۔ اور یہ فعل اس لئے کیا کہ تا امت کو تکلیف نہ ہو۔ جائز ضرورتوں پر اس طرح کھانا
جائز ہے۔ مگر بالکل اس کا پابند ہونا اور تکلف کرنا اور کھانے کے دوسرے طریقوں کو اختیار

یعنی ان کو نفس ہمیشہ ملاحت کرتا رہتا ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ امارہ سے ان کو آزادی ملے
یہ کہ جوتے ہیں اور پھر ان میں سے کم نفس مطمئنہ والے یعنی مریم بنت عمران جس زمانے کا وعدہ
خدا نے کیا ہوا تھا ضرور تھا کہ اس میں ایک نفس مریم کی طرح ہو تا اور اس زمانے میں خدا نے
خداوند کے استعمال کی ہے تاکہ ارشاد اس طرف ہو کہ ایک ہو گا جو حق تعالیٰ تعالیٰ کے عیسیٰ ہو گا۔

(الہامیہ جلد دوم نمبر ۲۲ صفحہ ۱۹۵)

سہانا منج ہے کیونکہ پھر آہستہ آہستہ انسان کی فطرت تبتیح کی یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ وہ ان کی طرح طہارت کرنا بھی چھوڑ دیتا ہے۔ مَن تَشَابَهَ بِقَدْوِمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ سے مراد یہی ہے کہ التزاماً ان باتوں کو نہ کرے ورنہ بعض وقت ایک جائز ضرورت کے لحاظ سے کر لینا منج نہیں ہے جیسے کہ بعض دفعہ کام کی کثرت ہوتی ہے اور میٹھے لکھتے ہوتے ہیں تو کھدیا کرتے ہیں کہ کھانا میز پر لگا دو اور اس پر کھالیا کرتے ہیں اور صفت پر بھی کھالیتے ہیں۔ چارہائی پر بھی کھالیتے ہیں۔ تو ایسی باتوں میں صرف گزارہ کو مد نظر رکھنا چاہیئے۔

تشبیہ کے معنی اس حدیث میں یہی ہیں کہ اس لکیر کو لازم پکڑ لینا۔ ورنہ ہمارے دین کی سادگی تو ایسی شے ہے کہ جس پر دیگر اقوام نے رشک کھایا ہے اور خواہش کی ہے۔ کہ کاش اُن کے مذہب میں ہوتی اور انگریزوں نے اس کی تعریف کی ہے اور اکثر اصول ان لوگوں نے عرب سے لے کر استعمال کئے ہیں مگر اب رسم پرستی کی خاطر وہ مجبور ہیں۔ ترک نہیں کر سکتے۔

دارٹھی رکھنا اور اُسترے کا استعمال

پھر عرب صاحب نے دارٹھی کی نسبت دریافت کیا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ یہ انسان کے دل کا خیال ہے بعض انگریز تو دارٹھی اور مونچھ سب کچھ منڈوا دیتے ہیں وہ اسے خوبصورتی خیال کرتے ہیں اور میں اس سے ایسی کراہت آتی ہے کہ سامنے ہو تو کھانا کھانے کو جی نہیں چاہتا۔ دارٹھی کا جو طریق انبیاء اور راستہ بازوں نے اختیار کیا ہے وہ بہت پسندیدہ ہے۔ البتہ اگر بہت لمبی ہو جاوے تو کٹوا دینی چاہیئے۔ ایک مُشت رہے۔ خدائے یہ ایک امتیاز مرد اور عورت کے درمیان رکھ دیا ہے۔

ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب نے عرض کی کہ حضور آج کل ایک کتاب پبلنگ گارنڈ چھپی ہے وہ کئی ڈاکٹروں کے پاس روانہ کی گئی اس میں ایک ہدایت ہے کہ ان طاعون کے ایام میں دارٹھی ہرگز نہ منڈوانی چاہیئے۔ کیونکہ اگر ذرا بھی زخم ہو۔ تو طاعونی مادہ

اس پر بہت جلد اثر کرتا ہے۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ

اُمتوں سے بھی بعض وقت زہر اور آتشک کے امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ اسلئے ہمیشہ اُمتوں کے استعمال کرنے میں بہت احتیاط لازم ہے اور اُمتوں کے استعمال مُنہ پر تو بہت خطرناک ہے۔ ان غیر مناسب بال جیسا کہ بعض رضا پر ہوتے ہیں یا دالڑھی کے زوائد وغیرہ کاٹ دینے چاہئیں نہ کہ منڈوانے۔

پیشگوئی کی تفہیم میں احتیاط

پھر حضرت اقدس نے عرب صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا:-

رات کو جو آپ نے سوال کیا تھا وہ بیشک بہت ضروری تھا۔ کیونکہ ایسے ملکوں میں جہاں لوگ بہت ناواقف ہیں سمجھانے کے لئے ضرور علم چاہیئے۔
پھر اس مضمون کا مختصر خلاصہ حضور نے اعادہ فرمایا کہ جو گزشتہ شب میں ہم صبح کر چکے

ہیں اور اس پر یہ ایزادی فرمائی کہ

پیشگوئی کے بارے میں یہ خیال ہرگز نہ کریں کہ وہ ایسی کھلی کھلی ہوں کہ نام لے لے کر بتلایا جاوے ورنہ پھر یہی سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو سکتا ہے اور ویسے ہی ثبوت کی ضرورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعاوی پر آپڑتی ہے۔ کیونکہ خدا نے توریت میں یہ تو ذکر کیا کہ آخری زمانہ میں ایک نبی ہوگا اور پھر یہ کہ تمہارے بھائیوں میں سے ہوگا۔ مگر یہ تشریح نہ کی کہ یہ اسمعیل کی نسل سے ہوگا حالانکہ یہود کا یہی خیال رہا کہ بنی اسرائیل سے ہوگا ورنہ کیا خدا تعالیٰ قادر نہ تھا کہ آپ کا نام آپ کے باپ کا نام آپ کے شہر کا نام سب کچھ بتلا دیتا اور کسی کو کوئی وجہ شک کی نہ رہتی۔ مگر ایسے الفاظ تھے کہ اُن سے اہل یہود نے فائدہ اٹھا لیا۔ اور اُن کا ابھی تک یہی مذہب ہے کہ تمہارے بھائیوں میں سے مراد یہی

ہے کہ وہ بنی اسرائیل سے ہوگا۔ دوسری جگہ جہاں اہل یہود نے ٹھوکر کھائی وہ الیاس والا مقدمہ ہے کہ انہوں نے یوحنا کو الیاس نہ مانا۔ غرض اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تمام امور پر یکجائی نظر ڈالے اور مومن اور متقی آدمی ہو تو پھر اسے ثبوت ملتا ہے کہ ایک طرف تو قرآن اور حدیث اور سابقہ کتب ہمارے ساتھ ہیں اور ایک طرف صدائے نشان جو کہ ظاہر ہو چکے ہیں اور ان میں سے ایک سو پچاس کا ذکر نزول المسیح میں ہے۔ غرض یہ سنت اللہ ہے کہ نشانوں سے صادق شناخت کیا جاتا ہے۔

اور سچی بات یہی ہے کہ اگر وہ پھر اعتراض کریں تو حضرت عیسیٰؑ اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور صداقت کا ثبوت پیش کریں۔ پھر اس سے جو کمی رہ جائے گی وہ ہم پوری کر دیں گے یہودیوں کو دوبار حیرت کا مقام پیش آیا۔ ایک تو مسیح کے وقت کہ جب انہوں نے پوچھا کہ تجھ سے پیشتر آنے والا الیاس کہاں ہے؟ تو جواب دیا کہ وہ یوحنا ہے چاہو تو قبول کرو چاہو قبول نہ کرو اور دوسرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کہ آپ بنی اسرائیل میں سے ہوئے۔

اور مسیح کو بھی دیوانہ کہا گیا تھا چنانچہ ان کا نام منکروں نے بعل زبول رکھا تھا۔ بعل کے معنی رئیس اور زبول کے معنی مکھیاں جو کہ گندگی پر بیٹھتی ہیں یعنی کل گندگیوں کا سردار یہ ان کی سخت غلطی تھی اور مخالفت کی وجہ سے اُسے کہتے تھے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ساحر اور مجنون کہتے تھے۔

اس زمانہ کی خبر قرآن کریم سے

پیل و فیو کے ذکر پر فرمایا کہ

اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے ہماری جماعت کو فائدہ پہنچایا ہے کہ سفر کا بہت آرام ہے ورنہ کہاں سے کہاں ٹھوکریں کھاتا ہوا انسان ایک دوسرے مقام پر پہنچتا تھا۔ مدراس جہاں سیٹھ عبدالرحمن صاحب ہیں۔ اگر کوئی جاتا تو گر میوں میں روانہ ہوتا اور سردیوں میں پہنچتا

تھا۔ اس زمانہ کی نسبت خدا تعالیٰ نے خبر دی ہے وَإِذَا التُّفُوفُ زُوجَتْ کہ جب ایک اقلیم کے لوگ دوسرے اقلیم والوں کے ساتھ ملیں گے۔ *

وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ یعنی اس وقت خط و کتابت کے ذریعے عام ہوں گے اور کتب کثرت سے دستیاب ہو سکیں گی۔ وَإِذَا الْاَوْشَارُ عُطِّلَتْ۔ اس وقت اونٹنیاں ہیکار ہوں گی۔ ایک زمانہ تھا کہ یہاں ہزار اونٹ آیا کرتے مگر اب نام و نشان بھی نہیں اور مکہ میں بھی اب نہ رہیں گے۔ ریل کے جاری ہونے کی وجہ سے

کسوف و خسوف اور شق القمر

پھر عرب صاحب نے کسوف و خسوف رمضان کی نسبت دریافت کیا کہ اس کا ذکر

آپ کی کتب میں ہے کہ نہیں ؟ فرمایا کہ

یہ ایک پرانا نشان چلا آتا تھا جو اس وقت پورا ہوا ہے۔ براہین احمدیہ میں اس کا ذکر استعارہ کے طور پر ہے۔ وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرَضُوا وَيَعْتَزُّوا بِمُشْرِكِيهِمْ۔ یہ میرا الہام بھی ہے اور بعض محدثین کا مذہب یہ بھی ہے کہ شق القمر بھی ایک قسم خسوف کا تھا۔ (مولوی محمد احسن صاحب اہودی نے جواب دیا کہ عبداللہ ابن عباس کا یہی مذہب ہے)

اور شاہ عبدالعزیز بھی یہی کہتے ہیں اور ہمارا مذہب بھی یہی ہے کہ از قسم خسوف تھا۔ کیونکہ بڑے بڑے علماء اس طرف گئے ہیں۔

طوفان نوح

نوح علیہ السلام کے طوفان کی نسبت فرمایا کہ

قرآن شریف سے یہ ثابت نہیں ہے کہ کل زمین کی آبادی کو اس وقت تباہ کر دیا تھا۔ نوح (علیہ السلام) کی قوم پر تباہی آئی تھی۔

✽۔ البدیع جلد ۲ نمبر ۳ مورخہ ۱۲ جنوری ۱۳۹۰ھ۔

ختم نبوت

ایک شخص نے سوال کیا کہ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ جب مسیح ماضی کے آنے سے ختم نبوت ٹوٹتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت سے ختم نبوت نہیں ٹوٹتی؟ فرمایا کہ

مسیح کا یہ دعویٰ کہاں ہے کہ جس طرح ہم اپنے آپ کو امت محمدیہ میں اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں فنا شدہ کہتے ہیں۔ انہوں نے بھی کہا ہوا؟ وہ تو حضرت موسیٰ کی شریعت پر عمل کرنے والے تھے اور ماثلت کا سلسلہ چاہتا ہے کہ کوئی اور ہی آدے وہ نہ آویں۔ ماثلت کے یہ معنی نہیں ہیں کہ بالکل اس کا عین ہو۔ جیسے کسی کو شیر کہیں تو اب اس کے لئے دم تجویز کریں۔ اور پھر گوشت کا کھانا بھی۔ خدا کے کلام میں استعارات ہوا کرتے ہیں۔ مثلاً کسی کو کہا جائے کہ اس نے ایک رکابی چاولوں کی کھائی تو اس کے یہ معنی نہ ہونگے کہ وہ رکابی کے بھی ٹکڑے ٹکڑے کر کے کھا گیا۔

ماثلت میں صرف بعض پہلوؤں میں تشابہ ہوتا ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مشیل موسیٰ کہا کہ جیسے موسیٰ نے اپنی قوم کو فرعون سے چھڑایا۔ آنحضرت نے بھی اپنی قوم کو طاغوت اور بتوں سے رائی دلائی۔ مشابہت میں ہو ہو عین نہیں ہوتا۔ ورنہ وہ تو پھر حقیقت ہوگی نہ کہ مشابہت۔

عرب صاحب نے ادھر ادھر غیر آبادی کو دیکھ کر عرض کی کہ یہ صرف حضور ہی کا دم ہے کہ جس کی خاطر اس قدر انبوہ ہے ورنہ اس غیر آباد جگہ میں کون اور کب آتا ہے۔ فرمایا کہ اس کی مثال مکہ کی ہے کہ وہاں بھی عرب لوگ دور دراز جگہوں سے جا کر مال وغیرہ لاتے ہیں اور وہاں بیٹھ کر کھاتے ہیں۔ اسی کی طرف اشارہ ہے۔ لَا يَلْفُ قَرْنِشٍ
الْفَيْهِمْ رَحْلَةَ الْيَسْتَاءِ وَالصَّيْفِ ۝ (الآیۃ)

✽ ✽ ✽

ایک اعتراض کا جواب

لوگوں کے اس اعتراض پر کہ جو شخص لا وارث مر جاتا ہے اس کے وارث مرزا صاحب ہو جاتے ہیں اور اس طرح سے بہت سے ملک املاک جمع کرتے جاتے ہیں۔ فرمایا کہ والد صاحب ایسے دنیا دہی کاموں میں مجھے مامور کر دیا کرتے تھے اور اُن کے حکم اور رضامندی کے لئے اکثر مجھے عدالتوں میں بھی جانا پڑتا تھا۔ جب سے والد صاحب فوت ہو گئے ہیں کیا کسی نے دیکھا ہے کہ ہم نے ان باتوں میں کوئی حصہ لیا ہے۔ حالانکہ ہمیں حق پہنچتا ہے کہ اگر چاہیں تو لے لیں۔

سیرت مسیح موعود کی چند باتیں

حضور نے نماز مغرب ادا کر کے مجلس کی اور ایک دو مختلف ذکر دوں کے بعد میاں احمد دین صاحب از گوجرانوالہ نے عرض کی کہ اگر جناب ٹھیک ٹھیک پتہ یہاں سے روٹھی کا فرمادیں تو کچھ کھانے پینے کا انتظام کر کے گوجرانوالہ پر حاضر رہوں۔ خدا کے برگزیدہ نے فرمایا کہ

ہمیں تو خدا ہی نے لے جانا ہے۔ اسی کے حکم سے جانا ہے۔ ابھی کیا معلوم کس وقت روانہ ہونا ہے۔ انسان بہت عاجز اور بیچ ہے۔ خدا ہی کے ساتھ وہ جاتا ہے اور خدا ہی کے ساتھ آتا ہے۔

دیگر احباب نے عرض کی کہ ایک اور صاحب نے راستہ کی خوراک وغیرہ کا انتظام کر لیا ہے اس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ

دل میں جو اخلاص ہے اس کا ثواب آپ لیں گے۔ کیونکہ اب دعوت آپ کی طرف سے تو پیش ہو گئی۔

علاوہ طبع پر فرمایا کہ

اب دو تین دن سیرمند رہے گی۔ کیونکہ آجکل بارشیں نہیں ہوتیں۔ اس لئے راستہ میں خاک بہت اڑتی ہے اور اسی سے میں بیمار ہو گیا تھا۔
 ایک صاحب نے کہا کہ چونکہ لوگ حضور کے آگے چلتے ہیں۔ اس لئے خاک اڑ کر آپ پر پڑتی ہے۔ لیکن اس بحسبہ رحمت انسان نے جواب دیا کہ
 نہیں۔ بارش کے نہ ہونے سے یہ تکلیف ہے۔ (اللہ اللہ کیا رحم ہے اور حسن ظن ہے کہ اپنے احباب کو ہرگز ملزم نہیں ٹھہراتے)

تصنیفات کے ذکر پر فرمایا کہ
 خدا تعالیٰ کی عجیب قلدت ہے کہ ہمارے مخالف ہزاروں ہی ہیں اور ان کے مقابل میں ہماری جماعت بہت قلیل ہے۔ مگر ہماری طرف سے جس قدر تازہ بتازہ کتابیں کثرت سے نکل رہی ہیں۔ ان کی طرف سے معدودے چند بھی نہیں نکلتیں اور کوئی نکلتی بھی ہے تو اس میں گالیاں ہی ہوتی ہیں جو ان کے لئے شرم کی جگہ ہے۔

یہود اور عیسائیوں کی نسبت فرمایا کہ
 وہ دو فوضدین ہیں۔ ایک نے بڑھا دیا ہے ایک نے گھٹا دیا ہے۔ ان کی مثال رافضیوں اور خارجیوں سے خوب ملتی ہے جیسے یہودی کے آگے عیسائی نہیں ٹھہرتا ایسے ہی خارجی کے آگے رافضی نہیں ٹھہرتا۔

(البتدر جلد ۲ نمبر ۴ صفحہ ۲۶ موضحہ ۱۳ فروری ۱۹۳۳ء)

۸ جنوری ۱۹۳۳ء بروز پنجشنبہ

ناز مغرب کے بعد شیخ نور احمد صاحب پلیٹڈ ایبٹ آباد اور سید حامد علی شاہ صاحب

بدولتی اور ایک اور صاحب نے بیعت کی۔

جماعت کیلئے ضروری انصاح اور ترقی مدارج کا طریق

بعد بیعت حضرت اقدس نے فرمایا کہ

ہماری جماعت کے لئے ضروری ہے کہ اس پُر آشوب زمانہ میں جبکہ ہر طرف ضلالت، غفلت اور گمراہی کی ہوا چل رہی ہے تقویٰ اختیار کریں۔ دنیا کا یہ حال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی عظمت نہیں ہے۔ حقوق اور وصایا کی پروا نہیں ہے۔ دنیا اور اس کے کاموں میں حد سے زیادہ انہماک ہے۔ ذرا سا نقصان دنیا کا ہوتا دیکھ کر دین کے حصہ کو ترک کر دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حقوق ضائع کر دیتے ہیں۔ جیسے کہ یہ سب باتیں مقدمہ ہازیوں اور شرکاء کے ساتھ تقسیم حصہ میں دیکھی جاتی ہیں۔ لالچ کی نیت سے ایک دوسرے سے پیش آتے ہیں۔ نفسانی جذبات کے مقابلہ میں بہت کمزور واقع ہو جاتے ہیں۔ اس وقت تک کہ خدا نے ان کو کمزور کر رکھا ہے گناہ کی جرأت نہیں کرتے مگر جب ذرا کمزوری رفع ہوئی اور گناہ کا موقع ملے تو جمع اس کے مرتکب ہوتے ہیں۔ آج اس زمانہ میں ہر ایک جگہ تلاش کرو۔ تو یہی پتہ ملیگا کہ گویا سچا تقویٰ اُٹھ گیا ہوا ہے اور سچا ایمان بالکل نہیں ہے۔ لیکن چونکہ خدا تعالیٰ کی منظور ہے کہ اُن کے سچے تقویٰ اور ایمان کا تخم ہرگز ضائع نہ کرے جب دیکھتا ہے کہ اب فصل بالکل تباہ ہونے پر آتی ہے تو اور فصل پیدا کرتا ہے۔

وہی تازہ بتانہ قرآن موجود ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے کہا تھا۔ اِنَّا نَحْنُ مُرْسِلُوْنَ اِلَیْکُمْ وَ اِنَّا لَکُمْ لَحَافِظُوْنَ۔ بہت سا حصہ احادیث کا بھی موجود ہے اور برکات بھی ہیں مگر دلوں میں ایمان اور عملی حالت بالکل نہیں ہے خدا تعالیٰ نے مجھے اسی لئے مبعوث کیا ہے کہ یہ باتیں پھر پیدا ہوں۔ خدا نے جب دیکھا کہ میدان خالی ہے تو اس کی الوہیت کے تقاضے پر گرد پنا نہ کیا کہ یہ میدان خالی رہے اور لوگ ایسے ہی دُور میں اس لئے اب اُن کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ ایک نئی قوم زندوں کی پیدا کرنا چاہتا ہے اور اسی لئے ہماری تبلیغ ہے کہ تقویٰ

کی زندگی حاصل ہو جاوے۔

اُدھی کئی قسم کے ہیں بعض ایسے کہ بدی کر کے پھر اس پر فخر کرتے ہیں۔ بھلا یہ کونسی صفت ہے جس کے اُد پر ناز کیا جاوے۔ شر سے اس طرح پرہیز کرنا نیکی میں داخل نہیں ہے۔ اور نہ اس کا نام حقیقی نیکی ہے۔ کیونکہ اس طرح تو جانور بھی سیکھ سکتے ہیں۔ میاں حسین بیگ تاہر ایک شخص تھا اس کے پاس ایک کتا تھا وہ اسے کہہ جاتا کہ روٹی کو دیکھتا رہ تو وہ روٹی کی حفاظت کرتا۔ اسی طرح ایک بلی کو سنا ہے کہ اسے بھی ایسے ہی سکھایا ہوا تھا جب بعض لوگوں کو خبر ہوئی تو انہوں نے امتحان کرنا چاہا اور ایک کو ٹھٹھی کے اندر حلوہ دودھ اور گوشت وغیرہ ایسی چیزیں رکھ کر جس پر بلی کو ضرور لالچ اُورے اس بلی کو چھوڑ کر دروازہ کو بند کر دیا کہ دیکھیں اب وہ ان اشیاء میں سے کھاتی ہے کہ نہیں پھر جب ایک دو دن کے بعد کھول کر دیکھا تو ہر ایک شے اسی طرح پڑی تھی اور پٹی مری ہوئی تھی اور اس نے کسی شے کو ہلایا تک بھی نہ تھا۔ اس لئے اب شرم کرنی چاہیئے کہ انہوں نے حیوان ہو کر انسان کا حکم ایسا مانا اور یہ انسان ہو کر خدا تعالیٰ کے حکم کو نہیں مانتا۔ نفس کو تنبیہ کرنے کے واسطے ایسی ہی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ اور بہت سے وفادار کتے بھی موجود ہیں مگر افسوس اُس کے لئے کہ جو کتے جتنا مرتبہ بھی نہیں رکھتا تو بتلا دے کہ پھر وہ خدا سے کیا مانگتا ہے؟ انسان کو تو خدا نے وہ قویٰ عطا کئے ہیں۔ کہ اور کسی مخلوق کو عطا نہیں کئے۔ شر سے پرہیز کرنے میں تو بہائم بھی اس کے شریک ہیں۔ بعض گھوڑوں کو دیکھا ہے کہ چاباک آقا کے ہاتھ سے گر پڑی۔ تو بُنہ سے اُٹھا کر اُسے دیتے ہیں اور اس کے کہنے سے لیٹتے ہیں اور بیٹھتے ہیں اور اُٹھتے ہیں اور پوری اطاعت کرتے ہیں تو یہ انسان کا فخر نہیں ہو سکتا کہ چند گئے ہوئے گناہ ہاتھ پاؤں وغیرہ دیگر اعضاء کے جو ہیں ان سے بچا رہے۔ جو لوگ ایسے گناہ کرتے ہیں وہ تو بہائم سیرت ہیں جیسے کُتے بلیوں کا کام ہے کہ ذرا برتن ننگا دیکھا تو منہ ڈال لیا اور کوئی کھانے کی شے دنگی دیکھی تو کھالی۔ تو ایسے انسان کُتے بلی کے سے ہی ہوتے

ہیں۔ انجام کار کپڑے جاتے ہیں جینانوں میں جاتے ہیں۔ جا کر دیکھو تو ایسے مسلمانوں سے
زندگیاں بھرے ہوئے ہیں۔

حضرت انساں کہ حد مشترک را جامع است
مے تواند شد میجامے تواند شد خمرے

تو اب یہ موقع ہے اور خدا تعالیٰ کی لہروں کے دن ہیں یعنی جیسے بعض زمانہ
خدا کی رحمت کا ہوتا ہے اور اس میں لوگ قوت پاتے ہیں۔ ایسے ہی یہ وقت ہے۔ ہم
یہ نہیں کہتے کہ بالکل دنیا کے کاروبار چھوڑ دیوے بلکہ ہمارا منشا یہ ہے کہ حد اعتدال تک
کو شمش کسے اور دنیا کو اس نیت سے کماوے کہ دین کی خدام ہو مگر یہ ہرگز روا نہیں
ہے کہ اس میں ایسا اڑھاہاک ہو جاوے کہ دین کا پہلو بھول ہی جاوے نہ روزہ کی خبر ہے
نہ نماز کی جیسے کہ آج کل لوگوں کی حالت دیکھی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر دتی کا جلسہ ہی
اب دیکھ لو جہاں کہتے ہیں کہ ہندو لاکھ آدمی جمع ہوا ہے۔ میرا تصور تو یہی ہے کہ سارے
ضیاء پرست ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ سب سے زیادہ خدا سے نفرت دلائے والے سلاطین
ہی ہیں کیونکہ یہ مثل ایک بڑی دیوی کے ہوتے ہیں جس قدر اُن کا قرب زیادہ ہوتا ہے۔
اتنا ہی قلب سخت ہوتا ہے۔ ہم کسی کو تجارت سے منع نہیں کرتے کہ وہ بالکل ترک کر
دیوے مگر یہ کہتے ہیں کہ وہ ذرا سوچیں اور دیکھیں کہ اُن کے باپ دادا کہاں ہیں؟ بڑے
بڑے عزیز انسان کے ہوا کرتے ہیں اور کس طرح وہ ان کے ہاتھوں میں ہی اٹھ جایا کرتے
ہیں اور موت کس طرح آپس میں تفرقہ ڈال دیتی ہے۔

سال دیگر را کہ مے داند حساب

تا کجا رفت آن کہ با ما بود یار

اب طاعون کی بلا سروں پر ہے کہتے ہیں کہ اس کی میعاد ستر برس ہوا کرتی ہے
اور اس کے آگے کوئی حیلہ پیش نہیں جاتا۔ سب (حیلے) فضول ہوا کرتے ہیں۔ اور اسی

لئے آتی ہے کہ خدا کے وجود کو مناد ہو۔ سو اس کا وجود برحق ہے۔ اور خدا کی بلا سے سوائے خدا کے کوئی بچا نہیں سکتا۔ سچا تقویٰ اختیار کر دو کہ خدا تعالیٰ تم سے راضی ہو جب شریر گھوڑے کی طرح انسان ہوتا ہے تو ماریں کھاتا ہے۔ اور جو خاص لوگ ہیں وہ اشارات سے چلتے ہیں جیسے سدھا، موگا، گھوٹا اشارے سے چلتا ہے اور ان کو وحی اور الہام ہوتے ہیں اور لطف کی بات یہ ہے کہ وحی کے معنی اشارہ کے بھی لکھے ہیں۔ مگر جب مار کھانے کا زمانہ گزر جاتا ہے تو پھر وحی کا زمانہ آتا ہے اور یہ بات ضروری ہے کہ یہ مرحلہ سہولت سے طے نہیں پاتا۔ کیونکہ تقویٰ ایسی شے نہیں جو کہ صرف مُنہ سے انسان کو حاصل ہو جاوے بلکہ یہ شیطانی گناہ کا کوئی حصہ دار ہے اس کی مثال ایسی ہوتی ہے جیسے ذرا سی شیرینی رکھ دیں تو بے شمار چیز نیاں اس پر آجاتی ہیں۔ یہی حال شیطانی گناہوں کا ہے اور اسی سے انسانی کمزوری کا حال معلوم ہوتا ہے۔ اگر خدا چاہتا تو ایسی کمزوری نہ رکھتا۔ مگر خدا تعالیٰ کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو اس بات کا علم ہو کہ ہر ایک طاقت کا سرچشمہ خدا ہی کی ذات ہے۔ کسی نبی یا رسول کو یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ اپنے پاس سے طاقت دے سکے اور یہی طاقت جب خدا کی طرف سے انسان کو ملتی ہے تو اس میں تبدیلی ہوتی ہے اس کے حاصل کرنے کے واسطے ضروری ہے کہ دعا سے کام لیا جاوے اور سناڑ ہی ایک ایسی نیکی ہے جس کے بجالانے سے شیطانی کمزوری دور ہوتی ہے اور اسی کا نام دعا ہے شیطان چاہتا ہے کہ انسان اس میں کمزور رہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ جس قدر اصلاح اپنی کرے گا۔ وہ اسی ذریعہ سے کرے گا۔ پس اس کے واسطے پاک صاف ہونا شرط ہے جب تک گندگی انسان میں ہوتی ہے۔ اس وقت تک شیطان اس سے محبت کرتا ہے۔

۱۔ اس حکم میں یہ عبارت یوں ہے۔

تقویٰ ایسی فشی نہیں جو صرف مُنہ سے پورا ہو جاوے بلکہ شیطان بہکتا ہے۔

(اس حکم جلد ۳ نمبر ۱۲ مورخہ ۲۴ جنوری ۱۹۰۳ء)

خدا تعالیٰ سے مانگنے کے واسطے ادب کا ہونا ضروری ہے اور عقل مند جب کوئی شے بادشاہ سے طلب کرتے ہیں تو ہمیشہ ادب کو مد نظر رکھتے ہیں۔ اسی لئے سورہ فاتحہ میں خدا تعالیٰ نے سکھایا ہے کہ کس طرح مانگا جاوے اور اس میں سکھایا ہے کہ الحمد للہ رب العلمین یعنی سب تعریف خدا کو ہی ہے جو رب ہے سارے جہان کا الرحمن یعنی بلا مانگے اور سوال کئے کے دینے والا۔ التوحید یعنی انسان کی سچی محنت پر ثمرات حسنہ مرتب کرنے والا ہے۔ مالک یوم الدین۔ جتنا سزا اسی کے ہاتھ میں ہے چاہے رکھے چاہے مارے۔ اور جو سزا آخرت کی بھی اور اس دنیا کی بھی اُسی کے ہاتھ میں ہے جب اس قدر تعریف انسان کرتا ہے تو اسے خیال آتا ہے کہ کتنا بڑا خدا ہے جو کہ رب ہے۔ رحمن ہے۔ رحیم ہے۔ اسے غائب ماننا چلا آ رہا ہے۔ اور پھر اسے حاضر ناظر جان کر پکارتا ہے۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین۔ اھدنا الصراط المستقیم۔ یعنی ایسی راہ جو کہ بالکل سیدھی ہے۔ اس میں کسی قسم کی کمی نہیں ہے ایک راہ اندھوں کی ہوتی ہے کہ تختیں کر کے تھک جاتے ہیں اور نتیجہ کچھ نہیں نکلتا اور ایک وہ راہ کہ محنت کرنے سے اس پر نتیجہ مرتب ہوتا ہے۔ پھر آگے صراط الذین انعمت علیہم یعنی ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کیا اور وہ وہی صراط مستقیم ہے جس پر چلنے سے انعام مرتب ہوتے ہیں۔ پھر غیبا المعضوب علیہم نہ ان لوگوں کی جن پر تیرا غضب ہوا۔ اور دلائل الضالین۔ اور نہ ان کی جو دُور جا پڑے ہیں۔ اھدنا الصراط المستقیم سے کل دنیا اور دین کے کاموں کی راہ مراد ہے۔ مثلاً ایک طبیب جب کسی کا علاج کرتا ہے۔ تو جب تک اُسے ایک صراط مستقیم ہاتھ نہ ملے۔ علاج نہیں کر سکتا۔ اسی طرح تمام دیکھو اور ہر پیشہ اور علم کی ایک صراط مستقیم ہے۔ کہ جب وہ ہاتھ آجاتی ہے تو پھر کام آسانی سے ہو جاتا ہے۔ اس مقام پر ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ انبیاء کو اس دعا کی کیوں ضرورت تھی وہ تو پیشتر ہی سے صراط مستقیم پر ہوتے

ہیں۔ تلمیذ الرحمن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ
وہ یہ دعا ترقی مراتب اور درجات کے لئے کرتے ہیں بلکہ یہ اھدنا الصراط
المستقیمہ تو آخرت میں مومن بھی مانگیں گے کیونکہ جیسے اللہ تعالیٰ کی کوئی حد نہیں ہے
اسی طرح اس کے درجات اور مراتب کی ترقی کی بھی کوئی حد نہیں ہے۔

(پھر اصل مضمون تقویٰ پر فرمایا کہ)

متقی بننے کے واسطے یہ ضروری ہے کہ بعد اس کے کہ موٹی باتوں جیسے زنا، چوری،
کلف حقوق، ریا، عجب، حقارت، بغل کے ترک میں پکا ہو تو اخلاقِ رزلیہ سے پرہیز
کے اُن کے بالمقابل اخلاقِ فاضلہ میں ترقی کرے۔ لوگوں سے مروت، خوش خلقی، ہمدردی
سے پیش آوے۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ سچی وفا اور صدق دکھلاوے۔ خدمات کے مقام
محمود تلاش کرے۔ ان باتوں سے انسان متقی کہلاتا ہے اور جو لوگ ان باتوں کے جامع ہوتے
ہیں۔ وہی اصل متقی ہوتے ہیں (یعنی اگر ایک ایک خلقِ فرداً فرداً کسی میں ہوں تو اُسے متقی
نہ کہیں گے جب تک بحیثیت مجموعی اخلاقِ فاضلہ اس میں نہ ہوں) اور ایسے ہی شخصوں کے
لئے لَاحَدُوْثٌ عَلَیْہِمْ وَ لَا ہُمْ یَحْزَنُوْنَ ہے۔ اور اس کے بعد ان کو کیا چاہیے۔ اللہ
تعالیٰ ایسوں کا متولی ہو جاتا ہے جیسے کہ وہ فرماتا ہے۔ دھو یتولی الصالحین حدیث
شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کے ہاتھ ہو جاتا ہے جس سے وہ پکڑتے ہیں۔ اُن کی آنکھ
ہو جاتا ہے جس سے وہ دیکھتے ہیں۔ اُن کے کان ہو جاتا ہے جن سے وہ سُنتے ہیں۔ اُن کے
پاؤں ہو جاتا ہے جن سے وہ چلتے ہیں۔ اور ایک اور حدیث میں ہے کہ جو میرے دلی کی

الحکم میں یہ عبارت یوں ہے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ غیر محدود ہے اس کے فیضان و فضل بھی غیر منقطع ہیں۔ اس لئے وہ
ان غیر محدود فضلوں کے حاصل کرنے کے لئے اس دعا کو مانگتے تھے۔

(الحکم جلد ۲، نمبر ۳ ص ۱۲۰ کالم ۲ مؤخر ۲۴ جنوری ۱۹۰۳ء)

دشمنی کرتا ہے میں اس سے کہتا ہوں کہ میرے مقابلہ کے لئے تیار رہو۔ ایک جگہ فرمایا ہے کہ جب کوئی خدا کے ولی پر حملہ کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اس پر ایسے چھبٹ کر آتا ہے جیسے ایک شیرنی سے کوئی اس کا پتھر پھینے تو وہ غضب سے چھبشتی ہے۔

خدا کی رحمت کے سرچشمہ سے قائمہ اٹھانے کا اصل قاعدہ یہی ہے خدا تعالیٰ کا یہ خاصہ ہی کہ جیسے اس انسان کا قدم بڑھتا ہے ویسے ہی پھر خدا کا قدم بڑھتا ہے خدا تعالیٰ کی خاص رحمتیں ہر ایک کے ساتھ نہیں ہوتیں۔ اور اسی لئے جن پر یہ ہوتی ہیں۔ ان کے لئے وہ نشان بولی جاتی ہیں۔ (اس کی نظیر دیکھ لو) کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کے دشمنوں نے کیا کیا کوششیں آپ کی ناکامیابی کے واسطے کیں مگر ایک پیش نہ گئی حتیٰ کہ قتل کے منصوبے کئے مگر آخر ناکامیاب ہی ہوئے خدا تعالیٰ یہ تجویز پیش کرتا ہے (اس خاص رحمت کے حصول کے واسطے جو اخلاق وغیرہ حاصل کئے جاویں) ان امروں کو چاہیے کہ خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جاوے نہ کہ ہمارے سامنے۔ اپنے دلوں میں خدا تعالیٰ کی محبت اور عظمت کا سلسلہ جاری رکھیں اور اس کے لئے نماز سے بڑھ کر اور کوئی شے نہیں ہے۔ کیونکہ روزے تو ایک سال کے بعد آتے ہیں۔ اور زکوٰۃ صاحب مال کو دینی پڑتی ہے۔ مگر نماز ہے کہ ہر ایک حیثیت کے آدمی کو پانچوں وقت ادا کرنی پڑتی ہے اسے ہر گز ضائع نہ کریں۔ اسے بار بار پڑھو اور اس خیال سے پڑھو کہ میں ایسی طاقت والے کے سامنے کھڑا ہوں کہ اگر اس کا ارادہ ہو تو اسی قبول کر لے۔ اسی حالت میں بلکہ اسی سامعت میں بلکہ اسی سیکنڈ میں۔ کیونکہ دوسرے دنیوی حاکم تو خزانوں کے محتاج ہیں۔ اور ان کو لگ رہوتی ہے کہ مخازنہ خالی نہ ہو جاوے اور ناداری کا ان کو نسر کر لگا رہتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کا خزانہ ہر وقت بھرا بھرا ہے جب اس کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو صرف یقین کی حاجت ہوتی ہے اُسے اس امر پر یقین ہو کہ میں ایک صحیح علیم اور خبیر اور قادر ہستی کے سامنے کھڑا ہوا ہوں اگر اُسے جہر آجاوے تو ابھی دیدارِ لہو سے بڑی نصرت

سے دعا کرے۔ ناامید اور بدن ہرگز نہ ہو دے اور اگر اسی طرح کرے تو (اس راحت کی جلدی دیکھ لیگا۔ اور خدا تعالیٰ کے اور اور فضل بھی شامل حال ہوں گے اور خود خدا بھی ملیگا تو یہ طریق ہے جس پر کاربند ہونا چاہیئے۔ مگر ظالم فاسق کی دعا قبول نہیں ہوا کرتی کیونکہ وہ خدا تعالیٰ سے لاپرواہ ہے۔ ایک بیٹا اگر باپ کی پروا نہ کرے اور ناخلف ہو تو باپ کو اس کی پروا نہیں ہوتی تو خدا کو کیوں ہو۔

ایک صاحب نے عرض کی کہ بطعم باعور کی دعا کیوں قبول ہوئی تھی؟ فرمایا۔ یہ ابتلا تھا دعائے مٹی آنورہ مارا ہی گیا۔ وعادہ ہوتی ہے جو خدا کے پیار سے کرتے ہیں ورنہ یوں تو خدا تعالیٰ ہندوؤں کی بھی سنتا ہے اور بعض اُن کی مرادیں پوری ہو جاتی ہیں۔ مگر ان کا نام ابتلا ہے دعا نہیں۔ مثلاً اگر خدا سے کوئی روٹی مانگے تو کیا نہ دے گا؟ اس کا وعدہ ہے۔ مامن حلبة فی الارض الا علی اللہ رزقہا۔ کتنے بلی بھی تو اکثر پیٹ پالتے ہیں۔ کیرٹوں کوٹروں کو بھی رزق ملتا ہے مگر اصطفینا کا لفظ خاص موقوفوں کے لئے ہے۔

یہاں تک تقریر حضرت اقدس نے مبائعین کے واسطے کی جن میں سے ایک تو شیخ نور احمد صاحب پلیٹڈ اور دوسرے حامد علی شاہ صاحب بدوٹی تھے۔ اس کے بعد حضور انور نے پیر ابو سعید عرب صاحب کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ نے جو ثبوت مسیحیت کے دعویٰ کے بارے میں پوچھا تھا۔ یہ بہت ضروری بات تھی اور اس کو خوب یاد رکھنا چاہیئے۔ اگر آپ سے کوئی ان ممالک (ملک برما) میں پوچھے کہ ہماری صداقت کا کیا ثبوت ہے تو مختصر طور پر یہی جواب دینا چاہیئے کہ وہی ثبوت ہے جو کہ موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے ہونے کا ہے تمام انبیاء کی صداقت کے وہی ثبوت ہوتے ہیں۔ اقل۔ کتب سابقہ میں ان کا ذکر مگر وہ استعارہ کے رنگ میں ضرور ہوتا ہے اور اس میں ایک پہلو ٹھوکر کا بھی ہوتا ہے۔ جیسے یہود

کو دھوکا لگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تو بنی اسرائیل میں سے آنا چاہیئے تھا۔ بنی اسمعیل میں سے کیوں ہوئے۔ اور پھر اسی طرح مسیحؑ کے وقت الیاس کے منتظر رہے۔ ان معاملوں میں اب تک جھگڑتے ہیں یہ سب ان کی کجواس ہے۔

اسی طرح ہمارا ذکر کتب سابقہ میں ہے۔ اگر کوئی ہم سے بھی اسی طرح کجواس سے جھگڑا کرے تو انہیں میں سے ہوگا۔

دوسرا ثبوت نشانات میں جس سے بہت مغالی سے استنباط ہوتا ہے وہی ثبوت ہمارے ساتھ بھی ہیں اور جس قاعدہ سے خدا تعالیٰ نے یہ نشانات دکھائے ہیں اگر اسی طرح شمار کریں تو یہ میں لاکھ سے بھی زیادہ ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ کیا تون من کل فتح عمیق اور یا تیک من کل فتح عمیق کی تحت میں اگر ہر ایک شخص جو ہمارے پاس آتا ہے ہر ایک ہدیہ اور نذر جو پیش ہوتی ہے ایک ایک نشان الگ الگ ہے مگر ہم نے صرف ایک سو پچاس نشان نزول المسیح میں درج کئے ہیں جن کے ہزار گواہ موجود ہیں پھر دیکھو یہ کس وقت کی خبر ہے۔ قرآن کے نصوص، حدیث کی اخبار اور مکاشفات اور روایات وغیرہ سب ہماری تائید میں ہیں۔ پھر اس کے علاوہ خدا تعالیٰ کے نشانات۔ پھر زمانہ کی موجود ضرورت، یہ سب ثبوت پیش کرنے کے قابل ہیں۔ اس وقت خدا تعالیٰ کا منشار ہے کہ لوگوں کو غلطیوں سے نکالے اور تقویٰ پر قائم کرے۔ خدا تعالیٰ جس کو چاہے لگاتا جادے گا۔ یہ اس کی طرف سے ایک دعوت ہے جو بلایا جاتا ہے۔ اُسے فرشتے کھینچ کھینچ کر لے آتے ہیں۔

۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء

مولوی ثناء اللہ صاحب کا دیان آنا

عصر کے وقت خدا تعالیٰ کے برگزیدہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ خبر ہوئی کہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کا دیان آئے ہوئے ہیں مگر آپ نے اُس کے متعلق صوفی فرمایا کہ ہزاروں لوگ راہروا آتے ہیں ہمیں اس سے کیا؟

مغرب کی سنا زباجاماعت ادا کر کے جب حضرت اقدس دولت سرا کو تشریف لے چلے تو ایک شخص نے ہاتھ میں قلم دوات لئے ہوئے حضرت اقدس کی خدمت میں کچھ کاغذات پیش کئے۔ اس قلم دوات سے اس کی یہ غرض تھی کہ حضرت سے رقعہ کی رسید لے مگر حضرت نے توجہ نہ کی اور اس کے وہ کاغذات لے کر تشریف لے گئے اور جب عشاء کی نماز کے واسطے تشریف لائے تو فرمایا کہ

ایک ہی معصوم کے دو رقعے مولوی ثناء اللہ صاحب کی طرف سے پہنچے ہیں۔ معلوم دو رقعوں کی کیا غرض تھی۔

اس وقت یہ عقدہ حل ہوا کہ غالباً دو ممر رقعہ دستخط یعنی رسید رقعہ لینے کی غرض سے تھا۔ مگر قاصد کو رسید مانگنے کی جرأت نہ ہوئی اور وہ رقعہ اس وقت سید سرور شاہ صاحب کے حوالہ کیا گیا کہ وہ اسے پٹھ کر اہل مجلس کو سنا دیں۔

اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا۔

ہم تیار ہیں وہ ہفتہ عشرہ آرام سے سب باتیں سنئے اور اگر اس کا منشار مباحثہ کا ہو تو یہ اس کی غلطی ہے کیونکہ اب مدت ہوئی کہ ہم مباحثات کو بند کر چکے ہیں۔ اگر اس کو طلب حق کی ضرورت ہے تو وہ رفیق اور آہستگی سے اپنی غلطی دور کروائے۔ طالب حق کے لئے ہمارا دوا نہ کھڑا ہوا ہے۔ ہاں جو شخص ایک منٹ نہ کہ چلا جانا چاہتا ہے اور اسے فتح اور شکست اور راز اور حیرت کا خیال ہے وہ مستفید نہیں ہو سکتا۔ بجز ایسے شخص

کے جو نیک نیت بن کر آوے ہم تو دوسرے کے ساتھ کام کرنا بھی قبیح اوقات غیال کے تھے
ہیں یہیں تعجب ہے کہ وہ کیوں گھما کر کے اس جا کر آئے۔ جاہلیئے تھا کہ مستفیدوں کی طرح
آتا اور ہمارے مہمان خانہ میں آہتا۔

پھر فرمایا۔ ہم اس رقعہ کا صبح کو جواب دیں گے۔
اس کے بعد حضرت اقدس نماز سے فارغ ہو کر تشریف لے چلے تو شاداد صاحب کے
قاصد نے آواز دی کہ حضرت جی۔ مولوی شاداد صاحب کے رقعہ کا کیا جواب ہے
حضرت نے فرمایا کہ صبح کو دیا جائے گا۔
قصد نے کہا کہ میں آکر جواب لے جاؤں یا آپ بذریعہ ڈاک روانہ کریں گے۔
حضرت اقدس نے فرمایا۔ خواہ تم آکر لے جاؤ خواہ شاداد اکے لے جاوے۔
پھر آپ نے قاصد کا نام پوچھا۔ اس نے کہا محمد صدیقی۔

(اتحاد جلد اول نمبر ۱۲ مورخہ ۶ جنوری ۱۹۰۳ء)

۱۹۰۳ء بروز یکشنبہ مولوی شاداد صاحب کے رقعہ کا جواب

فجر کی نماز کو جب حضرت اقدس تشریف لائے تو قبل از نماز آپ نے وہ رقعہ جو مولوی
شاداد صاحب کے رقعہ کے جواب میں تحریر فرمایا تھا۔ احباب کو سنایا۔ وہ رقعہ یہ تھا
بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم
از طرف حامد باہد الصمد غلام احمد عافہ اللہ و آید۔

بخیریت مولوی شاداد صاحب

آپ کا رقعہ پہنچا۔ اگر آپ لوگوں کی صدق دل سے یہ نیت ہو۔ کہ اپنے
شکوہ و شبہات پیشگوئیوں کی نسبت یا ان کے ساتھ اور امور کی نسبت بھی

جو دعویٰ سے قلعہ رکھتے ہوں، رفع کرا دیں تو یہ آپ لوگوں کی خوش قسمتی ہوگی اور اگر پھر میں کئی سال ہونے کے اپنی کتاب انجامِ آخر میں شائع کر چکا ہوں کہ میں اس گروہ مخالف سے ہرگز مباحثات نہ کروں گا کیونکہ اس کا نتیجہ بے گہرائی کا ہے اور وہاں شانہ کلمات سننے کے اور کچھ نہیں ہوا مگر میں ہمیشہ طالبِ حق کے شہادت دود کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اگرچہ آپ نے اس دفعہ میں دعویٰ تو کر دیا ہے کہ طالبِ حق ہوں مگر مجھے تاثر ہے کہ اس دعویٰ پر آپ قائم نہ سکیں۔ کیونکہ آپ لوگوں کی عادت ہے کہ ایک بات کو کٹاں کٹاں بے ہودہ اور مباحثات کی طرف لے آتے ہیں اور میں خدا تعالیٰ کے سامنے وعدہ کر چکا ہوں کہ ان لوگوں سے مباحثات ہرگز نہیں کروں گا۔ سو وہ طریق جو مباحثات سے بہت دور ہے کہ آپ اس مرحلہ کو صاف کرنے کے لئے اول یہ اقرار کریں کہ آپ منہاجِ نبوت سے باہر نہیں جائیں گے۔ اور دہیٰ اعتراض کریں گے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یا حضرت عیسیٰؑ پر یا حضرت موسیٰؑ پر یا حضرت یونسؑ پر عائد نہ ہوتا ہو اور حدیث اور قرآن شریف کی پیشگوئیوں پر زور نہ ہو۔ دوسری شرط یہ ہوگی کہ آپ زبانی لکھنے کے مجاز نہ ہوں گے صرف آپ مختصر ایک سطر یا دو سطر تحریر دے دیں کہ میرا یہ اعتراض ہے پھر آپ کو میں مجلس میں مفصل جواب سنایا جائے گا۔ اعتراض کے لئے لمبا لکھنے کی ضرورت نہیں ایک سطر یا دو سطر کافی ہیں۔ تیسری یہ شرط ہوگی، کہ ایک دن میں صرف ایک ہی آپ اعتراض پیش کریں گے کیونکہ آپ اطلاع دے کر نہیں آئے۔ چوروں کی طرح آگئے۔ اور ہم ان دنوں بے باعث کم فرصتی اور کامِ طبع کتاب کے تین گھنٹہ سے زیادہ صرف نہیں کر سکتے۔ یاد رہے کہ یہ ہرگز نہ ہوگا کہ عوام کا اتمام کے روبرو آپ واعظ کی طرح ہم سے گفتگو شروع کر دیں بلکہ آپ نے بالکل منہ بند رکھنا ہوگا۔ جیسے مٹم۔ مٹم۔ یہ اس لئے کہ تا گفتگو

مہاشہ کے رنگ میں نہ ہو جاوے۔ اور صرف ایک پیشگوئی کی نسبت سوال کریں۔
 میں تین گھنٹہ تک اس کا جواب دے سکتا ہوں اور ایک ایک گھنٹہ کے بعد آپ
 کو متنبہ کیا جاوے گا۔ کہ اگر ابھی تسلی نہیں ہوئی تو اور کچھ کر پیش کر دے۔ آپ کا
 کام نہیں ہوگا کہ اس کو سناویں ہم خود پڑھ لیں گے۔ مگر چاہیئے کہ دو تین سطر
 سے زیادہ نہ ہو۔ اس طرز میں آپ کا کچھ ہرج نہیں ہے کیونکہ آپ تو شبہات
 دور کرنے آئے ہیں۔ یہ طریق شبہات دور کرانے کا بہت عمدہ ہے۔ میں باوازا
 بلند لوگوں کو سناؤں گا کہ اس پیشگوئی کی نسبت مولوی شاد احمد صاحب کے
 دل میں یہ دوسرا پیدا ہوا ہے اور اس کا یہ جواب ہے۔ اس طرح تمام وسوسوں
 دور کر دیئے جائیں گے۔ لیکن اگر چاہو کہ بحث کے رنگ میں آپ کو بات کا موقع
 دیا جاوے تو ہرگز نہ ہوگا۔ ۱۲ جنوری ۱۹۰۳ء تک میں اس جگہ ہوں۔ بعد
 میں ۱۵ جنوری کو ایک مقدمہ پر بہم جاؤں گا۔ سو اگرچہ بہت کم فرصتی ہے۔
 لیکن ۱۴ جنوری تک آپ کے لئے تین گھنٹے تک فریج کر سکتا ہوں۔ اگر آپ
 لوگ کچھ نیک نیتی سے کام لیں تو یہ ایسا طریق ہے کہ اس سے آپ کو فائدہ
 ہوگا۔ ورنہ ہمارا اور آپ لوگوں کا آسمان پر مقدمہ ہے خود خدا تعالیٰ فیصلہ کریگا
 والسلام علی من اتبع الهدی۔ سوچ کر دیکھ لو کہ یہ بہتر ہوگا کہ آپ بذریعہ قریب
 جو سطر دو سطر سے زیادہ نہ ہو ایک ایک گھنٹہ کے بعد اپنا مشتبہ پیش کرتے جاویں گے
 اور میں وہ دوسرہ دور کرتا جاؤں گا۔ ایسے ہی صد آدمی آتے ہیں اور دوسرہ دور
 کرا لیتے ہیں۔ ایک بھلا مانس شریف آدمی ضرور اس بات کو پسند کرے گا۔ اس
 کو وسوسوں دور کرانے میں اور کچھ غرض نہیں۔ لیکن وہ لوگ جو خدا سے نہیں
 ڈرتے ان کی توہمتیں ہی اور ہوتی ہیں۔“



اور فرمایا کہ

یہ طریق بہت امن کا ہے۔ اگر یہ نہ کیا جاوے تو بد امنی اور بد نتیجہ کا اندیشہ ہے۔

پھر فرمایا کہ

ابھی فجر کو میں نے ایک خواب دیکھا۔

رُویا

کہ میرے ہاتھ میں ایک کاغذ ہے اس کے ایک طرف کچھ اشتہار ہے اور دوسری طرف ہماری طرف سے کچھ لکھا ہوا ہے جس کا عنوان یہ ہے۔

بَقِیَّةُ الطَّاعُونَ

اس کے بعد فجر کی نماز ہوئی تو حضرت اقدس نے قلم و دوات طلب فرمائی اور فرمایا کہ
تھوڑا سا اور اس رقعہ پر لکھنا ہے۔

اتنے میں مولوی شہداء احمد صاحب کے تلمذ پھر آموذ ہوئے اور جواب طلب کیا۔
حضرت اقدس نے فرمایا کہ ابھی لکھ کر دیا جاتا ہے۔

پھر بقیہ حصہ آپ نے لکھ کر اپنے خدام کے حوالہ کیا کہ اس کی نقل کر کے روانہ
کردو۔ وہ حصہ رقعہ کا یہ ہے۔

”بالآخر اس غرض کے لئے اب آپ اگر شرافت اور ایمان رکھتے ہیں تو قادیان
سے بغیر تفسیہ کے خالی نہ جاویں۔

دو قسموں کا ذکر کرنا ہوں (۱) اول چونکہ میں انجامِ اہتم میں خدا سے قطعی عہد
کر چکا ہوں کہ ان لوگوں سے قطعی بحث نہیں کروں گا۔ اس وقت پھر اسی عہد
کے مطابق قسم کھاتا ہوں کہ میں زبانی آپ کی کوئی بات نہیں سنوں گا۔ صرف
آپ کو یہ موقع دیا جاوے گا کہ آپ اول ایک اعتراض جو آپ کے نزدیک سب
سے بڑا اعتراض کسی پیشگوئی پر ہو ایک سطر یا دو سطر یا حد قین سطر تک لکھ کر پیش

کریں جس کا یہ مطلب ہو کہ یہ پیشگوئی پوری نہ ہوئی اور منہاج نبوت کی دُوسری قابل اعتراض ہے اور پھر چُپ رہیں اور میں مجمع عام میں اس کا جواب دُوں گا جیسا کہ مفصل لکھ چکا ہوں۔ پھر دُوسرے دن دُوسری پیشگوئی اسی طرح لکھ کر پیش کریں۔ یہ تو میری طرف سے خدا تعالیٰ کی قسم ہے کہ میں اس سے باہر نہیں جاؤں گا اور کوئی زبانی بات نہیں سُنوں گا اور آپ کی مجال نہیں ہوگی کہ کوئی لکھ بھی زبانی بول سکیں اور آپ کو بھی خدا تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ اگر آپ سچے دل سے آئے ہیں تو اس کے پابند ہو جاویں اور ناحق فتنہ و فساد میں مُر بسر نہ کریں۔ اب ہم دو نویں سے ان دو نو قسموں سے جو شخص امراض کسے گا اس پر خدا کی لعنت ہو اور خدا کرے کہ وہ اس لعنت کا پھل بھی اپنی زندگی میں دیکھ لے۔ آمین۔ سو میں دیکھوں گا کہ آپ سُنّتِ نبویہ کے موافق اس قسم کو پورا کرتے ہیں یا قادیان سے نکلنے ہوئے اس لعنت کو ساتھ لے جاتے ہیں اور چاہیئے کہ اول آپ اس عہد موکد قسم کے آج ہی ایک اعتراض دو تین سطر کا لکھ کر بھیج دیں اور پھر وقت مقرر کے مسجد میں جمع کیا جائے گا۔ اور آپ کو بتلایا جاوے گا اور عام مجمع میں آپ کے شیطانی دساؤں دور کر دیئے جاویں گے۔“

رقعہ دے کر آپ تشریف لے گئے اور اندر سے حضور نے کہا بھیکاکہ رقعہ دیاں اُن کو جا کر سٹا دیا جاوے اور پھر اُن کے حوالہ کیا جاوے۔

چنانچہ یہ رقعہ مولوی شتاد احمد صاحب کو پہنچا دیا گیا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد پھر مولوی شتاد احمد صاحب کی طرف سے جواب الجواب آیا۔

یہ نامعقول اور اصل بحث سے بالکل دُور جواب مُنکر حضرت اقدس کو بہت رنج

ہوا اور آپ نے فرمایا کہ

ہم نے جو اسے خدا کی قسم دی تھی اس سے فائدہ اٹھاتا یہ نظر نہیں آتا۔ اب خدا کی لعنت لے کر واپس جانا چاہتا ہے جس بات کو ہم بار بار لکھتے ہیں کہ ہم مباحثہ نہیں کرتے جیسا کہ ہم انجام آتھم میں اپنا عہد دنیا میں شائع کر چکے ہیں۔ تو اب اس کا منشا ہے کہ ہم خدا کے اس عہد کو توڑ دیں۔ یہ ہرگز نہ ہوگا۔ اور پھر اس رقعہ میں کس قدر اخترا سے کام لیا گیا ہے کیونکہ جب ہم اُسے اجازت دیتے ہیں کہ ہر ایک گھنٹہ کے بعد وہ دو تین سطریں بھاری تقریر پر اپنے شبہات کی لکھ دیوے تو اس طرح سے خواہ اس کی دن میں تیس سطور ہو جاویں ہم کب گریز کرتے ہیں اور خواہ ایک ہی پیشگوئی پر وہ ہم سے دس دن تک مستعار رہتا اور اپنے دساوس اس طرز سے پیش کرتا رہتا۔ اُسے اختیار تھا۔ پھر ایک دوسرا ٹھوٹ یہ بولا ہے۔ کہ لکھتا ہے کہ آپ مجمع پسند نہیں کرتے بھلا ہم نے کب لکھا ہے کہ ہم مجمع پسند نہیں کرتے بلکہ ہم تو عام جلسہ چاہتے ہیں۔ کہ تمام قادیان کے لوگ اور دوسرے بھی جس قدر ہوں جمع ہوں تاکہ ان لوگوں کی بے ایمانی کھلے کہ کس طرح یہ لوگوں کو فریب دے رہے ہیں۔ اگر اسے حق کی طلب ہوتی تو اسے ہمارے شرائط ماننے میں کیا عذر تھا مگر یہ بد نصیب واپس جاتا نظر آتا ہے۔

پھر مولوی محمد احسن صاحب کو حضور انور نے فرمایا کہ

آپ اس کا جواب لکھ دیں مجھے فرصت نہیں۔ میں کتاب لکھ رہا ہوں۔

یہ کہہ کر حضور تشریف لے گئے اور مولوی محمد احسن صاحب نے رقعہ کا جواب تحریر فرمایا

اس کے بعد کوئی جواب مولوی ثناء اللہ صاحب کی طرف سے نہ آیا۔ اور وہ قادیان

سے چلے گئے۔

(البدع جلد ۲ نمبر ۲۰۱ مورخہ ۲۳۔ ۲۴ جنوری ۱۹۰۳ء)

۱۲ جنوری ۱۹۰۳ء بروز دوشنبہ

اللہ تعالیٰ کے راستے میں دینے کا ایک طریق

ظہر کے وقت ایک شخص نے حضرت اقدس سے عرض کی کہ میرے پاس کچھ زمین ہے۔ مگر ایک عرصہ سے اس کی آبادی کی کوشش نہ ہوئی۔ لیکن کوئی کامیابی نہیں ہوئی تھی اس لئے اب ارادہ ہے کہ اُسے خدا کے نام پر احمدیہ مشن کی خدمت میں وقف کر دوں۔ شاید اللہ تعالیٰ اس میں آبادی کر دے اور وہ دین کی راہ میں کام آوے حضرت اقدس نے فرمایا کہ

آپ کی نیت کا ثواب تو خدا تعالیٰ آپ کو دے گا لیکن آپ خود وہاں جا کر آبادی کریں اور اخراجات کاشت وغیرہ نکال کر پھر جو کچھ اس میں سے بچا کرے وہ اللہ کے نام پر اس سلسلہ میں دے دیا کریں۔

(البتد جلد ۲ نمبر ۲ صفحہ ۲۹ مورخہ ۱۲ جنوری ۱۹۰۳ء)

۱۳ جنوری ۱۹۰۳ء بروز شنبہ

نماز فجر کے وقت

الہی جماعتوں سے مُرتبہ ہوتے رہے

ابوسعید عرب صاحب نے عرض کی کہ چونکہ جناب نے جمہرات کو روانہ ہوتا ہے اور آدمی زیادہ ہوں گے اس لئے ریلوے کروں کو ریزرو کروالینے سے آرام ہوگا۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ

ہاں۔ یہ امر مناسب ہے کہ تکلیف نہ ہو۔

غاکس راڈیٹر نے مولوی جمال دین صاحب سید راہ کی طرف سے عرض کی کہ ایک حافظ نے اُن کو بلا کر بہت ناہانزدہ کمکیاں دی ہیں۔ اور کچھ آدمی جو بیعت نہ کرنا چاہتے تھے ان کو بہکا

کہ جمعیت سے توبہ کروائی ہے۔ مولوی صاحب نے درخواست کی ہے کہ دعا کی جائے کہ خدا ان کو نیچا دکھاوے۔

فہمایا۔ مرتد ہونا یہ بھی ایک سنتِ اہلِ حق ہے۔ مولیٰ علیہ السلام کے وقت میں بھی مرتد ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت بھی مرتد ہوئے اور عیسیٰ علیہ السلام کے وقت کا تو ارتداد ہی عجیب ہے۔

خدا کا وعدہ ہے کہ اگر ایک جائے گا تو وہ اس کے بدلے میں ایک جماعت دے دیگا۔

چونکہ آج کل رات دن ایک عربی کتاب برائے تبلیغ زیر طبع ہے۔ پروف کی صحت اور اس کے پروف وغیرہ دیکھے جانے میں صوف اس لئے کمال احتیاط سے کام لیا جاتا ہے کہ فرقہ مولویوں نے اب ہر قسم کی بددیانتی غلط بیانی کو حضرت میرزا صاحب کے مقابلے میں جان بڑھاکھا رہا ہے۔ پروف کی صحت پر فرمایا کہ ان لوگوں کو کیا علم ہے کہ ہم کس طرح راتوں کو کام کر کے کتابیں چھپواتے ہیں اور پھر اگر پریس مین کی ذرا سی غلطی رہ جاوے تو ان لوگوں کو اعتراض کا موقع مل جاتا ہے۔ حالانکہ خود محمد حسین نے میرے سامنے ایک دفعہ اشاعت السنۃ کی چھپوائی پر اعتراض کیا کہ ایسی غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ لیکن ان لوگوں کی حالت مسخ شدہ ہے کہاں سے کہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے۔

مکرہ گرم کرنے کے متعلق ہدایت

حضرت اقدس نے غبر کے وقت سید فضل شاہ صاحب کو یہ فرمایا کہ آپ کا مکرہ بہت تاہیک رہتا ہے اور اس میں غم بھی بہت زیادہ معلوم ہوتی ہے۔

یعنی مواہب الرحمن۔ مرتب۔

آجکل دہائی دن ہیں۔ رعایت اسباب کے لحاظ سے ضروری ہے کہ دماں آگ وغیرہ بھلا کر مکان گرم کر لیا کریں۔

کتاب مواہب الرحمن

مغرب کے وقت حضرت اقدس تشریف لائے تو کتاب زیر طبع کی نسبت فرمایا کہ امید ہے کہ یہ معجزہ کی طرح پھرے گی اور دلوں میں داخل ہوگی۔ اول و آخر کے سب مسائل اس میں آگئے ہیں۔ خدا کی قدرت ہے۔ دیر کا باعث ایک یہ ہو جاتا ہے کہ لغات جو دل میں کستے ہیں پھر ان کو کتب لغت میں دیکھنا پڑتا ہے۔ میرا دل اس وقت گواہی دیتا ہے کہ اندر فرشتہ بول رہا ہے۔ جب مولوی محمد علی صاحب کہتے ہوں گے تو ان کا بھی ایسا ہی حال ہوگا کیونکہ وہ بھی بہاری تائید میں ہی ہے۔ رات آدمی رات جب تک مضمون ختم نہ ہوئے۔ جاگتا رہوں گا

(البدیع جلد ۲ نمبر ۴ صفحہ ۲۹ مورخہ ۱۳ فروری سنہ ۱۹۳۲ء)

۱۴ جنوری ۱۹۰۳ء بروز چہار شنبہ

فر کے وقت فرمایا کہ

میں کتاب تو ختم کر چکا ہوں۔ رات آدمی رات تک بیٹھا رہا۔ نیت تو ساری رات کی تھی مگر کام جلدی ہی ہو گیا۔ اس لئے سورا۔ اس کا نام مواہب الرحمن رکھا ہے۔

ایک سقہ کی وفات اور اس پر الہام کا انطباق

ایک سقہ جو کہ حضرت اقدس کے ان پانی بھرا کتا تھا ایک ناگمانی موت سے مر گیا۔

۱۔ یعنی مواہب الرحمن۔ مرتب

اور اسی دن اس کی شادی تھی۔ اس کی موت پر آپ نے فرمایا کہ مجھے خیال آیا کہ
 قُتِلَ حَنِيبَةُ وَزَيْدٌ حَنِيبَةُ جو وحی ہوئی تھی وہ اسی کی طرف اشارہ ہے
 (البدیع جلد ۲ نمبر ۵ صفحہ ۳۲ مورخہ ۲۰ فروری ۱۹۰۳ء)

۵ جنوری ۱۹۰۳ء خدا کے کام کے لئے جاگنا جہاد ہے فجر کے وقت فرمایا کہ

رات تین بجے تک جاگنا رہا تو کاپیاں اور پروف صحیح ہوئے۔ مولوی عبدالکریم صاحب
 کی طبیعت طویل تھی وہ بھی جاگتے رہے۔ وہ اس وقت تشریف نہیں لاسکیں گے یہ بھی ایک
 جہاد ہی تھا۔ رات کو انسان کو جاگنے کا اتفاق تو ہوا کرتا ہے مگر کیا خوش وہ وقت ہے جو خدا
 کے کام میں گزارے۔ ایک صحابی کا ذکر ہے کہ وہ جب مرنے لگے تو روتے تھے۔ اُن سے
 پوچھا گیا کہ کیا موت کے خوف سے روتے ہو تو کہا موت کا کوئی خوف نہیں مگر یہ افسوس
 ہے کہ یہ وقت جہاد کا نہیں ہے۔ جب میں جہاد کیا کرتا تھا۔ اگر اس وقت یہ موقع ہوتا۔ تو
 کیا خوب تھا۔

فرمایا کہ

میرے اعضاء تو بے شک ٹھک جاتے ہیں مگر دل نہیں ٹھکتا۔ وہ چاہتا ہے کہ
 کام کئے جاوے۔

مولوی شاد احمد کا ذکر

بابر شاہ دین صاحب نے شاد احمد کے آنے کا ذکر کیا تو فرمایا کہ

آخر لعنت لے کر چلا گیا اور جو منصوبہ وہ گٹر کے لایا تھا۔ اس میں اسے کامیابی نہ ہوئی

ہم نے اس کا ذکر اور جواب وغیرہ اس عربی کتاب میں کر دیا ہے۔ اب جہلم سے واپس آ کر بشرط فرصت اردو میں لکھیں گے۔

(البتدرجلہ ۲ نمبر ۵ صفحہ ۲۴ مؤرخہ ۲۰ فروری ۱۹۰۳ء)

۱۹۰۳ء کو

حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بوقت سیر منہجہ ذیل تقریر فرمائی (ایڈیٹر الحکم)

دعا اور اس کے آداب

دعا بڑی عجیب چیز ہے مگر افسوس یہ ہے کہ نہ دُعا کرانے والے آداب دُعا سے واقف ہیں اور نہ اس زمانہ میں دُعا کرنے والے ان طریقوں سے واقف ہیں جو قبولیت دُعا کے

لئے ایڈیٹر صاحب الحکم کو "۵ جنوری ۱۹۰۳ء" کی تاریخ لکھنے میں سہو ہوا ہے یا کاتب کی غلطی ہے یہ تاریخ کبھی گئی ہے۔ دراصل حضور علیہ السلام کی یہ تقریر جو حضور نے سیر کے دوران فرمائی کسی اور گذشتہ تاریخ کی ہے۔ "۵ جنوری" کی نہیں۔ "الحکم" اور "ابد" دونوں سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ۵ جنوری سے ۲۴ جنوری ۱۹۰۳ء تک سیر طوی رہی۔ "الحکم" میں ۵ جنوری کی سیر

کی جو ڈائری چھپی ہے۔ اس میں تو ذکر نہیں۔ لیکن ابد میں سیر کی ڈائری میں صاف طور پر لکھا ہوا ہے کہ حضور نے فرمایا کہ "اب دو تین دن سیر بند رہے گی کیونکہ آج کل بادشیں نہیں ہوں۔"

اس لئے راستہ میں خاک بہت اڑتی ہے اور اسی سے میں بیمار ہو گیا تھا۔ (البتدرجلہ ۲ نمبر ۵ صفحہ ۲۴ فروری ۱۹۰۳ء) اس کے بعد ۲۴ جنوری کو مغرب کے بعد جب حضور علیہ السلام مجلس میں

تشریف فرما ہوئے۔ تو فرمایا "اب بادش ہونے کی وجہ سے گرد و فبار کم ہو گیا ہے ایک دو دن ذرا باہر برآؤں" یعنی سیر کو چلایا کریں۔ (البتدرجلہ دوم نمبر ۵ صفحہ ۳۶ مؤرخہ ۲۰ جنوری ۱۹۰۳ء)

اس سے معلوم ہو گیا کہ اس عرصہ میں حضور علیہ السلام سیر کے لئے تشریف نہیں لے گئے اور جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ "الحکم" اور "ابد" دونوں میں اس عرصہ میں سیر کا کوئی ذکر نہیں اور نہ

ہوتے ہیں۔ بلکہ اصل تو یہ ہے کہ دعا کی حقیقت ہی سے بالکل اجنبیت ہو گئی ہے۔ بعض ایسے ہیں جو سرے سے دعا کے منکر ہیں اور جو دعا کے منکر تو نہیں مگر ان کی حالت ایسی ہو گئی ہے کہ چونکہ ان کی دعائیں بوجہ آداب دعا سے ناواقفیت کے قبول نہیں ہوتی ہیں۔ کیونکہ دعا اپنے اصلی معنوں میں دعا ہوتی ہی نہیں۔ اس لئے وہ منکرین دعا سے بھی گری ہوئی حالت میں ہیں۔ ان کی عملی حالت نے دوسروں کو دہریت کے قریب پہنچا دیا ہے۔ دعا کے لئے سب سے اول اس امر کی ضرورت ہے کہ دعا کرنے والا کبھی شک کر مائوس نہ ہو جاوے اور اللہ تعالیٰ پر یہ ثنوی ظن نہ کر بیٹھے کہ اب کچھ بھی نہیں ہوگا۔ بعض اوقات دیکھا گیا ہے کہ اس قدر دعا کی گئی کہ جب مقصد کا شگوفہ سرسبز ہونے کے قریب ہوتا ہے۔ دعا کر نیوالے ہٹک گئے ہیں جس کا نتیجہ ناکامی اور نامرادی ہو گیا ہے۔ اور اس نامرادی نے یہاں تک بُرا اثر پہنچایا کہ دعا کی تاثیرات کا انکار شروع ہوا۔ اور رفتہ رفتہ اس درجہ تک نوبت پہنچ جاتی ہے کہ پھر خدا کا بھی انکار کر بیٹھتے ہیں۔ اور کہہ دیتے ہیں کہ اگر خدا ہوتا اور وہ دعاؤں

میر کی کوئی ڈائری ہے۔ حالانکہ باقی اوقات کی ڈائریاں ان ایام کی موجود ہیں۔

نیز ان ایام میں حضور علیہ السلام کتاب "مواہب الرحمن" کی تصنیف میں بیحد مصروف تھے۔ اور جنوری کو فجر کی نماز کے وقت حضور نے فرمایا "میں کتاب تو ختم کر چکا ہوں۔ رات آدھی رات تک بیٹھا رہا۔" (البدیع جلد ۱ نمبر ۳۷) اور ۱۵ جنوری کو فجر کی نماز کے وقت تشریف لائے تو فرمایا "رات تین بجے تک جاگتا رہا تو کاپیاں اور پروٹ صبح ہوئے۔" اور پھر فرمایا کہ "میرے اعضاء تو بیشک شک جلتے ہیں مگر دل نہیں ٹھکتا۔" (البدیع جلد ۲ نمبر ۳۷) نیز (الحکم جلد نمبر ۳۷) اور پھر اسی روز ظہر کے وقت ظہر و عصر کی نمازیں جمع ادا فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب قرآن بتاتے ہیں کہ ۱۵ جنوری ۱۹۰۱ء کو حضور میر کیلئے تشریف نہیں لیگئے یہ ڈائری تقیہ النبی گسی گذشتہ تاریخ کی ہے میں پر بہرہ ۱۵ جنوری ۱۹۰۱ء کی تاریخ لکھی گئی ہے چونکہ مطبوعہ مطبوعاتی پہلی تین جلدوں میں حضور کی یہ تقریر درج نہیں ہو سکی لہذا اب اسے یہاں درج کیا جاتا ہے۔ (حاکس مرتب)

کو قبول کرنے والا ہوتا تو اس قدر عرصہ دماز تک جو دعائیں کی گئی کیوں قبول نہ ہوئیں؟ مگر ایسا خیال کرنے والا اور غلو کر کھانے والا انسان اگر اپنے عدم استقلال اور تلون کو سوچے تو اُسے معلوم ہو جائے کہ ساری نامردیاں اس کی اپنی ہی جلد بازی اور شتاب کاری کا نتیجہ ہیں۔ جن پر خدا کی قوتوں اور طاقتوں کے متعلق بدظنی اور نامراد کرنے والی مایوسی بڑھ گئی۔ پس کبھی شک نہ نہیں چاہیئے۔

دعا کی ایسی ہی حالت ہے۔ جیسے ایک زمیندار باہر جا کر اپنے کھیت میں ایک بیج بوتا ہے۔ اب بظاہر تو یہ حالت ہے کہ اُس نے اچھے بھلے اناج کو مٹی کے نیچے دبایا۔ اس وقت کوئی کیا سمجھ سکتا ہے کہ یہ دانہ ایک عمدہ درخت کی صورت میں نشوونما پا کر پھل لائیگا۔ باہر کی دنیا اور خود زمیندار بھی نہیں دیکھ سکتا کہ یہ دانہ اللہ ہی اللہ زمین میں ایک پودا کی صورت اختیار کر رہا ہے۔ مگر حقیقت یہی ہے کہ تھوڑے دنوں کے بعد وہ دانہ گل کر اندر ہی اندر پودا بننے لگتا ہے اور تیار ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اُس کا سبزہ اوپر نکل آتا ہے۔ اور دوسرے لوگ بھی اس کو دیکھ سکتے ہیں۔ اب دیکھو وہ دانہ جس وقت سے زمین کے نیچے ڈالا گیا تھا۔ دراصل اسی ساعت سے وہ پودا بننے کی تیاری کرنے لگ گیا تھا۔ مگر ظاہر میں نگاہ اُس سے کوئی فہم نہیں رکھتی اور اب جبکہ اس کا سبزہ باہر نکل آیا تو سب نے دیکھ لیا۔ لیکن ایک نادان بچہ اس وقت یہ نہیں سمجھ سکتا کہ اس کو اپنے وقت پر پھل لگیگا۔ وہ یہ چاہتا ہے۔ کیوں اسی وقت اس کو پھل نہیں لگتا۔ مگر عقلمند زمیندار خوب سمجھتا ہے کہ اس کے پھل کا کونسا موقع ہے۔ وہ صبر سے اس کی نگرانی کرتا اور غور و پرواہت کرتا رہتا ہے۔ اور اس طرح یہ وہ وقت آجاتا ہے کہ جب اس کو پھل لگتا ہے اور وہ پک بھی جاتا ہے۔ یہی حال دعا کا ہے اور بعینہ اسی طرح دعا نشوونما پاتی اور ثمر بھرت ہوتی ہے۔ جلد باز پہلے ہی شک کر رہ جاتے ہیں اور صبر کرنے والے مال اندیش استقلال کے ساتھ گئے رہتے ہیں۔ اور اپنے مقصد کو پالیتے ہیں۔

یہ سچی بات ہے کہ دعا میں بڑے بڑے مراحل اور مراتب ہیں جن کی ناواقفیت کی وجہ سے دعا کرنے والے اپنے ہاتھ سے محروم ہو جاتے ہیں۔ ان کو ایک جلدی لگ جاتی ہے اور وہ صبر نہیں کر سکتے حالانکہ خدا تعالیٰ کے کاموں میں ایک تدریج ہوتی ہے دیکھو یہ کبھی نہیں ہوتا کہ آج انسان شادی کرے تو کل کو اس کے گھر بچہ پیدا ہو جاوے حالانکہ وہ قادر ہے جو چاہے کر سکتا ہے مگر جو قانون اور نظام اس نے مقرر کر دیا ہے وہ ضروری ہے۔ پہلے نباتات کی نشوونما کی طرح کچھ پتہ ہی نہیں لگتا۔ چار مہینے تک کوئی یقینی بات نہیں کہہ سکتا۔ پھر کچھ حرکت محسوس ہونے لگتی ہے۔ اور پوری میعاد گزرنے پر بہت بڑی تکالیف برداشت کرنے کے بعد بچہ پیدا ہو جاتا ہے۔ بچہ کا پیدا ہونا ماں کا بھی ساتھ ہی پیدا ہونا ہوتا ہے۔ مرد شاید ان تکالیف اور مصائب کا اندازہ نہ کر سکیں جو اس مدت محل کے درمیان عورت کو برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ مگر یہ سچی بات ہے کہ عورت کی بھی ایک نئی زندگی ہوتی ہے۔ اب غور کرو کہ اولاد کے لئے پہلے ایک موت خود اس کو قبول کرنی پڑتی ہے تب کہیں جا کر وہ اس خوشی کو دیکھتی ہے۔ اسی طرح پرچھا کرنے والے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ تلون اور محنت کو چھوڑ کر ساری تکلیفوں کو برداشت کرتا رہے۔ اور کبھی بھی یہ وہم نہ کرے کہ دعا قبول نہیں ہوئی۔ آخر آنے والا نہ آ جاتا ہے۔ دعا کے نتیجہ کے پیدا ہونے کا وقت پہنچ جاتا ہے جبکہ گویا مراد کا بچہ پیدا ہوتا ہے۔ دعا کو پہلے ضروری ہے کہ اس مقام اور حد تک پہنچایا جاوے۔ جہاں پہنچ کر وہ نتیجہ نیز ثابت ہوتی ہے۔ جس طرح پر آتش شیشے کے نیچے کپڑا رکھ دیتے ہیں اور سورج کی شعاعیں اس شیشہ پر آ کر جمع ہوتی ہیں اور ان کی حرارت اور حدت اس مقام تک پہنچ جاتی ہے جو اس کپڑے کو جلا دے۔ پھر یکایک وہ کپڑا جل اُٹتا ہے۔ اس طرح پر ضروری ہے کہ دعا اس مقام تک پہنچے جہاں اس میں وہ قوت پیدا ہو جاوے کہ نامرادیوں کو جلا دے اور مقصد مراد کو پورا کرنے والی ثابت ہو جاوے

پیدا است نہارا کہ بلند است جنابت

مدت دراز تک انسان کو دعاؤں میں لگے رہنا پڑتا ہے۔ آخر خدا تعالیٰ ظاہر کر دیتا ہے۔ میں نے اپنے تجربہ سے دیکھا ہے اور گزشتہ راستبازوں کا تجربہ بھی اس پر شہادت دیتا ہے کہ اگر کسی معاملہ میں دیر تک خاموشی کرے تو کامیابی کی امید ہوتی ہے لیکن جس امر میں جلد جواب مل جاتا ہے وہ ہونے والا نہیں ہوتا۔ عام طور پر ہم دنیا میں دیکھتے ہیں۔ کہ ایک سائل جب کسی کے دروازہ پر مانگنے کے لئے جاتا ہے اور نہایت اضطراب اور عاجزی سے مانگتا ہے اور کچھ دیر تک جھڑکیاں کھا کر بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلکتا۔ اور سوال کئے ہی جاتا ہے تو آخر اس کو بھی کچھ شرم آ ہی جاتی ہے۔ خواہ کتنا ہی خلیل کیوں نہ ہو پھر بھی کچھ نہ کچھ سائل کو دے ہی دیتا ہے۔ تو کیا دعا کرنے والے کا ایک معمولی سائل جتنا بھی استقلال نہیں ہونا چاہیئے؟ خدا تعالیٰ جو کریم ہے اور حیا رکھتا ہے جب دیکھتا ہے کہ اس کا عاجز بندہ ایک عرصہ سے اس کے آستانہ پر گرا ہوا ہے تو کبھی اس کا انجام بد نہیں کرتا۔ جیسے ایک حاملہ عورت چار پانچ ماہ کے بعد کہے کہ اب بچہ پیدا کیوں نہیں ہوتا اور اس خواہش میں کوئی مسقط دوائی کھالے تو اس وقت کیا بچہ پیدا ہوگا۔ یا ایک مایوسی بخش حالت میں وہ خود مبتلا ہوگی؟ اسی طرح جو شخص قبل از وقت جلدی کرتا ہے وہ نقصان ہی اٹھاتا ہے۔ اور نہ بڑا نقصان بلکہ ایمان کو بھی صدمہ پہنچ جاتا ہے۔ لیکن ایسی حالت میں دہریہ ہو جاتے ہیں۔ ہمارے گاؤں میں ایک بٹار تھا۔ اس کی عورت بیمار ہوئی اور آخر وہ مر گئی۔ اس نے کہا اگر خدا ہوتا تو میں نے اتنی دعائیں کیں تھیں وہ قبول ہو جاتیں اور میری عورت نہ مرتی۔ اس طرح پر وہ دہریہ ہو گیا۔ لیکن سعید اگر اپنے صدق اور اخلاص سے کام لے تو اس کا ایمان بڑھتا اور سب کچھ ہو بھی جاتا ہے زمین کی دولتیں خدا تعالیٰ کے آگے کیا چیز ہیں۔ وہ ایک دم میں سب کچھ کر سکتا ہے کیا دیکھا نہیں۔ کہ اُس نے اس قوم کو جس کو کوئی جانتا بھی نہ تھا بادشاہ بنا دیا۔ اور بڑی بڑی سلطنتوں کو

ان کا تابع فرمان بنا دیا۔ اور غلاموں کو بادشاہ بنا دیا۔ انسان اگر تقویٰ اختیار کرے۔ خدا تعالیٰ کا ہوا جو اسے تو دنیا میں اعلیٰ درجہ کی زندگی ہو۔ مگر شرط یہی ہے کہ صادق اور جواں مرد ہو کر دکھائے۔ دل متزلزل نہ ہو اور اس میں کوئی آمیزش یا کاری و شرک کی نہ ہو۔ ابراہیم علیہ السلام میں وہ کیا بات تھی جس نے اس کو ابوالملت اور ابوالخفا و قرار دیا۔ اور خدا تعالیٰ نے اس کو اس قدر عظیم الشان برکتیں دیں کہ شمار میں نہیں آسکتیں یہی صدق اور اخلاص تھا۔

دیکھو ابراہیم علیہ السلام نے ایک دعا کی تھی کہ اس کی اولاد میں سے عرب میں ایک نبی ہو۔ پھر کیا وہ اسی وقت قبول ہو گئی؟ ابراہیم کے بعد ایک عرصہ دراز تک کسی کو خیال بھی نہیں آیا کہ اس دعا کا کیا اثر ہوا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی صورت میں وہ دعا پوری ہوئی اور پھر کس شان کے ساتھ پوری ہوئی۔

ظاہری نماز اور روزہ اگر اس کے ساتھ اخلاص اور صدق نہ ہو کوئی خوبی اپنے اندر نہیں رکھتا جوگی اور دنیا سی بھی اپنی جگہ بڑی بڑی ریاضتیں کرتے ہیں۔ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ اُن میں سے بعض اپنے ہاتھ تک شکھا دیتے ہیں اور بڑی بڑی شقیں اُٹھا کر اور اپنے آپ کو مشکلات اور مصائب میں ڈالتے ہیں۔ لیکن یہ تکالیف ان کو کوئی نور نہیں بخشتیں اور نہ کوئی سکینت اور اطمینان اُن کو ملتا ہے بلکہ اندرونی حالت اُن کی خراب ہوتی ہے۔ وہ بدنی ریاضت کرتے ہیں۔ جس کو اندر سے کم تعلق ہوتا ہے۔ اور کوئی اثر ان کی روحانیت پر نہیں پڑتا۔ اسی لئے قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا۔ لَنْ يَنَالَ اللَّهُ لَحْمًا مَّاءًا وَلَا مَثْوًى لَكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنْكَ یعنی اللہ تعالیٰ کو تمہاری قربانیوں کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ تقویٰ پہنچتا ہے حقیقت میں خدا تعالیٰ پرست کو پسند نہیں کرتا بلکہ وہ مغرور جانتا ہے۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ اگر گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ تقویٰ پہنچتا ہے تو پھر قربانی کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اور اس طرح نماز روزہ اگر بوج کلمہ ہے تو پھر ظاہر کی کیا ضرورت کیا ہے اس کا جواب یہی ہو کہ یہ بالکل بے ثمر بات ہے کہ جو لوگ جسم

خداوند نے اپنا چھوڑ دیتے ہیں اُن کو روح نہیں مانتی اور اس میں وہ نیاز مندی اور عبودیت پیدا نہیں ہو سکتی جو اصل مقصد ہے اور جو صرف جسم سے کام لیتے ہیں روح کو اس میں شریک نہیں کرتے وہ بھی خطرناک غلطی میں مبتلا ہیں۔ اور یہ جوگی اسی قسم کے ہیں۔ روح اور جسم کا باہم خدا تعالیٰ نے ایک تعلق دکھا ہوا ہے اور جسم کا اثر روح پر پڑتا ہے۔ مثلاً اگر ایک شخص تکلف سے رونا چاہے تو آخر اس کو رونا آ ہی جائے گا۔ اور ایسا ہی جو تکلف سے ہنسنا چاہے اُسے ہنسی آ ہی جاتی ہے۔ اسی طرح پر نماز کی جس قدر حالتیں جسم پر وارد ہوتی ہیں۔ مثلاً کھڑا ہونا یا دو کوع کرنا۔ اس کے ساتھ ہی روح پر بھی اثر پڑتا ہے اور جس قدر جسم میں نیاز مندی کی حالت دکھاتا ہے۔ اسی قدر روح میں پیدا ہوتی ہے۔ اگرچہ خداوند سے سجدہ کو قبول نہیں کرتا مگر سجدہ کو روح کے ساتھ ایک تعلق ہے۔ اس لئے نماز میں آخری مقام سجدہ کا ہے۔ جب انسان نیاز مندی کے انتہائی مقام پر پہنچتا ہے۔ تو اس وقت وہ سجدہ ہی کرنا چاہتا ہے جانور دل تک میں بھی یہ حالت مشاہدہ کی جاتی ہے۔ لگتے بھی جب اپنے مالک سے محبت کرتے ہیں تو اگر اس کے پاؤں پر اپنا سر رکھ دیتے ہیں۔ اور اپنی محبت کے تعلق کا اظہار سجدہ کی صورت میں کرتے ہیں۔ اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ جسم کو روح کے ساتھ خاص تعلق ہے ایسا ہی روح کی حالتوں کا اثر جسم پر نمودار ہو جاتا ہے۔ جب روح غمناک ہو تو جسم پر بھی اس کے آثار ظاہر ہوتے ہیں اور آنسو اور پڑمردگی ظاہر ہوتی ہے۔ اگر روح اور جسم کا باہم تعلق نہیں تو ایسا کیوں ہوتا ہے؟ دوران خون بھی قلب کا ایک کام ہے مگر اس میں بھی شک نہیں کہ قلب آبپاشی جسم کے لئے ایک انجن ہے۔ اس کے بسط اور قبض سے سب کچھ ہوتا ہے۔ غرض جسمانی اور روحانی سلسلے دونوں پر چلتے ہیں۔ روح میں جب عاجزی پیدا ہو جاتی ہے ہر جسم میں بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے جب روح میں واقع میں عاجزی اور نیاز مندی ہو تو جسم میں اس کے آثار نمودار ظاہر ہو جاتے ہیں اور ایسا ہی جسم پر ایک الگ اثر پڑتا ہے تو روح بھی اس سے متاثر ہو جاتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ جب خدا تعالیٰ کے حضور نماز میں کھڑے ہو تو چاہیئے کہ

اپنے دہرد سے عاجزی اور ادولت مندی کا اظہار کرو۔ اگرچہ اس وقت یہ ایک قسم کا نفاق ہو تا ہے مگر رفتہ رفتہ اس کا اثر دائمی ہو جاتا ہے اور واقعی رُوح میں وہ نیاز مندی اور فروتنی پیدا ہونے لگتی ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو شازوں میں لذت نہیں آتی۔ مگر وہ نہیں جانتے کہ لذت اپنے اختیار میں نہیں ہے اور لذت کا معیار بھی الگ ہے۔ ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص اشد درجہ کی تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے مگر وہ اس تکلیف کو بھی لذت ہی سمجھ لیتا ہے۔ دیکھو ٹرانسول میں جو لوگ لڑتے ہیں۔ باوجودیکہ ان میں جانیں ہاتی ہیں۔ اور عورتیں بیوہ اور بچے یتیم ہوتے ہیں۔ مگر قومی حیثیت اور پاسداری ان کو ایک لذت اور سرور کے ساتھ موت کے منہ میں لے جا رہی ہے۔

ان کو قومی حیثیت اور پاسداری موت کے منہ میں خوشی کے ساتھ لے جاتی ہے۔ اور ہر قوم ان کی محنتوں اور جانفشانیوں کی قدر کر رہی ہے جبکہ اغراض قومی متحد ہیں۔ پھر ان کی محنتوں کی قدر کیوں ہوتی ہے؟ ان کے دکھ اور تکالیف کی دھڑ سے۔ ان کی محنت اور جانفشانی کے باعث۔

غرض ساری لذت اور راحت دکھ کے بعد آتی ہے۔ اسی لئے قرآن شریف میں یہ قاعدہ بتایا ہے۔ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا۔ اگر کسی راحت سے پہلے تکلیف نہیں تو وہ راحت راحت ہی نہیں رہتی۔ اسی طرح ہر جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو عبادت میں لذت نہیں آتی۔ اُن کو پہلے اپنی جگہ سوچ لینا ضروری ہے کہ وہ عبادت کے لئے کس قدر دکھ اور تکالیف اٹھاتے ہیں۔ جس قدر دکھ اور تکالیف انسان اٹھائے گا۔ وہی تبدیل صورت کے بعد لذت ہو جاتا ہے میری مراد اُن دکھوں سے نہیں کہ انسان اپنے آپ کو بیجا مشقتوں میں ڈالے

لے۔ اس وقت ٹرانسوال کی جنگ جاری تھی (ایڈیٹر الہم)

الہم جلد ۹ نمبر ۳ صفحہ ۳۵۱ مؤرخہ ۲۸ فروری ۱۹۰۳ء

اور بلا یطابق تکالیف اٹھانے کا دعویٰ کرے۔

قرآن شریف میں لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا آیا ہے اور رہبانیت اسلام میں جہیں ہے جس میں پڑ کر انسان اپنا اٹھ شکھالے یا اپنی دوسری قوتوں کو بیکار چھوڑ دے یا اور قسم قسم کی تکالیف شدیدہ میں اپنی جان کو ڈالے عبادت کے لئے دکھ اٹھانے سے ہمیشہ یہ مراد ہوتی ہے کہ انسان ان کاموں سے رُکے جو عبادت کی لذت کو دور کرنے والے ہیں۔ اور اُن سے رُکنا بھی اولاً ایسی ضرورت تکلیف محسوس ہوگی۔ اور خدا تعالیٰ کی نارضا مندیوں سے پرہیز کرے۔ مثلاً ایک چور ہے اس کو ضروری ہے کہ وہ چوری چھوڑے ہمارے تو بیکاری اور بد نظری چھوڑے۔ اسی طرح

نشوں کا حادی ہے تو اُن سے پرہیز کرے۔ اب جب وہ اپنی محبوب اشیاء کو ترک کر چکا تو ضرور ہے کہ اول اول سخت تکلیف اٹھاوے مگر رفتہ رفتہ اگر استقلال سے وہ اس پر قائم رہے گا تو دیکھ لیگا کہ ان بدیوں کے چھوڑنے میں جو تکلیف اُس کو محسوس ہوتی ہے وہ تکلیف اب ایک لذت کا رنگ اختیار کرتی جاتی ہے۔ کیونکہ ان بدیوں کے بالمقابل بیکار آتی جہاں گی اور اُن کے نیک نتائج جو شکھ دینے والے ہیں وہ بھی ساتھ ہی آئیں گے۔

کہاں تک کہ وہ اپنے ہر قول و فعل میں جب خدا تعالیٰ ہی کی رضا کو مقدم کر لیگا اور اس کی ہر حرکت اور سکون اللہ ہی کے امر کے نیچے ہوگی تو صاف اور بین طور پر وہ دیکھے گا کہ پورے اطمینان اور سکینٹ کا مزالے سا ہے۔ یہ وہ حالت ہوتی ہے جب کہا جاتا ہے کہ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُونَ۔ اسی مقام پر اللہ تعالیٰ کی ولایت میں آنا ہے اور ظلمات سے نکل کر نور کی طرف آ جاتا ہے۔

یاد رکھو کہ جب انسان خدا تعالیٰ کے لئے اپنی محبوب چیزوں کو جو خدا کی نظر میں مکروہ اور اس کے منشاء کے مخالف ہوتی ہیں چھوڑ کر اپنے آپ کو تکالیف میں ڈالتا ہے تو ایسی تکالیف اٹھانے والے جسم کا اثر روح پر بھی پڑتا ہے اور وہ بھی اس سے متاثر

ہو کر ساتھ ہی ساتھ اپنی تبدیلی میں لگتی ہے یہاں تک کہ کامل نیازمندی کے ساتھ آستانہ اُلوہیت پر بے اختیار ہو کر گر پڑتی ہے یہ طریق ہے عبادت میں لذت حاصل کرنے کا۔

تم نے دیکھا ہو گا کہ بہت سے لوگ ہیں جو اپنی عبادت میں لذت کا یہ طریق سمجھتے ہیں کہ کچھ گیت گائے یا باجے بجلائے اور یہی اس کی عبادت ہوگی۔ اس سے دھوکا مت کھاؤ۔ یہ باتیں نفس کی لذت کا باعث ہوں تو ہوں مگر رُوح کے لئے ان میں لذت کی کوئی چیز نہیں۔ ان سے رُوح میں فروتنی اور انکساری کے جوہر پیدا نہیں ہوتے اور عبادت کا اصل منشا گم ہو جاتا ہے۔ طوائف کی محفلوں میں بھی ایک آدمی ایسا مزاح حاصل کرتا ہے تو کیا وہ عبادت کی لذت سمجھی جاتی ہے؟ یہ باریک بات ہے جس کو دوسری قومیں سمجھ ہی نہیں سکتی ہیں کیونکہ انہوں نے عبادت کی اصل غرض اور غائت کو سمجھا ہی نہیں۔

قرآن شریف سے پہلے دو قومیں تھیں۔ ایک براہمنہ کہلاتی تھی جو رہبانیت کو پسند کرتی تھی اور اپنی زندگی کا اصل منشا یہی سمجھ بیٹھے ہوئے تھے۔ عیسائی قوم میں بھی ایسے لوگ تھے جو راہب ہونا پسند کرتے تھے اور ہوتے تھے روٹن کیتھولک۔ عیسائیوں میں اب تک ایسے لوگ موجود ہیں اور یہ طریق ان میں جاری ہے کہ وہ راہبانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ مگر اب ان کی رہبانیت اس حد تک ہی ہے کہ وہ شادی نہیں کرتے در نہ ہر طرح عیش عشرت اور آرام کے ساتھ کوٹھیوں میں رہتے اور مکلف لباس پہنتے اور عمدہ کھانے کھاتے ہیں اور جس قسم کی زندگی وہ بسر کرتے ہیں عام لوگ سمجھتے ہیں۔ مگر میری مراد رہبانیت سے اس وقت یہی ہے کہ وہ فرقہ جو اپنے آپ کو تعذیب بدن میں ڈالتا تھا اور دوسرا فرقہ ان کے مقابلہ میں تھا جو اباحت کی زندگی بسر کرتا تھا۔ اسلام جب آیا تو اس نے ان دونوں کو ترک کیا اور صراطِ مستقیم کو اختیار کیا۔ اس نے بتایا کہ انسان نہ رہبانیت اختیار کرے جس سے وہ نفس کش ہو جاوے اور خدا تعالیٰ کی عطا کردہ قوتوں کو بالکل بیکار چھوڑ دے اور اس طرح پر ان اخلاقِ فاضلہ کے حصول سے محروم ہو جاوے۔ جو ان قوتوں کے اندر ودیعت کئے گئے ہیں

کیونکہ یہ سچی بات ہے کہ جس قدر قوتیں انسان کو دی گئی ہیں یہ سب کی سب دراصل اخلاقی قوتیں ہیں۔ غلط استعمال کی وجہ سے یہ اخلاق بد اخلاقیوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ اس لئے اسلام نے ربانیت سے منع کیا اور فرمایا کہ لا دھبانیۃ فی الاسلام۔ اسلام چونکہ انسان کی کامل تربیت چاہتا ہے اور اس کی ساری قوتوں کا نشوونما اس کا مقصد ہے۔ اس لئے اُس نے جائز نہیں رکھا کہ وہ طریق اختیار کیا جاوے جو انسان کی بے حرمتی کرنے والا اور خدا تعالیٰ کی توہین کرنے والا سمجھا جاوے اور پھر اسلام کا منشا یہ ہے کہ وہ انسان کو افراط و تفریط کی راہوں سے اس اعتدال کی راہ پر چلاوے جو صراطِ مستقیم ہے۔ اس لئے اس نے اباحت کے مسئلہ کی بھی تردید کی جو دوسرا فرقہ تھا جو قرآن شریف سے پہلے موجود تھا۔ وہ سب کچھ جائز سمجھتا تھا اور آزاد اور بے قیدی میں اپنی زندگی بسر کرتا تھا۔ ساری راحتوں اور لذتوں کی معراج سمجھتا تھا۔ مگر اسلام نے اس کو رد کیا اور انسان کو بے قید بنانا نہ چاہا کہ وہ نماز کی ضرورت سمجھے نہ روزہ کی۔ غرض کسی پابندی کے نیچے ہی نہ رہے۔ اور ایک وحشی جانور کی طرح مارا مارا پھرے۔ اب تک بھی یہ لوگ موجود ہیں۔ وہ دھودی مذہب جو بد قسمتی سے پھیلا ہوا ہے دراصل ایک اباحتی فرقہ ہے اور نماز روزہ کی کوئی ضرورت نہیں سمجھتا اور ممنوعات اور محرمات سے پرہیز نہیں کرتا۔ اسی لئے اسلام نے یہ بھی جائز نہ رکھا۔

ربانیت اور اباحت انسان کو اس صدق اور وفا سے دور رکھتے تھے جو اسلام پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے ان سے الگ رکھ کر اطاعتِ الہی کا حکم دے کر صدق اور وفا کی تعلیم دی جو ساری روحانی لذتوں کی جاذب ہیں۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جو شخص کسی سہارے پر چلتا ہے۔ وہ سست الوجود اور کاہل ہوتا ہے جیسے بچے اپنے والدین کی سرپرستی کے نیچے اپنی فکر معاش یا ضرورت کے پیدا کرنے سے کاہل اور لاپرواہ ہوتے ہیں۔ یا عیسائی لوگ جس طرح پر اعمال میں مستعد نہیں ہو سکتے کیونکہ کفر

کا مسئلہ جب ان کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ مسیح نے ان کے سامنے گناہ اٹھانے پر بھیجے ہیں
 اتنا کہ وہ کوئی چیز ہو سکتی ہے جو ان کو اعمال کی طرف متوجہ کرے۔ اعمال کا مدعا تو نجات
 اور یہ ان کو بلا مشقت محنت صرف خوشی مسیح پر اتنا ایمان رکھنے سے کہ وہ بہار لے کر گیا۔
 ہمارے گناہوں کے بدلہ لعنتی ہوں مل جاتی ہے تو اب نجات کے سوا اور کیا چاہیے پھر ان کو
 اعمال حسنہ کی ضرورت کیا باقی رہی۔ اگر گناہ پر ایمان لا کر بھی نجات کا خطرہ اور لذت شرافتی ہے تو
 یہ امر دیگر ہے کہ اعمال کئے جائیں لیکن اگر نجات خون مسیح کے ساتھ ہی وابستہ ہے۔ تو
 کوئی تعلیم نہ نہیں مان سکتا کہ پھر ضرورت اعمال کی کیا باقی ہے۔

روافض بھی سہارے ہی پر چلتے ہیں اور اپنی جگہ عیسائیوں کی طرح امام حسین رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کے خون کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک اگر اعمال کی ضرورت ہے
 تو فقط اتنی کہ ان کے مصائب کو یاد کر کے آنکھوں سے آنسو گرا لے یا کوئی سینہ کوئی کرلی۔
 سامنے اعمال حسنہ کی روح ہی اشک باری اور سینہ کوئی ہے۔ مگر میں نہیں سمجھتا کہ اس کو
 نجات سے کیا تعلق؟

اس لئے میں یہ تعلیم کبھی دینا نہیں چاہتا اور نہ اسلام نے دی کہ تم اپنے گناہوں
 کی گھڑی کسی دوسرے کی گردن پر لا دو اور خود اہانت کی زندگی بسر کرو۔ قرآن شریف
 نے صاف فیصلہ کر دیا ہے لَا تَبْزُرُوا زَرْعًا رَزَرًا أُخْرٰی۔ ایک دوسرے کا بوجھ نہیں
 اٹھا سکتا اور نہ دنیا میں اس کی کوئی نفیر خدا تعالیٰ کے عام قانون قدرت میں ملتی ہے۔
 کبھی نہیں دیکھا جانا کہ زید مثلاً سنکھیا کھایوے اور اسی سنکھیا کا اثر ہو جاوے
 اور وہ مر جاوے۔ یا ایک مریض ہو اور دوسرے آدمی کو کھا لینے سے وہ اچھا ہو جاوے
 بلکہ ہر ایک بھائے خود متاثر ہوگا۔ پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک شخص ساری عمر گناہ کرتا ہے
 اور دوسرے کے ساتھ خدا تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کرتا رہے اور لکھ دے کہ میرے
 گناہوں کا پورا پورا دوسرے شخص کی گردن پر ہے جو شخص ایسی امید کرتا ہے وہ س

دماغ بیہودہ پخت و خیال باطل بست

کا مصداق ہے۔

پس اسلام کسی سہارے پر رکھنا نہیں چاہتا کیونکہ سہارے پر رکھنے سے ابطالِ اعمال لازم آجاتا ہے۔ لیکن جب انسان سہارے کے بغیر زندگی بسر کرتا ہے۔ اور اپنے آپ کو ذمہ دار ٹھہراتا ہے اس وقت اس کو اعمال کی ضرورت پڑتی ہے اور کچھ کرنا پڑتا ہے اسی لئے قرآن شریف نے فرمایا ہے قَدْ أَفْلَحَ مَنْ دَلَّهَا فَلَاحَ وَهِيَ پاتا ہے جو اپنا تزکیہ کرتا ہے خود اگر انسان ہاتھ پاؤں نہ ہلانے تو بات نہیں بنتی۔

شفاعت کا فلسفہ

مگر اس سے یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہیے کہ شفاعت کوئی چیز نہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ شفاعت حق ہے۔ اور اس پر یہ نص صریح ہے وَ صَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ۔ یہ شفاعت کا فلسفہ ہے یعنی جو گناہوں میں نفسانیت کا جوش ہے وہ ٹھنڈا پڑ جائے۔ شفاعت کا نتیجہ یہ بتایا ہے کہ گناہوں کی زندگی پر ایک موت وارد ہو جاتی ہے اور نفسانی جوشوں اور جذبات میں ایک برودت آ جاتی ہے جس سے گناہوں کا صدور بند ہو کر ان کے بالمقابل نیکیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ پس شفاعت کے مسئلہ نے اعمال کو ہیکا نہیں کیا بلکہ اعمالِ حسنہ کی تحریک کی ہے۔

شفاعت اور کفارہ میں فرق

شفاعت کے مسئلہ کے فلسفہ کو نہ سمجھ کر احمقوں نے اعتراض کیا ہے اور شفاعت اور کفارہ کو ایک قرار دیا۔ حالانکہ یہ ایک نہیں ہو سکتے۔ کفارہ اعمالِ حسنہ سے مستغنی کرتا ہے اور شفاعت اعمالِ حسنہ کی تحریک۔ جو چیز اپنے اندر فلسفہ نہیں رکھتی ہے۔ وہ صحیح ہے۔ ہمارا یہ دعوٰی ہے کہ اسلامی اصول اور عقائد اور اس کی ہر تعلیم اپنے اندر ایک فلسفہ رکھتی ہے اور علمی پیرایہ اس کے ساتھ موجود ہے جو دوسرے مذاہب کے عقائد میں نہیں

ماتا۔ شفاعت اعمالِ حسنہ کی محرک کس طرح پر ہے؟

اس سوال کا جواب بھی قرآن شریف ہی سے ملتا ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ وہ کفاحہ کا نگہ اپنے اندر نہیں رکھتی۔ کیونکہ اس پر حصر نہیں کیا جس سے کاہلی اور مستی پیدا ہوتی بلکہ فرمایا۔ اِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۚ لِّعَنِیْ جِبِّ مِیْرَے بندے میرے بارے میں تجھ سے سوال کریں کہ وہ کہاں ہے تو کہدے کہ میں قریب ہوں۔ قریب والا تو سب کچھ کر سکتا ہے۔ دُور والا کیا کرے گا؟ اگر آگ لگی ہوئی ہو تو دُور والے کو جب تک خبر پہنچے اس وقت تک تو شاید وہ جل کر خاک سیاہ بھی ہو چکے۔ اس لئے فرمایا کہ کہدو میں قریب ہوں۔ پس یہ تیرت بھی قبولیت دعا کا ایک لازمی باتی ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور طاقت پر ایک ایمان کامل پیدا ہو اور اُسے ہر وقت اپنے قریب یقین کیا جاوے۔ بہت سی دعاؤں کے رد ہونے کا یہ بھی سبب ہے کہ دعا کرنے والا اپنی ضعیف الایمانی سے دُعا کو مسترد کر لیتا ہے۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ دعا کو قبول ہونے کے لائق بنایا جاوے کیونکہ اگر وہ دعا خدا تعالیٰ کی شرائط کے نیچے نہیں ہے تو پھر اس کو خواہ سارے نبی بھی مل کر کریں تو قبول نہ ہوگی اور فائدہ اور نتیجہ اس پر مرتب نہیں ہو سکیگا۔

اب یہ بات سوچنے کے قابل ہے کہ ایک طرف تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا صَلِّ عَلَیْہِمْ اِنَّ صَلَاتَکَ سَکُنٌ لَّہُمْ۔ تیری صلوٰۃ سے اُن کو ٹھنڈ پڑ جاتی ہے اور جوش اور جذبات کی آگ سرد ہو جاتی ہے۔ دوسری طرف فَلَیْسَتْہِیْ جَبْنَؤُا لِّیْ ۚ کا بھی حکم فرمایا ان دونوں آیتوں کے ملانے سے دعا کرنے اور کرنے والے کے تعلقات۔ پھر ان تعلقات سے جو نتائج پیدا ہوتے ہیں ان کا بھی پتہ لگتا ہے کیونکہ صرف اسی بات پر منحصر نہیں کر دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور دعا ہی کافی ہے۔ اور خود کچھ نہ کیا جاوے اور نہ ہی فساد کا باعث ہو سکتا ہے کہ آنحضرت کی شفاعت اور دعا کی ضرورت ہی نہ سمجھی جاوے۔ غرض نہ اسلام میں رہبانیت ہے نہ بیکار نشینی کا سبق۔ بلکہ ان افراط اور

تفریط کی راہوں کو چھوڑ کر وہ صراطِ مستقیم کی ہدایت کرتا ہے۔ نہ یہ چاہا کہ تعذیبِ جسم کے اصولوں کو اختیار کر دے اور اپنے آپ کو شکلات میں ڈالو نہ یہ کہ سارا دن کھیل اور لڑائی میں اور شکار میں گزار دیا ناول خوانی میں بسر کر دے اور رات کو سو کر صیاشی میں*۔

خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی راہ یہ ہے کہ اس کے لئے صدق دکھایا جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو قرب حاصل کیا تو اس کی دہر ہی تھی۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ **وَابْتَغِ الْوَعْدَ الَّذِي دَفَعَنِي لَهُ**

ابراہیم وہ ابراہیم ہے جس نے وفاداری دکھائی خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری اور صدق اور اخلاص دکھانا ایک موت چاہتا ہے جب تک انسان دنیا اور اس کی ساری لذتوں اور شرکتوں پر پانی پھیر دینے کو تیار نہ ہو جاوے۔ اور ہر ذلت اور سختی اور تنگی خدا کے لئے گوارا کرنے کو تیار نہ ہو۔ یہ صفت پیدا نہیں ہو سکتی۔ بُت پرستی یہی نہیں کہ انسان کسی دھخت یا پتھر کی پرستش کرے بلکہ ہر ایک چیز جو اللہ تعالیٰ کے قرب سے روکتی اور اس پر مقدم ہوتی ہے۔ وہ بُت ہے اور اس قدر بُت انسان اپنے اندر رکھتا ہے کہ اس کو پتہ بھی نہیں لگتا کہ میں بُت پرستی کر رہا ہوں۔ پس جب تک خالص خدا تعالیٰ ہی کے لئے نہیں ہو جاتا اور اس کی راہ میں ہر مصیبت کی برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا صدق اور اخلاص کا رنگ پیدا ہونا مشکل ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کو جو یہ خطاب ملا۔ **يَرْبُوْهُ نَبِيٌّ مِّمْلِكًا** نہیں۔ **اِبْرَاهِيْمَ الَّذِي دَفَعَنِي** کی آواز اس وقت آئی جبکہ وہ بیٹے کی قربانی کے لئے تیار ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ عمل کو چاہتا اور عمل ہی سے راضی ہوتا ہے۔ اور عمل دکھ سے آتا ہے۔ لیکن جب انسان خدا کے لئے دکھ اٹھانے کو تیار ہو جاوے تو خدا تعالیٰ اس کو دکھ میں بھی نہیں ڈالتا۔ دیکھو۔ ابراہیم علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے لئے اپنے بیٹے کو قربان کر دینا چاہا اور پوری تیاری کر لی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بیٹے کو بچا لیا۔

بَیِّنَاتُ الْحُكْمِ جلد ۲ نمبر ۲ صفحہ ۳۲۰ مؤلفہ: امارت سیدہ

وہ آگ میں ڈالے گئے لیکن آگ اُن پر کوئی اثر نہ کر سکی۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں تکلیف اٹھانے کو تیار ہو جاوے تو خدا تعالیٰ تکلیف سے بچا لیتا ہے۔ ہمارے ہاتھ میں جسم تو ہے روح نہیں ہے۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ روح کا تعلق جسم سے ہے اور جسمانی اصول کا اثر روح پر ضرور ہوتا ہے۔ اس لئے یہ کبھی خیال نہ کرنا چاہیئے کہ جسم سے روح پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ جس قدر اعمال انسان سے ہوتے ہیں۔ وہ اسی مرکب صورت سے ہوتے ہیں الگ جسم یا کبھی روح کوئی نیک یا بد عمل نہیں کرتی۔ یہی وجہ ہے کہ جزا سزا میں بھی دونوں کے متعلقات کا لحاظ رکھا گیا ہے بعض لوگ اسی راز کو نہ سمجھنے کی وجہ سے اعتراض کر دیتے ہیں کہ مسلمانوں کا بہشت جسمانی ہے۔ حالانکہ وہ آتسا نہیں جانتے جب اعمال کے صدور میں جسم ساتھ تھا تو حوا کے وقت الگ کیوں کیا جاوے؟ غرض یہ ہے کہ اسلام نے ان دونوں طریقوں کو جو افراط اور تفریط کے ہیں چھوڑ کر اعتدال کی راہ بتائی ہے۔ یہ دونوں خطاں باتیں ہیں ان سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ مجرور تعذیب جسم سے کچھ نہیں بنتا اور محض آرام طلبی سے بھی کوئی فائدہ پیدا نہیں ہوتا۔

ولایت کسے حاصل ہوتی ہے

ایک مرتبہ ایک شخص میرے پاس نور محمد نام ٹانڈہ سے آیا تھا۔ اس نے کہا کہ غلام محبوب سبحانی نے دلی ہونے کا سرٹیفکیٹ دے دیا ہے۔ اب ولایت کا معیار یہی رہ گیا ہے کہ غلام محبوب سبحانی یا کسی نے سرٹیفکیٹ دے دیا۔ حالانکہ ولایت ملتی نہیں جب تک انسان خدا کے لئے موت اختیار کرنے کے لئے تیار نہ ہو جاوے۔ دنیا میں بہت سے لوگ اس قسم کے ہیں جن کو کچھ بھی معلوم نہیں کہ وہ دنیا میں کیوں آئے ہیں حالانکہ یہی پہلا سوال ہے جس کو اسے حل کرنا چاہیئے۔ خود شناسی کے بعد خدا شناسی پیدا ہوتی ہے جب وہ اپنے فرائض کو سمجھتا ہے اور مقاصد زندگی پر غور کرتا ہے۔ اسے معلوم ہوتا ہے کہ میری زندگی کی غرض خدا شناسی ہے اور اس پر ایمان لانا اور اس کی عبادت کرتا ہے۔ تب وہ فرائض کو ادا کرتا

اور نوافل کو شناخت کرتا ہے۔ وہ نہ دعائیت جو ایمان کے بعد پیدا ہوتی ہے اب اُسے تلاش کر دے کہ کہاں ہے ۹ نہ مولویوں میں ہے نہ راگ سننے والے صوفیوں میں۔ یہ گویا سالہ صورت ہیں روحانیت سے بے خبر جو کہ ہزار سال تک بھی اگر مغزارتے رہیں تو کچھ نہیں بنتا۔ یہ علوم اور دمار میں تقویٰ نہیں۔ پھر علوم اور دمار اللہ تعالیٰ کو کیسے پہنچ سکتا ہے۔

روح و جسم کا تعلق ابدی ہے

دہریہ روح کا ہی انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ کوئی چیز ہے ہی نہیں۔ اور پھر کہتے ہیں کہ حشر و جسد کوئی چیز نہیں۔ یہاں روح تعلیم پا کر آئندہ کیا کرے گی۔ یہ خیالی باتیں ہیں۔ ان میں معقولیت نہیں ہے۔ اگر روح کوئی چیز نہیں ہے تو پھر یہ کیا بات ہے کہ جسم پر جو فعل واقع ہوتے ہیں اُن کا اثر اندر دنی قوتوں پر بھی پڑتا ہے۔ مثلاً اگر مقدم الراس پر چوٹ لگ جائے تو اس فساد کے ساتھ انسان مجنون ہو جاتا ہے یا حافظہ جاتا رہتا ہے۔ مجنوں کی روح تو وہی ہے نفس تو جسم میں ہے۔ جسم کا اگر اچھا انتظام نہ رہے تو روح بیکار ہو جاتی ہے وہ بدوں جسم کسی کام نہیں ہے اس لئے ہمیشہ جسم کی محتاج ہے جس کا انتظام عمدہ ہو روحانی حالت بھی اچھی ہوگی۔ چھوٹے بچہ میں کیوں اتنی سمجھ نہیں ہوتی کہ وہ عواقب الامور کو سمجھ سکے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اُن میں ایسی قویٰ کا نشو و نما کامل نہیں ہوا ہوتا۔

اسی طرح پیٹ میں جو لطفہ جاتا ہے کسی کو کچھ معلوم نہیں کہ روح اس کے ساتھ کہاں سے چلی جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی دراصل ایک مخفی قوت چلی جاتی ہے جو انبساط اور نشاط کا باعث ہوتی ہے۔ اسی طرح اتاج میں بھی وہی کیفیت چلی آتی ہے۔ اسی کی طرف مولوی روئی نے اشارہ کر کے کہا ہے۔

ہفت صد ہفتاد قالب دیدہ ام

ہمچو سبزہ مارا رؤسیدہ ام

نافم اور کڑ مغز لوگوں نے اس شعر کو تناسخ پر حمل کر لیا ہے اور کہتے ہیں اس

تساخ ثابت ہوتا ہے مگر اُن کو معلوم نہیں کہ یہ دراصل تغیراتِ نطفہ کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی جن تغیرات سے نطفہ تیار ہوتا ہے۔ اس کو اس شعر میں ظاہر کیا گیا ہے۔ شاید بہت تقوُّسے آدمی ایسے ہوں گے جن کو یہ معلوم ہو کہ نطفہ بہت سے تغیرات سے بنتا ہے۔ جس اناج سے نطفہ بنتا ہے۔ نطفہ کی حالت میں اُن سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اس کو بہت سے تغیرات میں ڈالا ہے اور پھر اس کو محفوظ رکھا ہے کیونکہ وہ درحقیقت نطفہ ہے اپنے وقت پر وہ پسپا بھی جاتا ہے اور اس سے روٹی بھی تیار کی جاتی ہے۔ لیکن وہ محفوظ کا محفوظ چلا آتا ہے۔ ابھی نطفہ کے متعلق جو تحقیقات ہوئی ہے تو ڈاکٹر کہتے ہیں کہ اس میں کیڑے ہوتے ہیں یہ ایک الگ امر ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ اصل میں وہ ایک قوت ہے جو برابر محفوظ چلی آتی ہے ممکن ہے کہ جو کچھ ڈاکٹروں نے سمجھا ہو وہ اسی قوت کو سمجھا ہو۔ ہر اناج کے ساتھ انسانیت کا خاصہ نہیں بلکہ وہ جو ہر قابل الگ ہی ہے اور اس کو وہی کھاتا ہے جس کے لئے وہ مقدر ہوتا ہے اور وہ اسی دن کے لئے مقدر ہوتا ہے۔ وہ نطفہ جس میں روحانیت کی جڑ ہے بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ مغصہ علقہ وغیرہ چھ حالتوں میں سے گذرتا ہے اور ان چھ تغیرات کے بعد ثمر انسانانہ خلقاً آخر کا وقت آتا ہے اب اس آخری تبدیلی کو نشاۃِ آخری کہا ہے یہ نہیں کہا ثمر انزلنا فیہ روحاً آخر اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ باہر سے کوئی چیز نہیں آتی۔ اب اس کو خوب غور سے سوچو تو معلوم ہوگا کہ رُوح کا جسم کے ساتھ کیسا ابدی تعلق ہے۔ پھر یہ کیسی بے ہودگی ہے جو کہا جاوے کہ جسم کا رُوح کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ کس قدر زبردست ثبوت رُوح کی ہستی کا ہے۔ اس کو کوئی معمولی نگاہ سے دیکھے تو اُدر بات ہے لیکن مقبولیت اور فلسفہ سے سوچے تو اس سے انکار نہیں کر سکتا۔

اسی طرح ایک اُدر بات بھی قابل غور ہے کہ دُنیا میں کبھی کوئی شخص کامیاب نہیں ہوا جو جسم اور رُوح دونوں سے کام نہ لے۔ اگر رُوح کوئی چیز نہیں۔ تو ایک مُردہ جسم سے

کوئی کام کیوں نہیں ہو سکتا؟ کیا اس کے سارے قویٰ اور اعضاء موجود نہیں ہوتے۔
اب یہ بات کیسی صفائی کے ساتھ سمجھ میں آتی ہے کہ رُوح اور جسم کا تعلق جبکہ ابھی
ہے۔ پھر کیوں کسی ایک کو بیکار قرار دیا جاوے۔

دعا کے لئے بھی یہی حق نون ہے کہ جسم تکالیف اٹھاوے اور رُوح گداز ہو اور
پھر صبر اور استقلال سے اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لا کر حُسنِ ظن سے کام لیا جاوے
دعا کے زمانہ میں بھی ابتلا آتے ہیں

ہر ایک کام کے لئے زمانہ ہوتا ہے اور معیہ اس کا انتظار کرتے ہیں۔ جو انتظار
نہیں کرتا اور چشمِ زدن میں چاہتا ہے کہ اس کا نتیجہ نکل آوے وہ جلد باز ہوتا ہے۔ اور
باہر اد نہیں ہو سکتا۔ میرے نزدیک یہ بھی ممکن ہے اور ہوتا ہے کہ دعا کے زمانہ میں
ابتلا کے طور پر اور بھی ابتلا آجاتے ہیں۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام جب بنی
اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلانے کے لئے آئے تو ان کو پہلے مصر میں فرعون
نے یہ کام دیا ہوا تھا۔ کہ وہ آدھا دن اینٹیں پانتھ کریں اور آدھا دن اپنا کام کیا کریں۔
لیکن جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُن کو نجات دلانے کی کوشش کی۔ تو پھر
شہیروں کی شہادت سے بنی اسرائیل کا کام بڑھا دیا گیا اور انہیں حکم ملا کہ آدھا
دن تو تم اینٹیں پانتھ کرو اور آدھا دن گھاس لایا کرو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو
جب یہ حکم ملا اور انہوں نے بنی اسرائیل کو سنایا تو وہ بڑے ناراض ہوئے۔ اور کہا
کہ موسیٰ۔ خداتم کو وہ دُکھ دے جو ہم کو ملا ہے اور بھی انہوں نے موسیٰ علیہ السلام
کو بد دعائیں دیں مگر موسیٰ علیہ السلام نے اُن کو یہی کہا کہ تم صبر کرو۔ تورات میں یہ
سارا قصہ لکھا ہے کہ جُن جُن موسیٰ علیہ السلام انہیں تسلی دیتے تھے وہ اور بھی براؤ
ہوتے تھے۔ آخر یہ ہوا کہ مصر سے بھاگ نکلنے کی تجویز کی گئی اور مصر والوں کے کپڑے

اور ہرق وغیرہ جو لئے تھے وہ ساتھ ہی لے آئے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم کو لے کر نکل آئے تو فرعون نے اپنے لشکر کو لے کر اُن کا تعاقب کیا۔ بنی اسرائیل نے جب دیکھا کہ فرعون بنوں کا لشکر ان کے قریب ہے تو وہ بڑے ہی مضطرب ہوئے چنانچہ قرآن شریف میں لکھا ہے۔ کہ اس وقت وہ چلائے اور کہا

إِنَّا لَمُدْرِكُونَ ۝

اے مونسے۔ ہم تو پکڑے گئے مگر موسیٰ علیہ السلام نے جو نبوت کی آنکھ سے انجام کو دیکھتے تھے۔ انہیں یہی جواب دیا

كَلَّا إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِي ۝

ہرگز نہیں۔ میرا رب میرے ساتھ ہے

تورات میں لکھا ہے کہ انہوں نے یہ بھی کہا کہ کیا مصر میں ہمارے لئے قبریں نہ تھیں۔ اور یہ اضطراب اس وجہ سے پیدا ہوا کہ پیچھے فرعون کا لشکر اور آگے دریائے نیل تھا وہ دیکھتے تھے کہ نہ پیچھے جا کر بچ سکتے ہیں اور نہ آگے جا کر مگر اللہ تعالیٰ قوت درمقتدر خلد ہے۔ دریائے نیل میں سے انہیں راستہ مل گیا اور سارے بنی اسرائیل آرام کے ساتھ پار ہو گئے۔ مگر فرعون بنوں کا لشکر غرق ہو گیا۔ سید احمد خاں صاحب اس موقع پر لکھتے ہیں کہ یہ جو ارجحاً تھا۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ کچھ ہو اس میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا کہ یہ عظیم الشان معجزہ تھا جو ایسے وقت ہمارے لئے تھا کہ اُن کے لئے راہ پیدا کر دی۔ اور یہی تسبیح کے ساتھ ہوتا ہے کہ ہر ضیق سے اُسے نجات اور راہ ملتی ہے۔ یجعل لہ مخرجاً ۝

غرض ایسا ہوتا ہے کہ دُعا اور اس کی قبولیت کے زمانہ کے درمیانی اوقات میں بسا اوقات ابتلا پر ابتلا آتے ہیں اور ایسے ایسے ابتلا بھی آجاتے ہیں جو کر توڑ دیتے ہیں مگر مستقل مزاج سید الفطرت ان ابتلاؤں اور مشکلات میں بھی اپنے لب کی عنایت

کی خوشبو سونگھتا ہے اور فراست کی نظر سے دیکھتا ہے کہ اس کے بعد نصرت آتی ہے۔ ان ابتلاؤں کے آنے میں ایک بتیرہ بھی ہوتا ہے کہ دعا کے لئے جوش بڑھتا ہے۔ کیونکہ جس جس قدر اضطراب اور اضطراب بڑھتا جاوے گا اسی قدر روح میں گدازش ہوتی جائے گی۔ اور یہ دعا کی قبولیت کے اسباب میں سے ہیں۔ پس کبھی گھبراتا نہیں چاہیئے۔ اور بے صبری اور بے قراری سے اپنے اللہ پر مدظن نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ کبھی بھی خیال کرنا نہ چاہیئے کہ میری دعا قبول نہ ہوگی یا نہیں ہوتی۔ ایسا وہم اللہ تعالیٰ کی اس صفت سے انکار ہو جاتا ہے کہ وہ دعائیں قبول فرماتے والا ہے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان ایک امر کے لئے دعا کرتا ہے۔ مگر وہ دعا اس کی اپنی نادانگی اور نادانی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ یعنی ایسا امر خدا تعالیٰ سے چاہتا ہے جو اس کے لئے کسی صورت سے مفید اور نافع نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو توڑ نہیں کرتا۔ لیکن کسی اور صورت میں پورا کر دیتا ہے۔ مثلاً ایک زمیندار جس کو ہل چلانے کے لئے میل کی ضرورت ہے۔ وہ بادشاہ سے جا کر ایک اونٹ کا سوال کرے اور بادشاہ ہانتا ہے کہ اس کو دراصل میل دینا مفید ہوگا۔ اور وہ حکم دیدے کہ اس کو ایک بیس دے دو وہ زمیندار اپنی بیوقوفی سے کہہ دے کہ میری درخواست منظور نہیں ہوئی۔ تو اس کی حماقت اور نادانی ہے لیکن اگر وہ غور کرے تو اس کے لئے یہی بہتر تھا۔ اس طرح ہر اگر ایک بچہ آگ کے نرخہ انکارے دیکھ کر ماں سے مانگے تو کیا مہربان اور شفقتی ماں یہ پسند کرے گی کہ اس کو آگ کے انکارے دیدے۔ غرض بعض اوقات دعا کی قبولیت کے متعلق ایسے امور بھی پیش آتے ہیں۔ جو لوگ بے صبری اور بدظنی سے کام لیتے ہیں وہ اپنی دعا کو رد کر لیتے ہیں۔

اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کی قبولیت کے زمانہ میں اور بھی درازی ہو جاتی ہے۔ بنی اسرائیل اسی وجہ سے چالیس برس تک ارض مقدس میں داخل ہونے سے

مخردم ہو گئے کہ ذرا ذرا سی بات پر شونیوں سے کام لیتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ جس طرح بنی اسرائیل سے غلامی کے دنوں میں وعدے کئے گئے تھے۔ اسی طرح پر اس امت کے لئے بھی ایک مماثلت ہے۔ ان پر بھی ایک غلامی کا زمانہ آنے والا تھا۔ اور اب وہی حالت غلامی کی ہے کیونکہ ہر پہلو اور ہر رنگ میں مسلمانوں کی حالت تنزیل میں ہے اسی مماثلت کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود کی تبلیغ کا زمانہ چالیس سال تک رکھا ہے۔ جس طرح پر موسیٰ علیہ السلام نے وہ زمین نہ پائی تھی بلکہ یثوع بن نون نے گیا اسی طرح پر قبولیت کی ارض مقدس ان مولویوں کے نصیب معلوم نہیں ہوتی جو آئے دن مخالفت اور شرارت میں بڑھتے جاتے ہیں اور نہیں سوچتے کہ ان کو کیا کہا گیا تھا کیا تعلیم ملی تھی اور اب انہوں نے اس پر کس حد تک عمل کیا ہے۔

مسلمان ہو کر قرآن شریف سے فیصلہ نہیں کرتے

مجھے بڑی حیرت اور بڑا ہی تعجب ہوتا ہے کہ یہ لوگ مسلمان کہلاتے ہیں۔ یہ قرآن شریف کو پڑھتے ہیں۔ یہ احادیث کے درس دیتے اور مسلمانوں کے لیڈر اور سرگروہ بنتے ہیں۔ دین کے اصول سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کے مدعی ہیں مگر میرے معاملہ میں ان ساری باتوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اور کچھ پروا نہیں کرتے کہ قرآن شریف کے نصوص کی بناء پر میرے دعوے کو سوجھیں اور میری نسبت کوئی رائے دیتے ہوئے اس بات کا لحاظ رکھیں کہ ہم جو کہتے ہیں خدا تعالیٰ کے خوف سے کہتے ہیں۔ یا اپنے نفسانی اغراض اور جوشوں کو درمیان رکھ کر کہتے ہیں۔ اگر خدا ترسی اور تقویٰ سے کام لیتے تو لا تقف ما لیس لك بہ علمہ پر عمل کرتے اور جتنک میری کتابوں کو پورے طور پر نہ پڑھ لیتے اور میرے پاس رہ کر میرے طرز عمل کو نہ دیکھ لیتے کوئی رائے نہ دیتے۔ مگر انہوں نے قبل از مرگ داویلا شروع کر دیا اور خدا تعالیٰ کے کلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدوں کی کچھ بھی پروا نہ کی۔ ان سب کو پس پشت ڈال دیا۔ کم از کم تقویٰ کا طریق تو یہ تھا

کہ وہ میرے دعویٰ کو سن کر فک کر گئے اور جھٹ پٹ انکار نہ کر دیتے کیونکہ میں نے اُن کو یہ کہا تھا کہ

دعویٰ ماموریت | خدا نے مجھے مامور کیا ہے۔ خدا نے مجھے بھیجا

ہے۔ وہ دیکھتے کہ کیا جس شخص نے اپنا آنا خدا کے حکم سے بتایا ہے۔ وہ خدا کی نصرت اور تائیدیں بھی اپنے ساتھ رکھتا ہے یا نہیں۔ مگر انہوں نے نشان پر نشان دیکھے اور کہا کہ جھوٹے ہیں۔ انہوں نے نصرت پر نصرت اور تائید پر تائید دیکھی لیکن کہہ دیا کہ سحر ہے۔ میں ان لوگوں سے کیا امید رکھوں جو خدا تعالیٰ کے کلام کی بے حرمتی کرتے ہیں۔ خدا کے کلام کے ادب کا تقاضا تو یہ تھا کہ اس کا نام سنتے ہی یہ ہتھیار ڈال دیتے مگر یہ اور بھی شرارت میں پڑے۔ اب خود دیکھ لیں گے کہ انجام کس کے ہاتھ ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ میرے بولنے کے دراصل یہی لوگ محرک ہوئے ہیں اور میری بحث کے اسباب میں سے یہ بڑا سبب ہیں۔

مسلمانوں کے عیسائی ہونے کا باعث مولوی ہیں

کیونکہ جس قدر لوگ نصرانی اور بے دین ہوئے ہیں وہ دراصل مولویوں کا قصور ہے۔ جب کسی نے اُن سے سوال کیا اور کوئی بات اُن سے پوچھی تو انہوں نے جھٹ پٹ یہی فتویٰ دے دیا کہ یہ واجب القتل ہے، کافر ہو گیا۔ بے دین ہو گیا۔ اس کو مار ڈالو۔ اعتراض کرنے والوں نے جب یہ حالت دیکھی تو انہوں نے یہی سمجھا کہ اسلام کے عقائد فی الحقیقت ایسے ہی کمزور اور پودے ہیں کہ وہ معقولیت کے آگے نہیں ٹھہر سکتے۔ پس انہوں نے یہی بہتر سمجھا کہ ایسے دین کو چھوڑ دیں۔ ہزاروں ہزار لوگ پائے جاتے ہیں جن کے مرتد ہونے کی وجہ یہی مولوی ہو گئے ہیں۔ یہ بات کہ وہ سوال کیوں کرتے ہیں بڑی سہل ہے۔ یہ لوگ تیرہ سو برس کے بعد چونکہ پیدا ہوئے ہیں۔ اس قدر بعد زمانہ کی وجہ سے گویا یہ تاریکی کا زمانہ کہنا چاہیئے۔ اس لئے ان کو حق

حاصل ہے کہ جو بات سمجھ میں نہ آئے پوچھیں لیکن سوال کرنے پر انہوں نے اُن کو گمراہ کر دیا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ اُن کو معذور اور واجب الرحم سمجھ کر نرمی سے پیش آتے۔ اور اُن کو سمجھاتے مگر انشا انہوں نے اُن کو اسلام سے ہیزار کر دیا۔ ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے کہ میں اسلام کی تعلیم کی خوبیاں ظاہر کروں اور پھر ان خوبیوں کا عملی ثبوت اور اس کی تاثیروں کو دکھاؤں۔

مسح موعود کے دو کام

پس اس وقت ہمارے دو کام ہیں۔

اول یہ کہ اُن نشانوں کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ دکھا رہا ہے یہ ثابت کیا جاوے کہ عجیب اور ناطق خدا ہمارا ہی ہے جو ہماری دعاؤں کو سُنتا اور اُن کے جواب دیتا ہے اور دوسرے مذاہب کے لوگ جو خدا پیش کرتے ہیں وہ اَلَّا یُذِجْعُ اِلَیْہِم تَحَلَّا کا مصداق ہو رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بوجہ اُن کے کفر اور بے دینی کے اُن کی دعائیں مَا دُعَاۃَ الْکَافِرِیْنَ اِلَّا فِی ضَلٰلٍ کی مصداق ہو گئی ہیں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تو سب کا ایک ہی ہے۔ مگر ان لوگوں نے اس کی صفات کو سمجھا ہی نہیں۔ پس یاد رکھو کہ ہمارا خدا ناطق خدا ہے۔ وہ ہماری دعائیں سُنتا ہے۔

جماعت کا خدا تعالیٰ سے سچا تعلق ہونا چاہیے

ہماری جماعت کو خدا تعالیٰ سے سچا تعلق ہونا چاہیے۔ اور ان کو شکر کرنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ نے اُن کو یونہی نہیں چھوڑا۔ بلکہ ان کی ایمانی قوتوں کو یقین کے درجہ تک بڑھانے کے واسطے اپنی قدرت کے صدرا نشان دکھائے ہیں۔ کیا کوئی تم میں سے ایسا بھی ہے جو یہ کہہ سکے کہ میں نے کوئی نشان نہیں دیکھا۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ایک بھی ایسا نہیں جس کو ہماری صحبت میں رہنے کا موقعہ ملا ہو اور اس نے خدا تعالیٰ کا تازہ بتازہ نشان اپنی آنکھ سے نہ دیکھا ہو۔

ہماری جماعت کے لئے اسی بات کی ضرورت ہے کہ ان کا ایمان بڑھے۔ خدا تعالیٰ پر سچا یقین اور معرفت پیدا ہو۔ نیک اعمال میں سُستی اور کسل نہ ہو۔ کیونکہ اگر سُستی ہو۔ تو پھر وضو کرنا بھی ایک مصیبت معلوم ہوتا ہے چہ جائیکہ وہ تہجد پڑھے اگر اعمال صالحہ کی قوت پیدا نہ ہو اور مسابقت علی الخیرات کے لئے جوش نہ ہو۔ تو پھر ہمارے ساتھ تعلق پیدا کرنا بے فائدہ ہے۔

تعلیم کے موافق عمل کرنے کی نصیحت

ہماری جماعت میں وہی داخل ہوتا ہے جو ہماری تعلیم کو اپنا دستور العمل قرار دیتا ہے اور اپنی ہمت اور کوشش کے موافق اس پر عمل کرتا ہے۔ لیکن جو محض نام رکھا کر تعلیم کے موافق عمل نہیں کرتا۔ وہ یاد رکھے کہ خدا تعالیٰ نے اس جماعت کو ایک خاص جماعت بنانے کا ارادہ کیا ہے اور کوئی آدمی جو دراصل جماعت میں نہیں ہے۔ محض نام لکھانے سے جماعت میں نہیں رہ سکتا۔ اس پر کوئی نہ کوئی وقت ایسا آ جائے گا کہ وہ الگ ہو جائے گا۔ اس لئے جہاں تک ہو سکے اپنے اعمال کو اس تعلیم کے ماتحت کر دے جو دی جاتی ہے۔ اعمال پرہیز کی طرح ہیں۔ بغیر اعمال کے انسان روحانی مارج کے لئے پرہیز نہیں کر سکتا۔ اور ان اعلیٰ مقاصد کو حاصل نہیں کر سکتا جو ان کے نیچے اللہ تعالیٰ نے رکھے ہیں۔ پرہیزوں میں فہم ہوتا ہے۔ اگر وہ اس فہم سے کام نہ لیں تو جو کام ان سے ہوتے ہیں نہ ہو سکیں۔ مثلاً شہد کی مکھی میں اگر فہم نہ ہو تو وہ شہد نہیں نکال سکتی اور اسی طرح نامہ بر کو تر جوتے ہیں۔ ان کو اپنے فہم سے کس قدر کام لینا پڑتا ہے۔ کس قدر درواز کی منزلیں وہ طے کرتے ہیں۔ اور خطوط کو پہنچاتے ہیں۔ اسی طرح پرہیزوں سے عجیب عجیب کام لئے جاتے ہیں پس پہلے ضروری ہے کہ آدمی اپنے فہم سے کام لے اور سوچے کہ جو کام میں کرنے لگا ہوں یہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے نیچے اور اس کی رضا کے لئے ہے یا نہیں۔

جب یہ دیکھ لے اور فہم سے کام لے تو پھر باہقوں سے کام لینا ضروری ہوتا ہے
سستی اور غفلت نہ کرے۔ ہاں یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ تعلیم صحیح ہو۔ کبھی ایسا
بھی ہوتا ہے کہ تعلیم صحیح ہوتی ہے۔ لیکن انسان اپنی نادانی اور جہالت سے یا کسی
دوسرے کی شرارت اور غلط بیانی کی وجہ سے دھوکا میں پڑ جاتا ہے۔ اس لئے
خالی الذہن ہو کر تحقیق کرنی چاہیئے۔

قرآنی قسموں کا فلسفہ

مثلاً میں نے دیکھا ہے کہ آریہ اور عیسائی اعتراض کر دیتے ہیں کہ قرآن
شریف میں قسمیں کیوں کھائی ہیں۔ اور پھر اپنی طرف سے حاشیہ چڑھا کر اُس
کو عجیب عجیب اعتراضوں کے پیرایہ میں پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ اگر ذرا بھی نیک
نیتی اور فہم سے کام لیا جاوے تو ایسا اعتراض بیہودہ اور بیسود معلوم دیتا ہے۔
کیونکہ قسموں کے متعلق یہ دیکھنا ضروری ہوتا ہے کہ قسم کھانے کا اصل مفہوم اور
مقصد کیا ہوتا ہے۔ جب اس کی فلاسفی پر غور کر لیا جاوے تو پھر یہ خود بخود سوال
حل ہو جاتا ہے اور زیادہ رنج اٹھانے کی نوبت ہی نہیں آتی۔ عام طور پر یہ دیکھا
جاتا ہے کہ قسم کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ قسم بطور قائم مقام گواہ کے ہوتی ہے۔ اور یہ
مسلم بات ہے کہ عدالت جب گواہ پر فیصلہ کرتی ہے تو کیا اس سے مراد یہ ہوتی
ہے کہ وہ جھوٹ پر فیصلہ کرتی ہے۔ یا قسم کھانے والے کی قسم کو ایک شاہد
صادق تصور کرتی ہے۔ یہ روزمرہ کی بات ہے۔

جہالت یا تعصب سے اعتراض کرنا اور بات ہے لیکن حقیقت کو مد نظر رکھ
کر کوئی بات کہنا اور۔

اب جب کہ یہ عام طریق ہے کہ قسم بطور گواہ کے ہوتی ہے۔ پھر یہ کیسی
سیدھی بات ہے کہ اسی اصول پر قسماں شریفین کی قسموں کو دیکھ لیا جاوے۔

کہ وہاں اس سے کیا مطلب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جہاں کوئی قسم کھائی ہے تو اس سے یہ مراد ہے کہ نظری امور کے اثبات کے لئے برہینی کو گواہ ٹھہراتا ہے۔ جیسے فرمایا

وَالسَّمَاءَ ذَاتِ الرَّجْعِ • وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ • إِنَّهُ لَقَوْلُ فَصْلٍ • لِّهِ

اب یہ بھی ایک قسم کا صل ہے۔ نادان قرآن شریف کے حقائق سے ناواقف اور نابلدہ۔ اپنی جہالت سے یہ اعتراض کر دیتا ہے کہ دیکھو زمین کی یا آسمان کی قسم کھائی۔ لیکن اس کو نہیں معلوم کہ اس قسم کے نیچے کیسے کیسے معارف موجود ہیں۔ اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وحی الہی کے دلائل اور قرآن شریف کی حقیقت کی شہادت پیش کرنی چاہتا ہے اور اس کو اس طرز پر پیش کیا ہے۔*

اب اس قسم کی قسم پر اعتراض کرنا بجز ناپاک فطرت یا بلبید الطبع انسان کے دوسرے کا کام نہیں۔ کیونکہ اس میں تو عظیم الشان صداقت موجود ہے۔ صحیفہ فطرت کی عام شہادت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کلام الہی اور نزول وحی کی حقیقت بتانا چاہتا ہے۔ سارے معنی بادل کے بھی ہیں۔ جس سے مینہہ برستا ہے۔ آسمان اور زمین میں ایسے تعلقات ہیں جیسے زرمادہ میں ہوتے ہیں۔ زمین میں بھی کنوئیں ہوتے ہیں لیکن زمین پھر بھی آسمانی پانی کی محتاج رہتی ہے۔ جب تک آسمان سے بارش نہ ہو زمین مردہ سمجھی جاتی ہے اور اس کی زندگی اس پانی پر منحصر ہے جو آسمان سے آتا ہے۔ اسی واسطے فرمایا ہے۔

اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَنْزِلُ فِي الْأَرْضِ بَعْدَ مَوْتِهِمْ

اور یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جب آسمان سے پانی برسنے میں دیر ہو اور اساک باراں

بِسْمِ الْحَمْدِ جلد نمبر ۱۱ صفحہ ۲۲۱ مؤلف ۲۴ مارچ ۱۹۰۲ء

ہو تو کنوؤں کا پانی بھی خشک ہونے لگتا ہے۔ اور ان ایام میں دیکھا گیا ہے کہ پانی اُتر جاتا ہے۔ لیکن جب برسات کے دن ہوں اور مینہ برسے شروع ہوں تو کنوؤں کا پانی بھی بوشش مار کر چڑھتا ہے کیونکہ اوپر کے پانی میں قوتِ جاذبہ ہوتی ہے اب براہوں سوچیں کہ اگر آسمانی پانی نازل ہونا چھوڑ دے تو سب کنوئیں خشک ہو جائیں اسی طرح پر ہم یہ مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک نورِ قلب ہر انسان کو دیا ہے۔ اور اس کے دماغ میں عقل رکھی ہے۔ جس سے وہ بڑے بھلے میں تمیز کرنے کے قابل ہوتا ہے۔ لیکن اگر نبوت کا نور آسمان سے نازل نہ ہو اور یہ سلسلہ بند ہو جاوے تو دماغی عقلوں کا سلسلہ جاتا رہے اور نورِ قلب پر تاریکی پیدا ہو جاوے اور وہ بالکل کام دینے کے قابل نہ رہے۔ کیونکہ یہ سلسلہ اسی نورِ نبوت سے روشنی پاتا ہے۔ جیسے بارش ہونے پر زمین کی روئیدگیاں نکلتی شروع ہو جاتی ہیں۔ اور ہر تخم پیدا ہونے لگتا ہے۔ اسی طرح پر نورِ نبوت کے نزول پر دماغی اور ذہنی عقلوں میں ایک صفائی اور نورِ فراست میں ایک روشنی پیدا ہوتی ہے۔ اگرچہ یہ علیٰ قدر مراتب ہوتی ہے اور استعداد کے موافق ہر شخص فائدہ اٹھاتا ہے۔ خواہ وہ اس امر کو محسوس کرے یا نہ کرے لیکن یہ سب کچھ ہوتا اسی نورِ نبوت کے طفیل ہے۔

اثبات ضرورتِ نزولِ وحی

غرض اس قسم میں نزولِ وحی کی ضرورت کو ایک عام مشاہدہ کی رو سے ثابت کیا ہے کہ جیسے آسمانی پانی کے نہ برسے کی وجہ سے زمین مرجاتی اور کنوؤں کا پانی خشک ہونے لگتا ہے۔ یہی قانونِ نزولِ وحی کے متعلق ہے۔

رجح پانی کو کہتے ہیں۔ حالانکہ پانی زمین پر بھی ہوتا ہے۔ لیکن آسمان کو ذاتِ الرجح کہا ہے۔ اس میں یہ فلسفہ بتایا ہے کہ اصلی آسمانی پانی ہی ہے۔ چنانچہ کہا ہے۔

باراں کہ در لطافت طبعش در پلخ نیست

در باغ لاله روید در شوره بوم خس

جو کیفیت باوش کے وقت ہوتی ہے۔ وہی نزول وحی کے وقت ہوتی ہے
دو قسم کی طبیعتیں موجود ہوتی ہیں۔ ایک تو مستعد ہوتی ہیں اور دوسری بلید
مستعد طبیعت والے فوراً سمجھ لیتے ہیں۔ اور صادق کا ساتھ دے دیتے
ہیں۔ لیکن بلید الطبع نہیں سمجھ سکتے اور وہ مخالفت پر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔
دیکھو مکہ معظمہ میں جب وحی کا نزول ہوا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر
خدا تعالیٰ کا کام اُترنے لگا۔ تو ابو بکر رضی اللہ عنہ اور ابو جہل ایک ہی سر زمین
کے دو شخص تھے۔ ابو بکر نے تو کوئی نشان بھی نہ مانگا اور مجرد دعویٰ سنتے ہی آمنا
کہہ کر ساتھ ہو لیا۔ مگر ابو جہل نے نشان پر نشان دیکھے مگر تکذیب سے باز نہ آیا اور
ہمز خدا تعالیٰ کے قہر کے نیچے انکر ذلت کے ساتھ ہلاک ہوا۔

نزول وحی کا زمانہ موسم بہار کی طرح ہوتا ہے

غرض خدا تعالیٰ کی وحی ہر قسم کی طبیعتوں کو باہر نکال دیتی ہے طیب اور
غبیث میں امتیاز کر کے دکھا دیتی ہے۔ وہ بہار کا موسم ہوتا ہے۔ اس وقت ممکن
نہیں کہ کوئی تخم شکستگی کے لئے نہ بکھے۔ لیکن جو کچھ ہوگا وہی برآمد ہوگا۔ نیک اور
سعید اضطرت اپنی جگہ پر نمودار ہوتے ہیں۔ اور غبیث الگ۔ اور اس سے پہلے وہ
بے جگہ ہوئے ہوتے ہیں جیسے گندم اور بھگاٹ کے دانے ملے ہوئے تو رہتے ہیں
لیکن جب زمین سے نکلے ہیں تو دونوں الگ نظر آتے ہیں۔ مالک گندم کی حفاظت
کرتا اور بھگاٹ کو نکال کر باہر پھینک دیتا ہے۔ پس نزول وحی کے ثبوت کے لئے
اللہ تعالیٰ نے یہ مشاہدہ پیش کیا ہے۔ جس کو نادان اپنی نادانی اور جہالت سے
اعراض کے رنگ میں پیش کرتا ہے حالانکہ اس میں ایک عظیم الشان فلسفہ رکھا ہوا

نے جو خدا دکھایا ہے۔ اس کے مقابلہ میں ہم کہتے ہیں۔ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ
ہے اں اگر مریم کے پیٹ میں واقعی خدا آگیا تھا تو چاہیے تھا کہ وہ پیٹ ہی
میں مریم کو دغلا کرتے اور ایک لمبا لیکچر دیتے جس کو دوسرے لوگ بھی سن لیتے تو
اس خارق عادت لیکچر کو سن کر سارے شہر ہاتے اور خواہ مخواہ ماننا پڑتا
بلکہ اور بھی خدائی کا ثبوت ملتا۔ اگر پیٹ ہی میں معجزے دکھانے شروع کر دیتے تو
اور بھی معاملہ صاف ہو جاتا اور خواہ مخواہ ماننا پڑتا۔ مگر بجائے اس کے کہ اس کی
اُلوہیت کی کوئی عظمت ثابت ہوتی۔ ہر پہلو سے اس کا نقص اور کمزوری ہی ثابت
ہوتی ہے۔

مریم کے نکاح سے تین قسمیں توڑی گئیں

مریم کا نکاح محل میں کیا گیا جو شرعاً جائز نہ تھا۔ اور ایک نکاح سے تین قسمیں
توڑی گئیں یعنی ماں نے عہد کیا تھا کہ نکاح نہ کروں گی اور خود مریم نے بھی عہد کیا
ہوا تھا۔ اور ان ساری باتوں کے علاوہ ایک اور اعتراض ہے جس کا جواب عیسائی
نہیں دے سکتے۔ عیسائی مذہب میں دوسری شادی منع ہے۔ لیکن یوسف کی پہلی
بیوی متی۔ اور بھی اس قسم کے اعتراض ہیں۔ یہودیوں کی کتابوں کو پڑھو وہ کیا حقیقت
بیان کرتے ہیں اور ہم کو تو ایسے اعتراض کرتے ہوئے بھی افسوس اور حیا مانع
ہوتے ہیں۔ پادری عماد الدین نے اپنی کتابوں میں راجاب، تتر اور بنت سبیح
کی بابت لکھا ہے کہ وہ اچھے چال چلن کی عورتیں نہ تھیں۔ وہ کہتا ہے کہ خداوند
نے یہ کیا کیا کہ ایسے خاندان میں جنم لیا۔ پھر خود ہی جواب دیتا ہے کہ وہ ایسا کریم
ہے کہ ایسے لوگوں میں بھی جنم لینے سے دریغ نہیں کیا۔ مگر ایک دانشمند غور کرے
کہ یہ کیسی وسعت اخلاق ہے۔

لیکن ہمارا خدا لَمْ يَلِدْ ہے اور کس قدر خوشی کا اور شکر کا مقام ہے کہ جس

خدا کو ہم نے مانا اور اسلام نے پیش کیا ہے وہ ہر طرح کا بل اور قدوس ہے اور کوئی نقص اس میں نہیں۔ دُعاویاں کامل طور پر اللہ تعالیٰ میں پائی جاتی ہیں۔ اور ساری صفات اُن کو بیان کرتی ہیں۔ چنانچہ اول یہ کہ اس میں ذاتی حُسن ہے۔ اور اس کے متعلق لیس کمثلہ شئیٰ قُربایا۔ قل ھو اللہ احدٌ فرمایا۔ اور کہا کہ وہ الصمد ہے، بے نیاز ہے، نہ وہ کسی کا بیٹا ہے نہ اس کا کوئی بیٹا ہے۔ نہ اس کا کوئی ہمتا اور ہمسر ہے۔

قرآن شریف کو غور سے پڑھو تو معلوم ہوگا کہ جا بجا اس کا حُسن دکھایا گیا ہے پھر دوسری کشش احسان کی ہے۔ عیسائیوں نے خدا کے احسان کا کیا نمونہ دکھایا یہی کہ اپنے بچے کو پھانسی دے دیا۔ مولوی صاحب ذکر کیا کرتے ہیں۔ کہ ایک باپ اپنے بیٹے کو کہہ رہا تھا کہ خدا نے اس جہان کو کیسے پیار کیا کہ اپنا بیٹا پھانسی دے دیا۔ لاکا یہ سُنکر ڈر گیا۔ اور بھاگ گیا۔ اور جب اس سے ڈرنے کی وجہ پوچھی گئی تو اس نے یہی کہا کہ جب خدا نے یہ حرکت کی تو تجھ سے کیا امید ہو سکتی ہے۔ انسان خدا سے محبت کرتا ہے تو پھر اس کو سب سے مقدم کر لیتا ہے۔ ہزاروں بھیڑ بکریاں موجود ہیں۔ اگر محبت کا یہی نشان ہے اور مارنے والے عزیز ہوتے ہیں تو کیا یہ چیزیں خدا کو انسان سے عزیز ترین ہوتی ہیں؟ مگر ایسا نہیں۔ لاکھوں چیزیں انسان کے لئے وہ ہلاک کرتا ہے۔ پانی میں کیڑے رکھتے ہوتے ہیں۔ یہ بھی خدا تعالیٰ کی حکمت ہے کیونکہ بسیط چیزیں ہلاک کر دیتی ہیں۔

غرض یہ اصل صیح نہیں ہے جو سمجھ لیا جاتا ہے کہ وہ جس سے پیار کرتا ہے اس کو ہلاک کرتا ہے۔ سچا خدا جس سے پیار کرتا ہے۔ اس کی تائید کرتا ہے کیونکہ وہ خدا فرماتا ہے۔ کَتَبَ اللّٰهُ لَا غَلْبَ لَنَا وَ دُرُسُیْیَ عِیْسٰی اِنِّیْ اُپِنے خدا کی

حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔ (مرتب)

نسبت ایسا نمونہ پیش نہیں کرتے اور حقیقت میں نہیں ہے۔ کیونکہ مسیح کا اپنا نمونہ یہ ہے کہ دشمنوں کے ہاتھوں میں سخت ذلیل ہوئے اور اس وقت وہ اگر خدا تھے یا خدا کے بیٹے تھے تو دشمنوں کو خطرناک ذلت پہنچانی چاہیے تھی مگر بظاہر دشمن کامیاب ہو گئے اور انہوں نے پکڑ کر صلیب پر چڑھا ہی دیا۔ لیکن ہمارا خدا ایسا نہیں ہے اس نے اپنے رسولوں کی ہر میدان میں نصرت کی اور کامیاب کیا۔ اب دوسرے مذہب اس کا نمونہ کہاں سے لائیں۔ یہ یاد رکھو کہ ہمارا خدا کسی کو پھانسی دینا نہیں چاہتا جس قدر کام کریں گے اس میں عزت پائیں گے۔ اس نے ہمارے قوی کو بیکار نہیں رکھا بقول سعدیؒ

حقا کہ با عقوبت دوزخ برابر است

رفتن بپائے مردی ہمسایہ در بہشت

خدا نے چاہا ہے کہ تم زمانہ سیرت نہ بنو بلکہ مرد بنو۔ اب کیسی بات ہے کیسے احسان کئے ہیں کہ ہم پر حقائق و معارف کے خوانے کھولے ہیں۔ کسی کے سامنے اس نے ہم کو شرمندہ نہیں کیا۔ عیسائی کیسے شرمندہ ہوتے ہیں۔ آئیوں کو کیسے شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔ کیا کوئی عیسائی فخر کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ ہمارے خداوند کی تین دایاں نانیاں بدکار تھیں۔

القرض انسان یا حسن کا گرویدہ ہوتا ہے یا احسان کا۔ کامل طور پر یہ اسلام نے امتدعالے کی نسبت بیان کئے ہیں۔ سورۃ فاتحہ میں پہلے حسن و احسان ہی کو دکھایا ہے۔ اگر ان سے انسان اس کی طرف رجوع نہیں کرتا تو پھر تیسری صورت غضب کی بھی ہے۔ اسی لئے غیر المعضوب علیہم ولا الضالین کہہ کر ڈرایا ہے لیکن مبارک وہی شخص ہے جو اس کے حسن و احسان سے فائدہ اٹھاتا ہے اور اس کے احکام کی پیروی کرتا ہے۔ اس سے خدا قریب ہو جاتا ہے اور دعاؤں کو سنتا ہے۔

عقل کا صفائی رُوح سے تعلق ہوتا ہے

یاد رکھو کہ عقل رُوح کی صفائی سے پیدا ہوتی ہے۔ جس قدر انسان رُوح کی صفائی کرتا ہے اسی قدر عقل میں تیزی پیدا ہوتی ہے اور فرشتہ سامنے کھڑا ہو کر اس کی مدد کرتا ہے۔ مگر فاسقانہ زندگی والے کے دماغ میں روشنی نہیں آسکتی۔ تقویٰ اختیار کرو کہ خدا تمہارے ساتھ ہو۔ صادق کے ساتھ رہو کہ تقویٰ کی حقیقت تم پر کھلے اور تمہیں توفیق ملے۔ یہی ہمارا منشاء ہے اور اسی کو ہم دنیا میں قائم کرنا چاہتے ہیں۔

(الحکمہ جلد ۱۷ نمبر ۱۲ صفحہ ۳۲ مورخہ ۳ مارچ ۱۹۰۳ء)



۱۶ جنوری ۱۹۰۳ء

دات آپ نے لاہور قیام فرمایا۔ جہلم جانے کے لئے صبح کو حضور علیہ السلام پایادہ سلیشن کو روانہ ہوئے۔ راستہ میں مولوی محمد احسن صاحب کے استفسار پر فرمایا کہ دات کو کثرت سے بار بار یہ الہام ہوا ہے۔

أُرِيكَ بَوَاكِبَ مِنْ كُلِّ طَرَفٍ

یعنی میں ہر ایک جانب سے تجھے اپنی برکتیں دکھاؤں گا۔

(البدیع جلد ۲ نمبر ۲۱ مورخہ ۲۳، ۲۴ جنوری ۱۹۰۳ء)





Published by Mubarak A. Saqi, Additional Nazir Isha'at,
16, Gressenhall Road, London SW18 5QL

Printed by Unwin Brothers Limited, The Gresham Press, Old Woking, Surrey